

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

قطب العارفین حضور قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ کی سوانح حیات

انوار لاثانی

مسمی بہ جدید ایڈیشن

حسب الارشاد

رفیع الدرجات - عظیم البرکات - شیخ المشائخ

حضور قبلہ عالم الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
زیب سجادہ لاثانی علی پور سیداں شریف

مصنف

جناب پروفیسر محمد حسین آسی ایم اے (اسلامیات - اردو)
گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ - رکن سنی رائٹرز گلڈ پاکستان

ناشران

صاحبزادہ سید عابد حسین شاہ - صاحبزادہ سید محمد اسماعیل شاہ



دربار شاہ لاثانی علی پور سیداں شریف
ضلع سیالکوٹ - پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشران محفوظ ہیں

تصنیف	انوار لاثانی (جدید ایڈیشن)
مصنف	پروفیسر محمد حسین آسی ایم۔ اے
نظر ثانی	صوفی محمد علی صاحب نقشبندی، رانا جماعت علی خاں صاحب
سرورق	جناب شریف گلزار چیف آرٹ ایڈیٹر روزنامہ ہمشوق لاہور
باہتمام	شیخ ذوالفقار علی قادریہ ڈائری کیمیکل فیصل آباد
مطبع	روحانی آرٹ پریس پرانی غلہ منڈی ملتان
اشاعت	اول ایک ہزار ستمبر ۱۹۸۲ء
اشاعت	دوم ایک ہزار اگست ۱۹۸۳ء
	سوم گیارہ سو اگست ۱۹۸۵ء
صفحات	۵۶۰ سائز $\frac{18 \times 22}{8}$
ہدیہ	۳۵/- روپے

مرکز تقسیم

دربار شاہ لاثانی علی پور سیداں شریف ضلع سیالکوٹ

نذرِ انتساب

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ذَرِیْعَتِیْ وَهُمْ اِلَیْهِ وَسیَلَتِیْ
اَرْجُوْا بِسْمِ اَعْطٰی غَدًا بِیَدِ الْیَمِیْنِ صَحِیْفَتِیْ اِیَّامِ شَافِعِیْ رَضِیَ اللہ عَنْہُ

دلِ بنیا سے محروم۔ چشمِ بصیرت سے عاری۔ سوزِ عشق سے خالی۔ پھر کیا نذر کروں؟
ہاں ہی چند اوراق ہیں جنہیں زندگی کا قیمتی سرمایہ کہا جاسکتا ہے، سو یہی نذر کرتا ہوں اس کی بارگاہ میں
جس کے حسنِ تصرف نے میری جبینِ نیاز کو خدا سے وحدۂ لا شریک لہ کے حضور جھکایا اور
دولتِ توحید سے نواز کر کفر و شرک اور تشکیک و لاادریت کی ظلمتوں سے نجات دلائی۔

جس کے فیضِ نظر نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان بخش اہمیت سے آگاہ کیا اور
اپنی توجہ سے نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوقِ سلیم بخشا۔

جس کے در کی گدائی نے سرمایہ پرستوں، جاگیرداروں، کرسی نشینوں اور کجکلاہوں کی اتال
بوسی اور کاسہ لیبی سے ہمیشہ بے نیاز رکھا۔

جس کے دامنِ توسل نے مجھ جیسے آوارہ و ناکارہ کو باطل کی ریشہ دوانیوں کے خلاف پناہ دی۔
جس کا اشارۂ ابرو میرے مقدر کا صورتِ نگار اور جس کا تبسم کشتِ دل کے لئے ابرِ بہاراں ہے۔
جس کی محبت و معیت اسرارِ حیات کی گرہ کشا، کتاب و سنت کے انوار کا آئینہ
ایرانِ غم کے لئے نوید سکون اور مجھ ایسے ہزاروں بکیوں کا قبلہ مراد ہے۔

جس کے اذنِ تقریر نے میری زبان کو اور اذنِ تحریر نے میرے قلم کو ابر و بخشی۔

وہ کون —؟

میرا خطا پوش ، میرا عطا پوش ، میرا ہادی و محسن ، میرا شافع و ضامن

سید الاولیاء ، سند الاصفیاء ، فخر الاتقیاء

شیخ المشائخ حضور پر نور قبلہ عالم الکحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب

زینتِ سجادہ لاثانی

دامت برکاتہم القدسیہ

ہاں ہاں اسی محبوب و لنواز کے حضور یہ چند اوراق بطورِ نذرِ غلامانہ پیش کرتا ہوں۔

۵ برگِ سبز است تحفہٴ درویش

چہ کسند بینوا ہمیں دارد

سب دربارِ مرشد

آسی

۱۵ شعرِ ملاحظہ ہو ۵ وہ کسی نام سے آسی کو پکاریں تو سی

یہ کہ دیوانہ بھی ہے ، عشق میں مزدور بھی ہے

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حرفِ اول	۱
	گزارش احوال واقعی	۱
	اشارات	۲
	مقدمہ (علامہ اقبال احمد فاروقی)	۳
	تقاریر	۱۲
باب ۱	حمد و نعت	۱۹
	نبوت و ولایت	۱
باب ۲	خانوادہ سادات	۲
	ساداتِ علی پور سیدان شریف کا تاریخی پس منظر	۱۲
	شجرہ نسب	۱۷
	حضور قبلہ عالم کی ولادت باسعادت	۲۰
	عہد طفولیت	۲۱
	کسبِ علم	۲۳
	شبابِ مقدس	۲۵
	نکاح مبارک	۲۸
باب ۳	بیعت و خلافت	۳۰
	بیعت	۳۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	شاہ لاثانی علیہ الرحمہ بحیثیت مرید صادق	۳۳
	خلافت	۴۰
	تبلیغ دین و اشاعتِ طریقہ	۴۳
	حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ بحیثیت شیخ کامل	۵۳
	’ثانی‘ سے ’لا ثانی‘	۵۷
باب ۴	شرفِ حج و زیارت	۶۷
	سوئے مدینہ منورہ	۶۹
	ایک عظیم سفر کی روداد	۷۴
باب ۵	عادات و خصائل	۷۷
	حبِ خدا و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم)	۷۸
	ذکر خدا و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم)	۸۰
	تعظیم و توقیر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۸۳
	حبِ اہل بیت اطہار	۸۶
	اتباعِ شریعت	۹۱
	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	۹۵
	ادب کی تلقین	۹۷
	حقہ نوشی سے نفرت	۱۰۱
باب ۶	اخلاق لاثانی	۱۰۲
	جود و سخا	۱۰۳
	اتفاق فی سبیل اللہ	۱۰۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	توکل علی اللہ	۱۰۷
	فقر و استغنا	۱۰۹
	شفقت و رحمت	۱۱۱
	احترام آدمیت	۱۱۴
	زہد و اتقار	۱۱۷
	خود نمائی سے پرہیز	۱۲۲
باب	مذہبی تعامل	۱۲۵
	مقام رسالت کی عظمت	۱۳۱
	ندائے غائبانہ و استمداد و توسل	۱۳۶
	مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر	۱۴۰
	نور و بشریت اور اختیار و تصرف	۱۴۱
	تصور شیخ	۱۴۲
	زیارت قبور	۱۴۳
	عرس و ختم	۱۴۳
	نذر شرعی و عرفی	۱۴۳
	مقام صحابہ و اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم)	۱۴۴
باب	معمولات	۱۴۷
	فوائد و فضائل ذکر	۱۴۷
	ذکر کے درجات	۱۵۴
	ماہتاب حقیقت کی رات	۱۵۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
باب ۹	خورشید ولایت کا دن	۱۶۲
	شیوخ و سلاسل	۱۶۶
	نسبت کی برکات	۱۶۶
	شجرۂ نقشبندیہ مجددیہ (منثور)	۱۷۶
	شجرۂ قادریہ مجددیہ (منثور)	۱۷۸
	شجرۂ شریف نقشبندیہ منظوم	۱۷۹
	شجرۂ شریف قادریہ منظوم	۱۸۱
	سید الکونین سیدنا دمولانا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التبیۃ والثناء	۱۸۳
	حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹۴
	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات شجرۂ کھجرات	۱۹۶
باب ۱۰	ملفوظات وارشادات	۲۲۵
	بے پناہ تاثیر	۲۲۵
	کلام کی حمیت	۲۳۱
	دستور العمل	۲۳۸
	ملفوظات	۲۳۹
باب ۱۱	کرامات و تصرفات	۲۵۷
	مقام خلافت	۲۵۸
	حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا نظریہ قومیت	۲۶۰
	معجزہ اور کرامت	۲۶۱
	طاقت بقدر لطافت	۲۶۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	انسان کی لطافت و طاقت	۲۶۲
	مقربین پر خدائی نوازشات	۲۶۷
	معجزہ اور کرامت کا فائدہ	۲۶۹
	قرآن پاک اور کرامت	۲۷۳
	سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۲۷۴
	داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کا فیصلہ	۲۷۴
	حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کی کرامات	۲۷۵
	عرفانی کرامت	۲۷۵
	(شاہ لاثانی کی) دوسری کرامات	۲۷۹
	۱۔ کسی مراد و مقصد کیلئے بہت باندھنا	۲۸۱
	۲۔ طالب میں اثر کرنا	۲۸۵
	۳۔ دفع امراض	۲۸۸
	۴۔ عاصی پر توبہ کا افاصلہ	۲۹۲
	۵۔ دلوں میں تصرف کرنا اور عقل و فہم میں تصرف کرنا	۲۹۴
	۷۔ اہل اللہ کی نسبت پر اطلاع	۲۹۸
	۸۔ دلی خطرات و وسوس پر مطلع ہونا	۲۹۹
	۹۔ مستقبل کے واقعات کا انکشاف	۳۰۲
	۱۰۔ آفات و بلیات روکنا	۳۰۴
	۱۱۔ قلیل طعام میں برکت	۳۰۸
	۱۲۔ نظر رحمت برائے اولاد	۳۱۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
باب ۱۲	۱۳۔ چند مزید مکاشفات	۳۱۳
	وصال اور مابعد وصال	۳۱۶
	موت کا اسلامی تصور	۳۱۶
	حضور شاہ لاثانی قدس سرہ کا سانحہ وصال	۳۲۲
	نماز جنازہ	۳۲۹
	آخری ارشادات	۳۳۱
	گہائے عقیدت	۳۳۳
	چند تاریخی قطعات	۳۳۶
	قصیدۂ تاریخیہ	۳۳۷
	مناقب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۱
	پیکر نور کا علیہ مبارک	۳۴۲
	شاہ لاثانی کی آخری آرام گاہ	۳۴۵
	برآستان توہر کس رسید مطلب یافت	۳۵۰
باب ۱۳	مخواب اور انوارِ جمال	۳۶۱
	بیداری میں زیارت	۳۷۰
	شاہ لاثانی رحمہ کی اولاد و نرینہ	۳۷۶
	حضرت سید فدا حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۹
	حضرت پیر سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۸۱
	حضرت پیر سید غلام رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۸۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
باب ۱۲	قدوة العارفين - زبدة الواصلين حضور پرنور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم عالی سجادہ نشین دربار شاہ لاثانی علی پور شریف	۳۸۵
	حصول علم	۳۸۶
	تربیت کا آغاز و انداز	۳۹۰
	آپ کی مصروفیات	۳۹۳
	اجازت و خلافت	۳۹۴
	حضور قبلہ عالم کی تربیت کا ایک خاص پہلو	۳۹۵
	سجادہ نشینی کے واقعات	۳۹۷
	چند باطنی شواہد	۳۹۸
	چند مزارات کی حاضری	۴۰۲
	انوار لاثانی کی طباعت	۴۰۶
	انتخابات ۶۱۹۴۶	۴۰۷
	قیام پاکستان اور مہاجرین کی آباد کاری	۴۰۹
	مجاہدوں کے جتنے	۴۱۰
	دسمبر ۶۱۹ کے انتخابات	۴۱۱
	عرس لاثانی	۴۱۳
	ارشادات عالیہ	۴۲۴
	غزل نور	۴۳۹
	قصیدہ واستغاثہ	۴۴۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
باب ۱۵	خلفائے شاہِ لاثانی علیہم الرحمۃ	۴۴۲
	خلافت کی دو قسمیں	۴۴۲
	حضور شاہِ لاثانی اور عطاءے خلافت	۴۴۳
	حضور شاہِ لاثانی سے بیعت و ارادت کی برکات	۴۴۳
	حضور شاہِ لاثانی کا معیار خلافت	۴۴۶
	حضور کے خلفائے عظام	۴۴۷
	مقربان و خادمانِ بارگاہ	۴۶۹
باب ۱۶	تصوف کی ضرورت و اہمیت	۴۷۲
	شیخ کامل کے حقوق و آداب	۴۸۲
	سلسلہ نقشبندیہ	۴۸۷
تاثراتِ دُغیرہ	تاثرات	۴۹۴
	تاریخِ اشاعت	۴۹۵
	عرفِ آخِرہ	۴۹۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدُهُ وَلُفْطِی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ

عرفِ اوّل

شہنشاہِ حقیقی جل شانہ کا شکر کیونکر ادا ہو کہ اُس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے محبوب اکرمِ مطلوب اعظم نبی آخر الزماں باعثِ کون و مکان حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ النجۃ والثناء کی برکت سے اُس مقدس و عظیم شخصیت کی نسبی و روحانی نسبت عطا فرمائی جسے وقت کے مقتدر اہل نظر نے لاشانی تسلیم کیا۔ آپ کی سیرت مقدسہ روشنی کا ایک ایسا چمکا ہوا مینار ہے کہ جس پہلو سے بھی دیکھیں کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است۔ ایک دو کی بات نہیں آپ کے اندازِ میحائی نے سینکڑوں مُردہ دلوں کو زندہ کر کے انہیں حیاتِ جاوداں بخشی۔ آپ کے لطف و کرم نے ساتلوں کو دامن بھی دیتے مرادیں بھی۔ آپ کے قال و حال نے اہلِ قال کی بھی رہنمائی فرمائی اہلِ حال کی بھی۔ آپ کی عظمتِ کردار نے اپنوں اور بیگانوں سے اپنالو ہا منوایا اور آپ کے خلوص و ملہیت نے نفسی نفسی کی اس دُنیا میں تصنع اور نمود و نمائش کے بتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ آپ آسمانِ معرفت کے وہ ہر تاباں تھے جس نے قلوب و ضمائر کو مستنیر کیا، آپ حقائق و دقائق کا وہ بحرِ نابیدا کنار تھے جس کی ایک ایک بوند علم و عرفان کے پیاسوں کی خشک لبی دُور کرتی رہی، آپ رحمت کا وہ ابر نیساں تھے جو پون صدی تک قطروں کو دُور آبدار بناتا رہا اور بناتا رہا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اولیائے کرام (علیہم الرحمۃ والرضوان) دنیا سے شجہت سے انتقال فرما کر خود تو دوسروں کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر یہ دوسرے ان سے اوجھل نہیں ہو سکتے۔

وہ اپنے مزار کی تنہائی میں رہ کر بھی دلوں میں جلوے بکھیرتے ہیں اور جس بوتانِ طریقت کی تخم کاری و نخل بندی اُن کے دستِ کرم کی مرہونِ منت ہو، غزاں آشنا نہیں ہو سکتا چنانچہ ہمارے حضور شاہِ لاثانی کل بھی مرکزِ نور تھے اور آج بھی زمانے کی شبِ تاریک ان کی تابش کو اُرد سے نور کی بھیک مانگتی ہے۔ آج بھی آپ کی غنایاتِ مخلصانِ صفا کیش کی حاجت روائی کر رہی ہیں۔ آج بھی آپ کے تصرفاتِ شکستہ دلوں کے مقدر بنا رہے ہیں۔ غرض آپ اپنی خداداد توانائیوں سے آج بھی زندہ بلکہ زندہ تر ہیں اور اس پر آپ کے دربار کی رونقیں بھی شاید ہیں۔

نام فقیر تنہا ندا با ہو قبر جنہاں دی جوئے ہو

اولیائے کرام کی حیات بعد از وصال میں تو کوئی شک نہیں، تاہم دیدارِ عام کا سلسلہ منقطع ہونے کی بنا پر ہر آدمی وہ فیض حاصل نہیں کر سکتا جو زیارت سے مختص ہوتا ہے۔ اس لئے اُن کے فکری و نظری فیضان کو ہر خاص و عام تک پہنچانے کے لئے اُن کے تذکروں کو کتابی شکل دینے کی ضرورت ہمیشہ محسوس کی جاتی رہی ہے۔ ایک تو اس لئے کہ ان قدسی نفوس کی یہ داستانیں، صبر و رضا، ہمت و استقامت، عشقِ خدا و رسول (جل و علا فیصلی اللہ علیہ وسلم)، خلق و مردتِ غرض بہترین علمی و عملی اسباق سے لبریز ہوتی ہیں اور پڑھنے والا عموماً ان سے متاثر ہوتے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دوسرے اس لئے بھی کہ یہ (تذکرے) خلقِ خدا کے لئے معیارِ حق بن جاتے ہیں۔ حرص و ہوا کے بندے جو جبہ و دستار کے بل بوتے پر پیری و مریدی کے حسین نام سے عوام کو دھوکا دیتے رہتے ہیں، ان داستانوں کے آئینوں میں ان کی پہچان بھی ہو جاتی ہے، تیسرے اس لئے بھی کہ بزرگانِ دین کے دشمن اور دن رات ان کے خلات پر دھنکڑا کرنے والے ان تذکروں کے اُجلے میں نقب زنی بھی نہیں کر سکتے۔

زیر نظر کتاب: بحمدہ تعالیٰ و بکرم المصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) ان سب مقاصد کی

تکمیل کرتی ہے۔ اس میں عصر حاضر کے عظیم ترین مردِ کامل حضور شاہِ لاثانی کے اخلاق و اطوار عادات و خصائل، معمولات و ارشادات اور کرامات و نصرت غرض آپ کی سیرتِ مقدسہ کے ایک ایک پہلو پر اپنی حد تک کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن جسے صوفی محمد رفیق صاحب نے مرتب کیا تھا، قیامِ پاکستان سے بھی دو سال قبل شائع ہوا تھا۔ خداوندِ کریم اور حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل و کرم سے، زبان و بیان کی سادگی کے ساتھ ساتھ بے پناہ تاثیر کا حامل تھا۔ چند سالوں میں یہ ایڈیشن اختتام کو پہنچ گیا تو زیرِ نظر ایڈیشن دربارِ عالی کے جوان فکر خادِم محمد حسین آسی پر وفیسر جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ نے حسبِ اجازت و ہدایت تدوین کیا۔ نکھرے ہوئے طرزِ تحریر، دلچسپ و دلآویز اندازِ بیان اور معلومات کے وسیع تر ذخیرے کی بنا پر یہ نقشِ ثانی، حسین تر، کامل تر اور مفید تر ہے۔

چونکہ یہ صحیفہ دفا سیدنا و جدنا حضرت شاہِ لاثانی قدس سرہ کے تذکارِ جمیلہ پر مشتمل ہے۔ میں نے خود اسے دوبارہ پوری توجہ سے سُنا ہے۔ خداوندِ کریم اور حضور رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے لطفِ عظیم پر بھروسہ کرتے ہوئے پورے اطمینان سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس میں کوئی بات غلط واقعہ یا دور از کار نہیں ہے۔

میری دُعا ہے کہ یہ کاوش بارگاہِ رب العزت میں بظہیل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبول و منظور ہو اور اس سے وہ تمام فوائد و ثمرات حاصل ہوں جو اہلِ دل کے تذکروں سے ہوا کرتے ہیں۔ آمین

..... بندہ علی حسین لاثانی علی پوری

اے اور اے میں حضور قبلہ عالم دامت برکاتہم العالیہ نے کمال عجز و انکسار کی بنا پر اپنی بابت جو الفاظ لکھے تھے ہمارے قلم کو ان کے نقل کی جرأت نہیں۔

گزارش احوال واقعی

۱۔ دو شنبہ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ (بمطابق ۱۶ جنوری ۱۹۷۷ء) کی سہانی صبح تھی۔ سیدی
دسندی، مُرشدی و مولائی حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم القدسیہ موضع
جرپال میں تشریف فرما تھے۔ نماز فجر سے قبل حضور والا کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ باتوں
باتوں میں شاہنشاہِ دلایت، مخزنِ فیض و رحمت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، حضور پُر نور سیدنا
شاہِ لاثانی قدس سرہ کی سوانح حیات دوبارہ مرتب کرنے کا بھی ذکر آیا۔ پیر سید فضل شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ (قاضی باقر) اور چودھری محمد صدیق صاحب کی درخواست قبول فرماتے ہوئے حضور والا
نے کتاب کے جدید ایڈیشن کی ضرورت پر اپنے مخصوص دلنشین انداز میں روشنی ڈالی۔ یاد رہے اس
موضوع پر سب سے پہلے علامہ صوفی محمد رفیق صاحب کوٹلوی نے قلم اٹھایا تھا اور انوارِ لاثانی صبی
عظیم کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہونے کے باوجود، اپنے قبول عام کے
سبب، اب یہ کتاب قریباً نایاب ہے۔ یارانِ طریقت کی دیرینہ خواہش تھی کہ اسے پھر شائع کیا جائے
مگر حضور والا جنہیں آخری فیصلہ دینا تھا، ابھی خاموش تھے۔

ع خموشی معنی دارد کہ در گفستن نمی آید

آج جب اس ساعتِ رحمت میں یہ آرزو پوری ہوئی تو یوں محسوس ہوا جیسے دل کی مہجائی
کلیاں کھل گئی ہیں اور جیسے دلاور شوق میں ایک نئی توانائی آگئی ہے۔

اسی دوران، حضور نے انوارِ لاثانی کی تدوین و طباعت میں پیش آنے والی دقتوں کا تذکرہ
فرمایا نیز اس حزم و احتیاط کا ذکر بھی فرمایا جس سے ہر واقعے کو صحت و صداقت کی کسوٹی پر رکھ کر تحریر
کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ تصوف کی چاشنی اور سادگی بیان نے کتاب کی اثر انگیزی میں بڑا اضافہ
کر دیا ہے اور اس طرح دورِ حاضر میں بزرگانِ دین کی سوانح عمریوں میں یہ ایک بلند مقام کی حامل ہے۔

کتاب کو جدید انداز میں پیش کرنے سے حضرت والا کا منشا یہ ہے کہ صحت و صداقت اور رنگ تصوف کے ساتھ ساتھ، زبان و بیان کو دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق مزید نکھارا جائے اور حضور پر نور شاہ لاثانی، علیہ الرحمہ کی سیرت طیبہ کے وہ گوشے جو ابھی تک قارئین سے اوجھل ہیں، سامنے لانے کی کوشش کی جائے نیز جو واقعات اجمال و اختصار کے ساتھ مذکور ہیں انہیں مناسب تفصیل دی جائے۔ پہلے ایڈیشن کے وقت حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرضوان کے حلقہ نشینوں اور فیض یاب ہونے والوں کی خاصی تعداد موجود تھی، انہیں تفصیل کی ضرورت نہیں تھی۔ اب صورت حال بدل گئی ہے، پُرانے لوگ محفل سے اُٹھتے جا رہے ہیں اور نئے آنے والوں کو تفصیل درکار ہے۔

کتاب کی اشاعتِ ثانیہ کا فیصلہ ہو چکا تو مولف کے انتخاب کا مرحلہ آیا۔ بہت سے نامی گرامی اہل قلم کے نام پیش کئے گئے مگر رحمت بیگیس نواز نے بندہ پروری کی خاندانی رسم کے مطابق اس بندہ ناقص کو اس شرف سے نواز ڈالا۔ اگرچہ مدتِ مدید سے یہ حسرتِ دل کو تڑپا رہی تھی مگر اپنی علمی بے بضاعتی اور عملی تنہی دامن کی سبب عرضِ مدعا کا حوصلہ نہیں تھا۔ دراصل شاہ لاثانی کی سوانح نگاری ایک مشکل کام ہے۔ اس کے لئے علم و فضل کی وسعت ہی نہیں، عظمتِ کردار بھی ضروری ہے۔ یہاں صدقِ مقال کے ساتھ ساتھ صدقِ حال کی بھی ضرورت ہے۔ سیاسی داؤ پیچ اور 'قال اقول' کے بجائے 'آہ سحر کاہنی اور گریہ نیم شبی' مطلوب ہے کیونکہ

صورتِ شمع نور کی ملتی نہیں قب سے

جس کو خدا نہ دہر میں گریہ جانا لگا زوے

مجھے کھلے دل سے اعتراف ہے ایک 'مردِ کامل' خصوصاً 'شاہ لاثانی' کی سیرتِ مقدسہ پر قلم اٹھانے کے لئے جن ظاہری و باطنی خصوصیات و اوصاف کی ضرورت ہے، میں ان سے بہرہ ور نہیں ہوں۔ ہاں، وہ خود ایک محروم، کو سعادت مند بنانا چاہیں تو

بر کریمیاں کار ہا دُشوار نیست

وہ ایک آن میں گدائے مینوا کو صاحب تخت و تاج، اور مردہ دل کو صاحب دل بنانا جانتے ہیں۔ مجھے امید ہے جس رسم بندہ پروری کے تحت انہوں نے یہ اعزاز بخشا ہے اسی کریمانہ توجہ سے اس کے تقاضے بھی پورے کرالیں گے۔ تجربہ ہے کہ جب کبھی حضرت والا نے تقریر کے لئے ارشاد فرمایا اور توجہ بھی شامل حال فرمائی تو محسوس ہوا کہ آنے میں غیب سے یہ مضامین خیال میں

اور پھر وہی نقشہ ہوا

بے جان بولتا ہے میحا کے ہاتھ میں
ادرا ب وہ وقت میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے جب ایک خاص جاں فزا تبسم کے ساتھ فرمایا تھا

تفسیر نہ کر۔ تحریر دکھا

اس لئے بجا طور پر یہ توقع ہے کہ اب بھی حضرت بندہ نواز، 'بذلِ نگاہِ ناز' کا سلسلہ جاری رکھیں گے بلکہ یہ دامنِ کرم دونوں جہانوں میں سایہ فگن رہے گا
تکلی بانہ اصریل کی جو بھولے سے کھ جائے
آپ نبھاتے عمر بھر بچوں سے کہہ جاتے

کیونکہ

لجپال پریت نوں توڑ دے نسیں

جدھی بانہ پھڑ دے پھر چھوڑ دے نسیں

ارادہ یہ ہے کہ اصل موضوع کے آغاز سے قبل، موقع کی مناسبت سے حمد و نعت کے بعد

نبوت و ولایت کی ضرورت پر بھی بعض اہم گذارشات نذر قارئین کر دی جائیں۔

پہ رب اکرم کی بارگاہ میں نہایت تضرع و زاری سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب اکرم، نبی اعظم

رسول اعظم، شفیع عالم، نازِ آدم، سید الفخیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کے طفیل

دل و جاں کو منور فرما کر 'آل رسول' کی ثنا خوانی کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے۔

خوشا دے کہ دہندش دلائے آل رسول

خوشا سرے کہ کندش فدائے آل رسول

گناہ بندہ بہ بخش اے فدائے آل رسول

برائے آل رسول از برائے آل رسول

بہیں تفاقِ رہ از کجاست تا بحجب

تبارک اللہ ما وشنائے آل رسول (علیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی

رَسُولِهِ سَيِّدِنَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاهِرِيْنَ وَاصْحَابِہِ الْمُنْتَظَرِيْنَ۔

گدائے آل رسول

فقیر، بیچ میرزا آسی عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین

اشارات

۱۔ کسی مردِ کامل کے حالاتِ زندگی تحریر کرنے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی حد تک اُس کے مشن کو زندہ رکھنے کی کوشش کی جائے اور اسے ایسے پرکشش اور نصیحت آموز انداز میں پیش کیا جائے کہ پڑھنے والے متاثر ہوں اور اس نصب العین کی عظمت کو تسلیم کر کے اپنی حیاتِ مستعار کو اسی سچے میں ڈھلنے کے لئے عملاً آمادہ ہو جائیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی مقصدِ عظیم کو پیشِ نظر رکھ کر معرضِ وجود میں لائی گئی ہے۔ اس میں اُس مقدس شخصیت کی داستانِ حیات مرقوم ہے جسے آفتابِ چرخِ ولایت، ماہتابِ ربیعِ حقیقت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب چوراہی المعروف بہ حضرت باداچی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی زبانِ حقِ ترجمان سے لاثانی، کالقب مرحمت فرمایا،

جس کی عظمتِ مقام کی شہادت ہر اہل دل نے دی،
جس کے فیض کی تجلیات نے دور دور تک مشرک و کفر کے اندھیرے چھانٹ ڈالے،
جس نے ہزاروں دلوں سے اضطرابِ ریاس کی سیاہی صاف کی،
جس نے اسلام کی سچی اور ابدی تعلیمات کو عمل کا جامہ پہنا کر دکھایا اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین و جمیل نمونہ اپنوں اور بیگانوں کے سامنے پیش کیا یہ بات از روئے عقیدت نہیں حقیقت ہے کہ دیکھنے والوں نے جس پہلو سے بھی دیکھا، انہیں لاثانی پایا۔
اگر قدرت کی طرف سے ہمیں بھی کچھ شعور بخشا گیا ہے تو ہمیں بھی اس عارفِ حقانی کی

سیرت سے کوئی درخشندہ سبق حاصل کرے کی کوشش کرنا چاہیے، ایک سبق نہیں، اس میں تو ہزاروں سبق پوشیدہ ہیں۔ دراصل ہر شخص کی عظمت اُس کے نصب العین پر موقوف ہوتی ہے۔ انسان اتنا ہی عظیم ہوگا، جتنا اس کا نصب العین بلند ہے اور اس نصب العین کے حصول میں اُس نے جتنی تگ و دو کی ہے۔ ہمارے مرشدِ برحق، ہمارے جدِ امجد لاثانی تھے کیونکہ ان کا نصب العین لاثانی تھا اور انہوں نے اس کے حصول میں جو قربانی دی، جو مجاہدہ کیا اور جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، وہ بھی لاثانی تھا۔ اُن کا نصب العین کیا تھا؟ خداوندِ کریم جل مجدہ اور محبوبِ کریم رسولِ عظیم نبیِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی رضا جوئی اور اس کے لئے سخت ترین مجاہدات جو ہمارے فہم و دہم سے بالاتر ہیں، سرانجام دیئے۔ ہم اگر کسی عظمت کے خواہاں ہیں تو انہی کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔ یہی اس کتاب کی اشاعت سے مقصود ہے۔

۲۔ کسی کے نقشِ قدم پر چلنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اپنے فکر و عمل کو اُس کے فکر و عمل کے تابع کر دیا جائے (اور یہی دراصل بیعت کا مفہوم ہے) اس کتاب میں، کسی حد تک تفصیل سے، حضور شاہِ لاثانی کے عقائد بھی ہیں اور معمولات بھی، اُن کی عادات و خصائل کا دلادینہ مرقع بھی پیش کیا گیا ہے اور اُن کے اخلاق و اطوار کے پھولوں کا مہکتا چمن زار بھی دکھایا گیا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ شعور کا دامن پھیلانے اور پھول بھرتے جائیں۔

۳۔ اس دور میں امتِ مسلمہ جو خیرِ الائم بھی ہے اور آخرِ الائم بھی، اور جسے اسی اعتبار سے بنی نوعِ انسان کی رہنمائی کا فریضہ سونپا گیا تھا، آج خود اپنی منزل سے کتنی دُور جا پڑی ہے، جسے گورے، کالے، اور عجمی و عربی امتیازات کو خیر باد کہہ کر تمام ابنائے آدم کو یکجا دیکھان کرنا تھا، آج خود کتنے گروہوں میں بٹ چکی ہے۔ کیا خدائے بزرگ و برتر ہماری اس غفلت سے خوش ہے؟ کیا اُس کے حبیبِ اکرم حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری اس حرکت سے راضی ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ فرقہ بندی کی

فضا ملت کے اوج و عروج کو قطعاً اس نہیں۔ تو پھر اس کا حل کیا ہے؟ بزرگانِ دین کا طرزِ فکر و عمل۔ ان بزرگوں نے افراط و تفریط سے دامن بچا کر ہمیشہ راہِ اعتدال کو اختیار کئے رکھا۔ یاد رکھتے اُن کی راہِ اعتدال کا نام ہی اہل سنت و جماعت ہے۔ خوب ذہن نشین فرمائیے، اہل سنت و جماعت فرقہ نہیں بلکہ اپنی فطرت ہی سے فرقہ بندی کا علاج بدعت کا توڑ، انتشار و اختلال کا دافع ہے۔ سب بزرگانِ دین اہل سنت و جماعت سے ہوئے اور انہوں نے ہمیشہ قوم کو سنت و جماعت کا پابند رکھنے کی کوشش کی تاکہ ہوائے نفسانی کسی کو سنت کی بجائے بدعت کا پرستار اور انتشارِ ذہنی کسی کو جماعت سے منقطع کر کے تفریقِ دیا فرقہ بندی کا شکار نہ کر دے۔ حضور شاہِ لاثانی قدس سرہ کا یہ ارشاد گرامی کتاب میں بار بار آیا ہے کہ اپنا عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مطابق رکھیں اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والا نہ تو اپنے خالقِ کریم میں معاذ اللہ کسی عیب کا امکان رکھتا ہے اور نہ اُس کے محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے ادب ہے، نہ وہ صحابہ کرام سے (العیاذ باللہ) بیزار ہے اور نہ اہل بیت اطہار کا باغی۔ وہ سب بزرگوں کا وفادار خدا کے سب پیاروں کا جاں نثار ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۴۔ صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ کا تبلیغی نظام انتہائی درخشاں اور موثر رہا ہے۔ ان کا اندازِ بیاں و نشیں، پر وقار اور مدلل ہوتا ہے۔ اسلام بادشاہوں کی تلوار سے نہیں انہی اللہ والوں کے اخلاق سے پھیلا ہے۔ یہ کتاب چونکہ ایک صوفی کامل و اکمل کی حیاتِ مقدسہ سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے اس میں اشتعال انگیز و دلآزار لہجے کی بجائے نرم و گداز انداز میں اظہارِ مقصد کیا گیا ہے۔ تاہم قارئین کو ایک ٹپ کا احساس ضرور ہوگا۔ بات یہ ہے کہ ہمارے دور میں، بزرگانِ دین کے مسک و مشرب کے خلاف بہت سی غلط فہمیاں

۱۔ سنت اور بدعت باہم متضاد ہیں اور اسی طرح جماعت و فرقہ ایک دوسرے کے برعکس

ہے۔ تفصیل کتاب کے ساتویں باب میں دیکھئے۔

دانستہ یا نادانستہ طور پر پھیلانی گئی ہیں۔ اس کتاب میں سیرت کے اصل موضوع کے ساتھ ساتھ کسی حد تک ان کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔ یہ تحریر اس نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے کہ عارف کامل کے طرز حیات میں اپنے دور کے تمام فکری و عملی فتنوں کا کامیاب اور خوشگوار حل موجود ہوتا ہے۔ اس زمانے میں بزرگان دین کی زندگی پر بڑا کام ہو رہا ہے اور ان کی سیرت پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں مگر یہ نکتہ شاید بہت سے لکھنے والوں کے ذہن سے اوجھل ہے۔ یہاں ہر عنوان کا آغاز کتاب و سنت کے متعلقہ حوالے کی از حد مختصر تشریح سے کیا گیا ہے اور ہر نئے باب کا موضوع نقلی و عقلی دلائل سے بھی آراستہ کیا گیا ہے۔ مثلاً کرامات تصرفات کا باب ہی لیجئے۔ اس کی تمہید میں انسان کی عظمت کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ فلسفہ کرامت سمجھنے میں کوئی استحالہ نہیں رہتا۔ ظاہر ہے وہ شخص جو کرامت کو عقل یا اسلام کے خلاف سمجھتا ہے، اُسے چار سو صفحات پر پھیلی ہوئی کرامات سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب سوچ کے زاویوں کو درست سمت پر متعین کرنے میں بڑی مدد ثابت ہوگی (النصار اللہ العزیز)۔ اولیاء اللہ کے ملفوظات وارشادات پر تو بہت سی تصانیف ہیں مگر جدید سائنسی و تجرباتی دور میں ان کی اہمیت کیا ہے۔ شاید اس کتاب کے بغیر اتنی تفصیل سے، اردو میں لکھی جانے والی کتب سیرت میں کہیں نہ ملے۔

۵۔ اولیاء اللہ کی ولایت بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت بلکہ عرصہ شہود کی ساری رونقوں اور محشر وجود کے سارے ہنگاموں کا مقصودِ اعظم ایک اور صرف ایک ہے۔ اور وہ ہے امام المرسلین، محبوب رب العالمین، سرور کون و مکان، ہادی انس و جان، مصدر ہر نور، معطی ہر سرور حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ و الثنار کی ذات ستودہ صفات۔ شیخ المحققین، امام العارفین حضرت شیخ محقق حضرت شیخ محمد عبدالحق دہلوی قدس سرہ القوی نے کیا خوب فرمایا۔

مطلوب ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل

مقصود نورِ اوست دگر جملگی ظلام

مجدد مائتہ ماضیہ، مؤید ملتِ طاہرہ علیحضرت فاضل بریلوی کا زورِ بیان دیکھئے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، حبان ہے تو جہان ہے

اس کتاب کا مقصودِ اصلی بھی اُسی خواجہ گہاں، کرمِ بارد و جہاں مختارِ یگانہ،

مقصودِ زمانہ حضور شافع النور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی ہے جس کے در کی گدائی

نے علی پور کے ایک سید زادے کو لاثانی عظمتوں کا شاہکار بنا دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جو تمہارے فقیر ہوتے ہیں

آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

چنانچہ اس کتاب میں جہاں بھی آقائے عالم، مولائے اکرم، نبی اعظم، شافع الفخیم صلی اللہ

علیہ وسلم کا ذکر خیر آیا ہے، آپ اکثر جھوم اٹھیں گے، بالخصوص شیوخ و سلاسل کے باب

میں جہاں ایک مستقل عنوان اسی سے مختص ہے، عجب ایمان افروز انداز ہے۔

روایات شاید ہیں کہ بعض لوگوں کی نجات اسی بات پر ہو گئی کہ انکی اپنی تصانیف

میں جہاں سرکارِ دو عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی آیا، انہوں نے ساتھ

درود شریف ضرور لکھا۔ اس کتاب میں بھی اس التزام کی کوشش کی گئی۔ اس کے باوجود

بھی، ہو سکتا ہے کوتاہی بلکہ کوتاہیاں ہو گئی ہوں۔ اس لئے قارئین سے اپیل ہے کہ

ہر ایسے مقام پر (جہاں انہیں درود شریف لکھا ہوا نہ ملے) خود لکھ لیں (اور ساتھ ہی

قلب و زبان سے پڑھ بھی لیں) یاد رہے ”ص، وصلعم، ”ع، وغیرہ لکھنا جائز نہیں بلکہ

کم از کم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور لکھیں اسی طرح ”جا، ورض، ورج، کے بجائے جل جلالہ،

رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ (پورا) لکھنا چاہئے۔

بہر حال ہم رب اکرم جل مجدہ اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسی تمام کوتاہیوں پر نادم اور عفو کے سائل ہیں۔

۶۔ اس کتاب میں کہیں کہیں انوارِ لاثانی کا حوالہ دیا گیا ہے، اس سے مراد اس کا پہلا ایڈیشن ہے جس کے مصنف ذیشان جناب صوفی محمد رفیق صاحب کوٹلوی ہیں۔

۷۔ اب آخر میں اپنے مالک و خالق بلکہ سب کے مالک و خالق رب غفار و دہاب

جل مجدہ کی بارگاہ میں بصدِ تضرع و زاری دست بدعا ہیں کہ وہ اپنے اس محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جس کا نور سب کا وسیلہ عظمیٰ ہے، اس کا دُش کو شرفِ قبول سے نوازے، ہمارے ولی نعمت، معدنِ عظمت، مخزنِ رحمت، خازنِ برکت، والدِ اکرم حضور قبلہ عالم مظہرِ لاثانی و نقشِ لاثانی و زریبِ سجادۃ لاثانی مدتِ فیوضہم الواسعہ جن کے حسبِ الارشاد یہ کتاب مستطاب لکھی گئی ہے، کا سایہ عافیت ہمارے بلکہ سب اہل نسبت کے سر پر دو جہان میں قائم رکھے، آپ کے فیوضِ ظاہری و باطنی میں از حد اضافہ فرمائے اور ہمیں کامل طور پر متمتع ہونے کی توفیق بخشے، نیز اس کتاب کے مصنف کو بھی رضائے شیخ کی منزل مقصود پر پہنچنے کی توفیق بخشے، آمین بجاہِ نبی المرسلین رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیٰ یوم الدین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

نیاز مند

سید عابد حسین

سید محمد اسماعیل

فخر المحققین، تدوۃ المفکرین، امیر البیان جناب پیرزادہ
اقبال احمد فاروقی مدظلہ کے قلم حقائق رقم سے

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

بنخارا سے تین میل کے فاصلے پر قصر عارفان خواجہ خواجگان حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ
کامولہ، مسند ارشاد اور مرقد ہے۔ اسی مقام سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے انوار کی
شعاعیں پھوٹیں جو چار دانگ عالم کو منور کرتی گئیں۔ بانی سلسلہ حضرت شہنشاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ
(۱۸۰۰ء - ۱۸۹۱ء) نے قصر عارفان میں جن فرزند ان روحانیت کی تربیت کی، وہ آگے چل
کر دنیائے اسلام کے اطراف میں نکلے اور اپنی روحانی و اخلاقی عظمت کے جھنڈے گاڑتے گئے۔
انھوں نے مشرق و مغرب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خانقاہیں قائم کیں اور رشد و ہدایت سے
دوں کو منور کرتے گئے۔ اگرچہ تصوف کے دوسرے عالی قدر سلسلوں نے بھی راہ سلوک پر چلنے
والوں کی رہنمائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مگر جو نقش و دواں ان نقشبندی بزرگان دین نے
ثبت کئے، ان کی مثال نہیں ملتی۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برند از رہ پناہ بزم قافلہ را

سلسلہ نقشبندیہ کے جن قافلہ سالاروں نے قصر عارفاں سے تربیت پائی تھی، ان میں خواجہ علامہ الدین عطار (م ۸۰۲ھ) حضرت خواجہ محمد پارسا (م ۸۲۲ھ) حضرت مولانا یعقوب چرخي (م ۸۵۰ھ) اور ان کے رفقاءے کار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسماء گرامی خصوصیت کے ساتھ صفحہ ہستی پر درخشاں ہیں۔ یہ بزرگانِ دین ایشیائے کوچک سے اٹھ کر اکنافِ عالم میں ظلمتِ کفر کے قلعے مسمار کرتے اور شریعت و طریقت کے انوار پھیلاتے رہے۔ ان قافلہ سالاروں کی قیادت میں رواں قافلے جن منزلوں پر رُکے، وہاں روحانیت کی بارگاہیں تعمیر کرتے گئے۔ ان کا ایک ایک فرد دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا اور مخلوق خدا کو خشنِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار کر کے حرمین شریفین کی راہوں پر چلاتا گیا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (م ۸۹۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ عالیہ کا نصب العین استقامت علی الشیئۃ تھا اور اسی نصب العین کی غایت درجہ پاسداری نے اسے دوسرے سلاسلِ تصوف پر فوقیت بخشی ہے^۱

سلسلہ عالیہ کی شخصیتیں جنہوں نے قصر عارفاں سے اٹھ کر مشرق کا رخ کیا تھا۔ ان میں خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار، مولانا محمد زاہد خوشی (م ۹۳۶ھ) حضرت مولانا درویش محمد (م ۹۷۰ھ) حضرت مولانا خواجگی املنگی (م ۱۰۰۰ھ) حضرت خواجہ باقی باللہ (م ۱۰۱۲ھ) قدس سرہم کے اسمائے گرامی توجریۃ روحانیت پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت رہیں گے۔ یہی خواجہ باقی (علیہ الرحمۃ) ہیں جن کی نگاہ انتخاب نے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے گوہر

۱۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”حضرات خواجگان قدس سرہم کا طریقہ خدا تک پہنچانے والے سب راستوں سے زیادہ قریب ہے۔ ان کی نسبت سب نسبتوں پر فائق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طریقے میں اتباعِ سنت کا سب سے زیادہ التزام ہے انہوں نے احوالِ بواجبہ کو احکامِ شرعیہ کے تابع کیا اور ذوق و سارف کو علومِ شرعیہ کے خادم جانتے ہیں نص کو چھوڑ کر نص کی طرف نہیں جاتے اور قنوماتِ مدنیہ (اسوۂ حسنہ) سے قطع نظر کر کے قنوماتِ کتبہ کی طرف تفت نہیں ہتے“
(دفتر اول مکتوبات)

نایاب کو اٹھایا اور اپنی خصوصی تربیت سے سرمایہ ملت کا نگہبان بنا دیا۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو صرف تزکیہ نفس اور سلوک و طریقت کے معمولات تک ہی محدود نہ رہنے دیا بلکہ اسے شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا پُر زور ترجمان اور عظمتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بلند آہنگ مبلغ بنا کر پیش کیا۔

دورِ آخر میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے جن حضرات نے حضراتِ نقشبندیہ کی تحریکِ استقلالیت علی السنتہ، اور سیدنا مجدد الف ثانی کی دعوتِ غریمیت و احیائے دین کو عام کرنے میں حصہ لیا۔ ان میں خانوادہ علی پور کو منفرد مقام حاصل ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں اس کی روحانی خدمات کا جس تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، آپ کے مطالعے میں آئے گا۔ مگر یہاں چند لمحوں کے لئے ہم سلسلہ نقشبندیہ کے اُن درخشندہ اور تابندہ نفوس کا تذکرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے جن کے فیوض و برکات سے خاکِ پنجاب کو زندگی ملی۔ خانوادہ جہاں خیلان نے مشرقی پنجاب (جواب بھارت کا حصہ ہے) سے اپنی ضیاء باریوں کا آغاز کر کے برصغیر پاک و ہند کے اکثر علاقوں کو تابناک کیا ایں خانوادہ کے بانی حضرت خواجہ قادر بخش قدس سرہ نے سینکڑوں دلوں کو نورِ وحدت اور عشقِ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے سرشار کیا۔ ان کے بعد ان کے نورِ نظر حضرت خواجہ عبدالخالق علیہ الرحمۃ نے اس سلسلہ فیض کو آگے بڑھایا۔ مگر حضرت خواجہ قادر بخش علیہ الرحمۃ کے فیضان کو جس طرح حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی علیہ الرحمۃ (۱۲۵۵ھ - ۱۳۱۵ھ) نے عام کر کے وقت کے جلیل القدر علماء کو مستنیر کیا، اپنی مثال آپ ہے۔ اس خانوادے سے کچھ مدت پہلے ایک ایسا ہی معتدس خانوادہ سرزمینِ تصور سے بھی طلوع ہوا تھا جس کے بانی حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضور قدس سرہ (۱۲۷۰ھ - ۱۳۵۲ھ) تھے۔ آپ علمِ حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سند یافتہ اور نقشبندی مجددی سلوک میں شاہ غلام علی مجددی دہلوی کے تربیت یافتہ تھے۔ پنجاب اور صوبہ سرحد کے اکثر مشائخ نے اسی خانوادہ قصوری سے فیض پا کر اپنے اپنے مقام پر نقشبندی بارگاہ میں قائم کیں حضرت

تصوری کے فیضان سے مولانا غلام دستگیر تصوری (مناظر اہلسنت)، حضرت خواجہ غلام نبی لہی، حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیربلوی، حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری علیہم الرحمۃ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ یہ زمانہ پنجاب بھر میں سلسلہ نقشبندیہ کی مقبولیت اور شہرت کے لحاظ سے نقشبندی دور کہلاتا تھا۔

حضرات تصور کی ضیاء باریوں کے ساتھ ساتھ حضرت امام علی شاہ مکان شریفی قدس سرہ کے تربیت یافتہ بزرگان نقشبندیہ سے حضرت خواجہ امام علی شاہ کوٹلہ شریف اور حضرت میاں شیر محمد صاحب شرفپوری رحمۃ اللہ علیہما نے بالخصوص گم گشتگان بادیہ ضلالت کو دامنِ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا ہم سفر بنا دیا۔ میاں صاحب کی مجالس میں بیٹھنے والے سنت مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر استقامت کی تصویر بن کر نکلتے۔ آپ کی نگاہوں کے فیض یافتہ آج بھی اتباع سنت کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

خانوادہ چوراسی (جو ہمارے ممدوح کتاب کار روحانی مربی و منبع ہے) نے پنجاب کے مغربی علاقوں اور صوبہ سرحد کے وسیع حلقوں میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیمات کو عام کرنے میں بے مثال کردار ادا کیا۔ اس خانوادے کے تربیت یافتہ بزرگان دین نے پوری صدی تک برصغیر کے اکثر گوشوں اور سرزمینِ پاکستان کے تمام حصوں میں روحانی تعلیمات کو عام کیا۔ اس خانوادہ عالیہ میں بالخصوص آفتاب ولایت حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب چوراسی المعروف بہ حضرت باداچی، قدس سرہ (جو شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے پیر و مرشد تھے) نے بڑا نام پایا۔ علما و فقرا، عارف و عامی غرض ہر مقام کے لوگوں نے آپ کی بارگاہ سے فیض پایا آپ کے خلفاء میں ہمارے مخدوم و ممدوح حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی علی پوری قدس سرہ کے علاوہ حضرت امیر ملت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری، قبلہ حافظ عبدالکریم صاحب راولپنڈی، مولانا غلام محمد صاحب بگونی خلیف شاہی مسجد۔ مولانا محمد حسن گجراتی اور مولوی غلام نبی قریشی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اہل علم و طریقت حضرات تھے جنہوں نے

آفتاب چوراہی کی روحانی و نورانی شعاعیں برصغیر کے طول و عرض تک پہنچائیں اور خواب غفلت میں مدہوش ملتِ اسلامیہ کو ولولہ نازہ بخشتا تاہم آپ کے خلفاء بلکہ جملہ معاصرین میں جو اثرات خالوادہ علی پوری کے موسس و بانی سیدی دمولائی حضرت پیرسید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی قدس سرہ کی نگاہ فیض نے چھوڑے اور آج آپ کے جانشین حضرت السحاح قبلہ پیرسید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی نے برقرار رکھے، ان کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

حضرت شاہ لاثانی قدس سرہ کا زمانہ حیات طاہریہ ۱۲۶۶ھ (۱۸۶۰ء) سے ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء تک تھا۔ آپ کا وطن مالوت (پنجاب) سکھا شاہی کی لوٹ کھسوٹ سے جانبر ہوا ہی تھا کہ انگریز کی غلامی میں جکڑا گیا۔ ایسے حالات میں زندگی کے عام مسائل کے لئے جو مشکلات درپیش ہوتی ہیں وہ ناقابل بیان ہیں چہ جائیکہ روحانی تعلیمات کا اہتمام کیا جاسکے مگر حضور شاہ لاثانی قدس سرہ نے ایسے نامساعد حالات میں بھی اصلاحِ ملت کا بیڑا اٹھایا اور غلاموں کو اپنے سب سے بڑے آقا و مولا حضور پر نور شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے لئے تیار کیا۔ آپ اندازہ لگائیں جس صورتِ حالات میں نماز روزہ کا ادا کرنا بھی بڑی بات ہو، ان میں بربند از رہ پنہاں بحرم قافدار، کافر فیضہ منہاجام دینا کتنا دشوار ہوگا۔ آپ نے اپنی باطنی نگاہ سے دلوں کے حجاب دور کئے اور فسق و فجور میں ڈبے ہوئے لوگوں کو تہذیبِ سنت و شریعت کے ساحلِ عافیت تک پہنچایا۔ آپ اس کتاب میں تفصیل سے پڑھیں گے کہ حضرت علی پوری قدس سرہ نے پنجاب کے غیر معدود دیہات میں قدم رنجہ فرمایا اور کم اہمیت لوگوں کو عوام و خواص کا مرکز نگاہ بن کر چمکا دیا۔ حضرت کے کمالات میں یہ بات خصوصیت سے دکھائی دیتی ہے کہ آپ کی غلامی سے پہلے جنہیں کوئی نہیں جانتا تھا، حضرت کے دامن سے وابستہ ہوئے تو لوگوں نے انہیں آنکھوں پر بٹھایا اور زمانے نے انہیں اپنے مرقع اعزاز میں جگہ دی۔ آہ! ان اللہ والوں کی نگاہ میں کیا اثر ہوتا ہے۔

ع ستارہ می شکنند، آفتاب می سازند جب برصغیر کے پڑھے

خدا کا شکر ہے آپ کے نبیرہ مقدس حضرت سجادہ نشین مظلہ العالی بھی انہی روایات کو سینے سے لگاتے ہوئے ہیں اور شب و روز اپنے آبائی فریضہ اصلاح کے تقاضے پورے کرنے میں مصروف ہیں۔ وقت کے جید علماء ان کے حلقہ بگوش اور کثیر التعداد صوفیاء ان کے خوانِ نعمت کے ریزہ بردار ہیں۔ آپ بھی اپنے جدِ امجد قدس سرہ کے نقش قدم پر چل کر اپنی تبلیغی مساعی کے لئے شہروں پر دیہات کو ترجیح دیتے ہیں اور گنہگاروں میں سانس لینے والوں کو آسمانِ شہرت پر پہنچا کر آفتابِ دہتاب کی طرح چمکاتے ہیں۔ مصنف کتاب ہذا بھی اس کی ایک زندہ مثال ہے اور اس نے بارہا اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔

۵ میں اسی جی رہا ہوں شیخِ کامل کے تصرف سے

جو یہ نسبت نہ ہوتی، زندگی تھی قیدِ تنہائی

اے یقین ہے کہ اگر اس شیخِ بندہ نواز کا سایہ کرم نہ ہوتا، دین و ایمان کے راہزن اس کے شعور کی ساری متاعِ حیات کب کے ٹوٹ چکے ہوتے۔ سچ پوچھو تو یہ ساری کتاب بھی گویا ایک قسم کا سپانسا ہے جو مریدِ صادق اپنے شیخِ کامل کی بارگاہ میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ مصنف نے اس سپانسامے میں خانوادہ شیخ کے انہی احسانات کا ذکر نہیں کیا جو اس کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ اسے پھیلا کر سیرت کی کتاب بنا دیا ہے اور عوام و خواص جس طرح اس سے فیضیاب ہوئے ہیں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ اب ہمارا تبصرہ کتابِ سیرت ہی کے عنوان سے آ رہا ہے ایک محدود سپانسامے کی حیثیت سے نہیں۔

مصنف نے اپنے شیخِ کامل بلکہ شیخ الکاملین قدس سرہ کے دینی و روحانی کارناموں کی نوعیت کا ایک سطحی سائنس کرنے کے لئے آپ کے دورِ حیات پر غور کرنے کی دعوت دی ہے وہ زمانہ

لکھے مسلمان فکری طور پر جدید فلسفہ و سائنس کے زیرِ اثر مذہب کے

بندھنوں سے آزاد ہو کر تشکیک و لاادریت کے جال میں پھنس رہے تھے اور عملی طور پر بے حسی اور مایوسی کا شکار ہو کر شریعتِ اسلامیہ کے احکام کو پس پشت ڈال رہے تھے، حضور

شاہ لاثانی نے ایک ماہر طبیب کی طرح ہر ایک مرض کی تشخیص کی اور انتہائی بصیرت سے کام لیتے ہوئے اس کا مداوا بھی کیا۔ دو قومی نظریہ جو تعمیرِ پاکستان کا پہلا بنیادی پتھر ہے آپ نے سیاست سے بالکل الگ تھلگ ہوتے ہوئے بھی اپنے مریدین اور متوسلین کے ذہنوں میں راسخ کیا۔ وہ علاقے جہاں مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ سے بلا تکلف کھاپی جیتے تھے اور ہندو انہیں ناپاک اور اچھوت سمجھتے ہوئے ان سے پرہیز کرتے تھے، حضرت اقدس نے اَمْتُمُ الْاَعْلُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ^۱ کی ترجمانی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی اپنی برتری کا احساس دلایا اور اس طرح ملی تشخص کو فروغ دیا۔ ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں کا آپ کی بارگاہ میں فقیروں کی طرح آنا بھی دراصل اسلام کی عظمت و فوقیت کا کھلا ثبوت اور لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ^۲ کی عملی تفسیر تھا۔ حضرت کی اس تبلیغ و تذکیر کا یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کے دصال شریف تک لاکھوں مسلمانوں پر شمل ایک ایسا گروہ وجود میں آچکا تھا کہ سب کا سب اسلام کے دشمنوں کی سازشوں سے کلیتہً محفوظ تھا، نیز جس میں ہزاروں خوش نصیب حضرات اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے اور سینکڑوں خدارسیدہ بزرگ۔

مصنف نے حضرت والا علیہ الرحمۃ کے عہدِ طفولیت، شباب مقدس اور مابعد کی سیرت کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ اس دور میں باید شاید سٹ سال کی عمر میں کسی جذبِ باطن کے زیر اثر مختلف مزارات پر دنوں حاضر رہنا اس بات کی علامت ہے کہ آپ مادرِ زاد ولی تھے اور صفائے باطن کی متعدد منزلیں بطنِ مادر ہی میں طے کر آئے تھے۔ آپ کا دورِ شباب، اسیرانِ شباب کے لئے ایک تابندہ مثال کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی طرح مابعد کے دور کی ایک ایک ادا دورِ حاضر کے پیڑے فقیروں کے لئے از حد سبق آموز، دلکشا اور لازوال سرمایہ ہدایت ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مصنف دورِ حاضر کے سائل کا حل ایک عارفِ کامل کی سیرت کے حوالے سے پیش کرنا چاہتا ہے۔ اگر فی الواقع

۱ ترجمہ: تم اعلیٰ ہو بشرطیکہ مومن ہو۔ (۱۱ عمران)

۲ ترجمہ: تاکہ غالب کرے اس (دین) کو ہر دین پر۔ (سورۃ الفتح)

اس کے سینے میں ہی تڑپ ہے تو سوچتے یہ کتنی مقدس تڑپ ہے۔ ہمارے نزدیک اس نفسی نفسی کے معشر میں جب چھوٹے بڑے اپنی مفاد پرستی میں گم ہیں، دوسروں کی اصلاح و بہبود کا یہ جذبہ اہل نظر کے فیضان کے بغیر نہیں ملتا۔

ہمارے ہاں تبلیغ کرنے والے حضرات اکثر و بیشتر ماحول کے تقاضوں سے بے خبر ہیں۔ یہ معلوم ہی نہیں کہ ایک پڑھا لکھا ذہین نوجوان جو سائنس و فلسفہ کے نا تمام مطالعے سے دین و مذہب کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے کس قسم کی تسکین کا محتاج ہے۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ موجودہ دور جو تہذیب و ثقافت کے بام عروج پر پہنچنے کے باوجود عالمگیر دامن کی زد میں ہے اسے اسلام کی کیا ضرورت ہے اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور رحمت اسے کس طرح تباہی سے بچا سکتا ہے۔ مگر الحمد للہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم اور مرشدِ کامل مدظلہ کی برکت سے کتابِ ہدٰی کا مصنف ان فتنوں سے آگاہ ہے۔ اُس نے مسجد کا رخ تو کیا مگر اہل مسجد نہ بنا اور تہذیبِ جدید کا مطالعہ تو کیا مگر تہذیبِ کافرہ نہ بھی نہ بنا۔ اپنی مختصر سی عمر کا بہت سا حصہ اُس نے سکولوں اور کالجوں میں گزارا اور یہاں اسے بڑے بڑے ذہین لوگوں سے پالا پڑا۔ شیخِ کامل کی توجہ سے اُس کا اپنا منکر ہی صراطِ مستقیم پر نہیں رہا بلکہ اس نے یونیورسٹی اور کالجوں کے کئی نوجوانوں کو بھی اس منزلِ مقصود کی طرف پھیرا ہے۔ مختصر یہ کہ مصنف ایک روشن خیال مفکر اور تجربہ کار مبلغ بھی ہے اور زیرِ نظر کتاب میں اس نے اپنی روشن خیالی اور تجربہ کاری سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ جس مسئلے پر بھی اظہارِ خیال کرتا ہے پہلے اس کا تجزیہ کرتا ہے۔ ایسا تجزیہ جو انوکھا نظر آنے کے باوجود انوکھا نہیں ہوتا۔ مثلاً بزرگوں کی کرامات کا مسئلہ اس نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اس مسئلے پر ہمارے ہاں کتنی بے دے ہو رہی ہے مگر مصنف نے ارد گرد کی مناظرہ بازی سے بلند ہو کر اسے عظمتِ انسان کے اسلامی تصور سے وابستہ کیا ہے، اُسے توحید و رسالت کی دلیل ٹھہرایا ہے اور اسے تقویٰ و طہارت کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ گویا وہ لوگ جو کرامت کے منکر ہیں، عظمتِ انسانی کے اسلامی تصور کو سمجھ نہیں سکے نیز وہ دلائل توحید و رسالت سے بے خبر اور

ایمان و تقویٰ کے فوری اثرات و ثمرات سے بے بہرہ ہیں۔ مصنف نے اسے بڑے مضبوط اور مربوط انداز میں پیش کیا ہے۔

مصنف شیخ لاثانی کے ارشادات پیش کرنا چاہتا تھا تو اس نے پہلے سائنس و فلسفہ کو دلائل کی روشنی میں، منزلِ ناشناس ثابت کیا اور وہ لوگ جن کے سینے اسرارِ قرآنی کے خزانے ہیں ان کی بات کو حتمی، قطعی اور مبنی بر مشاہدہ قرار دیا۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل جو ایک مدت سے وجہِ نزاع بنے ہوئے ہیں، مصنف نے نہایت مثبت، مختصر و مدلل طریقے سے انہیں حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً بیعت و خلافت، جوازِ عرس، مزارات کی حاضری وغیرہ۔ بعض دفعہ وہ اپنی بات ایسے لطیف پیرائے میں کر جاتا ہے کہ سرسری نظر اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ مثلاً فخر الائمہ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فکر میں ان کا یہ ارشاد بھی زینتِ تحریر بنایا گیا ہے۔

”چار چیزیں ہیں جن سے شریف آدمی کو عار نہ چاہئے (۱) اپنے والد کی تعظیم کے

لئے کھڑا سو جانا (۲) اپنے مہمان کی خدمت کرنا (۳) اپنے چوپائے کی خبر لینا

خواہ اس کے سونے کا ہو (۴) اپنے استاد کی خدمت کرنا۔“

وہ لوگ جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے علم و فہم قرآن پر اعتماد رکھتے ہیں، قیامِ تعظیمی کے بارے میں حضرت کے فیصلے سے کیونکر رد گردانی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد صفحہ ۲۰۸ پر منقول ہے۔

”جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا، اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔“

ظاہر ہے جس کے دل میں اللہ والوں کی محبت موجود ہے، وہ ان کے عقائد کو شرک سے قطعاً تعبیر نہیں کر سکتا گویا یہ مختصر سا جملہ دورِ حاضر کے کتنے ہی فتنوں کا منہ توڑ جواب ہے۔ ظاہر ہے اللہ سب سے بڑا ہے، جب سب سے بڑے کو پہچان لیا تو چھوٹی سی دنیا کیونکر اوجھل رہ سکتی ہے، ہاں کوئی نادان دنیا کو سب سے بڑا سمجھتا ہو تو یہ اس کا اپنا تصور ہے۔

یہ کتاب بنیادی طور پر ایک مردِ کامل کی سیرت کے موضوع پر ہے۔ ایسی تحریروں میں فصاحت و بلاغت اور صنائع و بدائع کا چنداں خیال نہیں رکھا جاتا۔ یہاں جوشِ بیان اور حُسنِ بیان کے تقاضوں کو عموماً فراموش کر دیا جاتا ہے۔ مگر زیرِ نظر کتاب کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مصنف نے اسے معنوی خصائص ہی سے مزین نہیں کیا، ظاہری محاسن سے بھی آراستہ کر دیا ہے۔ اکثر تہیدی مضامین میں جوشِ خطابت کی جھلکیاں نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہیں، بالخصوص وہ مقامات جن میں مصنف نے کونین کے دولہا، دارین کے دانا حضور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التَّحیۃ والثناء کے ذکرِ خیر کا شرف حاصل کیا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مصنف کے قلب و ذہن ہی نہیں، قلم بھی کیفِ عشق میں ڈوب گیا ہے، ایک مثال حاضر ہے۔

”اور اس طرح دنیا تبلیغِ نوح، شفقتِ ابراہیم، تسلیمِ اسمعیل، حُسنِ یوسف، جلالِ موسیٰ، خلافتِ داؤد، ملکِ سلیمان، مناجاتِ یحییٰ اور دمِ عیسیٰ (علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا نظارہ کرتی رہی تا آنکہ سب سے آخر میں خدا کا سب سے بڑا محبوب سب سے بڑا نبی و رسول، انسانیت کا سب سے بڑا ہادی و حُسن، کائنات کا سب سے بڑا معلم و مفسر سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التَّحیۃ والثناء رحمۃ اللعالمین بن کر، ختمِ نبوت کا ناج پہن کر جلوہ طرازِ گیتی ہوا وہ دانا جسے سب ختمِ الرسل، مولائے کل جس نے

غبارِ راہ کو بخشا سر و غِ وادی سینا

نگاہِ عشقِ دستی میں وہی اولِ وہی آخر

وہی قرآن، وہی فراق، وہی یسین، وہی طہ

حضورِ اکرمؐ نورِ مجسمِ رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی تشریف آوری سے کائنات کی جان میں جان آگئی۔

زندگی دم توڑ رہی تھی اسے جینے کا حوصلہ مل گیا۔ انسانیت قریب الموت تھی،

اسے سکون و قرار آگیا۔ اخلاق و کردار کی عظمت کے چراغ روشن ہوئے۔ شجر و حجر کے سامنے جبین سائی کرنے والے اثرات المخلوقات کو اس کے اصل مقام پر فائز کر دیا گیا ہاں ہاں یہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے تختِ جگر اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما کے نورِ نظر کے قدمِ مہمنت لزوم کی برکت تھی کہ کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔ توحید و ایمان کے انوار سے شرق و غرب جگمگا اٹھے۔ خدائی جس انسان کی منتظر تھی اسے وہ مل گیا، انسان جس خدا کی تلاش میں تھا اس تک وہ پہنچ گیا۔

وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (نہد و دلالت ص ۵)

اس سلسلے میں سب سے دیدنی وہ ہدیہ عقیدت ہے جو مصنف نے ایک مستقل عنوان کے تحت حضور سید الانبیاء تاجدارِ لولاک لما علیہ النجۃ والشمس کی بارگاہ میں صفحہ ۸۳ پر پیش کیا ہے۔ مصنف کو اپنے مرشدِ کامل، دہل و موصل حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحبِ دامت برکاتہم سے بھی بے حد عقیدت ہے، اس کا اظہار تذکرہ انتساب سے بھی ہوتا ہے اور شیوخ و سلاسل کے باب میں نقوشِ لاثانی کے زیرِ عنوان بھی۔ یہ ادب و ارادت اُسے ورثے میں ملی ہے۔ اس کے والد ماجد چودھری محمد مقبول مرحوم بھی اپنے مرشدِ لاثانی علیہ الرحمۃ کے عاشقِ زار تھے اور یہ قوتِ عشق ہی تھی جو انہیں مرنے کے بعد کوئے یار میں نہیں بلکہ پائے یار میں آسودہ خواب کرنے میں کامیاب ہو سکی۔ امید ہے کہ مصنف بھی روشن مستقبل سے سرفراز ہوگا۔

بہر حال یہ کتاب مجموعی طور پر دینی ادب میں ایک حسین و جمیل اضافہ بھی ہے اور طریقت و تصوف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مشعلِ راہ بھی۔ انشاء اللہ حضور رحمۃ اللعین صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے یہ انوارِ لاثانی سیرتِ لاثانی ثابت ہوگی۔

لے مصنف کے والد مرحوم کی قبر حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے پائے اقدس کی طرف چند گز کے فاصلے پر ہے۔

دعا ہے کہ آستانِ لاثانی کی بہاریں قائم و دائم رہیں اور ساقیِ میخانہ حضرت
 تہذیب عالم نقشبِ لاثانی مدظلہ العالی کے فیوض و برکات میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہو مصنف
 کے علم و عمل اور زورِ بیان و تسلیم میں اضافہ ہو اور یہ کتاب اس کے لئے نوشتہ آخرت بنے
 بلکہ ہم سب اس سے مستفید ہوں۔ آمین بجاہ سیدنا و مولانا رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خاکِ پائے بزرگاں

اقبال احمد فاروقی

تقریظ

قدوة السالکین، عمدة العارفين، رہبر شریعت، پیر طریقت، واقف امرار
حقیقت، حضرت العلامة مولانا الحافظ الحاج قبلہ پیر غلام نقشبند صاحب ظلہ العالی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم، اما بعد
میں نے زیر نظر کتاب موسوم بہ "انوار لاثانی" کا چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا ہے۔
فاضل مصنف نے شرعی و روحانی قیود کو مد نظر رکھتے ہوئے آفتاب ہدایت، ماہتاب ولایت
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضور قبلہ عالم الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی علی پوری
قدس سرہ کی سوانح حیات کو جدید تقاضوں کی روشنی میں مرتب فرمایا ہے۔
حضور کی ذات مقدسہ اپنے دور میں آپ اپنی مثال تھی، اسی بنا پر آپ کے مرشد
کامل، ہادی برحق، شہنشاہ ولایت و طریقت شیخ المشائخ سیدنا و مولانا و مرشدنا حضور
قبلہ دو عالم خواجہ خواجگان حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب (تاجدار چورہ شریف)
نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا :-

”ہن میڈا دامریہ لاثانی تھی گیا ہے“

ایسی عظیم و بے نظیر ہستی مقدسہ کے زہد و تقویٰ، روحانی خدمات اور تقریباً پون
صدی تک مخلوق خدا کو جو ضلالت و جہالت کے قعر ندلت میں گری جا رہی تھی، خدا و رسول
(جل و علا فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے واصل کرنے، عشق و مستی کا درس دینے اور
عقائد حقہ کی اشاعت کا تذکرہ از بس ضروری تھا۔ اس سلسلے میں دربار لاثانی کے سجادہ نشین

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت قبلہ الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جو اپنے جدِ امجد کی تربیت کا عظیم شاہکار اور ان کی صورت و سیرت کے انوار کا پسِ کمرِ حسین ہیں آج سے سینتیس سال قبل 'انوارِ لاثانی' نامی کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع کرائی تھی مگر اب وہ کیا اب بلکہ نایاب ہو چکی تھی۔ زیرِ نظر نسخہ اسی کا دوسرا ایڈیشن ہے جو ظاہری و معنوی محاسن سے آراستہ ہو کر حضرت ممدوح مدظلہ کے حسب الارشاد، انہی کے دو جلیل القدر فرزندان نامور جناب سید عابد حسین شاہ صاحب اور جناب سید محمد اسماعیل شاہ صاحب (سلمہاریہما) کے زیرِ اہتمام اشاعت پذیر ہوا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ اعظم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے طفیل خواجگانِ نقشبند کے نقیب و وارث حضرت سجادہ نشین مدظلہ العالی کو مزید منظر و مرکزِ فیضان بناتے، ان کے آستانے سے کسی سائل کو خالی نہ ٹوٹاتے اور اس کتاب کو مقبول و منظور فرما کر قبولِ عام و دوام کا شرف بخشے۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقیر غلامِ نقشبند عفی عنہ

چورہ شریف

تقریظ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فخر خانوادہ معصومینہ ادیبِ زماں، خطیبِ دوراں
جامعِ علوم شرقیہ و غربیہ حضرت پیر صاحبِ جزاؤں محمد آفتاب احمد صاحب
مظللہ العالی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ معصومیہ چورہ شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دنیا تے تصوف میں قبلہ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی قدس سرہ
کی ذاتِ ستودہ صفات ایک ماہ درخشاں کی حیثیت رکھتی ہے جن کی ضیا پاشیوں سے برصغیر
میں دینِ متین کی ترویج و اشاعت کا کام سرعت سے ہوا۔ صوفیائے کرام کا وہ عظیم مشن جسے
مولائے کائنات سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یوں بیان فرمایا کہ 'ہادی وہ ہے جب
دنیا ہدایت سے نکل کر رُص و ہوا کی طرف جارہی ہو، تو وہ اسے حرص و ہوائے نفسانی سے نکال کر
ہدایت میں داخل کر دے' کا حبین اطہار شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے افعال و اطوار میں نمایاں نظر
آتا ہے۔ والدِ گرامی حضرت المخدوم قبلہ پیر محمد معصوم بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ
حق شناس سے اکثر حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کا تذکرہ سنا تو بندہ مومن کے حقیقی خدو
خال کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ابھرنے لگا اور قدردنِ اولیٰ کے گمشدہ اوراق پھر خلدِ نظر بننے
لگے۔ قبلہ حضرت والدِ ماجد علیہ الرحمۃ آپ کی ان تین اہم خصوصیات کا ذکر بہت فرماتے تھے:

۱۔ شاہِ لاثانی حد درجہ مستغنی تھے۔

۲۔ آپ سچ کہنے میں کبھی باک نہیں رکھتے تھے۔

۳۔ آپ زبردست و فاشعار انسان تھے۔

اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہی وہ اوصافِ عالی ہیں جو ہمیں حضور نبی کریم روف رحیم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاں نثار صحابہ کرام میں بدرجہ کمال نظر آتے ہیں جنہوں نے انتہائی
نا مساعد حالات میں بھی کفر و طغیان کے طوفانوں کا مقابلہ بے مثال پامردی اور صبر و استقلال
سے کیا۔

شاہِ لاثانی اُن مردانِ با خدا میں ایک نمایاں مقام کے حامل ہیں جنہوں نے برصغیر کے
گوشے گوشے میں تزکیہٴ نفوس اور تصفیہٴ قلوب کا مقدس فریضہ ایک چلتے پھرتے
ادارے کی صورت میں سرانجام دیا اور انتہائی حوصلہ شکن حالات میں بھی دامنِ ہمتاقت
تھامے رکھا، بقولِ اقبال

۵ ہوا ہے گوتند و تیز، لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

وقت کا تقاضا تھا کہ حضرت کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ شائع کیا جاتے اور آپ
کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتے تاکہ اس پُر آشوب دور میں جب کہ حق و صداقت
کا تصور قصہ پارینہ بنتا جا رہا ہے، مستلشیانِ حق کے لئے روشنی کا مینار ثابت
ہو۔ میں نے کتاب ہذا کا سرسری مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فی الواقع
یہ ایک عظیم کارنامہ ہے اور دربارِ لاثانی کے سجادہ نشین محترم المقام حضرت پیر سید علی حسین
شاہ صاحب مدظلہ العالی خراجِ تحسین کے مستحق ہیں جن کے حسب الارشاد کتاب از سر نو مرتب
ہو کر سراپا ارشاد بن گئی ہے۔ یقیناً یہ تصوف و طریقت کی عظیم خدمت ہے اور دہندگانِ
سلوک پر گراں قدر احسان۔ حضرت سجادہ نشین مدظلہ کے افعال و کردار اسلاف کی عظمتوں
کے شفاف آئینے ہیں اور آپ نے اپنے جدِ امجد حضرت شاہِ لاثانی قدس سرہ کے نقش قدم
پر چلتے ہوئے اصلاح و تربیت کا فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ قبلہ حضرت
والد قدس سرہ الماجد فرمایا کرتے تھے کہ حیاتِ عثمانی اور فقیرِ رضوی حضرت پیر سید
علی حسین شاہ صاحب میں جھلکتے نظر آتے ہیں۔ خداوندِ عالی کی بارگاہ میں ملتی ہوں کہ وہ

حضرت موصوف کی جہد و عمل کو مزید برکتوں سے نوازے۔ آمین، ثم آمین بجاہ سیدنا مولانا
 رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبزادگان ذی شان حضرت صاحبزادہ پیر سید عابد حسین
 شاہ صاحب اور حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب بھی اپنے اسلاف کے
 نقوش قدم کو قبلہ عمل بنائیں اور کشتِ تصوف کی آبیاری کرتے رہیں۔ نیز دربارِ شاہِ لاثانی
 کے انوار و تجلیات سے دنیا اسی طرح منور ہوتی رہے۔ کتاب کے مصنف جناب محمد حسین
 صاحب آسی پروفیسر جناب اسلامیہ کالج سیالکوٹ نے جس جذبِ محبت اور خلوص عقیدت
 سے انوارِ لاثانی کو مرتب و مدون کیا ہے، قابلِ تعریف ہے۔ اللہ کریم انہیں اس سے بھی
 زیادہ اپنے پیر خانے کی خدمت کی سعادت بخشے۔ آمین ثم آمین بجاہ سیدنا رحمۃ اللہ علیہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خادم الفقرا

پیر آفتاب احمد شاہ
 سجادہ نشین آستانہ عالیہ معصومیہ

چورہ شریف

تقریظ

غزالی زمان رازی دوران سند المحدثین مسکت البیادین

ضیغم الملت والیدین حکیم الاسلام حضرت العلامة مولانا

سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ صد جماعت ہسنت

پاکستان

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى — اقبالہ

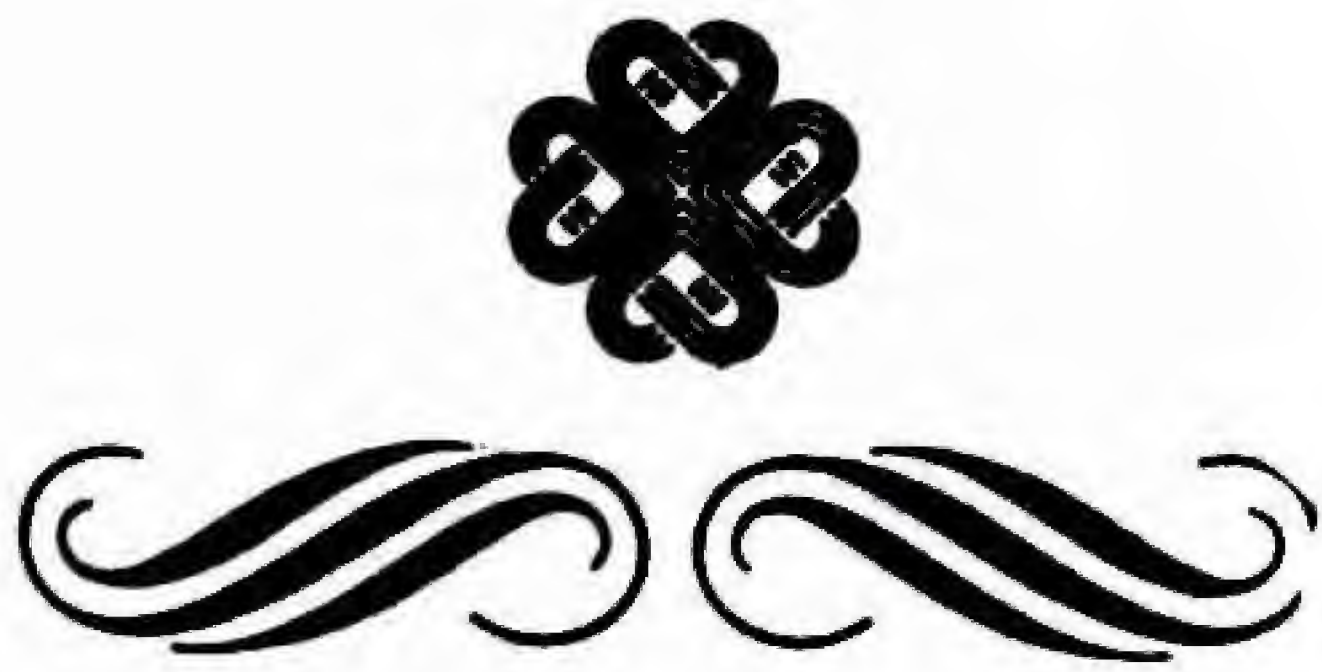
زیر نظر کتاب ”انوارِ لاثانی“، سوانح حیات قطبِ بانی عمدة الاصفیاء زبدة الاولیاء حضرت قبلہ
پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی قدس سرہ العزیز، مُصنّف جناب پروفیسر محمد حسین آسی زید مجہم
خلد نظر ہوئی۔ بعض مقامات کا مطالعہ کیا جس کے نتیجے میں پوری کتاب پڑھنے کو دل چاہا مگر شدید مصروفیت
کے باعث بالاستیعاب کتاب پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ مصنف موصوف نے سوانح نگاری کے اصول کو
پیش نظر رکھ کر جس حُسن و خوبی کے ساتھ کتاب لکھی ہے لائقِ صد تحسین و آفرین ہے۔

فقیر نے زبدة العارفين حضرت قبلہ حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب مُحدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ کی زیارت کا شرف تو بار بار حاصل کیا، حضرت علیہ رحمۃ کی شفقتوں کے نقوش لوحِ قلب پر ہمیشہ ثبت
رہیں گے لیکن افسوس کہ صاحبِ سوانح عمدة العارفين زبدة السالکین حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، البتہ حضرت کے نبیرہ عالی مقام قبلہ پیر
سید علی حسین شاہ صاحب دامۃ برکاتہم العالیہ سے شرفِ لقار اکثر و بیشتر نصیب ہوا، علی پور شریف
حاضر ہو کر بھی زیارت کی۔ کمالِ حُسنِ اخلاق میں ”الْوَلَدُ سِرًّا لَا بَيِّنًا“ کا مصداق پایا۔ اللہ تعالیٰ
حضرت اقدس کا ظل عافیت دراز فرمائے۔ آمین!

دل چاہتا تھا کہ کتاب کے عنوانات پر تفصیل سے لکھوں مگر ضعف و لقاہت کے باوجود محدودیت
کے باعث دل کی یہ نیک تمنا پوری نہ کر سکا۔

آخر میں فاضل مصنف جناب پروفیسر محمد حسین صاحب آسی کے لئے قلب کی گہرائیوں سے دُعا
کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاِ خیر عطا فرمائے اور حضرت لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح مقدسہ
کے اس حسین و جمیل مجموعہ کو آپ کے لئے ذخیرہٴ آخرت بنا کر دنیا میں اسے عامۃ المسلمین کے ایمان کی
تقویت کا سبب بنائے۔ آمین !

فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہ



تقریظ

رئیس المجاہدین، ستودۃ المتوکلین، فخر الملت والدین، پاسبانِ طریقت و
شریعت، جانشینِ محدثِ اعظم پاکستان، حضرت الکاج قبیلہ صاحبزادہ
ابوالفیض قاضی محمد فضل رسول صاحب مدظلہ العالی
زیب سجادۃ قادریہ رضویہ (حضرت شیخ الحدیث) فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آتا بعد! میں نے حضرت قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی داستانِ حیات مسٹی
انوارِ لاثانی کو متعدد مقامات سے دیکھا ہے۔ مصنف نے حدودِ ممکنہ میں حضرت اقدس
قدس سرہ کے حالاتِ زندگی بالخصوص آپ کی دینی و روحانی خدمات کا ذکر نہایت خوبصورت
و لادیر اور پراثر پیرائے میں کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے سوانح مذکور مطالعہ سے تعلق رکھتے ہیں اور
طالبِ صادق کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ اس سلسلے میں درگاہِ مقدسہ لاثانیہ کے سجادہ نشین اعلیٰ حضرت
عظیم البرکت حضرت الکاج قبلہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی جو اپنے جدِ امجد
حضور شاہ لاثانی قدس سرہ کے علم و عمل کی تصویر و تفسیر ہیں کی مساعی قابلِ صد ستائش ہیں۔ آپ
نے اس کتاب کو از سرِ نو مرتب کر داکے طریقت و تصوف کی بلند پایہ خدمت سرانجام دی ہے۔
رب العین کی بارگاہ میں دعا ہے کہ خداوند کریم حضرت سجادہ نشین مدظلہ کی خدمات قبول
فرمائے، انہیں مزید برکتوں سے نوازے اور کتاب کو آنے والی نسلوں کے لئے سرمایہ حیات و ہدایت
بنائے نیز ناشران اور مصنف کو جزائے خیر دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

قاضی محمد فضل رسول جید رضوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ محدثِ اعظم پاکستان

تقریظ

رئیس العلماء المحققین، فخر الفضلاء المدققین، کاشف الاسرار بخاری،
جائزین مفتی اعظم، حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی
مذللہ (ستارۃ انبیاء) چیئرمین مرکزی رویت بلال کمیٹی پاکستان، رکن اسلامی
نظریاتی کونسل، مشیر وفاقی شرعی عدالت، ناظم اعلیٰ مرکزی حزب الاحناف لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ وحبیبہ الکریم
وآلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین
زیر نظر کتاب 'انوار لاثانی' قطب ربانی، غوث صمدانی، غواص بحر عرفانی، حضور قبلہ عالم
حضرت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی نقشبندی قادری مجددی قدس سرہ العزیز
کی جامع سوانح حیات ہے اور زبدۃ الاصفیاء قدوة الاولیاء سراج اہل تقویٰ الحاج پیر
سید علی حسین شاہ صاحب مذللہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ لاثانیہ علی پور سیدال شریف
کے حسب الارشاد منظر عام پر آرہی ہے۔ حضرت موصوف دامت برکاتہم العالیہ حضور شاہ
لاثنانی علیہ الرحمۃ الواسعہ کے جمال و جلال اور سیرت و کردار کے پیکر حسین ہیں اور خلق خدا
کی دینی و دوحانی تعلیم و تربیت کے مقدس ذرائع باحسن الوجہ سرانجام دے رہے ہیں۔

'انوار لاثانی' کے مصنف اسی خاندان ذی شان کے مخلص و وفادار نیازمند اور علوم
قدیمہ و جدیدہ کے فاضل جناب پروفیسر محمد حسین صاحب آسی ایم اے (اسلامیات)
ایم اے (اردو) گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج یالکوٹ ہیں جو علم و ادب میں ایک ممتاز مقام
پر فائز ہونے کے باوجود عجز و انکسار کا مجسمہ ہیں مصنف نے نہایت سلیقہ کیساتھ شگفتہ اور شستہ

زبان میں اس انداز سے سوانح لاثانی کو ترتیب دیا ہے کہ پڑھنے والے کی چشم تصور کے سامنے شاہ لاثانی قدس سرہ کے اخلاقِ کریمانہ، فضل و کمال اور سیرت و کردار کے جلوے بے حجاب ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب جہاں ایک مقبول بارگاہِ رحمانی کی جامع سوانح حیات ہے، وہاں تصوف کے انوار و برکات اور طریقت کے فیوض و حسنات کا خوش رنگ مجموعہ بھی ہے۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مسلکِ حق اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات اور مسائلِ طریقت و تصوف کو بھی دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں نہایت مدلل انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ خصوصاً حضورِ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، محبوبِ رب و جہاں، راحتِ قلوبِ عاشقان، قاسمِ علم و عرفان، ماحیِ ظلم و ظنیاں، سیدِ عالم، نورِ مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التبیۃ و التثنا کے فضائل و مناقب اور مرتبہ و مقام کا بیان از حد ایمان افروز اور باطل سوز ہے۔ جو انشا اللہ العزیز عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سامانِ تسکین ہو گا۔

جہاں تک حضرت لاثانی قدس سرہ النورانی کی عظمتِ روحانی و عرفانی اور داستانِ عزیمت و استقامت کے بیان و اظہار کا تعلق ہے، اس سلسلے میں یہی کہہ دینا کافی ہے کہ آپ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین اسلام کے مبلغِ عظم، اتباعِ کتاب و سنت کے خوشنما پیکر، صدق و صفا اور بدل و عطا کے نورانی مجسمہ تھے۔ دمِ گفتگو نرم، مگر دمِ جستجو گرم، بلکہ سرگرم، حلقہ یاراں میں برشیم اور رزمِ حق و باطل میں فولادِ ایک طرف تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف، دوسری جانب استیصالِ باطل میں مستعد، خدمتِ خلق آپ کا شیوہ اور اصلاحِ نفوس و طیرہ، عبادتِ آپ کی عادت اور تقویٰ شعا۔ اور یہی کیفیت ان کے سچے جانشین، مخدومِ المخادیم، فخر الکرام، سند العظام حضرت والادرجت قبلہ الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحبِ مظلہ العالی کی ہے جو انوار و برکاتِ لاثانی کے امین و قاسم ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خاندانِ عالی شان کے علمی و روحانی فیضان کو تاقیامت جاری و ساری رکھے اور آلِ رسول (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے طفیل کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین

السید محمود احمد رضوی

تقریظ

اُستاذ المحدثین، مقدم المتکلمین، جامع معقول و منقول، حادی فروع و اصول
 شارح بخاری حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب دامت برکاتہم العالیہ
 شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید
 الانبیاء و امام المرسلین و علی الہ الطیبین الطاہرین
 و اصحابہ الکاملین اجمعین

خالق کون و مکان نے ممکنات کو بقعہ عدم سے منقطع نہ ہو میں ممکن کر کے انوارِ صمدیہ سے
 مستفیض کرنے کے لئے ایک مخصوص مخلوق ذو جہتین کو وساطت بنایا کیونکہ حقیقتِ امکانیہ
 محض ظلماتی ہے جو بلا واسطہ انوارِ صمدیہ سے استفادہ کی متحمل نہیں تھی۔ لہذا یہ ضروری امر تھا کہ
 وجوب و امکان کے درمیان کوئی واسطہ ہو جو ایک جہت کے اعتبار سے مخلوق میں شامل
 ہو اور دوسری جہت کے اعتبار سے واجب سے وصل ہو۔ وہ حضرات انبیاء کرام
 علیہم السلام ہیں جو فیاضِ اقدس اور انوارِ صمدیہ سے استفادہ کر کے حقائقِ امکانیہ
 تک پہنچانے رہے۔ کیونکہ حقائقِ ممکنہ کے لئے ابدیت کا تصور معرض استحالہ میں تھا، اس
 لئے خداوندِ قدوس نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نواب پیدا کر کے انہیں درجۃ الانبیاء
 کے لقب سے ملقب کر کے فیضانِ ازلی کے اجزاء کو بقادی جو محورِ خلافت اور مرکزِ دوائر
 ہیں جو ہر دور میں مخلوق کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ میں سے حضرت
 قبلہ عالم سید پر جماعت علی شاہ صاحب لاٹانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے ہمد

سے لحد تک فیوضِ روحانیہ سے لالعداد مخلوق کو متمتع کر کے حق نیابت کی تکمیل کی اور شرق و غرب میں انوارِ لائٹا نیبہ سے فضائیں متنور کیں حتیٰ کہ ہاتھیں صدائیں مرتفع کرنے لگے کہ ”یہ کیسی ہستی ہے جو نیرۂ اکبر کی مانند کرۂ ارض سے نورانی شعاعیں ظاہر کر رہی ہے۔“ متفحص نے کہا ”یہ ارضی نیر ہے جس کی شعاعوں سے ظلمات نے راہِ فرار اختیار کر لی ہے اور کفر و الحاد کی گھٹائیں مضمحل ہو گئی ہیں۔“

اسی قدسی نفسِ نورانی ذات کی حیاتِ طیبہ کے کچھ حالات حضرت کی سوانح میں ذکر کئے گئے ہیں جو مولف نے اپنی استعداد کے مطابق جمع کئے ہیں۔ ع فکر یہ کس بقدر ہمت دست لیکن یہ تصور کرنا بے جا ہو گا کہ حضرت قبلہ عالم کی حیاتِ طیبہ کے جملہ مراحل یہی ہیں۔ دلی رادلی سے شناسد کے تحت یہ توقع تو کسی صاحبِ دل سے ہی کی جاسکتی ہے۔ بہر کیف مولف نے جو سلسلہ شروع کیا ہے، قابلِ تائش ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم فیضانِ اپنی ذاتِ مقدسہ کے تعین تک ہی محدود نہ تھا بلکہ مخلوق سے مستور ہو جانے کے بعد بھی فیوضِ سیادت کا متفجر چشمہ باقی رکھا ہے، جواب بھی بدستور جاری ہے۔ مولفِ سوانح نے جو اس مختصر سی کتاب میں حالات کو مرتب کیا ہے، ہر لحاظ سے جامع اور ہر اعتبار سے فائق ہیں اور فقر و ردحانیت کے مستلانیوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولف کی سعی جمیل کو قبول فرمائے اور ان کی تالیف سے مسافرانِ فح عمیق کو استر شاد و استبصار ہو۔ واللہ الموفق

غلام رسول رضوی
خادم الکھدیث بجامعہ رضویہ
فیصل آباد

تقریظ

افقہ الفقہاء، اعلم العلماء، افضل الفضلاء، محقق علام منابر اسلام،
 راس المتکلمین المحدثین حضرت الحاج مولانا محمد مہر الدین مدظلہ المتین
 شیخ الحدیث حزب الاحناف لاہور

برادران اسلام اور متصدیان ایمان و ايقان، حضرت شیخ المشائخ، حامی سنت، ماحی بدعت
 رہنمائے شریعت و طریقت، واقف اسرار حقیقت و معرفت، قطب زمان، دستگیر بیکساں، پیشوائے
 اولی الاباب، مقتدائے ذوی الابصار، عالم رموز احادیث، کاشف غوامض صمدیت، مصدر
 وفائن حقائق، غوث دثار قطب مدار مرجع صلی و اتقیاء، ناوای مساکین و فقرا، منظر نو اور کونیہ
 عالم کوائف کونیہ رشد و ہدایت کے بینار، بیدی و مرشدی، معتمدی و مستندی، بید السادات
 الصوفی الحاج پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری قدس سرہ العزیز کی ذات مقدسہ محتاج
 تعارف نہیں کہ ان کی بدولت بے شمار متلاشیان حق و صداقت کو در طہ ظلمات نفسانیہ سے
 ابدی نجات ملی اور ابدی سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے۔ زہد و تقویٰ کی حقیقی تصویر تھے کہ غیر محدود
 گم گشتگان راہ ہدایت کو ان کی پاکیزہ رفاقت سے اور نورانی تاثیرات سے علمی اور قطعی نقشہ حیات
 نصیب ہوا۔ آپ کی شرعی پابندی بے مثال تھی کہ مشاہدہ کرنے والا اپنی علمی کوتاہیوں کے تصور
 سے منفعیل ہوتا اور دائمی طور پر شریعت مطہرہ کا پابند عمل ہو جاتا۔ اسلامی نشر و اشاعت کے
 تصور سے عموماً مغلوب الحال رہتے کہ شب و روز اسی خیال میں گزر جاتے۔ ملی و ملکی تحریکات
 میں اصالت و نیابت، قدس و درمے قلمی آپ کا فعل مثالی ہوتا۔ ان کے ایشار و اخلاص کی کیفیت
 اعاطہ بیان سے باہر تھی اور محتاج افراد کے لئے ان کی ہمدردیاں ہر وجہ سے مقدم تھیں۔
 تشنگان زیارت کی خواہش پر باہر تشریف فرما ہوتے مگر محض حبسہ للہ اور حصول رضا الہی کی خاطر۔

اصلاحی ارشادات سے دین و دنیا کی ریشہ دوانیوں سے سامعین کو بے نیاز کر دیتے متعلقین سے کسی میں کوئی خامی ملاحظہ فرماتے تو محبت سے صراحتاً یا اشارۃً یا کسی اور انداز پر اس کی درستی فرما دیتے۔ آپ نے دینی علوم کے حصول کی ترغیب و ترہیب میں اور اول کے مقابلہ میں اپنی اولاد کو کہیں زیادہ تبلیغ فرمائی۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ آپ کی اولاد شرعی و فقیہی علوم کے عالم، عامل اور متقی ہیں اور منبع رشد و ہدایت ہیں کہ دینی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر منہمک و مصروف ہیں کہ ان کی برکت سے عرس وغیرہ کی تقریبات میں کوئی غیر شرعی حرکت ظہور پذیر نہیں ہوتی بلکہ ایسا ماحول ہی پیدا نہیں ہوتا کہ خلاف شرع کوئی حرکت ہو سکے۔ دعا ہے کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد طیبہ کو آپ کے نقش قدم پر چلنے چلانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

بہر صورت یہ ان کی حیات طیبہ کے بعض تاثرات ہیں جو بیان ہوئے زیادہ تفصیل کے لیے آپ کی حیات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے متعلق کتاب انوار لاثانی حضرت صاحبزادہ مرجع عوام و خواص آپ کے سجادہ نشین عمدۃ الالقیاء، قدوة الصالحاء الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں اور ہر دو صاحبزادگان شہزادگان الحاج سید عابد حسین شاہ صاحب دامت فیوضہم اور الحاج سید محمد اسماعیل شاہ صاحب مازالت برکاتہم کی فہمائش میں پھر دوبارہ زینت طبع سے مزیں ہو کر آپ کی حصول سعادت مندی کا ذریعہ بن رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جملہ متوسلین متعلقین منتسبین کو اس نور بھری کتاب کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ اس پر عمل درآمد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان حضرات کو جنہوں نے اس کتاب "انوار لاثانی" میں کسی طرح کا تعاون فرمایا ہے ان کو اللہ تعالیٰ اجر جلیل اور خیر کثیر سے دنیا و آخرت میں مالا مال فرمائے۔ اور شاہ لاثانی قدس سرہ کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فرمائے اور آپ کی اولاد پاک کو آپ کے قدم بہ قدم چلنے کے ساتھ عوام و خواص کی نجات کا ذریعہ بنائے۔

بہر صورت یہ کتاب روح ایمان اور واسطہ ایقان ہے اس میں کوئی امر خلاف شرع مذکور

نہیں جیسا کہ اور اولیاء امت کے ارشادات میں صرف بعض لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے یا ضد و
نصب سے یا اپنے کسی دنیاوی مفاد کے لئے یا مخالفین اسلام کی دھوکہ بازی سے کہ اسلام کو
کمزور کرنے کے لئے کئی مہمیں چلائے استعمال کرتے ہیں بعض وقت یوں کہتے ہیں اور کم علم عوام
افراد کو دھوکہ دیتے ہیں کہ حاجتِ رُح صرف اللہ ہے۔ اللہ کے دربار میں وسیلہ واسطہ سفارش
لانا ناجائز و حرام ہے کسی کو مدد کے لئے پکارنا یا ذوق و شوق سے کسی کو نہ کرنا یا نبیوں اور
دلیوں کو مدد کے لئے پکارنا یا ان کو زندہ ماننا یا ایک سے زائد جگہوں میں بیک وقت ایک آدمی
کا جانا یا بیعت کرنا اور کسی چیز پر غیر اللہ کا نام لینا یہ سب کفر ہے اور شرک ہے لیکن ایسا
ہرگز نہیں۔ یہ سب چیزیں شرعاً جائز ہیں جیسا کہ علماء اہلسنت والجماعت نے متعدد بار ثابت
کیا ہے اور قرآن و حدیث اور اقوالِ صالحہ امت سے مدلل بیان کیا ہے اور منکرین میدان
مناظرہ اور تبادُل خیالات میں ہار گئے ہیں حتیٰ کہ اصحابِ قوۃ اقتدار تک ہار گئے جیسا کہ
۲۷ء میں موقعِ حج میں سعودی علماء کے ساتھ مکہ معظمہ میں ناظمِ حرم بیت اللہ جناب
سلیمان صنیعی اور عبد الحمید ناظم محکمہ اوقاف مکہ معظمہ کے ساتھ اس موضوع پر بحث ہوتی کہ آیا
مردے زندوں کی مدد کر سکتے ہیں؟ اور یہ کہ مردے سنتے نہیں ہیں۔ کئی گھنٹوں تک تبادُل خیالات
ہوتا رہا مگر وہ اپنے مدعا کو ثابت نہ کر سکے۔ ہاں ہم نے اپنا مدعا منوالیا اور یہ واقعہ حضرت
زبدۃ الاصفیاء صاحبزادہ الحاج علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے علم میں ہے کہ
آپ اس سال بھی حج کے سلسلہ میں حرم میں موجود تھے اور میں نے آپ کو ساری تفصیل گفتگو کی سنا
دی تھی بہر صورت یہ مسائل شرعاً عیناً ثابت اور بالکل صحیح ہیں جن کی یہاں تفصیل نہیں ہو سکتی۔
ہاں باختصار کے طور پر ہم نے اپنی کتاب شفاعت کی حقیقت میں بیان کی ہے اس کو
وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے مسائل کے اخذ کرنے کے طریقے متعدد
ہیں صرف قرآن سے احکام ثابت کرنے کے تقریباً اسی طریقے ہیں اور حدیث سے مسائل

سمجھنے کے اس سے بھی زائد طریقے ہیں جن کے سمجھنے سے عوام تو عوام بعض وقت خواص بھی گھبراتے ہیں کیونکہ قرآن و حدیث عربی زبان ہے اور عربی زبان کے مفہوم صحیح سمجھنے کے لئے ان قواعد و ضوابط کا جن پر عربی زبان کا سمجھنا موقوف ہے یاد ہونا چاہیے اب جو انسان عربی زبان کے صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے جو قواعد میں مثلاً یہ لفظ اپنے معنی میں عام خاص مشترک مودل میں سے کیا ہے جانتا ہو گا وہ معنی سمجھ لے گا دوسرا نہیں سمجھ سکے گا۔ اب کم علم حضرات یہ قواعد کلام عربی جانتے نہیں اور نہ طریقہ اخذ احکام جانتے ہیں صرف اردو وغیرہ ترجمہ کے علاوہ کچھ نہیں جانتے تو بھلا بتائیے کہ یہ قرآن و حدیث عربی کے صحیح مفہوم کس طرح سمجھیں گے۔ نہ عام کا پتہ نہ خاص کا، نہ حقیقت کا نہ مجاز کا نہ عبارت النص کا نہ اور کا۔ اسی طرح اولیاء و عرفا شرع کا کلام سمجھنے کے لئے مذکورۃ الصدر قواعد و ضوابط کی ضرورت ہے۔ ہر شخص ولی و عارف باللہ کا کلام نہیں سمجھ سکتا اور اپنی کم علمی کی وجہ سے اور بلا وجہ قرآن و حدیث اور کلام عرفا مکمل میں غلط سلط کہنا شروع کر دیتا ہے اور عوام کا لالعام کے ایمان کو تباہ کرتا رہتا ہے اور اپنے کو جہنم کا ایندھن بنا رہتا ہے۔

بہر صورت ولایت اولیاء کے مخالفین کو اپنی کم علمی کا علاج کرنا چاہیے اور صحیح معنی کو تسلیم کر لینا چاہیے نہ کہ وہ اپنے معنوں پر صند اور اصرار کرے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔
 ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مرشد کے صدقے اسی موضوع پر مناسب وقت آنے پر ان ظاہری مناقشات کے ازالہ کے لئے کچھ تحریر کریں گے۔ آپ حضرات دعا فرمائیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ محض اپنی رضا کے لئے اس سلسلہ میں تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سگ دربار لاثانی علی پور شریف

محمد مہر الدین خادم حدیث مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور۔

تقریظ

بقیۃ السلف، حجة الخلف، عالم علوم نقلیہ و عقلیہ، عارف معارف شریعت
و طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ محمد عالم صاحب نقشبندی
مجددی شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ و خلیفہ مجاز حضور
قبلہ عالم سجادہ نشین درگاہ مقدسہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الولی الذی یخرجہم من الظلمات الی النور
والصلوة والسلام علی نور الاولیاء السہادی الی النور
علی المقتبسیں الذین تنوروا بنورہ و ہدوا الخلق الی النور
بعد الحمد والصلوة !

پیش نظر سوانح حیات صنفۃ الاولیاء، قدوة الاصفیاء، کعبۃ الارشاد، منہل الابداد منظر
العلوم الالہیہ مخزن المعارف الدنیہ اعلیٰ حضرت سرکار لاثانی، مطلع انوار ربانی قدس سرہ النورانی
مسمیٰ بہ انوار لاثانی، اسم بامسمیٰ اور منظر انوار ہے اور اس میں مندرج حالات و کرامات تاریک
دلوں کے لئے مینارۃ نور اور زنگ آلود سینوں کے لئے صیقل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے
کہ بزرگان دین کی حکایات و کرامات مریدین کی تقویت اور دین پر ثابیت قدمی کے لئے شعلہ راہ
ہیں۔ جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

الحکایات جند من جنود اللہ تعالیٰ تقویٰ بہا قلوب العارفين
قیدلہ نہد فی ذالک شاہداً ؟ فقال رضی اللہ عنہ نعم
قوله تعالیٰ وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ

مَا تُنَبِّتُ بِهِ نُوَادَكَ ج (۱۱: ۱۳۰)

ترجمہ :- ادبِ اللہ کی حکایات اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں جس کے سبب مریدین کے دل قوت پذیر ہوتے ہیں۔ اس پر کسی نے دلیل مانگی تو فرمایا ہاں! قرآن حکیم میں ارشاد ہے ”اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل بھیرا رہے۔“

حضرت تاج العارفین، منہاج الصادقین، متادب بآداب الشریعہ و متخلق باخلاق اللہ، شیخ الطریقہ، لسان الحقیقہ حضور قبلہ عالم الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے انوارِ لاثانی کو دوبارہ ایک نئے انداز اور پہلے کی بہ نسبت زیادہ معلومات کا اضافہ کرا کے مسترشیدین اور مریدین پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ جزاۃ اللہ تعالیٰ خیر الجزا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ حضور سرکارِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی و جسمانی تصویریں اور آپ کی سوانح حیات کی عملی تفسیر ہیں۔ اس لئے آپ نے اپنی سعی پیہم سے عام لوگوں کو ظلمتِ منکر و عمل کے عمیق گڑھوں سے نکالا اور شریعتِ اسلامیہ کے انوار سے منور فرما کر ایک روشن مثال قائم کر دی ہے۔ نیز بڑے بڑے علماء کو فقر و درویشی کی متاعِ لازوال سے سرفراز فرما کر روحِ اسلام سے آشنا کیا ہے۔

حضور قبلہ عالم کی نظرِ کیمیاب اثر کے فیض یافتہ علامہ محمد حسین صاحب اُسی (جن کو نگاہِ شیخ نے میدانِ خطابت کا شہسوار اور مضمارِ تحریر کا علمدار بنا دیا ہے) نے حضور کی توجہ اور ارشاد سے انوارِ لاثانی کی تالیف اور تحقیق جس حسنِ طریق سے فرمائی ہے، یہ حضور قبلہ عالم مدظلہ العالی کی کرامت ہے۔ موصوف نے سوانح حیات کے ہر پہلو میں شریعتِ اسلامیہ کی اصل روح کا بدرجہ اتم لحاظ رکھا ہے اور ہر مسئلہ نہایت ہی

تحقیقی رنگ میں تحریر کیا ہے۔

حضور قبلہ عالم کے نور حسین مولانا الحاج سید عابد حسین شاہ صاحب اور نور
ابراہیم الحاج سید محمد اسماعیل شاہ صاحب نے اشاعت کے اہتمام میں بے مثال کارنامہ
سرا انجام دیا ہے۔ اور شیخ کے منظور نظر مفکر ملت صوفی محمد علی نقشبندی نے اس سلسلے
میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

رب اکرم اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل قبلہ عالم حضرت پیر سید
علی حسین شاہ صاحب مدظلہ کے فیوض و برکات میں اضافہ فرمائے، ناشران اور مصنف کو
جزائے خیر دے اور کتاب کو قبول عام سے نوازے۔

یکے از گدایان و خاکپائے حضور قبلہ عالم
شہنشاہ ولایت دامت برکاتہم العالیہ
محمد عالم

تقریظ منظوم

فیض اللسان، بلیغ البیان، فخر الشعرا، پیکر عشق و مستی
جناب ڈاکٹر قمر تابش صاحب دام اقبالہ، سیالکوٹ

شہ ہر دوسرا کی آلِ اطہر کی شہناخوانی
بہر پہلو ہیں لاشانی، بہر صورت یگانہ ہیں
انہی کے دم قدم سے رونقیں بازارِ مستی کی
انہیں خرد و کلاں شاہ و گداسلیم کرتے ہیں
کریمانِ جہاں کا تذکرہ انوارِ لاشانی
نہ لاشانی ہو کیوں آخر کتاب انوارِ لاشانی
یہ اک مردِ خدا کی داستانِ استقامت ہے
وہ مردِ با خدا جس نے دلوں کو زندگی بخشی
وہ جس کی ہر ادا آئینہ انوارِ سنت ہے
وہ داعیِ عشقِ محبوبِ خدا کا، دین کا رہبر
وہ شہبازِ شریعت بھی، جہانگیرِ طریقت بھی
وہ داتا اہل دنیا کا، وہ خواجہ اہل معنی کا
اُسی کا نورِ جہاں ہے پیکرِ اسرارِ لاشانی
علی اور پھر حسینِ پاک کے انوار کا وارث ہے
نظر اس کی محیطِ وسعتِ دنیا سے آب و گل

جہاں گیری، جہاں زبیری جہاں بینی، جہاں بینی
زمانہ ان سے قائم ہے، یہ قیوم زمانہ ہیں
انہی پر فخر کرتی ہیں ادائیں حق پرستی کی
یہی فیضِ دو عالم خلق میں تقسیم کرتے ہیں
امینانِ اماں کا تذکرہ انوارِ لاشانی
کہ لاشانی ہے فیضِ سیرتِ سرکارِ لاشانی
جو غوثِ العصر ہے، جو بالیقین شاہِ جماعت ہے
نظر کو روشنی بخشی، فرد کو آگہی بخشی
سعادت ہی سعادت ہے، عزیمت ہی عزیمت ہے
وہ شیخ الکاملین، فخر الاکابر، طاہر و اطہر
جہاں معرفت بھی، محرم سر حقیقت بھی
میں ناداں وصف کیا لکھوں بھلا اس شاہ کیا کا
جسے کہتے سب اہل محبت نقشِ لاشانی
عمل کا، قول کا، اطوار کا، کردار کا وارث
بحارِ علم پر حاوی ہے اس کا جو ہر قابل

لے شاعر نے پیائے انداز میں حضور قبلہ عالم مدظلہ العالی کا اسم شریف ذکر کیا ہے۔

اسے سلطان سمجھتے ہیں جہاں آگہی والے
 اسی سے فیض پاتے ہیں سلیم و صوفی و قاسم
 یہی آتشی کی امیدوں کا دو جگ میں سہارا ہے
 یہی ہے علم اس کا اور یہی عرفان ہے اس کا
 وہ آتشی سگ ہے اس کے آستانِ جود و برکت کا
 اسی کے حکم سے لکھی گئی تحریر یہ پیاری
 ہر اک نقطے میں خورشید ارادت کی ہے تابانی
 قبول افتد زہے عز و شرف، طشتِ وفا آرم
 امام العصر کہتے ہیں کمالِ نیستی والے
 اسی کے نور سے روشن ہوتے ہیں حافظِ عالم
 اسی کی جنبش لب اس کی قسمت کا ستار ہے
 یہی ہے ابر و اس کی، یہی سامان ہے اس کا
 وہ ہے محتاج اس کے نور کا، بخشش کا، رحمت کا
 اسی کے فیض سے آتشی نے کی یہ ساری گلکاری
 زہے یہ کاوشِ آتشی، زہے انوارِ لاثانی
 خوشالے غنچہ امید من موجِ صبا آرم

قمر تابش گدائے کوچہ رومی و حب آمی ہے
 زہے نسبت یہ ناکارہ بھی نامی ہے، گرامی ہے

۳۰ حضرت علامہ الحاج پیر محمد سلیم صاحب (فیصل آباد) سے مفکرِ اہلسنت صوفی محمد علی صاحب
 نقشبندی (سیالکوٹ) رحمہ حضرت مولانا الحاج محمد قاسم صاحب (مانانوالہ) سے استاد العلماء حضرت علامہ
 الحاج الحافظ محمد عالم مدظلہ (سیالکوٹ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بَاب

حمد و نعت

تمام حمد و ثنا اس ذات واجب الوجود کو سزاوار ہے جس نے دُنْ کہہ کر کائنات کو پیدا فرمایا (اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝) درود و سلام اس کے محبوب ذی وقار پر جو لولاک لما کاتاج پہن کر دُنیا میں تشریف لایا (لَوْلَا كَ لَسَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا ، حدیث قدسی) ۱

سب حمد و ثنا کے شایان وہ خالق ہے جس کا قلم قدرت صورِ تکرِ عالم اور نقاشِ مہستی ہے (هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ) ۲ درود و سلام اس پیکرِ نور پر جس کی تجلّی اصل ایجاد ہے (اَنَا مِنْ نُّورِ اللَّهِ وَكُلُّ الْعَالَمِ مِنْ نُورِي - الحدیث) ۳

سب حمد و ثنا اس حکیم و علیم و قدیر کے لئے جس نے پانی پر زمین کا فرش بچھایا - اور فضا کے بکیراں میں آسمان کا خیمہ لگایا (الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اَرْضًا فِرَاشًا وَ السَّمَاءَ بَنَاءً) ۴ درود و سلام اس جانِ جہاں پر جو اس قصرِ حیات میں مہرِ منیر بن کر روشنی پھیلا رہا ہے (وَ دَاعِيًا اِلَى اللَّهِ بِاَذْنِهِ وَ سِرَاجًا مُنِيرًا) ۵

۱ ترجمہ :- اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے 'ہو جا' وہ فوراً ہو جاتی ہے (سورہ یسین) ۲ ترجمہ :- اگر تم مقصود نہ ہوتے تو میں دُنیا کو پیدا نہ فرماتا (مواہب اللعین) ۳ ترجمہ :- وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے (سورہ آل عمران) ۴ ترجمہ :- میں اللہ کے نور سے ہوں اور سارا عالم میرے نور سے ہے (انوار المحمدیہ) ۵ ترجمہ :- جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا (سورہ البقرہ) ۶ ترجمہ :- اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (سورہ الاحزاب)

سب حمد و ثنا اس رب واحد کے لئے جس کی ذات و صفات میں بلکہ ادا مروا افعال میں بھی شریک کا امکان نہیں۔ درود و سلام اس حسن مجسم پر جو اپنے مولا کا منظرِ مکیا ہے سب حمد و ثنا اس شہنشاہِ حقیقی کے لئے جس کے قبضہ اختیار میں عزت و ذلت ہے۔

رَقْلَ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (۱) اور درود و سلام اس سید کائنات پر جو بفضلِ خدا مختارِ کل ہے اور جس کے غلام عزیز اور باغی ذلیل ہیں (بِاللّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۵۰)

سب حمد و ثنا اس معبود و سجدِ برحق کے لئے جو ربِ کعبہ ہے اور ہر شے کی حقیقت جس کے حضور سجدہ ریز ہے۔ درود و سلام اس جانِ کعبہ پر، دنیا کا قبلہ جس کے اشارہ ابرو کا مریون منت ہے۔

سب حمد و ثنا اس احسن الخالقین کی جس نے علم و حکمت سے مخلوق کو پیدا فرمایا اور انسان کو شرفِ خلافت سے نوازا۔ درود و سلام اس محسنِ اعظم پر جس نے ادہام کی زنجیریں کاٹ کر اشرف المخلوقات کو اس کے اصل مقام سے آگہی بخشی۔

حمد و ثنا اس خالقِ فہم و ذکا کے لئے جس کی گنہ سے عقلِ کل بھی عاجز ہے۔ درود و سلام اس شاہِ عرشِ پناہ پر جس کی عظمتِ شان کو خدا کے سوا کوئی بھی نہیں جان سکتا۔

الغرض حمد و ثنا اس کے لئے جو اللہ ہے رب العالمین ہے۔

درود و سلام اس پر جو محمد رسول اللہ ہے رحمتہ للعالمین ہے۔ ہم اس کی ربوبیت کے بھی اور محبوبِ کریم کی رحمت کے بھی محتاج ہیں۔

۱ ترجمہ :- یوں عرض کر اے اللہ مالک کے مالک تو مجھے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے (سورۃ آل عمران) ۲ ترجمہ :- عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خیر نہیں (سورۃ المنافقون)

اس کی بخشش، ان کا صدمہ دیتا وہ ہے، دلاتے یہ ہیں
 قادرِ کل کے نائبِ اکبر مَن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
 ان کے ہاتھ میں ہر گنجی ہے مالکِ کل کہلاتے یہ ہیں
 رب ہے معطی، یہ ہیں تاسم رزق اُس کا ہے، کھلاتے یہ ہیں

اس لئے

یہ محبوبِ خدا اور وہ خدا محبوبِ اپنے کا

مرا مالک، مرا حاجت روا، وہ بھی ہے اور یہ بھی
 حمد و ثنا ایسے عظیم الشان محبوب کو بھیجنے والے کی رُحُوَالَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
 الْفَتْحِ ۲۶) درود و سلام اس ذاتِ حق نما پر جس کا روتے انور جمال اللہ دستِ اقدس
 يَدُ اللَّهِ، جس کی رضا رخصتے خدا اور بیعت بیعتِ خدا ہے۔

وہ وحدہ ہے اور یہ عبدہ

اور بقولِ اقبالؒ

عبدِ دیگر، عبدہ چیز ہے دگر
 ما سراپا انتظار، اُو منتظر
 کس ز سرِ عبدہ آگاہ نیست
 عبدہ جز سرِ الا اللہ نیست
 عبدہ چند و چہ گون کائنات
 عبدہ رازِ درون کائنات
 مدعا پسدا نگر دد زیں دو بیت
 تانہ بینی از مہم مہارمیت

۲۶ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا۔

بہر حال اس عبدہ پر بے حد و بے نہایت درود و سلام
 اور اس کے ساتھی تمام انبیائے کرام پر
 اور اس کے اہل بیت اطہار پر
 اور اس کے تمام اصحاب و احباب پر خصوصاً خلفائے راشدین پر
 اور اس کی اُمت کے کاملین پر
 بلکہ تمام امتدادِ اُمت پر

نبوت و ولایت

یہ کائنات کیا ہے ؟
 اس میں انسان کا مقام کیا ہے ؟
 زندگی کیا ہے اور مقصدِ تخلیق کیا ہے ؟
 اس کی ابتداء و انتہا کیا ہے ؟
 یہ وہ سوالات ہیں جن سے ہر سوچنے والا ذہن دوچار ہوتا ہے مگر صرف اپنی سوچ
 کسی تسلی بخش جواب تک نہیں پہنچاتی۔ فلسفہ اور سائنس کا سہارا لیتا ہے مگر پھر بھی منزل
 نظر نہیں آتی۔ دراصل یہ سب راز انسان کے اپنے دائرہ تحقیق سے باہر ہیں۔ ان کا تعلق
 کائنات اور زندگی کی ہمہ گیر پہنائیوں سے ہے اور انہیں وہی جانتا ہے جس نے انہیں پیدا
 فرمایا ہے (وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ یَسَّ عَلٰی) کائنات کی ابتداء و انتہا وہی جانے جو
 اس کی ابتداء و انتہا کے وقت موجود ہو (اور اپنی ذات میں اول و آخر ہو) نیز اس کے ظاہر
 و باطن کا مفصل علم اسی کو ہو جس کی ذات سب سے زیادہ ظاہر اور سب سے زیادہ باطن
 (حقیقۃ الحقائق) ہو اور کوئی شے بھی جس کے علم سے باہر نہ ہو۔ پھر مخلوق اپنا مقصدِ تخلیق

۱۔ اور وہی ہے بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جانتا

متعین بھی تو نہیں کر سکتی۔ اس کی اہل تو وہی ذات ہو سکتی ہے جس نے اسے ظلماتِ عدم سے نکال کر وجود کی روشنی بخشی۔ مختصر یہ کہ ہم زندگی، اور انسانیت کے سر بستہ راز جاننے کے لئے ربّانی ہدایت کے محتاج ہیں۔ اسی ربّانی ہدایت کو دوسرے لفظوں میں مذہب کہا جاتا ہے۔ اس ربّانی ہدایت یا مذہب کے حصول میں انسان وسیلے کا محتاج تھا۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سلسلہ نبوت کا اجراء فرمایا۔ سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے خدا کا پیغام لے کر آئے۔ گویا قدرت نے انسانیت کی رہنمائی کا انتظام پہلے دن سے ہی کر دیا اور جسمانی ضروریات کو پورا کرنے والے خدا نے اس کی ہدایت (روحانی ضرورت) کو بھی کسی خاص وقت تک ملتوی نہیں کیا بلکہ آفرینش و مذہب کو آغاز ہی سے ساتھ ساتھ رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد مختلف ادوار میں انبیائے کرام اور رسولانِ عظام (علیہم السلام) مختلف ملکوں اور قوموں میں بھولی بھٹکی مخلوق کو راہِ حق دکھانے کے لئے تشریف لاتے رہے اور اس طرح دنیا تبلیغِ نوح، شفقتِ ابراہیم، تسلیمِ اسماعیل، حسنِ یوسف، جلالِ موسیٰ، خلافتِ داؤد، ملکِ سلیمان، مناجاتِ یحییٰ اور دمِ عیسیٰ (علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا نظارہ کرتی رہی تا آنکہ سب سے آخر میں خدا کا سب سے بڑا محبوب، سب سے بڑا نبی و رسول، انسانیت کا سب سے بڑا ہادی و محسن، کائنات کا سب سے بڑا معلم و مقنن سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ و الثناء، رحمۃ اللعالمین بن کر ختمِ نبوت کا تاج پہن کر، جلوہ طراز گیتی ہوا۔

وہ دانا سے بل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا و ندغ دادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر!
وہی قرآن، وہی فرقاں، وہی یس، وہی طاہ
حضورِ اکرم، نورِ مجسم، رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کی تشریف آوی

سے کائنات کی جان میں جان آگئی۔

زندگی دم توڑ رہی تھی اسے جینے کا حوصلہ مل گیا۔ انسانیت قریب الموت تھی۔
اسے سکون و قرار آگیا۔ اخلاق اور کردار کی عظمت کے چراغ روشن ہوئے۔ شجر و حجر کے
سامنے جیس سائی کر نیوالے اشرف المخلوقات کو اس کے اصل مقام پر فائز کیا گیا۔

ہاں ہاں، یہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے لخت جگر اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا
کے نورِ نظر کے قدومِ مہمنت لزوم کی برکت تھی کہ کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔
توحید و ایمان کے انوار سے شرق و غرب حکمگاہ اٹھے۔ خدائی جس انسان کی منتظر تھی اُسے
وہ مل گیا۔ انسان جس خدا کی تلاش میں تھا، اس تک پہنچ گیا۔ (وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي
ضَلَالٍ مُّبِينٍ) (آل عمران پ ۷)

سے سطوتِ کبریٰ کے نقشِ پاکی شوخی دیکھیں

عالمِ بستی کے خاستاں بہارِ تان ہوئے

لاکھوں نہیں کر ڈروں، بلکہ اربوں، نہیں، بلکہ بے حد و بے عدد درود و سلام ہوں
اس جانِ رحمت پر جو نور بن کے آیا اور کتابِ مبین لایا۔
سے وہ آئے اور آئے بھی تیراں لے ہوئے
ترتیبِ کائنات کا ساماں لے ہوئے

وہ کتاب جو لازوال صداقت، ابدی شریعت اور ربانی دستور کی حامل ہے۔

سے آں کتابِ زندہ و تہ آں حکیم

حکمتِ اولایزال است و قدیم (اقبال)

گدایانِ رسول کی قسمت کا کیا کہنا، ان کا خدا زندہ (هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ آیت الکرسی) نبی زندہ
(رَبِّیُّ اللّٰهِ حَیُّ یُزَوِّقُ) کتابِ زندہ (مُحْفَظٌ اور زندگی بخش: اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ الْحَرِّ) لِمَا یُحْیِیْکُمْ اَنْفَالُ

۱ اور وہ ضرور اس سے پہلے کھل کر ابھی میں تھے۔ ۲ اللہ کا نبی زندہ ہوتا، اسے رزق دیا جاتا ہے (الشکوۃ)
۳ بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں ۴ جو تمہیں زندگی بخشی ہے۔

کتاب کی تفسیر (یعنی سنتِ رسول) زندہ -

اور اگر کتاب و سنت زندہ تو وہ انقلاب بھی زندہ

جس نے عرب کے خانہ بدوشوں کو تہذیب و تمدن کا امام بنا دیا تھا۔

جس نے غلامی کی زنجیریں کاٹ کر ابنِ آدم کو حریت بخشی اور اخوت و مساوات

کا سبق دے کر بندوں کو خواجگی کا سلیقہ سکھایا تھا۔

جس نے اہام میں کھوتے ہوئے انسان پر تسخیرِ کائنات کے اسرار کھولے اور علمِ شہاد

سے ماوراءِ غیب کے لامحدود خزانوں کا راستہ دکھایا۔

جس نے عقل کو سعیِ پیہم اور جہدِ مسلسل کا راز سمجھایا اور عشق کو کیفِ وصال سے

بہرہ ور کیا۔

ہاں ہاں نبوت کی یہ انقلابی تعلیم جس سے انسان، انسانِ کامل بنتا ہے، آج بھی زندہ

ہے اور کتاب و سیرت کا فیضان جس سے بندہ حرمِ کبریٰ تک پہنچتا ہے، آج بھی جاری و

ساری ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھئے۔ ایسے انسان ہر دور میں اور دنیائے اسلام کے ہر گوشے میں

نظر آئیں گے جن پر انسانیت کو بجا طور پر ناز ہے۔ کہیں حضورِ غوثِ اعظم کی فیضِ رسانی و

دادرسی کے تذکرے ہوں گے تو کہیں سیدِ بحور کی گنج بخشی کی داستان ہوگی۔ کہیں خواجہ نقشبند

کی عظمت کا نقش چمکتا ہوگا تو کہیں خواجہ اجمیر کی غریب نوازی اور حضرت مجدد الف ثانی کی

استقامت دامنِ دل کھینچ رہی ہوگی۔ یہ فیضانِ نبوت ہی تو ہے جس نے ابوحنیفہ و شافعی جیسے

مجتہد، غزالی و ردی جیسے حق بین فلسفی، ایوبی و غزنوی جیسے مجاہد و بہت شکن، طارق و سلیم

جیسے فاتح و شجاع، گنج شکر جیسے عابد و زاہد، اورنگ زیب جیسے تاجدار، شاہ لاثانی جیسے

روشن ضمیر صوفی، فاضل بریلوی جیسے بلند نظر مفتی اور اقبال جیسے عظیم شاعر پیدا کئے۔

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

شوکتِ خیر و سلیم تیرے جلال کی نمود فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

اس بلندی پہ دیا عشق نے پہنچا ہم کو
آسمانِ تل کے برابر نظر آیا، ہم کو

حضور صاحبِ معراج علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی اُسے دُنیا و مافیہا سے بلند تر کر دیتی ہے۔ وہ ستاروں پہ کمندیں ڈالتا ہے، مہر و مادہ کو شکار کرتا ہے۔ گردشِ آیام اس کا مرکب بن جاتی ہے اور فطرت کے مظاہر اس کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ انسانِ کامل ہونے کی حیثیتِ خلافتِ ارضی کا اہل، قدرت کے ارادوں کا منظر اور نظامِ کائنات کا محور بن جاتا ہے سوتے تو زمانے کے نقشے بناتا ہے، جاگے تو ان میں رنگ بھرتا ہے۔ حضور غوثِ اعظم کا قصیدۂ غوثیہ اور مجدِ دِپاک کا نظریۂ قیومیت اس پر دلیلِ روشن ہے۔ احادیثِ شریفہ میں 'بارش' اور 'رزق' کو انہی کی برکات کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔

مگر ولی کے یہ کمالات و تصرفات دُنیا سے رنگ و بو کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ،
اس کا اصل کارنامہ تو دلوں کے رنگ دُور کرنا ہے ۔ منصبِ نبوت کا اہم پہلو قلب و نفس
کا تزکیہ ہے ، نبی کا وارث بھی اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق یہی فرض سرانجام دیتا ہے ۔ صدیق و

فاروق (رضی اللہ عنہما) کی عظمت نگاہِ نبوت کی مرمونِ منت ہے تو رومی و جامی کا سوزِ نظر ولایت کا اثر ہے۔

خُب سمجھ لیجئے فیضانِ ہدایت محض فضلِ خداوندی پر منحصر ہے اور اس کے لئے ہم نبوت و ولایت کے وسیلے کے محتاج ہیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق

گر ملک باشد سیہ ہستش ورق (رومی)

قرآن حکیم نے وَابْتَغُوا إِلَيَّ الْوَسِيلَةَ میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے اور کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ میں انہی کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اگر کتابِ حکیم کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا ایمان، مومن، توحید، موحّد، حُبِ خدا و رسول، اطاعت و اتباعِ رسول، صبر، صابرین، تقویٰ، متقین، توکل، متوکلین، احسان، محسنین، قنوت (فرمانبرداری)، قانتین (فرمانبردار لوگ) ذکر اور ذاکرین کے جس و ت و فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان سب میں دراصل اولیاء اللہ کے مختلف پہلوؤں کا ذکر مقصود ہے اور گویا دوسروں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر ان اوصاف و کمالات کی ضرورت ہے تو ان کا مخزن و منبع یہی ذاتِ قدسی صفات ہیں۔ خدا ان کے ساتھ ہے، یہ خدا کے پیارے ہیں تو پھر اس کے قرب کے راستے بھی یہی بتا سکتے ہیں۔

ایک حدیثِ قدسی ہے لَا يَسْعُنِي اَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَيَسْعُنِي

قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ یعنی خدا فرماتا ہے۔ زمین و آسمان میں میری سمائی نہیں ہو سکتی اپنے مومن بندے کے دل میں میری سمائی ہو جاتی ہے۔ مولانا اس کی تشریح کے آخر میں فرماتے ہیں۔

در دل مومن بجغم اے عجب

گر ہی خواہی ازیں دلہا طلب

جب تجلیات ربانی بندہ مومن کے شکستہ دل میں اترتی ہیں (أَنَا عِنْدَ مُنْكَسِرَةِ الْقُلُوبِ)
تو لامحالہ خدا کی تلاش کرنے والے کو یہیں سے سراغ منزل ہاتھ آئے گا۔ اسی لئے سب
اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ مرد خدا کی صحبت نفلی زہد و عبادت اور چلہ و مجاہدہ سے
زیادہ اہم ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا!

بہتر از صد سال طاعت بے ریا (رومی)

یعنی سو سال کی مخلصانہ عبادت سے، تھوڑا سا وقت ولی کی صحبت میں گزارنا زیادہ

اچھا ہے۔

خواجہ غریب نواز کا اپنا تجربہ سنئے۔

من از کنج خراباتے، جمالے دیدہ ام واللہ

کہ چندیں سال می حستم بحراب مناجاتش

شیخ سعدی نصیحت فرماتے ہیں۔

تو ہم طفلِ راہی بسعی الے فقیہ

برودا من سپیدانا بجیہ

لسان الغیب حافظ شیرازی دلیل دیتے ہیں۔

شانِ وادیِ امین گہے رسد بمراد

چو چند سال بجاں خدمتِ شعیب کند

امام الادلیا حضور سید غوث الاعظم نے الفتح الربانی میں اور شیخ الادلیا مجدد سرہندی

نے مکتوبات شریف میں بار بار اس نقطہ نظر کی وضاحت فرماتی ہے (علیہما الرحمۃ) بلکہ خود حدیث

شریف ہے۔ لَا يَشْقَى بِهَمِّ جَلِيسِهِمْ (مشکوٰۃ شریف) یعنی ان کے پاس بیٹھنے

والابد نجات نہیں رہتا۔

آنچه زرمی شود از پر تو آں قلب سیاه
کیما نیست کہ در صحبت درویشان است

دُنیا بھر میں اگر آپ ہدایت و گمراہی کے اسباب کا جائزہ لیں تو ہدایت کا سب سے بڑا سبب مردانِ حق کی غلامی اور گمراہی کی سب سے بڑی وجہ انبیاء و اولیاء کی دشمنی و بے ادبی ہوگی۔

جُمْلہ عالمِ زیرِ سبب گمراہ شد کم کے ز ابدال حق آگاہ شد
ہمسری با انبیاء برداشتند اولیاء را مثلِ خود پنداشتند ط

حدیثِ قدسی ہے مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ
یعنی خدا فرماتا ہے جو میرے کسی دلی کا دشمن ہو اس میں نے اس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔

بس تجربہ کر دیم دریں دیر مکافات با دُر دکشاں ہر کہ در افتاد، بر افتاد ط
بعض لوگ بڑی سادگی سے کہہ دیتے ہیں کہ جی کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے کسی رہبر کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ کتاب و سنت کے سمجھنے کے لئے معلم و ہادی کا سہارا اور بھی ضروری ہے جن لوگوں نے اپنی عقل ناقص سے انہیں سمجھنا چاہا، راہِ حق سے دُور جا پڑے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط

قوم را بر ہم سہمی پیچید با ط

ط ترجمہ: دُنیا بھر کے گمراہ صرف اس بنا پر گمراہ ہوئے کہ وہ اللہ والوں کو پہچان نہ سکے۔ چنانچہ ان دُگمراہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء اللہ کو بھی اپنے جیسا سمجھا۔ ط آزاد ترجمہ: اس دُنیا میں ہمارا بہت تجربہ ہے جو بھی شرابِ معرفت پینے والوں سے الجھا، نیست نابود ہو گیا ط ترجمہ: قومی زوال کے وقت کا اجتہاد ملت کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

یاد رکھتے کتاب و سنت کے انوار سے روشن ہونے کے لئے دل و نگاہ کی طہارت
شرطِ اول ہے اور یہ دولت کسی مردِ کامل کی آساں بوسی کے بغیر مشکل ہے۔

کیا پیدا کن از مُشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کالمے
شمعِ خود را ہچو رومی بر سوز
روم را در آتشِ تبریز سوز

دورِ حاضر کا سائنسدان آہن و برق کے کمالات سے واقف ہے مگر انسان کے
ممکنات کیا ہیں۔ یہ سائنس، نبوت کے فیضان سے سیراب ہونے والے کے پاس ہی ہے
اس لئے 'انسان' بنتا ہے تو ان کامل انسانوں کے حضور زانو تے عقیدت نہ کرنا ہوں گے۔

نمنا در دل کی ہو تو کر خدمتِ فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضیا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

چراغِ زندہ می خواہی در شبِ زندہ داراں زن
کہ بیداریِ نجات از نجاتِ بیداراں شود پیدا

حیرت ہے دنیوی علوم سیکھنے کے لئے اُستاد کی ضرورتِ مسلم، فن سیکھنے کے لئے کسی
ماہر کی امداد ضروری، منزل پر پہنچنے کے لئے دانائے راہ کا سہارا درست، تو پھر فتنہ کی
پیچ در پیچ راہوں کو طے کرنے کے لئے کسی ہادی کی ضرورت کیوں نہیں، یقیناً ہے مگر اُسے
جو منزل پر پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ جو خدا سے ملنا چاہے، خدا والوں کے پیچھے چلے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ط (لقمان پ)

دیں مجواند رکتب اسے بے خبر

علم و حکمت از کتب دیں از نظر

اور اس کی

ط ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لا با (لقمن)

خانوادہ سادات

اود علی پور سیداں شریف کا تاریخی پس منظر

ہمارا عقیدہ ہے حضور اکرم سرورِ عالم سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ
التحیۃ والثناء رب العالمین جلّ مجدہ کی نعمتوں کے خازن و قاسم ہیں اور دنیا بھر
کی عظمتوں کے 'بفضلہ تعالیٰ' مالک ہیں۔ جس چیز کو ہمارے آقا و مولا 'مجاوہ' مادی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و بارک وسلم سے نسبت ہو گئی 'با عظمت' ہو گئی۔ کائنات
میں نہ شہر حبیب سا شہر ہو سکتا ہے نہ زمانہ محبوب جیسا زمانہ۔ اسی طرح حضور کے
اہل بیت اطہار تمام انبیاء و مرسلین (علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے اہل بیت
سے افضل ہیں اور صحابہ کرام ان کے صحابہ کرام سے اعلیٰ۔ بالکل ایسے ہی فخر آدم و عالم
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاندان بھی سب سے برتر ہے اور آلِ اطہر کا درجہ بھی
اپنی مثال آپ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا

کیا بات رضا اس چنتانِ کرم کی

زہرا ہو گئی جس میں حسین اور حسن پھول رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس عظیم القدر خانوادے کی شانِ عظمت اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ اپنے

پرانے سب انہیں سید (سرور اور مجاوہ و ادرس) کہتے ہیں۔ دنیا میں بڑی بڑی معزز

قومیں آئیں اور اس وقت ہیں مگر یہ نام 'قدرت' نے ان کے سوا کسی کو نہ لینے دیا۔

کیوں نہ ہو ان کے نانا سید الانبیاء والمرسلین سید الانام سید البشر سید العالمین

ان کے دادا سید الاولیاء سید الابحیثین (حضرت مولا علی)
 ان کی جدہ مقدسہ سیدۃ النساء (مخدومہ کونین فاطمہ زہرا)
 ان کے والد سید اشباب اہل الجنة (امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین شہید کربلا)
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وَرَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ
 پھر یہ شرف کسی نہیں کہ زہد و ریاضت سے حاصل ہو سکے بلکہ وہی ہے یعنی
 ع یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

یہی وہ حسب و نسب ہے جس کے متعلق نطق پیمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ)
 نے اعلان فرمایا:

كُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَمَةِ مَا خَلَا سَبَبٌ وَ نَسَبٌ صَوَاعِقُ مَحْرَقَةٍ
 یعنی قیامت کے دن تمام قرابتی و نسبی رشتے کٹ جائیں گے سوائے
 میرے قرابتی و نسبی رشتوں کے

شفیع عظیم نبی کریم روف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں
 اَرْبَعَةٌ اَنَا لَهُمْ شَفِیعٌ یَوْمَ الْقِیَمَةِ میں قیامت میں چار بندوں کی شفاعت
 کروں گا اگرچہ وہ تمام زمین والوں کے
 گناہ لئے آئیں

اَلْمُحْكِرُ لِدُرِّیَّتِیْ
 وَالْقَاضِی حَوَائِجِهِمْ
 وَالسَّاعِی فِیْ اُمُورِهِمْ
 وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَابِہِ وِیْسَانِہِ
 (صواعق محرقة)
 ۱۔ میری اولاد کی عزت کرنے والا
 ۲۔ اُن کی ضروریات پوری کرنے والا
 ۳۔ ان کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنے والا
 ۴۔ تلب و زبان سے اُن سے محبت
 کرنے والا

اس لئے سادات کرام کی محبت و خدمت اہل سنت کے نزدیک سرمایہ حیات و

قبالہ نجات ہے شفا شریف کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیے :-

مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْفَةٍ مِنَ النَّارِ دُعَاءُ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَوَارِ عَلَى الصِّرَاطِ وَالْوَلَايَةُ لِأَلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ

ترجمہ: آلِ رسول کی پہچان دوزخ سے نجات آلِ رسول کی محبت پل صراط کا ٹکٹ

اور آلِ رسول کی دوستی عذاب سے بچاؤ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طاہر و مطہر خون مبارک کے ساتھ نسبت ہونے کی بنا پر ساداتِ کرام میں نبی طہارت کے ساتھ ساتھ فکری و نظری طہارت کی فطری صلاحیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرح صدر اور سیر مقامات جو دوسروں کے لئے محنت شاقہ کی تمقاضی ہے ان کے طبعی نور کے باعث وہ صرف توجہ تام پر منحصر ہے۔ فاضل بریلوی نے غالباً اسی نور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے

نیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نور کا

بلکہ خود مجاہدہ و ریاضت کے لئے جس توفیق ربانی کی ضرورت ہے وہ بھی ان کے ہاں زیادہ شامل حال ہوتی ہے۔ اسی لئے اکابر اولیائے عظام اکثر اسی دودمانِ عالی سے ہوتے آتے ہیں، چنانچہ ائمہ اثنا عشر (یعنی بارہ امام) شیخ الحن والانس حضور سیدنا غوث اعظم بہاد الملو والدین خواجہ نقشبند و انا گنج بخش رضی اللہ عنہم کی مثال ظاہر ہے بلکہ امام المکاشفین شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی تحقیق کے مطابق قطب الاقطاب ہمیشہ سید ہوتا ہے۔ یوں بھی ہوا ہے کہ کسی بزرگ کو محض تعظیم سید کی بنا پر وقت کا سب سے بڑا ولی بنا دیا گیا اور کسی صاحب مقام کا مقام صرف کسی سید زادے کی

۱۔ جیسے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے ایک سید زادے کا ادب کرتے ہوئے کشتی میں

ہارمان لی اور ولیوں کے سردار بن گئے۔

ساداتِ علی پور سیداں شریف کا تاریخے پسے منظر

ہمارے قبلہ عالم بھی اسی خاندان سادات کے فرد اور اسی چین بہار آفریں کے گل خوش رنگ تھے۔ آپ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد سے ہیں خاندانی شجرہ نسب میں علی پور سیداں شریف کی آبادی کا قصہ اس طرح درج ہے کہ

۱۵۴۰ء میں ہندوستان کا مغل تاجدار نصیر الدین ہمایوں شیر شاہ سوری سے آخری بار شکست کھا کر ادھر ادھر مارا پھرتا ہوا ایران پہنچا۔ ایران میں ان دنوں شاہ طہا سب کی حکومت تھی۔ ہمایوں نے اپنی کھوتی ہوئی عظمت واپس لینے کے لئے اس سے امداد طلب کی مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ دربار شہنشاہی سے مایوس ہو کر اس نے مردانِ خدا کے آستانے پر حاضر ہونے کی ضرورت محسوس کی۔ شیراز میں حضرت سید نظام الدین علیہ الرحمۃ کی خانقاہ مرجع عوام و خواص تھی۔ چنانچہ بادشاہ فقیرین کر سید کے دربار میں حاضر ہوا اور عظمتِ رفتہ کا سوال کیا۔ حضرت نے دستِ دعا اٹھاتے رحمتِ حق کو

اے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی فرماتے ہیں کہ مولوی قلندر علی صاحب ہر روز حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ ایک بار وہ ایک سید زادے کو تھپڑ مار بیٹھے تو اس عظیم شرف سے محروم ہو گئے۔ مدتوں کے بعد ایک مجذوبہ کی سفارش سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ راضی ہوئے۔ (امداد المشاق)

لے اقبال فرماتے ہیں ۷ دربار شہنشاہی سے بہتر۔ مردانِ خدا کا آستانہ

بخوش آگیا اور سائل کا کام بن گیا۔ حضرت نے تسلی دی اور طہماسپ ہی سے مدد طلب کرنے کی تلقین فرماتی اس نے سابقہ واقعہ سنایا مگر آپ نے فرمایا "اب جاؤ" انشا اللہ اب کے وہ انکار نہیں کر سکے گا۔ قسمت کا فیصلہ سن کر حسب الارشاد دوبارہ طہماسپ کے پاس گیا تو اس نے ایک شکر جہاز ساتھ روانہ کر دیا۔ رخصت ہوتے وقت ہمایوں پھر حضرت دالا کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ملتی ہوا "حضور از راہ کرم اس غلام کے ساتھ خود ہندوستان شریف لے چلیں یا کم از کم اپنے خاندان کے کسی صاحبزائے کو بھیج دیں تاکہ ان کے قدموں کے طفیل کھویا ہوا وقار دوبارہ مل سکے" کریم بندہ نواز نے یہ درخواست بھی منظور فرمائی اور اپنی اولاد میں سے سید محمد سعید نور ز اور ان کے حقیقی چچا حضرت سید حسن شیرازی نور ز علیہما الرحمۃ کو ہمایوں کے ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمادی تھے

تاریخ گواہ ہے کہ ہمایوں دوبارہ ہندوستان میں داخل ہوا تو سادات کی برکت سے ہر مرحلے پر کامیابی نے اس کے قدم چومے۔ چنانچہ جلد ہی وہ پھر سارے ملک پر قابض ہو گیا اور ان دونوں حضرات کے ہاں باقاعدہ نذرانہ پیش کرتا رہا۔

خدا کی قدرت چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ہمایوں راہتی ملک عدم ہو گیا اور تخت و تاج کا وارث اس کا بیٹا جلال الدین اکبر قرار پایا۔

۱۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا

نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۲۔ آنحضرت بموجب عرصہ از فرزنداں دو کس میر محمد سعید نور ز و دعوئے حقیقی ایشان حضرت

حسن شیرازی راخلعت رخصت مرحمت فرمودند۔ ایشان ہمراہ ہمایوں در ملک ہندوستان شریف

ارزانی فرمودند و منصب داراں عالی مرتبہ گردیدند۔

(خاندانی شجرہ مبارکہ جو ماہر انساب حضرت سید محمد صدیق ایم۔ اے بھوپری کے پاس ہے)

سید محمد سعید نوروز کی شادی سید شمس الدین کے ہاں ہوئی تھی جو شاہی داروغہ تھے جن کا اصلی وطن پسرور تھا۔ حضرت سید محمد سعید علیہ الرحمۃ اُن کی وساطت سے علاقہ پسرور میں تشریف لے آئے یہاں آپ کو حسبِ منشاء زمین مل گئی چنانچہ آپ نے یہاں ایک گاؤں سعید پور آباد کیا جو ایک عرصہ کے بعد کسی وجہ سے غیر آباد ہو گیا۔ پھر آپ کی ساتویں پشت میں حضرت سید علی اکبر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ آباد کیا اور اپنے اسم گرامی کی مناسبت سے اس کا نام 'علی پور' رکھا۔

شجرہ نسب

حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاہ صاحب لاثانی بن حضرت سید سید علی شاہ صاحب بن سید مہر علی شاہ صاحب بن سید فیض کریم صاحب بن سید محکم دین شاہ صاحب بن سید صغیر الدین شاہ صاحب بن سید میر سید صاحب بن سید علی اکبر شاہ صاحب بن سید محمد امین شاہ صاحب بن سید شاہ محمد صاحب بن سید جید علی شاہ صاحب بن سید محمد سعید نوروز شاہ صاحب (عرف دادا پیر بانی علی پور شریف) بن سید حسین شاہ صاحب بن سید محی الدین صاحب بن سید میر امجد صاحب بن سید امام الدین صاحب بن سید علی صاحب بن سید علاؤ الدین صاحب بن سید جلال الدین صاحب بن سید منصور صاحب بن سید نظام الدین صاحب بن سید حبیب اللہ صاحب بن سید خلیل اللہ صاحب بن سید شمس الدین صاحب بن سید عبد اللہ صاحب بن سید نور اللہ صاحب بن سید کمال الدین صاحب بن سید اسد اللہ صاحب بن سید میر خسرو صاحب بن سید عارف صاحب بن سید ابراہیم صاحب بن سید ابوطاہر احمد صاحب بن سید حسین صاحب بن علی العارض صاحب بن سید محمد مامون ملقب بقطب محمد دیباج بن امام جعفر صادق علیہ السلام بن امام محمد باقر علیہ السلام بن امام زین العابدین علیہ السلام بن حضرت امام حسین علیہ السلام بن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ۔

حضور قبلہ عالم کی ولادت باسعادت

ہو اطف و غایت کی چلی گلزار ہستی میں نرا آنا نہیں آتا ہے یہ فصل بہاراں کا
۱۲۷۶ھ (اگست ۱۸۶۰ء بمطابق ۲۱ سادون ۱۹۱۶ء) جمعۃ المبارک (یعنی سیدالایام) صبح

۱۷ ہجری ماہ ذاریح کی تحقیق نہیں ہو سکی۔

۲۷ یعنی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے تین سال بعد۔ یوں تو اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی کا سارا دور مسلمانان ہند کے لئے رنج و مصیبت کا زمانہ تھا مگر ۱۸۵۷ء میں مسلمان مجاہدوں کی شکست کی بنا پر سخت ہی نازک دور کا آغاز ہوا۔ تن کے اگلے من کے کالے انگریز حکمران ہندوستان کے سابق فرمانرواؤں کو جن سے خود انہوں نے ملک چھینا تھا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تباہ کر دینا اپنے تحفظ کیلئے ضروری خیال کرتے تھے۔ انگریزوں نے ہندوؤں کی ہر میدان میں حوصلہ افزائی کر کے مسلمانوں کو معاشی مشکلات سے ہی دوچار نہیں کیا بلکہ ان کے جذبہ ایمان کو سرد کرنے کے لئے مختلف فنون کو پروان بھی چڑھایا۔ قوم کی شیرازہ بندی ختم کرنے کے لئے اپنے زر خرید غلاموں کے ذریعے تہہ تیہ فرقی پیدا کئے۔ ان کا ملی تشخص تباہ کرنے کے لئے وطنیت کا تصور پیش کیا اور تعلیم و تدریس کے نام پر الحاد و لادینیت کا نشہ پلایا۔ اس پریشان کن صورت حالات میں قدرت نے چند مقدس شخصیتوں کو اسلام کا دفاع کرنے کا فریضہ سونپا جنہوں نے اس تاریک دور میں علم و عرفان کی شمع جلاتے رکھی اور اس احسن انداز میں ملت کی رہنمائی فرمائی کہ غلامی کی شب سیاہ ختم ہوتی اور آزادی کی صبح پھر طلوع ہوتی۔ حضور قبلہ عالم کا دور حیات فرنگی حکومت کے صد سالہ دور کے ساتھ ساتھ چلتا نظر آتا ہے گویا قدرت کو ایک مخصوص دفاعی لائن آپ کے سپرد کرنا تھی۔ آپ نے اپنا فرض جس بہترین انداز میں سرانجام دیا اس کی ایک جھلک ایک مستقل عنوان کے تحت آئندہ صفحات میں دکھائی جائے گی۔

کاسہانا وقت تھا جب علی پور سیداں (غربی) میں حضرت سید سید علی علیہ الرحمۃ کے گھر والدین کی آنکھوں کا نور بلکہ پوری قوم کی امیدوں کا سہارا بن کر ولایت و طریقت کا یہ "لا ثانی" آفتاب طلوع ہوا۔

زہے دولتِ مادرِ روزگار
کہ نوے چنیں پرورد در کنار
والد ماجد نے خوشخبری سنی تو باغ باغ ہو گئے گھر اگر نو مولود کے نورانی چہرے کو
دیکھا تو رب کریم کا شکر ادا کیا اور حضرت امیر المومنین مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ
نسبی و فطری مناسبت کے اظہار کے طور پر فرزند ارجمند کا نام جماعت علی شاہ رکھا۔

عہدِ طفولیت

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

قدرت جن افراد کو مخصوص مقاصد کے لئے تیار کرتی ہے انہیں صلاحیتیں بھی مخصوص ہی عطا کرتی ہے اور پھر ان صلاحیتوں کی نگرانی بھی خود ہی کرتی ہے۔ عظیم لوگوں کا بچپن بھی عظیم ہوتا ہے اور دیکھنے والی آنکھ ان کی ابتدا ہی سے ان کے عظیم کارناموں کا اندازہ کر لیتی ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا شیرخوارگی میں روزہ رمضان رکھنا اسی قبیل سے ہے۔

حضور قبلہ عالم کا مبارک بچپن بھی آپ کی عظمتِ شان کا منظر ہے۔ شروع ہی سے آپ کو فضول کھیل کود سے نفرت تھی۔ دیہاتی فضا میں نشوونما پانے والے بچے عموماً گالی گلوچ کے عادی اور شائستگی سے دور ہوتے ہیں۔ ان کا شعور شہری بچوں کے برعکس عموماً پست ہوتا

ہے۔ مگر ہمارے حضرت کا معاملہ جداگانہ تھا۔ آپ نظرِ ثاقلانہ صفاقی پسند اور نچنگی شعور سے آراستہ تھے جس اخلاق اور پسندیدہ عادات کی بنا پر اپنوں اور بیگانوں میں ہر دلعزیز تھے۔ طبیعت صبر و قناعت اور محنت و مشقت کی طرف مائل تھی۔ کبھی والدین کو رنجیدہ نہ کیا۔ کھیتی باڑی کرنے والوں کی مدد کو بڑھتے تو والد ماجد فرماتے بیٹا جاؤ آرام کرو مگر آپ پھر بھی برابر کام میں مشغول رہتے۔

اللہ بخش ولد الہی بخش ساکن چندر کے علی پور سیداں شریف کے معتبر اور عمر رسیدہ بزرگوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم کے زمانہ طفولیت میں ایک مجذوب بزرگ کہیں باہر سے یہاں (علی پور شریف) میں تشریف لاتے گاؤں میں انہیں کسی سے سروکار نہیں تھا بلکہ قیام بھی باہر رکھتے تھے البتہ بھوک پیاس کی شدت کے وقت گاؤں میں آکر کسی مکان کے سامنے خاموش کھڑے ہو جاتے۔ گھروالے دیکھ کر خود ہی محسوس کر لیتے کہ انہیں بھوک یا پیاس ہے چنانچہ وہ کھانا وغیرہ پیش کر دیتے تو یہ نارغ ہو کر پھر باہر تشریف لے جاتے۔ گاؤں کے لڑکے اکثر ان کے پاس جمع ہو جاتے۔ حضور قبلہ عالم بھی اپنے بھولیوں کے ساتھ ان کے پاس جاتے اور ادب و احترام کے ساتھ ان کے حضور قیام رکھتے۔ ایک دن اپنے ساتھیوں کے اصرار پر حضرت مجذوب کے سامنے ہی آپ کسی کھیل میں مشغول ہو گئے تو وہ خاموش نہ رہ سکے۔ فرمانے لگے تم ان فضول کھیلوں کے لئے نہیں ہو لہذا ان میں مت پڑو آپ پر ارشاد سن کر ان کے پاس آ بیٹھے اور پھر کبھی اس کھیل میں حصہ نہ لیا۔ یہ واقعہ تھا جس سے حضرت مجذوب اور آپ کے درمیان بات چیت کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں اکثر راز و نیاز کی باتیں ہوا کرتیں اور دوسرے بھولی اس روزمرہ کے معمول پر حیران رہ جاتے۔ آپ حضرت خواجہ خواجگان شمس الدین سالوی اور حضرت مرزا سکندر بیگ نقشبندی مجددی اس دور میں آپ حضرت خواجہ خواجگان شمس الدین سالوی اور حضرت مرزا سکندر بیگ نقشبندی مجددی علیہما الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں بھی بیٹھا کرتے اور وہ بھی شفقت فرماتے مگر تم امیری کم خوابی اور کم خوری کا آغاز بھی اس زمانے میں ہو چکا تھا چنانچہ بیدی و شادی

حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب امت برکاتہم اپنی والدہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ خاندان کے بزرگوں سے سنا ہے حضور ایام طفولیت میں کئی کئی روز گھر سے غائب رہتے۔ تلاش کرنے پر کسی اہل اللہ درویش کے پاس یا خانقاہ سے ملتے۔

کسبِ علم

حضور معلم اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب علم کو ہر مسلمان پر فرض ٹھہرایا ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت و معرفت کے لئے اس کے بغیر چارہ کار نہیں بقول شیخ سعدی

ع کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

ہاں یہ احتیاط ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ حصول علم سے مقصود محض رضائے خدا و رسول ہو۔ بحث و مناظرہ، جنگ و جدل، ریاد نمود اور دنیا طلبی نہ ہو ورنہ علم حجاب اکبر (بہت بڑا پردہ) بن جاتے گا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن باتوں سے خصوصاً پناہ مانگی ہے ان میں علم غیر نافع یعنی نفع نہ دینے والا علم بھی ہے۔ ایسا علم جو انسان کے کردار کو بلند کرنے کی بجائے پست کر دے نقصان دہ ہے۔ علم سے اصل فائدہ حاصل کرنے کا دار و مدار استاد کی شخصیت پر بھی ہے۔ دورِ حاضر میں قوم کے زوال کا ایک اہم سبب غلط قسم کے استاد بھی ہیں بقول اقبال

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندانِ مکتب سے

سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

حضور قبلہ عالم جس اوج کمال کی طرف گامزن تھے اس کا تقاضا تھا کہ زندگی کا سارا سفر کتاب و سنت کی روشنی میں طے ہو۔ قدرت نے اس کا اہتمام بھی کر دیا۔ علی پور سیداں شریف میں اس وقت حضرت مولانا عبدالرشید صاحب جیسی نادر روزگار مہنتی موجود تھے جسے

ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطن میں بھی وسیع دسترس حاصل تھی۔ حضور کے والد ماجد نے آپ کو مولانا مرحوم کے حلقہ درس میں داخل کروا دیا۔ یہاں آپ نے قرآن مجید اور حدیث پاک کے بعد فقہ و تصوف کی چیدہ چیدہ کتابیں پڑھیں۔ تدبر فی القرآن سے شغف تھا اور تصوف سے دلی لگاؤ۔ چنانچہ ایک ایک مسئلے پر غور و خوض فرماتے اور پھر آگے بڑھتے۔ جو کچھ پڑھتے ذہن نشین کر لیتے۔ تنہائی میں بیٹھتے تو گہری سوچ میں ڈوب جاتے۔ جوں جوں تعلیم حاصل کرنے لگے آتش شوق کی شعلہ انگیزی بھی بڑھتی گئی۔ اولیائے کرام اور مردانِ باصفا کے تذکرے سے بہت محظوظ ہوتے اور یہی آپ کے لئے دلیلِ راہ بن گئے اور یہ انہی کی برکت تھی کہ پیچ و تاب رازی کے بجائے سوز و سازِ رومی کا راستہ اختیار کیا۔

تعلیم سے فراغت ملتی تو کھیتی باڑی یا کسی اور کام میں لگ جاتے تاکہ کوئی وقت ضائع نہ ہونے پاتے۔

مگر ان علوم کا تعلق تو کسب و طلب کے ساتھ تھا، ان کے علاوہ ان علومِ واسعہ کا کون اندازہ کر سکتا ہے جو مبادیٰ فیاض (یا قدرتِ کاملہ) کی طرف سے عطا ہوتے تھے۔ عارفِ روم فرماتے ہیں۔

خویش را صفائی کن از اوصافِ خود
تا بہ بینی ذاتِ پاکِ و صفِ خود
بینی اندر دلِ علومِ انبیا
بے کتاب و بے معین و اوستا

یعنی "بشریت کے اوصاف سے باہر آتا کہ اپنی پاک و صاف ذات (جو اصل مقامِ آدمی ہے) کو دیکھ سکے۔ اس طرح تو اپنے دل میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بے پایاں علوم کا بحرِ زخار موجزن پاتے گا اور تجھے کسی کتاب، مددگار یا استاد کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

جو لوگ قبلہ عالم قدس سرہ کی صحبت سراپا برکت سے مشرف ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں
 حضور باتوں باتوں میں ایسے ایسے علمی دقیق نکات بیان فرما جاتے تھے کہ چوٹی کے علما و فضلا
 ششدر رہ جاتے تھے۔ اپنے وقت کے بلند پایہ عالمانِ دین آپ کے حلقہ بگوش تھے۔
 دربارِ اقدس میں کبھی ان کا اجتماع ہو جاتا اور وہ کسی دقیق مسئلے میں اُلجھے ہوتے تو معاً حضور
 تشریف لے آتے اور فرماتے ”میرا خیال ہے یہ مسئلہ یوں ہے“ اچھا فلاں کتاب کا فلاں
 صفحہ دیکھتے شاید وہاں سے مل جائے۔ علمائے کرام جب حسب الارشاد وہ صفحہ دیکھتے
 تو بعینہ حضور کے بیان کے مطابق وہ مسئلہ وہاں سے مل جاتا۔ یہ تو محض ایک جھلک ہے
 ورنہ اس دل کی حقیقت کون جان سکتا ہے جو اپنے رب کی تجلیات کا آئینہ بن کر
 دنیا و مافیہا کے اسرار کا امین بن گیا ہو۔

قطرہ کیا جانے کہ دریا ہے کہاں سے آیا
 ذرہ کیا جانے کہ اس دشت کا رستہ ہے کدھر

الحاج مولانا محمد سلیم نقشبندی راوی ہیں کہ محدث پاکستان حضرت علامہ ابو الفضل
 محمد سرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے درسِ حدیث میں ایک بار علم لدنی کا ذکر کرتے ہوئے
 حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ قدس سرہ کی مثال دی اور پھر اسی سلسلے میں حضرت
 سائیں نیکل شاہ صاحب انبالوی اور ہمایے حضور قبلہ عالم علیہا الرحمۃ کا ذکر کیا۔

شابِ مقدس

حضور پر نور سید ابراہیم احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا ارشاد ہے جس

لے مولانا روم فرماتے ہیں

دل بود مرآتِ ذاتِ ذوالجلال در دلِ صافی نماید حق تعالیٰ

کو خدا جوانی اور حسن عطا فرماتے اور وہ ان دونوں چیزوں کو خدا کی راہ کے لئے وقف کر دے خدا تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوۃ پیغمبری
وقت پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگارے

بلاشبہ حضور قبلہ عالم کا دورِ شبابِ نوری و عملی پاکیزگی میں اپنی مثال آپ تھا۔ آپ نے پوری توانائی اور استعداد اپنے رب کے لئے وقف کر دی تھی۔ اس سلسلے میں جناب اللہ بخش ولد الہی بخش ساکن چندر کے خود حضور سے راوی ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے میں ایامِ جوانی میں اہل اللہ حضرات کی تلاش میں اکثر پیدل سفر کرتا رہا ہوں۔ جہاں کہیں کسی بزرگ کا پتہ چلتا وہیں پہنچ جاتا۔ جوشِ عشق میں چالیس چالیس میل کا سفر دوڑ کر ہی طے کر جاتا۔

حضرات صاحبزادگان کی روایت کے مطابق حضرت سید نور شاہ صاحب (ساکن سیداں والی) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے دوستانہ تعلقات تھے۔ جوانی کے زمانے میں بیعت سے پہلے کئی سال ان کے ہاں آپ کا آنا جانا رہا۔ وہ بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ گھوڑی پر سوار ہو کر ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو انہوں نے فرمایا ”گھوڑی بہت اچھی ہے“ آپ نے فرمایا ”ہاں اچھی ہے“ شوق ہو تو سواری فرمائیں انہوں نے فرمایا نہیں، آپ ہی کو مبارک ہو۔ آخر کچھ پس و پیش کے بعد سوار ہو گئے تو فرمایا ”اے گھوڑی! بے ادبی معاف کرنا، کیونکہ تو بہت بڑے مردِ کامل کی گھوڑی ہے اور ادب کے قابل ہے۔“

اے جوانی کے عالم میں توبہ پر قائم رہنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ بڑھاپے میں ظالم بھڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے۔

موضع چک قریشیاں میں جہاں حضور کی زمین تھی، ایک صاحب حال جن کا اسم گرامی مرزا سکندر بیگ تھا، قیام پذیر تھے۔ حضور کو ان سے بھی محبت تھی اور اکثر ان کی ملاقات کو تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے ساتھ ایک سید صاحب بھی ہوتے۔ ان کی خدمت میں پہنچ کر حضور قبلہ عالم قدس سرہ تو خاموش و متودب بیٹھ گئے مگر سید صاحب نے آغاز گفتگو کر دیا "حضرت! میں بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں مگر فیض کسی سے نہیں ہوا۔ ہر بانی فرما کر آپ ہی کچھ عنایت فرمائیں۔" مرزا صاحب نے فرمایا "شاہ صاحب! جب آپ کتنی نامور بزرگوں سے فیض یاب نہیں ہو سکے تو مجھ سے کیونکر ہو سکتے ہیں کیونکہ جس انڈے کو ایک مرغی کندہ کر دے اُسے ہزار مرغیوں کے نیچے رکھنے سے بھی بچہ برآمد نہیں ہو سکتا۔"

سید صاحب نے کہا "میں نے ہر جگہ دکانداری دیکھی ہے۔"

آپ نے فرمایا "یہ بے ادبی نہ کیجئے۔ دکانداری مال و اسباب موجود ہو تو چلتی ہے کیونکہ خریدار کتنی قسم کے ہوتے ہیں کوئی لعل و کستوری چاہتا ہے اور کوئی موتی مانگتا ہے۔ مال موجود نہ ہو تو دکانداری کیسے چلے گی۔ سید صاحب نے پھر کہا "کوئی ایسا حرف بتائیں جس سے روپیہ پیسہ عام پیدا ہو سکے" مرزا صاحب نے فرمایا "یہ کھڑی جواتنے مالدار ہونے میں کونسا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ دراصل اللہ جل شانہ کا نام مثل لعل و جواہر کے ہے اور دنیا کا مال کوڑیوں اور غار و خس کے مثل ہے لہذا لعل و جواہر کے عوض کوڑیاں خریدنا خسارہ ہی خسارہ اور بد بختی و نصیبی ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ قبلہ عالم "لذائذ دنیوی کے بجائے اپنے ذوق و شوق اور ذکرِ خدا میں ہی مست رہے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ موضع نڈالہ میں برسبیل تذکرہ خود ہی فرمایا "لوگ ذکر میں بہت سُست واقع ہوتے ہیں، میں ابتداء میں رات کے وقت شمار کر کے دم لیا کرتا تھا۔ جوانی کے وقت جس دم یہاں تک کیا کرتا تھا کہ سینے سے خون آنا شروع

ہو گیا۔ ایک حکیم صاحب نے شخص کر کے کہا ”شاہ صاحب! اگر آپ جس دم چھوڑ دیں تو شفا ہو سکتی ہے۔“ میں نے جواب دیا ”حکیم صاحب جس دم نہیں چھوڑا جاسکتا۔“
 صوفی محمد رفیق صاحب مصنف انوار لاٹانی آپ کے دورِ جوانی کے متعلق لکھتے ہیں۔
 ”ہر طرح فارغ البال آزادِ عالی نسب جوان ہونے کے باوجود بہت منکسر المزاج اور نہایت مؤدب و جوادار تھے۔ اخلاقِ حمیدہ آپ کا شعارِ زندگی تھا۔ سخی یہاں تک تھے کہ گھر سے جو کچھ پاتے راہِ مولا میں دے دیتے۔ طبیعت بہت سادہ تھی۔ بناؤ سنوار زیب و زینت اور نمود و ریا سے نفرت تھی۔ آپ کی مبارک جوانی قرآن پاک کی اس آیت کی زندہ تفسیر تھی۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۚ وَاقْصِدْ فَمِشْيُكَ وَأَعِزَّنْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝

ترجمہ: اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین پر اترا کر نہ چل۔ بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترنا فخر کرتا۔ اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کو کچھ پست کر۔ بے شک سب آوازوں میں بُری آواز گدھے کی۔ (نقمن)

نکاح مبارک

حضور ہادیؑ دورانِ محسنِ انسان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا۔
 النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔

ترجمہ: نکاح میری سنت سے ہے جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں (یعنی اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں)

حضور نبی کریم رَدَفِ رَحِمِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ نے رسمِ نکاح کے قیام سے اسلام کے معاشرتی نظام کو بہت سی اخلاقی بیماریوں سے محفوظ کر لیا۔ دراصل انسان کے فکر و نظر کی پاکیزگی اسی سنتِ مقدسہ سے وابستہ ہے۔

اولیائے کرامِ محبوبِ کبریا علیہ التَّحِیۃُ وَالتَّشَاقِیۃُ سنت سے فیض پانے کے لئے نکاح کرتے ہیں کیونکہ۔

مہندار سعدی کہ راہِ صفا

تواں یافت جز دے پتے مصطفیٰ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا پہلا نکاح مبارک چک قریشیاں (تحفیل سپور) کے ایک نہایت معزز خاندان میں ہوا۔ حضرت عائِی صاحبہ نہایت خدا رسیدہ اور سلیقہ شعار تھیں۔ بیسیوں عورتیں آپ کے فیضِ صحبت اور روحانی تربیت سے ادج کمال تک پہنچیں۔ حضور قبلہ عالم کی سب اولاد انہیں سے تھی۔ یہ آپ کی حیاتِ ظاہری ہی میں رحلت فرما گئیں۔ آپ کا مزار پُرانوار علی پور سیداں شریف کے قبرستان میں ہے۔ سیدی و مرشدی الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی نے ابھی چند سال پہلے اس پر نہایت خوبصورت سا قبۃ تیار کروایا ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے خلفا اور پرانے خادم آج تک مائی صاحبہ کے اس نورانی عہد کو یاد کرتے ہیں۔

تکاحِ ثانی | چونکہ حضور قبلہ عالم کی پہلی حرم پاک کے سانحہ ارتحال کے بعد گھر کا

انتظام نسلی بخش نہیں رہا تھا اس لئے آپ نے نکاحِ ثانی ایک

عمر رسیدہ عقیفہ سے کیا۔ یہ مائی صاحبہ حضرت پیر سید عین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ (آلومہار

کے حلقہ ارادت سے متعلق تھیں نہایت پارسا، شب بیدار معاملہ فہم تھیں حضور

قبلہ عالم سے انہیں خاص عقیدت تھی قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد آپ نے وفات پائی۔

بیعت و خلافت

بیعت

راہِ سلوک میں منزل پر پہنچنے کے لئے اور عبادت و معرفت کے اسرار سمجھنے کے لئے راہِ داں کا وسیلہ انتہائی ضروری ہے قرآن کے الفاظ **اَبْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** میں اسی طرف اشارہ ہے، مولینا روم فرماتے ہیں:

بیچ کس از نزدِ خود چیزے نشد بیچ آہنِ خنجرے تیزے نشد
بیچ حلوائی نہ شد استاد کار تاکہ شگر و شکر ریزے نشد
مولوی ہرگز نشد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزے نشد

قبلہ عالم کو جذبِ عشق جو قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا، اس کی تسکین کے لئے مختلف اہل دل سے مل کر فیضِ نظر تو حاصل کرتے رہے مگر بیعت کے بارے میں آپ کا معیار بہت بلند تھا۔ آپ کا ظرف وسیع، جوئے کم آب کا نہیں، معرفت کے بحرِ ناپیدائنا کار کا جو یا تھا۔ آپ کو شمعِ شبِ فروز کی نہیں، عرفان کے آفتابِ عالمتاب کی ضرورت تھی۔ یہی وجہ ہے بہت سے اہل حق سے مل کر بھی کیفیت کچھ ایسی رہی۔

ہے ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھتے، جا کر نظر کہاں

بالآخر وہ آفتابِ عالمتاب، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ فقیر محمد چوہا ہی قدس

سرہ الغریز کی ذاتِ ستودہ صفات میں مل گیا۔ حضور جس سادگی و پرکاری کی تلاش میں تھے، حضرت خواجہ اس کا حسین امتزاج تھے۔ وہ فقرِ غیور جس کے سامنے تاج و تخت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، چورہ شریف کے درویشِ خدامست کے سیکرِ لطیف میں ڈھلا ہوا نظر آیا۔ دل مطمئن ہو گیا کہ یہی وہ چشمہ شیریں ہے جس کی جستجو ایک مدت سے جاری تھی۔ چنانچہ وہ مل گئے تو ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اس طرح گویا آخر کار

ع عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

فخرِ طریقت حضرت پیر محمد شفیع چوراہی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ایک دفعہ حضور شاہ لاثانی نے خواجہ چوراہی کی عظمتِ شان اور خصال کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرمایا۔ ”دیکھ میاں! کیا پنجاب میں بزرگ نہ رہے تھے کہ اتنی دور پہچان کے ہاتھ جا سز بچا۔ اس میں یہی خوبیاں تھیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔“

ایک روایت کے مطابق، آپ چورہ شریف سے بھی، پہلے چند بار ہو آئے تھے مگر بیعت کا فیصلہ اُسی وقت کیا جب جذبِ شوق انتہائی بلند یوں پر پہنچ گیا۔ اس میں شاید یہ حکمت تھی کہ آتشِ دل دونوں طرف تیز سے تیز تر ہو جائے۔ یعنی

ع دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

مرحوم خان محمد صاحب (ساکن قنڈواں)، کا بیان ہے، میں نے ایک دفعہ موضع بھڑی (ریاست جموں)، میں حضور قبلہ عالم سے عرض کیا کہ حضرت اپنے داخلِ طریقی ہونے کا واقعہ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا میرے داخلِ طریقی ہونے کا واقعہ یوں ہے کہ میں نے سنا خولجہ خواجگان حضرت باوا جی علیہ الرحمہ (چورہ شریف والے)، لاہور چاہ حضرت میراں جی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر میں اُسی روز چلا گیا، وہاں پہنچا تو معلوم ہوا حضرت موضع پٹیالہ دوست محمد کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں گیا تو حضور وہاں سے بھی تشریف لے جا چکے تھے، معلوم ہوا دھونکل متصل وزیر آباد میں ہیں لہذا

وہاں پہنچا، وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں۔ میرے دل میں جوش
عشق تھا لہذا وہاں سے سیالکوٹ آیا۔ یہاں حضرت کی زیارت سے دیدہ و دل روشن کئے اور
اطمینان نصیب ہوا اور پھر داخلِ طریقی ہو کر بارگاہِ الہی میں شکر ادا کیا۔

اللہ بخش ولد الہی بخش بیان کرتے ہیں کہ حضرت باداجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ نشینوں
میں سے کچھ آدمی ایک دن ذکر کرتے تھے کہ آپ اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر مشرق کی طرف
منہ کر کے اکثر بیٹھا کرتے۔ ہم نے ایک روز عرض کیا 'حضور اس میں کیا راز ہے' فرمایا ایک شاہباز
ہے جسے پکڑنا چاہتا ہوں۔ شاہ لاثانی بیعت ہوتے تو فرمایا "یہی وہ شہباز ہے جس کی ہمیں جستجو تھی"
ط آمد آں یار سے کہ مای خواستیم ط

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور مرید ہی نہیں تھے بلکہ مراد و محبوب بھی تھے اور
'مراد' کی تربیت کے لئے جو خاص اہتمام کیا جاتا ہے، وہ مرید کے حصے میں نہیں آسکتا۔ اور پھر یہ
'مراد' بھی وہ تھا جس سے خود خواجہ باداجی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم دیا اور تیل تو گھر سے ہی لے کر
آتے تھے یہاں آکر اور بھی نور علی نور ہو گئے۔

بیعت سے آپ کی باقاعدہ روحانی تربیت کا آغاز ہوا۔ سینہ و دل پر معارفِ الہی کی بارشیں
ہونے لگیں۔ وہ روحانی قوتیں جو ذاتِ اقدس کو ودیعت تھیں بیدار ہونے لگیں اور وہ جو ہر گز
باطنی جو تا حال پوشیدہ تھے کھلنے لگے۔ دنیا سے پہلے ہی واسطہ نہیں تھا اب رہی ہی محبت بھی ختم
ہو گئی، گویا دل مہمانِ عزیز کے لئے پوری طرح فارغ تھا۔

سب کے سب باہر جاتے ہوش و خرد عقل و تمیز
خانہ دل میں تم آؤ ہم نے پردہ کر دیا

ط یعنی ع جس کی ہمیں تلاش تھی وہ یار مل گیا

ط علامہ اقبال فرماتے ہیں
ط چاہیے خانہ دل کی کوئی منزل خالی
شاید آجاتے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز

حضور شاہِ لاثانی (رحمۃ اللہ علیہ)

بحیثیت

مُریدِ صادق

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی بیعت کا ذکر ہو چکا، اب چند سطور میں یہ بیان کیا جائے گا کہ آپ نے مریدِ صادق ہونے کی حیثیت سے بیعت کے آداب کو کہاں تک ملحوظ رکھا۔ دورِ حاضر میں یہ افسوسناک رُجحانِ عام ہوتا جا رہا ہے کہ اذل تو بیعت ہی کا کوئی فائدہ نہیں، پھر اگر ہو بھی گئے تو خدا طلبی اور راہِ طریقت کے جملہ تقاضے صرف ہاتھ میں ہاتھ دینے سے ادا ہو گئے۔ مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں حالانکہ شیخ کے ارشادات پر پوری طرح عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو انقلابِ آشکارنا، بیعت کا اصل مقصود ہے۔ قرآنِ حکیم کی جس آیہ کریمہ سے توسلِ شیخ پر استدلال کیا جاتا ہے اُس میں کامیابی کے لئے تین مرحلے مذکور ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اتَّقُوا اللَّهَ
(ترجمہ) اے ایمان والو
۱۔ اللہ سے ڈرو

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ
وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ)
۲۔ اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو
۳۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو
اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ (المائدہ)

گویا اس مختصر سی آیت میں توسلِ شیخ کے علاوہ اس کا مقصد اور تقاضا بھی بیان فرما دیا گیا ہے۔ توسل تو یہی بیعت، اس کا مقصد خوفِ خدا اور تقاضا مجاہدہ ہے اور کامیابی کے لئے تینوں کی ضرورت ہے۔

حضور قبلہ عالم مقصدِ بعیت کے سلسلے میں فرماتے ہیں ”مرشد کو دنیوی کاروبار کے لئے مت پکڑو۔ خدا کی رحمت اور صراطِ مستقیم حاصل کرو“ (انوارِ لاثانی صفحہ ۹)

جہاں تک آدابِ شیخ کا تعلق ہے، اس سلسلے میں بھی حضور ہی کے چند ارشادات لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ اپنے مرشد کے ساتھ بیوی بچوں اور جان و مال سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔

۲۔ اپنے مرشد کی اولاد خواہ کیسی ہو، اس کی خدمت بہتر ہے

۳۔ اپنے مرشد کی خدمت حسبِ توفیق کرنی فرض ہے۔

۴۔ مرشد سے آنکھیں ملانا یعنی چارچشم ہونا بے ادبی ہے۔

۵۔ مرشد کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنا بے ادبی ہے۔

۶۔ مرشد کی خدمت میں خالی ہاتھ جانا علامتِ محرومی ہے۔

۷۔ مرشد کے پاس لباسِ فاخرہ پہن کر جانا تکبر ہے۔

۸۔ مرشد کے پاس جا کر مزید وطلافت میں مشغول رہنے سے خدمت کرنا افضل ہے۔

۹۔ جب ذکر کرے فکر کے ساتھ کرے۔ قاضی سراج دین احمد صاحب نے عرض کیا،

حضور فرما کر کیا ہے، فرمایا تصورِ شیخ۔

۱۰۔ مرشد کے پاؤں پر پاؤں رکھنا منع ہے۔

۱۱۔ اپنے مرشد کی خدمت میں بدنی ہویا مالی، ریادِ طمع نہ کرنا چاہیے۔

ان ارشاداتِ عالیہ پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شیخ کا ادب اور

محبت و خدمت تمام مجاہدوں اور ریاضتوں کی جان ہے۔ شیخ کی رضا کتنی ضروری ہے۔ حضرت قبلہ

صوفی محمد الدین صاحب رامداسی سے سنیے، فرماتے ہیں ایک شخص کو دیکھ کر میرے دل میں بھی

خیال پیدا ہوا کہ چلتے وغیرہ کروں، جب دربارِ شریف حاضر ہوا تو آپ ایک شخص لاجہ دین کو مخاطب

حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ کے خلیفہ مجاز۔ حال گوجرہ منڈی (پاکستان)

کہہ کے فرما رہے تھے ”بسلۃ نقشبندیہ میں چلہ کشی ضروری نہیں اور نہ ہی ہمارے شیخ نے اس پر مکتوبات شریف میں زور دیا ہے۔ البتہ شیخ کو راضی کرنا ضروری ہے اگر شیخ راضی ہو گیا تو ان واحد میں وہ مقامات اور درجات حاصل ہو جاتے ہیں جو مدت العمر تنہا چلہ کشیوں سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ گویا مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا“

ہم دیکھتے ہیں کہ کامل ترین اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہونے کے باوجود بھی بعض لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور جو فیض پاتے ہیں ان کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟ صرف اس لئے کہ محروم رہنے والے ظاہراً بیعت ہونے کے باوجود حسن اعتقاد اور صحیح رابطہ شیخ سے محروم ہوتے ہیں۔ وہ لب دریا پہنچ کر بھی ”دریا“ کو سراب سمجھنے کی وجہ سے اپنی تشنہ لبی دُور نہیں کر سکتے۔ اسی طرح فیض پانے والوں کے مختلف درجات کی وجہ بھی ان کے حسن اعتقاد کے مختلف درجات ہیں جو خلوص عقیدت میں جتنا آگے بڑھ گیا، اتنا ہی فیضیاب ہوا۔ امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ الصمدانی نے ”مبدأ و معاد“ میں اپنا واقعہ تحریر فرمایا ہے لکھتے ہیں ہم چار شخص اپنے خواجہ کی خدمت میں لوگوں کے نزدیک تمام یاروں سے ممتاز تھے حضرت خواجہ کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا اعتقاد علیحدہ اور معاملہ جدا تھا، یہ فقیر یقینی طور پر جانتا تھا کہ حضور سرور کائنات علیہ و آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانے کے بعد ایسی صحبت و اجتماع اور ایسی تربیت و ارشاد کبھی ظہور میں نہیں آیا اور اس نعمت کا شکر بجا لاتا تھا کہ اگر حضرت خیر البشر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے ثمرن سے مشرف نہیں ہوا مگر اس صحبت کی سعادت سے محروم نہیں رہا۔ حضرت خواجہ ان تینوں کا حال یوں بیان فرماتے تھے کہ فلاں مجھے صاحب تکمیل سمجھتا ہے لیکن صاحب ارشاد نہیں سمجھتا اور اُس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ تکمیل سے زیادہ ہے اور فلاں ہم سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور تیسرے کی نسبت فرماتے

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی

تھے کہ وہ ہمارا انکار کرتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اعتقاد کے موافق حصہ ملا۔

(ترجمہ: مولانا نور بخش تونکلی)

اس واقعے سے ظاہر ہے کہ بد اعتقاد اور متکبر لوگ، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مردِ کامل کے حضور پہنچ کر اور بظاہر خادم خاص بن کر بھی فیض سے محروم رہ جاتے ہیں۔ بقول اقبال

بچائے گا تو ان کو ناحسدا کیا غرق ہونے سے

کہ جن کو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

غرض بیعت کے بعد اصل مسئلہ شیخ کے ساتھ دلی رابطے کا ہے بلکہ یہ بیعت سے بھی

زیادہ ضروری ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

چوں گرفتاری پسند ہم تسلیم شو ہچو موسیٰ زیرِ حکم خضر و

گر سفینہ بشکند تو دم مزین گریتمے راکش شد تو موہن

جس نے اپنے شیخ کو نائبِ رسول سمجھا، وہ اس کے ہر حکم کو الہامی سمجھے گا اور جس نے

شیخ کی اس حیثیت کو تسلیم ہی نہیں کیا، اُسے فرمانبرداری سے کیا واسطہ۔ جس نے شیخ کے چہرے

میں جمالِ رسول کی تجلی دیکھی وہ تو سلطانِ باہو علیہ الرحمہ کی طرح پکار اٹھے گا۔

مرشدِ دادیدار ہے حضرت باہو، مینوں لکھ کر ڈراں جھاں ہو

یہ ایک اندازِ نظر ہے جس سے مرشد کا ایک ہی دیدار ایک لاکھ × کئی کروڑ جج کے

برابر سمجھا گیا۔ اس اندازِ نظر والا اگر سلطانِ العارفین نہ ہو تو کیا ہو۔ اسے کاش ہمیں اس حُسنِ نظر

کا کر ڈراں حصہ ہی نصیب ہو جائے۔

غرض سچا مرید وہی ہے جو اپنے شیخ کو نائبِ رسول سمجھ کر اُسے دُنیا کے ہر رشتے سے

محبوب اور ہر متاع سے عزیز سمجھے۔ خود کو سراسر نقص و عیب اور اُسے سراپا خوبی و خیر یقین کرے

اور دین و دُنیا کی کامرانی اُس کی نگاہِ کرم پر منحصر جانے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے بیعت کے لطیف و نازک تقاضوں کو کس انداز سے سرانجام دیا، یہ ہمارے تصور سے بالاتر ہے۔ تاہم چند جھلکیاں حاضر ہیں۔

۱۔ خدمتِ شیخ | بیعت ہونے کے بعد آپ نے اپنے اخلاق و آداب کی بدولت، حضرت خواجہ باداجی علیہ الرحمۃ کو اس قدر مہربان کر لیا کہ گھر کے بہت سے کام آپ کے سپرد ہوئے جنہیں آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ یہی وجہ تھی کہ جلد ہی شیخ کے منظورِ نظر ہو گئے۔

یہ مشہور ہے کہ حضرت والا علی پور سیداں شریف سے کھیر کا دیکچہ سر پر رکھتے اور پیدل چل کر دربارِ چوہرہ شریف میں حاضری دیتے۔ کہتے ہیں کہ اس سینکڑوں میل کے سفر کے بعد بھی کھیر گرم ہی رہتی تھی۔

حضرت کو سفر و حضر میں جو فتوحات ہوتیں۔ ان کی آمدنی بھی اکثر چوہرہ شریف بھیج دیتے تھے۔

۲۔ شیخ سے طبعی ہم آہنگی | ظفر بادشاہ کا شعر ہے۔

محبت کا یہ مطلب ہے کہ میں نے

وہی چاہا ہے جو کچھ تم نے چاہا

کمالِ محبت یہی ہے کہ انسان کی پسند و ناپسند تک شیخ کے تابع ہو جائے اور اس کی طبیعت شیخ کے رنگ میں جذب ہو جائے۔

چنانچہ حضور قبلہ عالم نے ایک بار فرمایا۔

”میرا دل بھی تکلفات اور عالی شان عمارات سے بیزار ہے اور حضرت باداجی

صاحب بھی عمارات اور کثرتِ دفر سے نفرت رکھتے تھے اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

”ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت

رفت و منزل بدگیرے پرداخت

طُرُج۔ جو بھی آیا اُس نے نئی عمارت بنالی، گیا تو گھر دوسروں کے حوالے کر گیا۔

مولوی فضل الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ پیرخانے کی حاضری کی اہمیت و برکت

بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دربار علی پور

میں کچھ موشیوں کا نقصان ہو گیا۔ حضور نے متاثر ہو کر فرمایا کہ مال کا نقصان زکوٰۃ نہ دینے سے ہوتا ہے مگر میں تو اپنے پاس اتنا چاندی سونا جمع ہی نہیں رکھتا اور جو ہوتا بھی ہے اس کی باقاعدہ زکوٰۃ ادا کر دیتا ہوں، پھر یہ نقصان کیوں ہوا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد خود ہی منہ مایا ہاں ہاں اس سال دربار چورہ شریف اور سرسند شریف نہیں جاسکا اور یہ میری غیر حاضری کا نتیجہ ہے۔ آپ دراصل بوجہ علالت حاضری نہ دے سکے تھے ورنہ ان دونوں مقامات پر سالانہ حاضری باقاعدہ ہوتی تھی اور حضور فراخ دلی سے خدمات بھی سرانجام دیتے تھے۔

ماسٹر نبی احمد صاحب ساکن لنگر کے تحصیل نارو وال کا بیان ہے کہ حضور نے جب چورہ شریف کے آخری سفر کا ارادہ فرمایا تو بوجہ بیماری نہایت کمزور ہو چکے تھے مگر زبان مبارک سے برابر فرماتے جاتے تھے کہ میری لاش کو بھی وہاں ضرور پہنچنا ہے تاکہ میں آخری وقت میں بھی وہاں سے شرمسار نہ ہونے پاؤں۔ بعض دوستوں نے معذوری دیکھتے ہوئے آپ کو روکنا چاہا تو فرمایا جو مجھے وہاں سے روکے میرا دشمن ہے۔ خدا کرے میں اسی حاضری میں جاں بحق ہو جاؤں۔ اس کے بعد بہت دلاویز گفتگو فرماتے رہے اور حضرت باداجی علیہ الرحمۃ کی نوازشات و عنایات کا تذکرہ فرماتے رہے نیز فرمایا کہ سرکار باداجی کے صاحبزادے **اَلْوَلَدُ سِرٌّ لَا بَیْہِ** کے مصداق تھے۔

مستری نظام الدین اور دیگر بہت سے حضرات کا بیان

۴۔ پیرخانے کی خدمت

ہے کہ ایک دفعہ آپ کی ملاقات کے لئے پیر قادر شاہ

صاحب اور صاحبزادہ رحیم شاہ صاحب چورہ شریف لاتے مگر ان کے دربار علی پور شریف پہنچنے سے ایک دو دن پہلے چورہ شریف سے یہاں خط آچکا تھا کہ بھینس نالے میں گر کر مر گئی ہے لہذا دونوں صاحب بہت جلد واپس آجائیں۔ حضور قبلہ عالم خط پڑھ کر بہت متاثر ہوئے اور صاحبزادگان کے آنے پر سب سے اچھی بھینس ان کی نذر کر دی۔ ان کے انکار کے باوجود وہ بھینس

چوڑہ شریف روانہ کر دی گئی۔

فخرِ طریقت حضرت پیر محمد شفیع صاحب
علیہ الرحمۃ حضور قبلہ عالم قدس سرہ

۵۔ صاحبزادگان چوڑہ شریف سے ربط

کے متعلق لکھتے ہیں۔

”ایک عالم مرد پارسا کے تقویٰ، زہد، عبادت راستی سے واقف ہے۔ اس لئے
دربار میں مزید قدر تھی، حضرت باباجی کے ڈیرے پر جب تشریف لے جاتے
صاحبزادگان تعظیم کو کھڑے ہو جاتے۔ اُس وقت تک نہ بیٹھتے جب تک آپ کو
ممکن جگہ پر نہ بٹھالیتے۔ آپ ہر بار وہاں تشریف رکھنے سے گریز فرماتے اور ارشاد
فرماتے کہ دربار میں آکر پیر بن جاؤں۔“

۶۔ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

۶۔ ادب شیخ | ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ”میں تقریباً بتیس برس حضرت قبلہ

باواجی صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس رہا ہوں اور اتنا وقت ریاضت و مجاہدہ میں بسر کیا ہے
اور حضرت باواجی کے بہت بڑے کاموں کو سرانجام دیا ہے مگر آپ کے ادب و احترام میں
سرِ مؤ فرق نہیں آنے دیا۔“

صوفی محمد دین صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ

۷۔ شیخ کے علاقے والوں کا ادب | دربار شریف میں کچھ لوگ آتے جن کے ساتھ

موشی بھی تھے۔ آپ نے ان کی بہت خاطر تواضع کی اور موشیوں کو بھی خود چارہ ڈلوایا بلکہ خصوصی
دیکھ بھال کی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان کی اتنی خاطر تواضع کے کیا معنی؟ معاً ارشاد ہوا محمد دین
یہ لوگ ضلع کیمبل پور کے ہیں جو میرے شیخ و مربی قدس سرہ کی آرام گاہ ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

۸۔ تصورِ شیخ | میں پیرِ لاکہ با پرہاتے شیخ | تابہ بینی عونِ شکر ہاتے شیخ

ما خبردار! اپنے شیخ کے پڑوں کے بغیر مست اڑتا کہ تجھے شیخ کے (روحانی) شکروں کی امداد حاصل ہو۔

حضور قبلہ عالم کا ارشاد سُنیے۔

فرمایا ”جب کسی چیز پر دم کرتا ہوں تو حضرت قبلہ باواجی صاحب کا تصور کر لیتا ہوں کیونکہ بغیر اس کے اطمینان نہیں ہوتا۔“

حضرت باواجی صاحب علیہ الرحمۃ نے تین دفعہ

آپ کو فرمایا۔

۹۔ شیخ کی طرف سے سندِ رضا

”شاہ صاحب مہاں تینڈے تے قیامت تک راضی ہاں۔“

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ علم دین صاحب جو حضرت باواجی صاحب کے خاص غلام تھے انہوں نے جناب قبلہ عالم کو بغیر آداب کے نام لے کر آواز دی تو حضرت باواجی نے غصہ سے فرمایا ”میاں علم دین مہاں تے شاہ صاحب کہاں توں سادہ نام لیں“ وہ اسی گستاخی کی بنا پر دربار شریف سے نکال دیا گیا۔

خلافت

سرمد غمِ عشق بوالہوس راندہند سوزِ دلِ پروانہ مگس راندہند
عمرے باید تیار آید بکسار ایں دولتِ سرمد ہمہ کس راندہند
طریقیت کی دُنیا میں خلافت سے مراد وہ سندِ تکمیل ہے جو شیخِ کامل اپنے مریدِ صادق کو ایک مناسب عرصہ تک روحانی تربیت دینے کے بعد عطا فرماتا ہے۔ یہ گویا اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ طالب نے وہ تمام منزلیں طے کر لی ہیں جو سالک کے لئے ضروری ہیں۔ اسے راہِ سلوک کے تمام نشیب و فراز سے آگاہ کر دیا گیا ہے نیز اب یہ اس قابل ہو گیا ہے کہ کوئی بھولا بھٹکا انسان اس سے رہنمائی حاصل کرنا چاہے تو یہ اُسے منزلِ مقصود پر پہنچا سکے۔

یہ سندِ تکمیل روحانیت کا کورس مکمل کرنے کا سرٹیفکیٹ ہے جو مکاتب و مدارس کی اسناد سے بدرجہا اعلیٰ بھی ہے، دشوار تر بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری سند ’قال‘ کی ہیں تو

یہ حال کی، وہ گفتار کی ہیں تو یہ کردار کی، وہ خبر کی ہیں تو یہ نظر کی، ان کا تعلق ظاہر سے ہے تو اس کا باطن سے سو جو فرق قال و حال، گفتار و کردار، خبر و نظر اور ظاہر و باطن میں ہے وہی ظاہری اور باطنی سند میں ہے۔ بندہ کامل جب کسی کو خلافت کا اہل قرار دیتا ہے تو اس کے اندر جھانکتا ہے، اس کے دل و دماغ کے بعید ترین گوشوں کا جائزہ لیتا ہے، اس کی باطنی صلاحیتوں کے امکانات کو جانچتا ہے اور قلب و نظر کی وسعتوں کو پرکھتا ہے۔ پھر جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ ربط و ضبط کی ہم آہنگی، ذوق و شوق کی بلندی اور ذکر و فکر کی چاشنی سے طالب کا باطن نفسانی آلائشوں سے پاک ہو گیا ہے۔ اس کی نگاہ دُور رس سے غفلت کے حجابات اُٹھ گئے ہیں۔ اس کا دل دُوسرے انسانوں کی قلبی ظلمات بھی دُور کر سکتا ہے۔ اس کے سینے کا سوز، بہت سے سینوں کی کدورتیں بھی جلا سکتا ہے تو اُسے اصلاحِ ملت کا عظیم فریضہ سونپ دیتا ہے۔ یہ ہے وہ منصبِ خلافت جس پر مردانِ کامل اپنے مکتب سے 'فارغ التحصیل' ہونے والوں کو فائز کرتے ہیں مگر یہ 'سند فراغت' آزادی کی بجائے مزید پابندیاں عائد کر دیتی ہے خلیفہ اپنے شیخ کا نائب ہوتا ہے اور اُسے سارا کام اپنے شیخ کے زیر سایہ ہی انجام دینا پڑتا ہے۔

مکتبِ عشق کا دستورِ نرالا دیکھ

اس کو چھٹی نہ ملی، جس نے سبق یاد کیا

اللہ! اللہ! اس درجہ تکمیل تک پہنچنے کے لئے کتنی دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرنا ضروری! اور دل کی آبادی کے لئے اسے کتنی دُورانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اور حیاتِ جاوداں حاصل کرنے کے لئے کتنی ہی بار 'موت' میں سے گزرنا ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھئے کمال کا یہ معیار سب کے ہاں یکساں نہیں ہوتا۔ جس شیخ کا مقام جتنا

بلند ہوگا، اتنا ہی اس کا معیار سخت ہوگا، پھر ایک طالب کے لئے بھی ایک معیار کام نہیں دیتا۔

مثلاً شیخ خود جس سے زیادہ کام لینا چاہے، اس کی تربیت پر زیادہ زور دے گا اور جس کے

سُپرد زیادہ کام نہ ہوگا، اس کی تربیت اس کے حسبِ حال ہوگی۔

اس تمہید کے بعد سوچئے، ان بلند نصیب افراد کی خوش نختی کا اندازہ کون کر سکتا ہے جنہیں غوث الاغیاء، قطب الاقطاب، خواجہ خواجگان، حضرت خواجہ فقیر محمد چوہاہی قدس سرہ العزیز جیسی شخصیت نے اپنی خلافت سے نوازا۔ اہل طریقت کے ہاں یہ بات شہرت کا درجہ رکھتی ہے کہ حضرت خواجہ نے جسے دیکھ بھی لیا، اسے بدل کے رکھ دیا۔

ہمارے قبلہ عالم مرید ہی نہیں مراد بھی تھے اور اس شہباز کو زیرِ دام لانے کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا تھا (جیسا کہ بیعت کے ذکر میں گزرا) یہ بھی ہو چکا تو فرمایا شاہ صاحب تیل اور بتی گھر سے لاتے تھے، یہاں آکر نور علی نور ہو گئے۔ جس کی ابتداء یہ ہو، اس کی انتہا کا کیا عالم ہوگا۔ چنانچہ بیعت کے تھوڑا عرصہ بعد ہی آپ کو خلافت سے بھی نوازا گیا اور کچھ خصوصی ہدایت کے ساتھ، چاروں سلاسل میں بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمادی گئی۔ صوفی محمد رفیع صاحب لکھتے ہیں:-

”حضور جب اس خلعتِ گراں بہا سے مشرف ہوئے تو آپ بہت زیادہ استغراق اور محویت میں رہنے لگے۔“

سچ پوچھئے تو قبلہ عالم قدس سرہ کا معاملہ اس خلافت و اجازت سے بھی بلند تھا۔ معلوم یہ ہوتا ہے شیخِ کامل اپنے اس طالبِ صادق کو اپنی ذات و صفات کا مکمل آئینہ اور اپنی خصوصی توجہ کا عظیم شاہکار بنانا چاہتا تھا۔ یہ مظہریت کا وہ مقام ہے جس میں مرید کی ادا سے شیخ کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ یہاں دُوتی ختم ہو جاتی ہے اور من تو شدم تو من شدی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ وہ منزل ہے جس کے بیان کرنے سے الفاظ قاصر ہیں اور سمجھنے سے عقل عاجز۔

سرِ متاں منطق الطیر است، جامی لبِ بند

جز بہ متاں کس نشاید فہمداں اسرار را

تبلیغِ دین اور اشاعتِ طریقہ

’خلافت‘ کا اصل مقصد تبلیغِ دین ہے۔ سرسری نظر سے دیکھا جائے تو تبلیغ کے لئے تحصیلِ علم اور زورِ خطابت یا زورِ تسلیم کے سوا کسی چیز کی ضرورت نظر نہیں آتی اور یہ خلافت و اجازت کا سلسلہ چنداں اہم دکھائی نہیں دیتا۔ مگر اہلِ طریقت کے ہاں، یہی سب سے اہم چیز ہے۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے تبلیغی نقطہ نظر میں یہ خاص فرق ہے، دراصل اول الذکر گروہ اہلِ ظاہر کا ہے اور ان کی تبلیغ بھی ظاہر سے شروع ہوتی ہے۔ دوسرا گروہ اہلِ باطن کا ہے اور ان کی تبلیغ ’باطن‘ سے ظاہر کی طرف آتی ہے۔ ’باطن‘ والے ’انسان‘ کے اندر انقلاب لاکر اس کے جذبات و خیالات کی مکمل تطہیر کا بندوبست پہلے کرتے ہیں پھر اسے تبلیغ پر روانہ کرتے ہیں۔ قرآن کی رو سے بھی کردار کی یہ تعمیر تبلیغ کے لئے شرطِ اولیں کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (الصفت ۲۸)

یعنی اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی ناپسند ہے اللہ کو یہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

ہمارے ہاں عموماً تبلیغ کے بے اثر ہونے کا رونا رویا جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اب یہ کام اکثر ’اللہ‘ سے نہیں تنخواہ سے متعلق سمجھا جانے لگا ہے اور رگ دریشہ پر ’خوفِ حق‘ کے بجائے خوفِ غیرِ حق مسلط ہو گیا ہے۔ ’دینِ حق‘ کی تبلیغ تو خوفِ حق سے ہوگی، خوفِ غیرِ حق سے نہیں۔ اس لئے اس منصب کے زیادہ اہل وہ ہیں جو اللہ اکبر سے لو لگا کر تمام عارضی قوتوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ شہنشاہِ حقیقی کے فقیر بن کر دارا و جم کے جاہ و مال کو بیچ سمجھتے ہیں۔

قرآن حکیم فرماتا ہے۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (یونس ۶)

(ترجمہ) سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

۹ نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے

خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

خدا تعالیٰ کی محبت و خوف کا نور جب انسان کے اندر جلوہ گر ہوتا ہے تو اس کی زبان ہی

نہیں اس کی خموشی بھی مبلغ بن جاتی ہے، دیکھنے والا اس کا رخ روشن دیکھتا ہے اور اُسے

خدا یاد آ جاتا ہے حدیث پاک ہے إِذَا رَوَّاهُ ذَكَرَ اللَّهُ ۱

مختصر یہ کہ تبلیغ کے لئے حق گوئی کی ضرورت ہے اور اس کی بنیاد ہے تعمیر و تطہیر کردار پر۔

اولیائے کرام خلافت یا اجازت تبلیغ اُسی کو دیتے ہیں جس کے کردار کی اصلاح و تکمیل ہو جائے۔

مگر تبلیغ کے لئے حق گوئی کے علاوہ حکمت بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل ۱۲۵)

یعنی اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

میرے نزدیک حکمت یہ ہے کہ ماحول کا خوب جائزہ لے کر، حسن تدبیر کے ساتھ تبلیغ کی

راہ متعین کی جائے اور اچھی نصیحت سے مراد ایک مناسب طرز گفتگو ہے۔ بقول اقبالؔ

نگہ بلند، سخن دلنواز، حباں پُرسوز

یہی ہے رختِ سفرِ میرِ کارواں کے لئے

بعض حضرات عمل و تقویٰ کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ طبعاً درشت ہوتے ہیں، حق گوئی

کے جوش میں لوگوں کی پردہ دری کے درپے ہو جاتے ہیں، چنانچہ ایسے مبلغ کا طرزِ بیاں

بہت سے فتنوں کا باعث اور تعمیر کے بجائے تخریب کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

۱ انہیں دیکھتے ہی اللہ یاد آ جاتے۔

کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے

کہ امیرِ کارواں میں نہیں خوتے دِلنوازی

بات یہ ہے کہ حضورِ رحمۃ اللعالمین علیہ التحیۃ والثناء کے غلاموں کو زحمت کی بجائے
'رحمت' کا پیغام ہونا چاہیے۔ انہیں گالیاں سن کر دعائیں دینے اور پتھر کھا کر پھول بڑھانے
کی سنت پر عمل کرنے کے لئے بھی تیار ہونا چاہیے۔

اولیائے کرام نے کس طرح تبلیغ کی، خطرے کے وقت کلمہ حق کہہ کر، بھوکوں کو کھانا
کھلا کر، بیماروں کا علاج کر کے، اہل حاجات کی ضروریات کو پورا کر کے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا انداز تبلیغ بھی یہی تھا۔ لنگر جاری ہے، نسخے لکھے جا رہے
ہیں۔ تعویذ دیتے جا رہے ہیں، نامُراد، بامُراد ہو کے جا رہے ہیں، پریشان حال لوگوں کی فریاد
سُنی جا رہی ہے۔ یہ ہے تبلیغ کا وہ اسلوب جو طریقت کا پچوڑ ہے۔ بقول شیخ سعدی :-

طریقت بحرِ خدمتِ حلقِ نیست یہ تسبیح و سحرِ بادہ و دلقِ نیست

ان تمام اوصاف کا ذکر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات کے ضمن میں آئے
گا۔ یہاں صرف نفسِ تبلیغ کا ذکر ہوگا۔

حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ لوگوں کو راہِ حق کی طرف بلانے کے جذبے سے سرشار تھے اور دُنیا
کی کوئی مصلحت یا حالات کی کوئی تبدیلی آپ کے جوشِ تبلیغ میں حائل نہ ہو سکی۔ جوانی سے پیری
تک آپ نے اپنی توانائی توحید کے انوار پھیلانے اور آوارگانِ کُستے ضلالت کو نورِ ہدایت سے
منور کرنے میں صرف کر دی۔ ایک روایت کے مطابق ایامِ پیری میں ایک دفعہ جلالہ شریف
کے سجادہ نشین حضرت پیرِ مقبول احمد علیہ الرحمہ نے ایک فاسدِ حضور کی بارگاہ میں بھیجا کہ
حضرت والا اس بڑھاپے میں دُور دُور جانے کی زحمت نہ اٹھائیے بلکہ دربارِ عالی میں رونق افروز

ط سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبا میں دیں

ط ہیں دعائیں سنگِ دشمن کے عرص جس قدر زرم ایسے پتھر کا جواب

دَربِی تبلیغ کے فرائض سرانجام دیجئے۔ آپ کا قاصد ابھی موضع بوعہ میں پہنچا تھا کہ اے حضور
قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کا قاصد مل گیا جسے حضور جلالہ شریف اس پیغام کے ساتھ بھیج رہے
تھے کہ ”محرمِ اقداس کی راہ میں نکلنے کے لئے بڑھاپے کی صعوبتوں کا خیال نہیں کرنا چاہیے۔“
چنانچہ حضور خود بھی دُور دُور پہنچے اور ابر بہاراں کی طرح خواص و عوام کو فیضیاب کیا اور عوام و
خواص بھی دُور دُور سے آئے اور اس چشمۂ فیضان سے سیراب ہوئے۔ رونقِ دربار میں تو عرفان
کے موتی نثار رہے ہیں اور شریعت و طریقت کی گتیاں سلجھا رہے ہیں، شمعِ روشن ہے اور یہ
حال ہے کہ

محفل میں پریمناں نے جب رخسائے گیسو رکائے
تو پروانے پہ پروانہ، کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا
گرم سفر میں تو دلوں کے عقدے کھول رہے ہیں جس کی چہرۂ انور پر نظر پڑ گئی وہ مائل ہو گیا
جس کے چہرے پر نظر کرم پڑ گئی وہ گھائل ہو گیا۔

آنانک چشم مست بصدِ حیلہ و اکنس
سگ را دلی کنس، مگس را ہما کنس
حضرت پیر محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ بھڑکتوی سخت دُنیا دار قسم کے آدمی تھے۔ غلابِ
شرع لمبی لمبی مونچھیں اور ڈاڑھی کا نام دُشَن غائب۔ حضور بعض لوگوں کو بیعت فرما رہے
تھے اپنے خیال میں محض یہ نظارہ دیکھنے آئے، مگر ایسے آئے کہ پھر نہ جاسکے۔

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی استیاز ایسا
یہ سپاہ کی تیغ بازی، وہ ننگ کی تیغ بازی
بیعت بھی ہوئے اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔ پھر جدھر گئے رگ پڑا نہ دار کھینچے چلے آئے
حضور کو نام و نمود سے سخت نفرت تھی، غربا کے علاوہ امراء و اطہار میں سے جو بھی حلقہ گوش
ہوا اسی بے رنگی میں رنگا گیا۔ ان کی سادگی سے یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا تھا کہ یہ کس پاسے کے

عالم دین میں یا کتنا بڑا امیر ہے حضور کے فیضِ نظر سے دل، دنیا کی محبت اور حرص و ہوس سے خالی ہو جاتا تھا۔ نیز سادہ سے سادہ غلام بڑے سے بڑے مرتبے پر پہنچ کر بھی ناقابلِ شناخت ہوتا تھا۔ حضور کے ایک غلام حاجی حکیم مہر دین صاحب نار دوال میں رہتے ہیں دیکھنے میں بہت سیدھے سادے نظر آتے ہیں۔ ملازمت کے سلسلے میں کچھ عرصہ قصبہ ترن مارن ضلع امرتسر اور بعض دوسرے مقامات پر بھی رہے۔ ساتھ ساتھ تبلیغِ اسلام بھی کرتے رہے۔ ان کے ہاتھ پر ہندو، سکھ اور عیسائی مجموعی طور پر ڈھائی ہزار غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے۔ قبلۂ عالم کے مجامعِ بابا لالہ دین مرحوم جن کی یہاں بیعت نہیں تھی، صرف عقیدت تھی اس مقام پر فائز تھے کہ اپنے بھولے بھالے انداز میں کوئی کشفی راز کھولتے تو اہل نظر انگشتِ بندناں رہ جاتے۔

یہ ایک حقیقت بھی ہے اور لطیفہ بھی چودھری مظفر صاحب جو ضلع بہاولپور میں کئی مرتبہ زمین کے مالک اور بڑے انگریزی داں ہیں، حضور قبلۂ عالم کے پروردہ نظر ہیں۔ ان کی سادگیِ طبع سے کوئی اس علم و امارت کا اندازہ نہیں کر سکتا جس سے قدرت نے انہیں نوازا ہے۔ میں نے اپنے قیامِ بہاولپور کے دوران لوگوں کی زبانی یہ واقعہ سنا کہ چودھری صاحب ایک دن نہر کے کنارے گرمیوں کی ایک دوپہر کو مویشی چرا رہے تھے۔ ایس ڈی او صاحب نے آکر رعب جمانا چاہا تو انہوں نے جواباً انگریزی میں گفتگو شروع کر دی۔ ایس ڈی او صاحب اس ہیئت کذائی میں قادر الکلامی کے ساتھ انگریزی بولنے پر سمجھے کہ شاید یہ کوئی جن ہو چنانچہ بھاگ لکے۔ یہ واقعہ چک نمبر ۱۱۷ کے گرد و نواح میں بہت مشہور تھا۔

اس مستی نگاہ سے محمور ہونے والے ایک دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں ہیں کوئی کس کس کا نام گنوائے اور ان سے بھی زیادہ تعداد میں وہ ہیں جن کا خود ہمیں بھی علم نہیں۔

سیدنا و مرشدنا حضور قبلہ عالم قدس سرہ تبلیغ کے معاملے میں شہروں پر دیہات کو ترجیح دیتے تھے۔ خیالِ اقدس یہ تھا کہ شہروں میں تو صوفیا، علما، ہوتے ہیں اور اپنے اپنے رنگ میں دین کی اشاعت کرتے رہتے ہیں مگر دیہات میں شریعت کے مسائل اور طریقت کے آداب

بتانے والا عموماً کوئی نہیں ہوتا، لہذا ان کا رخ کرنا زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ آپ دُور و دراز کے علاقوں میں اسی نقطہ نظر سے تشریف لے جاتے۔ آپ کے ساتھ مفسرِ اعظم حضرت مولانا نبی بخش حلوانی، محققِ اسلام حضرت مولانا محمد غوث سکھو چکی، آفتاب ہند حضرت الحافظ ظفر علی سپروی، مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد مسعود الہڑوی اور فاضلِ نبیل حضرت مولانا عبد الغنی الہڑوی علیہم الرحمہ جیسے جید علمائے کرام بھی ہوتے۔ یہ سب حضور کے حلقہٴ مگویش تھے اور آپ کی رکاب تھامنے کو باعثِ سعادت سمجھتے تھے چنانچہ ان دیہات میں بالخصوص مجالسِ وعظ منعقد ہوتیں اور لوگوں کو شرعی احکام سے آگاہ کیا جاتا۔

قبلہ عالم علیہ رحمت المولیٰ اس بات پر بہت زور دیا کرتے تھے کہ علمائے کرام کو حلال و حرام کے مسائل بیان کرنے چاہئیں تاکہ لوگ حلال اپنا سکیں اور حرام سے پرہیز کر سکیں۔ چنانچہ یہ علمائے کرام اکثر ایسے ہی مسائل پر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ حضور کے ان تبلیغی دوروں کے اثرات آج تک نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ جن دیہات میں حضور کا پھیرا تھا آج تک وہاں شریعتِ حقہ کا گہرا رنگ چھایا ہوا ہے۔ گویا

کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پاکی

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی صحبتِ بابرکت کا شرف پانے والے سیدھے سادے لوگ بھی بعض دفعہ ایسی ایسی دقیق باتیں کرتے ہیں کہ علماء و فضلاء تک انگشتِ بندگان ہو جاتے ہیں، چند سال پہلے کا واقعہ ہے، پاکستان کے ایک مشہور عالم و خطیب دربارِ عالی (علی پور شریف) میں دُور کر رہے تھے۔ بابا رحیم بخش مرحوم نے جو سفید آن پڑھ تھے اور دربارِ عالی میں بھیڑ بکریوں کی نگرانی پر مامور تھے، کسی مسئلے پر مولوی صاحب کو ٹوکا، مولوی صاحب نے اس وقت تو اپنی دانت پر اصرار کیا مگر دُوسری بار حاضر ہوئے تو بابا جی سے معافی مانگی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا، مولوی صاحب کا کہنا تھا کہ تحقیق مزید سے آپ کی بات دُرست ثابت ہوتی ہے اور میں یقیناً خطا پر تھا۔

پھر باباجی سے پوچھا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے سیکھا تو انہوں نے بتایا 'حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمہ سے؛

کثرتِ کلام سے حضور قبلہ کو سخت اجتناب تھا اور یہ حقیقت ہے کہ حضور اقدس کے سکوت میں بھی وہ تاثیر تھی جو دوسروں کے لمبے لمبے وعظوں اور خطبوں میں نہیں ہوتی۔ سرورِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا أُوتِيتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ (یعنی بے شک مجھے جامع کلمات عطا ہوئے ہیں) اس دور میں محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اس معجزے کا ظہور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے کلامِ کرامتِ نظام سے بھی ہوتا تھا۔ ایک لمبی چوڑی بات کو چند الفاظ میں بیان کر دینا گویا آپ پر ختم تھا۔ آپ کا مختصر سا کلام از دل خیزد بر دل ریزد کی تفسیر ہوتا تھا۔ بحث و مناظرہ سے حضرت والا کو طبعی نفرت تھی۔ تاہم آپ کی مومنانہ ہیبت کا یہ اثر بھی تھا کہ کسی کو آپ کے سامنے فضول گوئی کی جرأت بھی نہیں ہوتی تھی۔ آپ کا کلام دلنشیں اور خطاب دلنواز ہوتا تھا۔ علمی و فکری مشکلات میں اُجھے ہوئے ذہن آپ کو دیکھ کر پکار اُٹھتے تھے۔

اے لقاتے تو جواب ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اور اگر کوئی بات آپ سے سُن پاتے تو گویا عین الیقین کی سی کیفیت ہوتی۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ حاضر درگاہ ہونے والے کو 'اس کی ضرورت کے مطابق' خود کوئی کتاب عطا فرمادیتے۔ بعض دفعہ لینے والے خود بھی اس ضرورت و حکمت سے پوری طرح آگاہ نہ ہوتے۔ چنانچہ حکیم حاذق قبلہ حکیم عبداللطیف صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ دربارِ عالی میں حاضر ہوا۔ یہاں سے واپس جموں جانے لگا تو حضور نے خود ہی ایک کتاب 'آداب المریدین' عنایت فرمادی، گھر پہنچا تو ایک دن میرے استاد صاحب جو اُس وقت دیوبندی تھے، اپنے ذوق مطالعہ کے ماتحت خود ہی کتاب پڑھتے رہے۔ فارغ

ہوتے تو فرمایا اس کتاب نے میرے تمام شکوک دُور کر دیتے ہیں گویا حضور قبلہ عالم کا کتاب عنایت فرمانا دراصل انہی کے لئے تھا۔ اسی طرح فضائل اہلبیت اطہار کے موضوع پر آپ اکثر 'القول المقبول فی حب آل رسول' نام کی کتاب تقسیم کرتے۔ اسی کا اثر تھا بہت سے رافضی تائب ہو جاتے۔ جناب غلام قادر صاحب کی روایت کے مطابق اسی طرح حضور قبلہ عالم نے ایک دفعہ 'ہلاک الوہابین' بھی اپنے نیاز مندوں میں تقسیم فرمائی۔ یہ آداب زیارت قبور کے موضوع پر تھی۔ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو اپنے مرشد ذی وقار خواجہ خواجگان حضرت بادا جی علیہ الرحمۃ کی طرف سے چاروں سلسلوں میں بیعت لینے کی اجازت تھی مگر آپ نے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی اور اپنے دُوسرے شاخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زیادہ رواج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو دیا، پھر سلسلہ عالیہ قادریہ کو بعض حضرات کو ان دونوں نہروں سے سیراب فرمایا۔ محترم المقام جناب صوفی رحمت علی صاحب درزی کو جو نقشبندی ٹوپی بنانے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ (اور علاقہ جموں سے ہجرت کر کے موضع غازی پور متصل شہر سیالکوٹ میں سکونت پذیر ہیں) پہلے سلسلہ نقشبندیہ میں پھر خود ہی ایک دو سال بعد سلسلہ قادریہ میں داخل فرمایا۔

وہ لوگ جن کو سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ سے طبعی مناسبت ہوتی وہ بھی در اقدس سے محروم نہ ٹوٹتے۔ وہ حضرات جو کسی بھی الجھن سے دوچار ہوتے، قبلہ عالم قدس سرہ کی ایک نگاہِ کرم سے فیض پا جاتے۔

جناب حاجی محمد مقبول صاحب راوی ہیں کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ جوئیاں میں ولی فرود تھے۔ سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا سراج الحق رحمۃ اللہ علیہ کوٹ نیناں کے قریب کہیں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے حضور سے اگلے دن کا پروگرام پوچھ بھیجا اور ملاقات کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضور قبلہ نے اُن سے بھی یہی سوال کر بھیجا اور اپنے قدم رنجہ فرمانے کے خیال سے آگاہ فرمایا۔ اس جواب پر وہ خود جوئیاں تشریف لے آئے۔ چشتی ہونے کی وجہ سے وہ حلقہ ذکر جہر

کرتے تھے مگر تین دن یہاں رہے اور اپنی رسم سلسلہ ادا نہ کی۔ کسی حلقہ نشین نے پوچھا تو فرمایا شاہ لاثانی کے سامنے اس کی ضرورت نہیں۔

اس سلسلے میں بابا محمد علی صاحب طوطی پاک دہند کی ایک اور روایت بھی سنئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ طریقت کے یہ دو آفتاب و ماہتاب اسی موضع میں تھے۔ حضرت سراج الحق علیہ الرحمۃ نے مجھ نعت پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں نے تعمیل کی اور آپ وجد میں آگئے۔ آواز سن کر حضور قبلہ عالم بھی مسجد میں آگئے۔ تو اچانک یہ شور اس طرح ختم ہوا گویا آگ پر پانی ڈال دیا گیا ہو۔ حاجی محمد عبداللہ صاحب میرپوری کی روایت کے مطابق حضرت مولانا سراج الحق صاحب چشتی علیہ الرحمۃ کے چند مریدین جو اس وجد و حال کے رسیا تھے، ان کے وصال شریف کے بعد حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کی زیارت کو یہیں (جوتیاں میں) حاضر ہوئے۔ حضور نے صرف اتنا فرمایا کہ 'سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بہت صبر کیا'۔ اس مختصر سے جملے میں نہ جانے کیا بجلی بھری تھی کہ وہ دیر تک فرش خاک پر لوٹتے رہے۔ یہاں یہ اندازہ کرنا ایسا مشکل نہیں کہ جب دوسرے سلسلوں میں حضرت کے فیض عام کا یہ عالم تھا، اپنے سلسلہ عالیہ میں یہ بارش کتنی مونسلا دھار ہوگی۔ آپ اکثر تہجد کے وقت داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ مراقبہ خاص اہتمام سے سکھاتے۔ بعض ہندو اور سکھ بھی خدا کا نام سکھنے آتے تو حضور کے انداز مسیحائی سے فیض حاصل کرتے۔ بہت سے ایسے لوگ قلب و ضمیر کے اعتبار سے مسلمان ہو جاتے اگرچہ وہ سب اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہ کرتے مگر ذکر و فکر، نماز اور دیگر شعائر کی پابندی تک کرتے تھے۔ موضع مانک (نزد نارووال) کے ایک سکھ زمیندار بھگوان سنگھ نے اپنے گاؤں میں مسجد کی تعمیر بھی کروائی تھی جو آج تک موجود ہے۔ گویا ہندوؤں اور سکھوں کی عظیم تعداد کا حضور قبلہ عالم سے نیاز مندی ظاہر کرنا مختلف علاقوں میں اسلام کے بول بالا کے لئے بڑا مفید ثابت ہوا اور اہل اسلام اُن کے جور و ظلم سے محفوظ ہونے کے علاوہ اپنے مذہب پر زیادہ پختہ ہو گئے۔

خالصہ کالج امرتسر کا پرنسپل نرائن سنگھ بھی اپنے آپ کو حضور کا حلقہ بگوش ظاہر کرتا تھا،

نماز اور درود شریف کا پابند تھا۔ دربار شریف آتا تو شیشن سے ننگے پاؤں حاضر ہوتا اور یہاں کے ٹکڑوں کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتا۔

بہاؤدالی کا ہندو ناتھ نامی بھی حضور کے فیضِ اثر سے نماز ادا کرتا تھا۔ بگتے میں ایک دن ضرور دربار شریف حاضر ہوتا۔ اس کسبِ فیض کی بنا پر وہ اپنی قوم میں خاص اثر و رسوخ کا حامل ہو گیا تھا موضع چن مان سنگھ میں بھی ایک سنگھ نرائن سنگھ نامی، حضور قبلہ عالم کی نگاہ کا نچیر تھا۔ سیدی و مرشدی حضرت سجادہ نشین مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے وصال شریف کے بعد اس گاؤں میں سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو اس نے بہت اصرار کے ساتھ کہا کہ میں نہیں جانے دوں گا۔ اور میں بڑے حضرت کو بھی اس طرح نہیں جانے دیتا تھا۔ حضور بھی مجھ پر کرم فرماتے تھے آپ کو بھی فرمانا ہو گا۔ چنانچہ اُس نے خشک غلہ مسلمانوں کے گھر میں بھیج دیا اور اس طرح ہماری دعوت کی۔ اس شخص نے پھر اپنا معمول یہ بتایا کہ صبح ہوتے ہی حضور قبلہ عالم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لانے کی کوشش کرتا ہوں اگر یہ مبارک نقشہ سامنے آجائے تو یوں لگتا ہے کہ پہاڑ بھی راستہ نہ روک سکے گا اور اگر خدا نخواستہ ایسا نقشہ آنکھوں کے سامنے نہ آئے تو گھر سے پاؤں باہر نہیں نکالتا۔ اسی گاؤں میں ایک دفعہ مسلمانوں نے جن کے صرف دو گھر تھے اپنی چھوٹی سی مسجد میں اذان کہی تو ہندو اور سنگھ حملے کی تیاریاں کرنے لگے۔ یہی نرائن سنگھ موقع پر پہنچا اور کہنے لگا، اذان روکنے والے پہلے مجھ پر حملہ کریں پھر..... چنانچہ اس کی وجہ سے مسلمان آزادی سے اپنے دینی شعائر پر عمل پیرا رہے۔

اسی طرح اندر سنگھ (ڈپٹی) اور اس کا بڑا بھائی بھگوان سنگھ ذیلدار دونوں خود کو حضور کا محتاج سمجھتے تھے۔ دونوں عام اسلامی تعلیمات کے پابند تھے اور دربار شریف میں ننگے پاؤں حاضری دیتے تھے۔ حضور ج پر چلے تو وہ گھر کے سارے زیورات لے آیا مگر آپ نے قبول نہ فرماتے۔

حضور کے اس فیضِ عام اور حسنِ سلوک سے اسلام کو بہت تقویت ملی۔

حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ

بحیثیت

شیخ کامل

ذکرِ بیعت کے بعد حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا اپنے مُرشدِ باصفا خواجہ خواجگان خواجہ فقیر محمد صاحب المعروف بہ حضرت بادا جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حُسنِ عقیدت اور گہرے رابطے کا حال بیان کیا گیا تھا کیونکہ مریدِ صادق کی حیثیت سے یہ عقیدت و رابطہ انتہائی ضروری ہے۔ اب ذکرِ خلافت کے بعد حضور قبلہ عالم کی اس شفقت اور توجہ کا تذکرہ کیا جائے گا جو آپ اپنے غلاموں کے شامل حال رکھتے تھے۔ کیونکہ شیخ اگر اپنے مریدوں کے ظاہری و باطنی حالات سے باخبر نہیں تو اُن کی روحانی تربیت کیسے کر سکتا ہے۔

خلافت سے سرفراز ہوتے ہی حضور قبلہ عالم کے فیضانِ عام کا شہرہ دُور دُور تک پہنچ گیا اور علم و عرفان کے پیالے جوق در جوق حاضر خدمت ہونے لگے۔ سفر میں ہوتے یا حضر میں متوسلین و زائرین کا جم غفیر ساتھ ہوتا، اتنے کثیر طالبانِ حق کو توجہ دینا آسان نہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو دربارِ اقدس سے سینکڑوں کوس دُور سکونت پذیر ہیں، ان کا خیال رکھنا بھی مشکل ہے بلکہ عقل کی رُو سے تو یہ واقعی حاکمِ معما ہے سمجھنے کا، نہ سمجھانے کا۔ مگر وہ لوگ جنہیں معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ کا بندہ مقرب اُسی کے نور سے دیکھتا، اُسی کے نور سے سُنتا اور اُسی کے نور سے پکڑتا ہے، اُن کے لئے قریب و بعید کی گتھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جسمانیّت محدود ہے مگر بندہ مومن کی روحانیت محدود نہیں۔ یہ تو اتنی وسیع ہے کہ کائنات کو گھیر لیتی ہے۔

بقول مولائے روم۔

ظاہر شراپشتہ آرد بحسرخ
باطنش آمد محیط ہفت چسرخ

یعنی انسان کی ظاہری صورت کو تو ایک چہرہ بھی چکرا دیتا ہے مگر اس کی باطنی حقیقت
ساتوں آسمانوں کو محیط ہے۔

کافر بشریت کے ظاہر تک رہ جاتا ہے اور اسے حقیقتِ آدمیت سے کوئی سروکار نہیں
ہوتا۔ اس کے برعکس بندہ مومن، انسانِ کامل ہونے کی بنا پر اپنی باطنی عظمت سے بھی مشرف
ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے

مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

چنانچہ ایک دفعہ کچھ دوستوں نے حضور قبلہ عالم سے عرض کیا کہ حضور ہم لوگ بہت دُور کے
رہنے والے ہیں اور جلدی جلدی دربار شریف میں حاضر نہیں ہو سکتے لہذا ہماری طرف خاص خیال
رکھیں فرمایا پیر مشرق میں اور مرید مغرب میں بھی کیوں نہ ہو، اگر پیر کو مرید کے احوال سے آگاہی
نہیں تو ایسے پیر کو مرید کا ہاتھ پکڑنا حرام ہے بلکہ وہ پیر میدانِ حشر میں شرمندہ اٹھے گا۔

منشی عبدالغفار صاحب ساکن شکھرہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے دریافت کیا کہ حضور
آپ اتنی مخلوق کو کس طرح پہچان لیتے ہیں، آپ خاموش رہے، جب موضعِ سنگیال میں پہنچے تو
ایک شخص آکر ملا۔ حضور نے فرمایا تم چودھری ودھاوا ہو۔ تم چالیس سال کے بعد ملے ہو۔ تمہارا
گاؤں کوٹلی ہے اور تم فلاں کام کے لئے ملے تھے، وہ شخص تسلیم کرتا جاتا تھا، اس طرح گویا میرے
سوال کا جواب مل گیا۔

ایک شخص سنی پتیس برس کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مارے شرم کے حضور کے

مولانا فرماتے ہیں صورت میں تو انسان عالمِ اصغر ہے مگر حقیقت میں عالمِ اکبر (بڑی دنیا) ہے

پس بصورتِ عالمِ اصغر توئی پس معنی عالمِ اکبر توئی

سامنے نہیں ہوتا تھا کہ شاید آپ مجھے بھول چکے ہوں۔ آخر منشی غلام دین صاحب اُسے آپ کے حضور میں لے گئے۔ آپ نے دیکھتے ہی اُسے فرمایا کہ تُو نے ہمیں بھلا دیا ہے مگر میں تجھے نہیں بھولا۔ تیرا نام محمد عبد اللہ ہے۔ فلاں جگہ تُو نے بیعت کی تھی۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر آپ کے قدموں میں گر پڑا۔

سید مقبول حسین صاحب جہانوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ موضع چندر کے تشریف لے جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ ایک شخص قافلے سے بہت پیچھے میرے ہمراہ تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ مجھے تنہائی میں حضور سے کچھ عرض کرنا تھا اگر موقع مل جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ ابھی وہ یہ بات ختم کرنے ہی کو تھا کہ یکایک حضور نے گھوڑی واپس کر لی اور اس آدمی کو الگ لے جا کر اس کی عرض سُن لی۔

بعض دفعہ کسی دُور کے رہنے والے کو کچھ سمجھانا ہوتا تو اس کے خواب میں تشریف لے جا کر یا مثالی صورت میں جلوہ نما ہو کر ارشاد فرمادیتے۔ ایک دو واقعات یہاں عرض کئے جاتے ہیں۔ بعض واقعات کشف و کرامات کے باب میں پیش کئے جاتے ہیں گے،

منشی غلام الدین صاحب (ساکن تھوہ ضلع امرتسر) کا بیان ہے۔ ”ایک دفعہ میں تین ہفتے آپ کی خدمت اقدس میں رہا۔ رخصت کے وقت حضور نے دُعا فرمائی اور ارشاد فرمایا، ”منشی صاحب! کوئی رشتہ دے تو انکار نہ کرنا“ میں یہ حکم سُن کر چلا آیا۔ چند روز گزرے تھے کہ مجھے خط آگیا کہ ”منشی صاحب! میں نے آپ کے لئے رشتہ تجویز کیا آکر قبول کر لو۔“ خط مولوی محمد دین صاحب نے لکھا تھا، ”میں وہاں پہنچا تو انہوں نے بتایا کہ خط لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ حضور قبلہ عالم نے متواتر دو راتیں خواب میں تشریف لا کر تاکید فرمائی ہے کہ ”اپنی لڑکی کا نکاح منشی صاحب سے کر دو“ چنانچہ نکاح کرنے کے بعد میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا ”شادی کر لی ہے“ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر فرمایا وہ بڑا درویش ہے اور اس کی لڑکی بھی نیک ہے۔“

یہی منشی صاحب بیان کرتے ہیں ”ایک دفعہ میری بیوی سخت بیمار ہو گئی میں نے دربار عالی میں حاضر ہو کر عرض کی ”حضور رمضان بی بی چند روز کی مہمان ہے۔ اُسے موضع مقبورہ میں دفن کیا جائے یا دھنگاتی میں“ فرمایا اُس کے والدین سے پوچھنا میں نے عرض کیا حضور وہ بہت دُور ہیں۔ آپ نے پھر تین بار یہی فرمایا کہ اُس کے والدین سے پوچھ لینا میں سمجھ گیا کہ اس میں کوئی راز ہے، گھر آیا اس کے والدین موجود تھے، انہوں نے بتایا کہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہاری لڑکی قریب الموت ہے لہذا فوراً جاؤ۔“

یہ چند واقعات صرف اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے لکھے گئے ہیں کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ الانحرم کو اپنے متوسلین اور غلاموں کی طرف کتنی توجہ اور خیال تھا۔ غلام کہیں بھی ہوتا، آپ کی نظر میں ہوتا اور فاصلے کی کمی بیشی آپ کے لطفِ عمیم میں حاصل نہ ہو سکتی بمصدق

ۛ گھر دل میں ہے یاروں کا تو پھر گھر ہے برابر

مشرق میں بسا یا ہو کہ مغرب میں بسا یا

اب ایک دو واقعات ایسے لکھے جاتے ہیں جن میں حضور نے مثالی صورت میں جلوہ افروز

ہو کر عقیدہ و عمل کی اصلاح فرمائی۔

بابا جمال دین (مرحوم) آڈے والے بیان کیا کرتے تھے کہ ہمارے گاؤں میں دو شخص

نواب دین اور الانبخش حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے مگر ان کا چچا مرزائی تھا۔

وہ دونوں اپنے چچا سے متاثر ہو کر مرزائی ہو گئے۔ ایک دن نواب دین میرے پاس آیا تو

دوران گفتگو میں نے اُسے بہت کچھ سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا آخر میں نے کہا کیا تم آلِ رسول کو بھی

مانتے ہو کہ نہیں، اُس نے کہا ”ہاں“ مانتا ہوں، میں نے کہا پھر حضور قبلہ عالم کے دست

حق پرست پر بیعت ہو کر کیوں منحرف ہو گئے ہو۔ یہ بات اس کے دل پر اثر کر گئی اور اس

نے توبہ کر لی مگر دوسرے آدمی اللہ بخش نے کہا ”میں تو آپ کی کرامت دیکھ کر مانوں گا۔ چند

روز بعد کا واقعہ ہے۔ اللہ بخش ایک مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ کی مثالی صورت نے اس کو بہت تنبیہ کی لہذا وہ دربار شریف میں حاضر ہوا، حضور نے دیکھتے ہی فرمایا ”میاں! قادیاں والے تو چندہ مانگتے ہیں مگر میں تو چندہ وغیرہ بھی نہیں مانگتا۔ اس نے بھی صدقِ دل سے توبہ کر لی۔

میاں رحمت علی صاحب درزی ساکن غازی پور متصل شہر سیالکوٹ تقسیم ملک سے قبل ضلع جموں میں رہائش پذیر تھے۔ حضور قبلہ عالم کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوتے تو حضور نے تہجد پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ واپس آتے تو رات کو تہجد کے وقت آنکھ کھل گئی مگر لیٹ گئے۔ پھر جاگے تو بیٹھ گئے مگر بیٹھے بیٹھے سو گئے۔ اب کیا ہوا، حضور قبلہ عالم قدس نے مثالی صورت میں تشریف لا کر زور سے ایک ڈنڈا ان کی ران پر رسید کیا جس سے اٹھ کر انہوں نے نفل تو پڑھ لئے مگر صبح تک ہلکا ہلکا درد محسوس کرتے رہے۔ یہ اس مثالی ڈنڈے کی برکت ہے کہ چالیس سال ہو گئے تہجد کے وقت انہیں نیند نہیں آئی خواہ رات کا اکثر حصہ جاگتے رہے ہوں۔

’ثانی‘ سے ’ثانی‘

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ

۷

ہر لحظہ ہے سالک کا زمانہ اور مکان (اقبال)

علی پور سیداں (شریف) آبادی کے اعتبار سے ایک مختصر سا قصبہ ہے مگر شہرت کے آسمان پر آفتاب بن کے چمک رہا ہے۔ برصغیر کے طول و عرض میں ہی نہیں، اس کے فیض کے اُجالے دور دور تک پہنچے ہیں۔

۷ دیا اس سرزمین کو حق نے ایسا رتبہ والا کہ ہر ذرہ بنا آئینہ انوارِ عارفانی

اس کی شہرت کی ابتدا تیرھویں صدی ہجری کے آخری دور میں ہوئی جب یہاں دو عظیم نقاد ہستیوں کا ظہور ہوا۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں یکتا تے روزگار تھی جس اتفاق سے دونوں ایک ہی اہم مبارک سے موسم اور پھر ایک ہی سرچشمہ فیض (یعنی چورہ شریف) سے سیراب ہوئیں۔ اس لئے تعارف میں امتیاز کی ضرورت تھی۔ اسی ضرورت کے پیش نظر خواجہ خواجگان حضرت باواجی علیہ الرحمۃ نے قبلہ عالم، کوٹانی صاحب، کالقب مرحمت فرمایا۔ مگر آپ کے کمالات میں روز افزوں ترقی ہوتی ہو گئی۔ آپ کا شاہباز ہمت، بلند یوں کو متواتر سر کرتا گیا، آپ کی کیف باز نگاہیں، خرد و کلان کو مسحور کرتی چلی گئیں اور وہی نقشہ ہوا

ہم ہوتے، تم ہوتے کہ میر ہوتے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوتے

تو ان لاجواب عظمتوں کی تصدیق کے طور پر بعد میں لقب 'لاٹانی' بھی پر خانے ہی سے ملا۔ اس کی عظمت کا بھلا اندازہ کر سکتا ہے کون

شیخ کامل جس کا خود ہی جس کو 'لاٹانی' کہے

پھر کیا ہوا، صوفیا و مشائخ اور علما و فقہاء کی زبان پر 'لاٹانی' ہی جاری ہو گیا۔ موقع کی مناسبت سے اس دور کے چند کاملین کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپ کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک نظر آجائے گی،

سرمد شریف کے سجادہ نشین مخدوم الاولیاء حضرت پیر مقبول احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انوار 'لاٹانی' کی تقریظ میں لکھتے ہیں۔

”... غوثِ زمان، قطبِ دوراں، آفتابِ ولایت، شہسوارِ مضارِ طریقت، شہبازِ اوجِ حقیقت، حضرت قبلہ سید جماعت علی شاہ صاحب 'لاٹانی' رحمۃ اللہ علیہ... اس قحط الرجال کے زمانے میں حضور مدوح صبیبتیاں عنقاہیں، شرقپور شریف فخر الاولیاء شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

کی ذات ستودہ صفات سے متور ہے وہ اپنی مجلس میں فرمایا کرتے تھے ولی سرکارِ لاثانی ہیں ورنہ
 ”دکانداریاں تو بہت ہیں“ (ضیائے لاثانی)

گوڑہ شریف کو آفتاب علم و عرفان حضرت والا پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 پر بجا طور پر ناز ہے۔ ایک شخص کچھ دن علی پور شریف رہ کر حضرت موصوف کے پاس چلا گیا۔ آپ
 نے دیکھ کر فرمایا ”بعض لوگ شاہ لاثانی کے کچے اور سادے حجرے دیکھ کر چلے آتے ہیں حالانکہ
 وہاں پچھلے پیر ذات باری تعالیٰ کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔“

کوٹ عبدالخالق کے مشہور زمانہ شیخ فخر طریقت حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 کے ایک مرید کو آپ کی مجلس میں یہ خیال آیا کہ فلاں بزرگ کا دنیا میں بہت چرچا اور عروج ہے
 تو حضرت نے بذریعہ کشف معلوم کر کے فرمایا ”تم کو یہ خیال گزر رہا ہے کہ فلاں صاحب کا دنیا میں
 بہت عروج ہے۔ ہم تم کو ایک وظیفہ بتا دیتے ہیں کہ آٹھ روز تک تم اس بزرگ جیسے بن جاؤ گے
 مگر کوئی شاہ لاثانی بن کر تو دکھائے۔ میں انہیں ہر روز دربارِ مصطفیٰ (علیہ السلام) میں دیکھتا ہوں
 پانی پت کی معروف ترین شخصیت، مخزنِ ولایت حضرت قبلہ مولانا شاہ سراج الحق صاحب
 چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں چند بزرگوں کا ذکر چلا جن میں ایک ہمارے آقا و مولا
 شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی تھے۔ آپ جلال میں آکر مریدوں سے فرمانے لگے تم کون ہوتے ہو
 اکابر کے مرتبوں کا فیصلہ کرنے والے، پھر خود ہی فرمایا شاہ لاثانی کو جہاں پہنچنا چاہتے تھے اُن توں
 کے وہ پہنچ چکے ہیں۔ وہ منتهی ہیں اور دوسرے تو اُن کے سامنے محض طفلِ مکتب ہیں۔ (یہ
 روایت منشی حیات محمد صاحب بوعوی سے منقول ہے)

کٹھوعہ شریف کے مشہور جلالی بزرگ فخر سادات حضرت پیر سید فضل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ
 نمازِ جمعہ ادا کر کے احباب سے مصافحہ کرنے میں مصروف تھے تو ایک آدمی نے آپ سے مل کر
 عرض کیا کہ میں علی پور شریف سے حضور شاہ لاثانی کی زیارت کر کے آیا ہوں تو آپ نے اس سے

و آپ علم لدنی کے بحرِ ذخار تھے کٹھوعہ جموں اور پٹھان کوٹ کے علاقوں میں بہت سے
 لوگ آپ سے مستفیض ہوئے

معانقہ فرمایا اور مجمع میں اعلان فرمادیا کہ سب اس شخص سے مل کر جائیں یہ قطبِ زمان کی زیارت سے مشرف ہو کر آیا ہے اور اس کے جسم پر بہت سی برکات موجود ہیں۔ (یہ روایت میاں شکر دین سے منقول ہے)

یہ بھی معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنے مریدوں کو وصیت فرمادی تھی کہ میرے بعد حضور شاہِ لاثانی کے زیرِ سایہ رہنا۔ چنانچہ میاں لال دین (خادمِ دربارِ لاثانی) اسی حکم پر یہاں آئے ہیں۔

موثرہ شریف میں فخرِ زمانہ اعلیٰ حضرت بابا جی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی مقدس ہستی رونق افروز تھی، آپ کے خلیفہ مجازِ محمدی حضرت پیر سید غلام رسول شاہ صاحب مدظلہ بیان کرتے ہیں۔ ”بابا جی فرمایا کرتے تھے، فقر کے شہنشاہ، شاہِ لاثانی ہیں۔“

حضرت کیلیا نوالہ شریف میں فخر المشاخ حضرت پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسی صاحب کشف شخصیت سند طراز عرفان رہی ہے آپ شیرِ ربانی شوقِ قدس کے محبوب ترین خلیفہ مجاز تھے۔ ایک بار آپ نے فرمایا ”مرد تو صرف شاہِ لاثانی ہیں“^ط

سیالکوٹ کے مشہور ولی محرمِ خفی و جلی حضرت حکیم خادم علی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی محمد نقی صاحب مصنف انوارِ لاثانی کو فرمایا تھا ”شاہِ لاثانی کی خدمت میں بار بار جایا کرو کیونکہ آپ کا منصب قطبیت ہے۔“

کوٹلی لوہاراں کے مایہ ناز عالمِ دین فقیہِ اعظم حضرت مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ خواجہ خواجگان حضرت باداجی علیہ الرحمۃ کے مریدِ صادق اور فاضل بریلوی قدس سرہ القوی کے خلیفہ مجاز تھے۔ لکھتے ہیں ”میں کیا عرض کروں قبلہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے ساتھ فقیر کو پرانی عقیدت ہے... مجھے حضورِ عالی اور ان کے خاندان سے وہی محبت ہے جو کہ ایک غلام کو اپنے آقا سے ہونی چاہیے۔“

ط یہ روایت مجھے مخدوم و محترم مولانا معین الدین صاحب ڈسکوی نے سنائی تھی۔

ط فاضل بریلوی نے انہیں فقیہِ اعظم کا لقب بھی دیا تھا جو بہت مشہور ہے۔

دعا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ حشر کے دن قبلہ لاثانی علیہ الرحمہ کی معیت نصیب کرے آمین۔
(تقریظ انوار لاثانی)

جہانیاں شریف کے منبع فیض حضرت پیر سید امیر حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک دن خواب میں یہ سند جس کے الفاظ نہایت نور افشاں تھے، خطِ طغرا میں لکھی ہوئی مجھے دکھائی گئی

”منصب غوثیت و قطبیت سید جماعت علی شاہ لاثانی محلہ عنبرہ
علی پور شریف کو دیا گیا“

انہی شاہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار میں حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی مجلس میں بیٹھا تھا، پیر دن کا ذکر آیا تو ڈاکٹر صاحب نے منفی انداز میں تبصرہ کیا۔ لوگ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے پوچھا، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، ڈاکٹر صاحب بولے، ”اُن کا تو میں قائل ہوں“ اُن سے میرا سلام عرض کرنا اور حسنِ خانم کی دعا کروانا اب یہاں دو تین ایسے واقعات پیش کئے جاتے ہیں جو ہمارے نقطہ نظر کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

چاہ میراں لاہور کے حاجی علم دین صاحب کا بیان ہے۔
حاجی علم دین کا واقعہ | میں ۱۹۲۹ء میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے بیت اللہ شریف

گیا ہوا تھا۔ وہاں میں نے مقام ابراہیم کے پاس دعا کی کہ الہی مجھے کسی برگزیدہ بزرگ کے سپرد فرماؤ۔ دعا مانگ کر مراقبہ میں مشغول ہوا تو حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی کی زیارت نصیب ہوئی اور غیب سے آواز آئی آج سے تمہیں حضرت شاہ لاثانی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ میں سفر حج سے واپس آیا تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیت اللہ شریف والا تمام واقعہ عرض کیا۔ آپ نے تین دفعہ منہ مایا بالکل ٹھیک ہے، یہی بیعت ہوتی ہے۔

منشی غلام دین مدرس سکندر تھوہ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۳ء کا
واقعہ بیان کرتے ہیں کہ تقریباً ۲۰ سالہ ایک ہندو مجذوب

ایک ہندو مجذوب کا واقعہ

حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا 'سرکار میں اپنے یار کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں بڑی ٹھی
گدیوں پر گیا ہوں۔ سب نے یہی کہا ہے علی پور شریف محلہ مغربی میں ایک بزرگ ہیں جن کا لقب
ثانی ہے وہ تمہیں یار سے ملا دیں گے' آپ نے مسکرا کر اس عاجز کو فرمایا 'منشی جی کریم بخش سے
کاٹھے کماؤ کی پاک شکر لاؤ تاکہ اس درویش کو کھلائیں چنانچہ عاجز آدھ پاؤ پختہ شکر لے آیا۔ حضور
نے مٹھی بھر اس درویش کو دی باقی دوسرے حاضرین میں تقسیم فرمادی۔ نیز مجھے تاکید فرمایا کہ شام کو
اس درویش کو گاؤں میں لے آنا۔ اس وقت وہ برابر ذکر و فکر میں مشغول رہا اور ایک دم بھی غافل
نہ ہوتا تھا۔ ایک گھنٹہ کے بعد علی پور شریف کا ایک مہاجن گنڈا رام اتفاقاً حضور کی زیارت کو آگیا
اور سلام عرض کرنے کے بعد پیچھے ہٹ کر بیٹھنے لگا تو اس مجذوب نے گنڈا رام کو جذبے سے کہا
کہ تیرے گھر سے اتنے مرد عورتیں فوت ہو گئی ہیں پھر بھی تجھے خدا کے راستے میں موت کا ڈر نہیں بندہ
بن اور خدا کو یاد کیا کر۔ وہ اسی وقت درویش کا معتقد ہو گیا مگر اس نے حضرت کی طرف اشارہ کر دیا۔
(اعتقاد کا سبب یہ تھا کہ اُس نے مرنے والوں کی تعداد صحیح بتائی تھی) چنانچہ وہ مہاجن روٹی اور
دودھ بھی اُس مجذوب کے لئے لایا مگر اس نے پروا تک نہ کی بلکہ کہا تو یہ کہا کہ میں تو باباجی ہی کا
کھاؤں گا۔ شام کے وقت اُسے حضور کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو آپ نے اُسے ایک سوکھی روٹی
اور تازہ دودھ دیا۔ وہ پی چکا تو کہنے لگا 'باباجی یار ملاؤ یہ کہہ لیتا اور پھر ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتا۔
ایک بار اُس نے پھر جذبے سے وہی کہا (یعنی باباجی یار ملاؤ) تو سائیں مہر علی شاہ صاحب جوش
میں آکر کہنے لگے 'میں اس کو یار ملاتا ہوں' حضور قبلہ عالم نے سائیں صاحب کی آواز سنی تو
یہ فرما کر انہیں منع کر دیا کہ میں تم سے بہتر جانتا ہوں۔ درویش نے ساری رات ذکر میں بسر کی تو نفلوں
کے وقت حضور نے اس عاجز کو آواز دی کہ اس مجذوب کو وضو کروا کے اندر بھیج دو۔ چنانچہ اُسے
اندر بھیج دیا گیا۔ حضور نے بیعت کر کے تلقین فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ کسی جنگل میں جا کر فلاں

اسم پڑھا کر دو تین مہینے میں یار مل جائے گا۔ حضور کا آنا فرمانا تھا کہ معلوم نہیں کیا ہوا وہ مجھ کو کس وقت نکل بھاگا۔ میں نے یہی کہتے سنا کہ مل گیا، مل گیا۔ آپ نے اس کی آواز کی پردہ پوشی کرئی

حکیم عبدالعزیز صاحب سو جانپوری کا واقعہ | حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے ایک باطنی معاملہ درپیش تھا

جس کی کشود کے لئے بہت سے بزرگوں سے ملا مگر کام نہ بنا۔ دو ایک بزرگوں نے جو عمل بتایا وہ بہت ریاضت طلب تھا۔ آخر حضور شاہ لاثانی کے در اقدس پر حاضر ہوا آپ نے فرمایا 'با وضو ہو کر پاک بستر پر سویا کر دو۔ میں نے عمل کیا اور تین دن میں ہی وہ معاملہ درست ہو گیا۔'

قطب مدار کون؟ | حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:-

اے برادر! حضرت امیر خوں عامل بادولایت محمدی اند علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقہ تربیت مقام اقطاب و ابدال و اوتاد کہ از اولیاء عورت اند و جانب کمالات ولایت در ایشان غالب است مفوض بامداد و اعانت آنحضرت است۔ سر قطب الاقطاب کہ قطب مدار است۔ زیر قدم اوست۔ قطب مدار بحایت و رعایت او مہم خود را سرانجام می نماید و از عہدہ مداریت برمی آید۔ حضرت فاطمہ و امین نیز دریں مقام بامحضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک اند (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵)

ترجمہ: اے برادر چونکہ ولایت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقہ) کا برج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہے اس لئے اقطاب، ابدال اور اوتاد جو اولیائے عورت کہلاتے ہیں اور جن میں کمالات ولایت کا پہلو غالب رہتا ہے کے مقام کی تربیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد و اعانت کے پُرد ہے۔ قطب الاقطاب کا سر کہ قطب مدار ہوتا ہے، آپ کے زیر قدم ہے اور آپ کی حمایت و رعایت سے اپنے منصبی فہم سرانجام دیتا ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین بھی اس مقام پر آپ کے شریک کار ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضور قبلہ عالم جب مکتوبات شریف میں قطب مدار کا ذکر پڑھتے تو بڑے لطیف انداز میں اس کی تصدیق فرماتے تھے جس سے نکتہ رس حضرات اشارۃً سمجھ جاتے کہ قطب مدار آپ ہی ہیں۔

ایک دفعہ کسی موقعہ جلال میں آپ کی زبان حق ترجمان سے یہ الفاظ بھی سننے میں آئے۔
خداوند کریم کے فضل و کرم سے اگر ایک سیرموں تو صرف ایک چھٹانک ظاہریوں۔
صوفی محمد رفیق صاحب لکھتے ہیں:-

جلوۂ ذات میں مستغرق

”میں کتب مقدسہ میں اولیائے مقدسین کے حالات

پڑھ کر درطہ حیرت میں کھو جاتا تھا کہ الہی ایسے پاک بندے اب کہاں ہیں۔ کیا معمورۂ عالم ایسی مقدس ہستیوں سے یکسر خالی ہے۔ گھڑیاں اسی تفکر میں گزر جاتیں۔ آخر فجرِ زماں حضرت قبلہ حکیم خادم علی صاحب نے مجھے اس گوہرِ لاثانی کا پتہ دیا جو سرورِ انس و جان رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبی نسبت رکھنے کے علاوہ کمالاتِ ظاہری و باطنی کا منظرِ اتم تھا۔ آپ کا وجود اقدس قرونِ اولیٰ کی یادگار اور اُمتِ مرحومہ کے لئے رحمت تھا۔ آپ کے علوشان کو کیا بیان کروں۔ صفاتی مقامات سے گزر کر ذاتی جلووں میں مستغرق تھے اور وجد میں آکر یہ شعر پڑھا کرتے۔

چونکہ در ذات تو شدم فانی

کے بسوتے صفات می بینم

میرے دل میں شعلہ زن دہ نار ہے آتشِ نمرود کیسِ مُردار ہے

ایک شعلہ اس کا گر پھونکوں کبھی فرش سے تاعرشِ جل جالتے سبھی

جب کبھی درد بھری آہ بھرتے یا اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے تو اس پاس بیٹھنے والے تھرا جاتے۔

آدابِ شریعت میں بڑے سے بڑے فقیہ اور محدث سے زیادہ محتاط تھے۔“

چودھری غلام محمد صاحب

نمبر دار موضع باہر بیان کرتے

سُرکارِ روپ کا اظہارِ عقیدت و حقیقت

کرتے ہیں کہ اردپ ضلع گوجرانوالہ میں ایک بلند پایہ بزرگ تھے جنہیں اُن کے حلقہ ارادت میں 'سرکارِ یاسرکاراں' کہا جاتا تھا۔ اُن کے خلیفہ مجازِ صوفی اللہ دنا صاحب ایک بار موضع نوکھر متصل فاروق آباد میں تشریف لاتے۔ اتفاق سے میں بھی وہاں حاضر ہو گیا۔ علی پور شریف کی نسبت سے جب میرا تعارف کروایا گیا تو وہ بڑی شفقت سے پیش آتے پھر فرمایا 'میں کیوں نہ اب آپ بیتی سناؤں' ہم نے کہا ضرور سنائیے، اس پر وہ فرمانے لگے :-

''ایک بار ہمارے پیر و مرشد جناب سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اس دور میں دو

مرد ایسے ہیں جن کا جواب نہیں۔ ایک اُن میں سے مجذوب ہیں اور دوسرے سالک۔ ہم نے پوچھا جناب یہ مجذوب کون ہیں تو فرمایا 'حیات شاہ ولی جنڈیالہ شیرخاں والے' (علیہ الرحمہ) کچھ دیر بعد فرمایا 'جو بات پوچھنے کی تھی، تم نے پوچھی ہی نہیں، ہم نے عرض کیا حضور ہمارے خیال میں تو اس کے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں اس لئے آپ ہی کی ذاتِ عالی ہے، فرمایا میں

اس قابل کہاں؟ ہم نے ایک اور مشہور بزرگ کا نام لیا تو جواب دیا 'وہ تو مولانا ہیں۔ پھر ہم نے ایک دوسرے مردِ کامل کا ذکر کیا تو ارشاد ہوا 'یہ سب ادھر کی باتیں ہیں، آخر ہم نے عرض کیا 'حضرت آپ ہی بتائیں تو فرمایا وہ سالک جن کی اس دور میں نظیر نہیں ملتی، حضرت شاہ لاثانی علی پوری ہیں، پھر فرمایا 'جب بھی کبھی خوش نختی سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بکس پناہ میں حاضری کی سعادت ملی انہیں ہمیشہ وہاں پایا۔ میں نے عرض کی 'حضور ایسے عارفِ کامل کی زیارت تو ضرور ہونی چاہیے، آپ نے فرمایا 'ضرور چنانچہ آنجناب نے کچھ نذرانے دے کر مجھے شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کی خدمتِ بابرکت میں بھیج دیا۔ دربارِ شریف میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھتے ہی فرمایا 'صوفی اللہ دنا صاحب کیا حال ہے، اور سرکار کیسے ہیں۔ پھر آپ نے اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا اور رخصت دیتے وقت دعا فرمائی 'اللہ پاک تمہیں دین و دنیا میں کامیاب فرمائے، حقیقت یہ ہے کہ اس دعا کی برکت آج تک محسوس ہوتی ہے۔''

حضرت پیر سید فتح علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا واقعہ

آپ حضور قبلہ عالم
شاہ لائانی علیہ الرحمۃ کے

نسبی عزیز اور خلیفہ مجاز تھے۔ چک ماجرا ریاست جموں و کشمیر میں سکونت پذیر تھے اور پہاڑی علاقے میں اکثر تبلیغی دوروں کی بنا پر وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے۔ ایک بار کسی ایسے ہی (تبلیغی) دورے پر جاتے ہوئے خیال آیا کیوں نہ جموں کے مشہور مجذوب بابا جیون شاہ صاحب کی زیارت کرتا جاؤں۔ بابا صاحب کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ بار بار یہی جملہ دہرانے لگے 'ملک سا ڈاساں ملکاں والے، دوجا بھڑوا کون' مگر آپ نے اس پر زیادہ غور نہ کیا۔ اتفاق کی بات جب منزل مقصود پر پہنچے تو کسی نے پروا تک نہ کی۔ دو چار دن رہے مگر کوئی بھی قریب نہ پھٹکا۔ آخر بڑی افسردگی اور بے دلی سے واپس آ گئے۔ چند روز بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ دُربار میں حاضر ہوئے۔ عصر کے بعد مراقبے میں اُونگھ آ گئی تو دیکھا حضرت آپ کا ہاتھ پکڑے پہاڑی علاقے کی سیر فرما رہے ہیں اور عوام و خواص یوں جوق در جوق زیارت کے لئے آرہے ہیں کہ ایسا ہجوم پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ نیز حضرت والا اپنی زبان مبارک سے بار بار یہ جملہ بھی دہراتے ہیں :-

'فرش ساڈا، عرش ساڈا، دوسرا بھڑوا کون'۔ کچھ دن حاضر بارگاہ رہنے کے بعد اجازت طلب ہوئے تو فرمایا 'شاہ جی، پہاڑی علاقے میں بھی ہونا، چنانچہ گھر آنے کے چند روز بعد آپ کے حسب الارشاد پھر پہاڑی علاقے میں پہنچے تو لوگوں نے از حد عقیدت و ارادت کا مظاہر کیا۔ واپسی پر سوچا پھر اُن مجذوب سے مل جاؤں۔ اب بابا جیون شاہ صاحب کو دیکھا تو وہ گردن جھکائے ہوئے تھے اور جب تک آپ وہاں رہے، اُنہوں نے گردن نہ اٹھائی۔ اب معلوم ہوا پہلی بار پہاڑی علاقے کی ناکامی اُن کے تصرف کی بنا پر تھی اور یہ دوسری بار کی کامیابی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ رحمت کے اثر سے تھی۔

شرف حج و زیارت

کے بودیا رب کہ رُو در طیبہ و بطحا کنم
گہ بکہ منزل دگہ در مدینہ جا کنم (جامی)

بندۂ مومن کی منزل مقصود، کائنات کی اس چار دیواری سے بہت آگے ہے۔ اس کے عشق کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مادی مطالبوں اور سفلی خواہشوں سے ماورا ہو کر، حرص و ہوا کے بتوں کو توڑتا ہوا، شاہراہ تسلیم و رضا پر گامزن ہو کر، اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ حج بیت اللہ کی فرضیت کا یہی مقصد ہے کہ نفع و ضرر اور درنج و راحت سے بے نیاز ہو کر، ساری دنیا سے منہ موڑ لے اور بندۂ حق و جان و دل کا نذرانہ لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو جائے۔ سفر کی صعوبتیں اس کے شوق بچرپا کی کسوٹی ہیں اور یہی شوق اس کا سرمایہ حیات ہے۔

مردِ عارف جو ذوق و شوق کے کٹھن مرحلوں سے گزر کر حریمِ خاص میں پہنچ چکا ہے، اس کا اپنا دل مرکزِ تجلیات ہے۔ اس کا جسم کہیں بھی ہو، دل حاضرِ بارگاہِ رتبا ہے۔ میرے قبلہ عالم قدس سرۂ اسی مقام پر فائز تھے بلکہ آپ کی صحبت و تربیت سے فیضیاب ہونے والے بھی اس سرور و حضور سے سرشار تھے۔ قلبِ دروح کی اس دائمی حاضری کے باوجود، شریعتِ مطہرہ نے ہر اہل طاقت پر، کعبہ مکرمہ کا جسمانی حج

۱۔ صحبتِ اہل صفا، نور و حضور و سرور۔ سرخوش و پر کیف ہے لالہ لبِ آبجو (اقبال)

بھی فرض کیا ہے۔ (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ
 اَلَيْسَ سَبِيْلًا لِّعِمْرَانِ پ) اس پر چھتے تو کعبہ مکرمہ کے در و دیوار تک اکثر جسم
 ہی پہنچتا ہے، ورنہ جو شخص حج کی روح سے واقف نہیں، اُس کی اپنی روح (دلی توجہ)
 بھی گھر ہی میں رہ جاتی ہے، اور رہ گئے اہل نظر سو وہ اس کعبہ سے جو بنگاہِ خلیل اکبر
 ہے، بہت آگے نکل جاتے ہیں بقولِ غالب

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
 قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

یہ الگ بات ہے کہ جسم، جب انوارِ کعبہ کی بارش میں ڈھلتا ہے تو اس سے
 روح بھی کیف و لذت محسوس کرتی ہے۔ حجرِ اسود کو چومتے وقت روح کو بھی سُرد ملتا
 ہے اور مقامِ ابراہیم کے قیام سے روح، بھی فیضیاب ہوتی ہے۔ آبِ زمزم، کاپینا
 تو جسم کا فعل ہے مگر روح بھی ساتھ ہی سیراب ہو جاتی ہے۔ غرض حج ایک اہم عبادت
 ہے اور ہر عبادت کی طرح یہ بھی قلب و روح کے لئے ایک مقوی غذا ہے۔ یہی وجہ
 ہے کہ ہر اہلِ ایمان کو رب کا گھر دیکھنے کی تڑپ بے قرار رکھتی ہے۔

حضور قبلہ: عالمِ قدس سرور حج و زیارت کے لئے، مدت سے سراپا شوق بنے
 ہوئے تھے مگر کُلُّ امْرِئٍ مَرْهُوْنٌ بِأَوْقَاتِهِا کے مصداق
 دیر ہوتی گئی۔ آخر ۱۳۲۳ھ میں وہ وقتِ سعید آہی گیا جب حضور نے حج و زیارت
 کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔

صاحبزادگانِ بلند شان کا بیان ہے، جو بزرگ اس سفرِ مقدس میں حضور کے
 ہمراہ تھے واپسی پر بتاتے تھے کہ جب سرزمینِ عرب میں ہمارا قافلہ پہنچا، آپ کا انداز
 پہلے سے بھی بہت زیادہ مودبانہ ہو گیا اور دیکھنے والے محسوس کرتے تھے جیسے آپ پر
 خصوصی کیفیات نازل ہو رہی ہیں۔

سوئے مدینہ منورہ

تو نہ مودی رہِ بطحاً گرفتیم
 وگرنہ جز تو مارا منہ نہ لے نیست ^۱ (اقبال)

رب اکبر کے گھر کا حج ہو چکا، اب حبیب اکبر کے در پر چلتے۔ خدا کے جلوں
 کا دربار دیکھ چکے، اب محبوب خدا (علیہ التحیۃ والثناء) کا آستانہ دیکھتے۔ اعلیٰ حضرتؒ
 نے خوب فرمایا۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
 کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو
 آب زمزم تو پیا، خوب بجائیں پیاسیں
 اب ذرا جو دُشہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
 رکن شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
 اب مدینے میں چلو صبحِ دلارا دیکھو

چنانچہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد شہرِ حبیبؐ
 کا رخ کیا، ہمسفر کہتے ہیں کہ آپ نے ادب کی وہ ادائیں اختیار کیں جو دوسروں کے
 لئے مشکل تھیں۔ اہل شوق سے پوچھتے، راہِ مدینہ میں ارمان کیسے مچلتے ہیں، دووے
 کیونکر بیدار ہوتے ہیں، آرزوئیں کیسی سرشار ہوتی ہیں، حوصلوں میں کتنی بندی آجاتی
 ہے، امیدوں میں کیسی بہار اور امنگوں میں کیسا نکھار ہوتا ہے۔

ہر قدم پر راہِ طیبہ میں ہیں لاکھوں نعمتیں
 عرشِ رحمت کا یہ زینہ ہے، خدا کا فضل ہے

۱۔ ترجمہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا تو ہم مکہ گئے درنہ ہماری منزل آپ ہی ہیں۔
 ۲۔ خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است۔ خاکِ آن شہرے کہ آنجا دلبراست (اقبال)

مدینہ منورہ صرف بارہ میل رہ گیا ہے۔ عشق رسول کا ادب شناس اونٹ
کی سواری چھوڑ کر پا پیادہ ہو گیا ہے۔ جسم و جاں ہیں کہ پر دانہ دار کھنچے چلے جا رہے
ہیں۔ نگاہیں ہیں کہ گنبد خضرا کے بلند میناروں پر جمی ہیں۔

۴ چہ کند کہ چشم یک میں نہ کند بکس نگاہے

وہ شہر حبیب بھی آگیا۔ یہی وہ مقدس سرزمین ہے جسے کلام حق میں ارض اللہ
(اللہ کی زمین) فرمایا گیا ہے۔ یہ مٹی بھی دافع البلاء ہے۔ صرف اس لئے کہ

۵ اس خاک نے چوئے ہیں قدم سرورِ دیں کے

ورنہ کبھی دیکھا ہے کہ مٹی بھی شفا ہے

نورِ ایماں سے دیکھتے تو یہاں کے ذرے ذرے میں شمس و قمر پوشیدہ ہیں، یہیں
کے پتھروں کے بارے میں حفیظ نے کہا ہے۔

۶ کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگِ اسود کے

یہاں کے پتھروں نے پاؤں چوئے ہیں محمد کے (علیہ التحیۃ والثناء)

مدینہ منورہ سرچشمہ انوار ہے جس سے شرق و غرب تجلیات کی بھیک مانگ
رہے ہیں، نور کا باڑا بٹ رہا ہے اور کوئی سائل بھی تو محروم نہیں پھرتا۔

لویہ درِ مصطفیٰ بھی آگیا۔ خدا کے سب سے بڑے محبوب اور کائنات کے سب
سے بڑے بادشاہ کا آستانہ۔ عشق اپنی منزل پر آگیا ہے۔ شوق درو دیوار کے بوسے
لے رہا ہے ہاتھ جالیوں کو چھو کر مشامِ جاں کو معطر کر رہے ہیں، زبان و دل صلوٰۃ و
سلام میں مصروف ہیں۔

ہاں ہاں یہی تو وہ بارگاہِ عرشِ پناہ ہے جہاں صبح سے شام تک اور شام
سے صبح تک ستر، ستر ہزار قدسی محو طواف رہتے ہیں، جو ایک بار آگئے انہیں دوبارہ
یہ سعادت نصیب نہیں ہو سکے گی۔

من روضه حيدر و حيدر له سقاى



یہی وہ دربار ہے جو فلک کے ہر ملک کا اور زمین کے ہر یکین کا آخری مرجع ہے
 یہیں وہ صاحب تخت و تاج جلوہ طراز ہے جو مالک لوح و قلم ہے اور جس کی رضا
 قبلہ ایمان اور جس کا اشارہ تقدیر کائنات ہے۔ اسی دربار کی بے ادبی پر قرآن نے
 اعمال ضبط کرنے کی وعید سنائی ہے (اَنْفٌ تَحْبُطُ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا
 تَشْعُرُونَ) ۱۱ ہجرات پ ۲۶

۵۔ ادب گاہ ہے ست زریہ آسماں از عرش نازک تر
 نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا
 یہ شفیع المذنبین کی درگاہِ معالی ہے۔ یہیں کی حاضری جنت و مغفرت کی نویہ ہے
 (مَنْ شَرَّ اسْرَ قُبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي مَشْكُوۃُ دارِ قُطْنِي) 'جگ داتا، کا دربار
 ہے۔ دو عالم یہاں بھکاری ہیں جس کو جو چاہیئے، مانگتا ہے، جس کو جو چاہتے ہیں،
 عطا فرماتے ہیں۔ رب اکرم نے اپنے خزانوں کی تقسیم ان کے ذمے کی ہے و فرماتے
 ہیں اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ الْمُعْطِي (علہ بخاری شریف) جو خدا سے
 مانگتا ہے اس کو بھی حضور ہی دیتے ہیں اور جو ان سے مانگتا ہے اس کو بھی خدا ہی
 دیتا ہے یعنی خدا جس کو دیتا ہے ان کا صدقہ دیتا ہے، یہ جس کو دیتے ہیں خدا کے فضل
 سے دیتے ہیں وہ رحم الراحمین ہے۔ یہ رحمتہ للعلیین ہیں۔ وہ دہاب و ستار
 ہے، یہ اس کے نائبِ اعظم اور مظہر اتم ہیں۔ کوئی مانگ کر تو دیکھے، یہ کیا نہیں دیتے؟
 کب نہیں دیتے؟ کس کو نہیں دیتے؟ اور کس کس انداز سے نہیں دیتے۔ خود یہ طلب
 بھی تو ان کی دین ہے۔

خدا کا شکر ہے ہم بے نواؤں کو محبوب بندہ نوازل کیا (لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلٰی

۱۔ ترجمہ: کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

۲۔ بیشک میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی عطا فرمانے والا ہے۔ ۳۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ آلِ عِمْرَانَ عَلَيْهِ
 ۱۔ کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
 بتا دے مفلوکہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے
 (۱ علی حضرت بریلوی)

مومن کی پہچان بھی تو یہی ہے کہ وہ دینے والے کو بھی مانے اور دلانے والے
 کو بھی پہچانے۔ منافقوں کی بدبختی ہے کہ کھاتے پیتے بھی خدا و محبوب خدا کے فضل
 کے منکر ہیں۔ وَمَا نَقَّبُوا إِلَّا أَنْتَ اَعْتَمَلُ اللَّهُ وَسَرُّهُ
 مِنْ فَتْلِهِ التَّوْبَةُ پناہ معتبر روایات میں ہے کہ حضور نبی کریم روف رحیم
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی سائل کے جواب میں لفظ لا، (یعنی نہیں) نہیں فرمایا۔
 ۱۔ نرفت لا، بزبان مبارکش ہرگز
 مگر در آشلہ! اَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

۱ علی حضرت علیہ الرحمہ نے اسی خیال کو یوں ادا فرمایا ہے۔

۱۔ دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
 کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں
 بلکہ ۱۔ بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مقرر مقرر
 جو دہاں پہ ہو، یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو دہاں نہیں

تو اسی بارگاہ بیکس پناہ میں مانگنے آیا ہے کون؟ جو ان کا اپنا منظور نظر ہے
 بلکہ نور نظر ہے۔ دوسروں کا دامن مراد بھرنے والا اس اپنے کو کیا کچھ نہیں دے گا،
 بات یہ بھی ہے کہ اسے مانگنا آتا ہے اور انہیں دینا آتا ہے بلکہ دینا انہی کو آتا ہے۔

۱۔ ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔
 ۲۔ ترجمہ: اور انہیں کیا بُرا لگا یہی تاکہ اللہ در رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

۵ کون دیتا ہے، دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی!

ہاں ہاں وہی دے سکتا ہے جو خدا کے فضل سے تمام عزانوں کا مالک خازن
اور قاسم ہے اور وہ کون ہے؟ سچا ہمارا نبی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)
مانگنے والے نے کیا مانگا، دینے والے نے کیا دیا، یہ ہمارے دہم و تصور سے بالاتر ہے۔

روایت ہے کہ حج و زیارت سے حضور واپس تشریف لائے تو گفتگو پہلے
سے بھی قلیل ہو گئی۔ (جو دیکھنے میں محسوس، اُسے بولنے کی کب فرصت ہے) ان دنوں
عرب شریف کے اندر کا سفر حاجی لوگ کرائے کے ادنیٰوں پر کرتے تھے اور اس طرح
بدی حضرات سے پالا پڑتا تھا، لوگ اکثر ان کے شاکی رہتے تھے مگر حضور قبلہ عالم
قدس سرہ ہمیشہ ان کے حسن سلوک کی تعریف فرماتے تھے۔

اس مقدس سفر میں جو لباس زیب تن تھا، اُسے آتے ہی تبدیل کر لیا چنانچہ
وہ آج تک بطور تبرک دربار عالی میں محفوظ ہے۔

مدینہ مقدسہ میں حضور کی ملاقات حضرت سرپا برکت شیخ عبدالحق مدنی رحمۃ اللہ علیہ
سے بھی ہوئی تھی۔ انہوں نے آپ کو تمام قرآن پاک اور دلائل الخیرات شریف کی اجازت
مرحمت فرمائی تھی۔ معتبر روایت سے معلوم ہوا ہے اجازت دیتے وقت حضرت مدنی
نے خاص اہتمام فرمایا تھا۔

جناب مستری نظام دین صاحب راوی ہیں کہ حضور قبلہ عالم اس اجازت کا ذکر
بڑے کیف و سرور سے فرماتے تھے۔ (اور یہ سب کچھ تحدیثِ نعمت کے طور پر تھا)
حضور شاہ لاثنانی علیہ الرحمہ فریضہ حج ادا کر کے واپس تشریف لائے اور ایک
طویل عرصے تک دنیا میں رونق افروز رہے مگر کبھی بھی اپنے آپ کو حاجی کہلوانا
پسند نہ فرمایا۔

ایک عظیم سفر کی روداد

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے بر عظیم (پاک و ہند) کے ادیبائے کبار کے مزارات کی زیارت کے لئے کئی سفر کئے اور روحانی برکات و فوائد حاصل کئے۔ ان سب کا تفصیلی بیان تو مشکل ہے البتہ اپریل ۱۹۳۸ء کے سفر کی مختصر سی روداد درج ذیل ہے۔

سرہند شریف | یہاں امام ربانی قیوم زمانی حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ الصمدانی اور آپ کے خاندان کے بعض دوسرے حضرات کے مزارات ہیں۔ حضور قبلہ عالم کو مجدد پاک سے گہرا روحانی رابطہ تھا۔ آپ کے اکتساب فیض کا معاملہ ہر چار سلسلہ طریقت میں حضرت شیخ مجدد سے متعلق ہے۔ قبلہ عالم، حضرت امام ربانی کا ذکر خیر ہمارا شیخ، کہہ کر فرماتے تھے۔ اس گہرے رابطے کی بنا پر آپ ہر سال باقاعدگی سے اپنے شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند حجتہ اللہ سے بھی جو حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے اور قیوم ثالث تھے، (علیہم الرحمہ) آپ کو بہت عقیدت و محبت تھی۔ آپ ان مزارات پر بڑی فراخ دلی سے نذرانے پیش کرتے تھے۔

سرہند شریف گویا سفر کا نقطہ آغاز تھا اب یہاں سے اجمیر شریف کو روانہ ہوئے۔ راستے میں پانی پت، تھا چنانچہ یہاں بھی اترے۔

پانی پت | شہنشاہ نامی طالب علم کے ساتھ حضرت بوعلی قلندر اور وزیر خان مقرب (علیہم الرحمہ) کے مزار پر پہنچے۔ دوسرے روز قاضی ثناء اللہ، حضرت سراج الحق، حضرت شمس الدین، حضرت جلال الدین، حضرت امام اکبر علی اور بدر الدین شہید (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے مزارات کی زیارت

کی حضرت شہید کے مزار پر طویل مراقبے کے بعد فرمایا کہ اس مرد خدا کا درجہ حضرت بوعلی قلندر سے بھی زیادہ عروج پر نظر آتا ہے۔

یہاں سے دہلی کا رخ کیا

دہلی | یہاں حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کی، جو ادھر کے زیر تھے، زیارت کی اور فرمایا یہ بہت کامل درویش گزرا ہے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار علیہ الرحمہ کے مزار پر پہنچے اور وہاں سے تبرکات حاصل کئے۔ پھر حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء (رحمۃ المولیٰ) کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ یہاں سے حضرت مجدد الف ثانی کے پیر و مرشد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ (رحمۃ اللہ) کی درگاہ میں حاضر ہوئے اور رات یہی بسر فرمائی۔ ان سے حضرت کو بہت محبت و عقیدت تھی۔

دہلی کے سب مزارات سے فارغ ہوئے تو اجمیر شریف کا قصد فرمایا۔

اجمیر شریف | یہاں سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ القوی کا آستانہ ہے۔ فیضانِ عام کی بنا پر انہیں غریب نواز بھی کہتے ہیں (مشہور ہے کہ ان کے درِ اقدس پر جو دعا بھی مانگی جائے، پوری ہوتی ہے) حضرت سید عبدالمجید شاہ صاحب سجادہ نشین نے قبلہ عالم کو روضہ پاک سے ایک دستارِ فضیلت اور کچھ تبرکات پیش کئے۔ یہاں ایک غیر ملکی درویش بھی حضور کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا۔

یہاں سے واپسی کا ارادہ فرمایا تو پھر دلی تشریف لے آئے۔

اب یہاں حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادے حضرت

شاہ عبد العزیز نیز دوسرے محدثین علیہم الرحمۃ کے مزارات کی زیارت کی۔

۱۷ ایک انگریز مورخ نے بھی لکھا ہے کہ میں نے ہندوستان پر ایک قبر کو حکومت کرتے دیکھا ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا ”محدثین کے مزارات پر انوار کی بارش ہو رہی ہے۔“

دہلی میں ایک دن آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی یعنی شدید گرمی میں پائے اقدس سے پاپوش مبارک اتار کر شاہی مسجد کے قریب خانقاہ حضرت شیخ کلیم اللہ علیہ الرحمۃ میں پہنچ گئے یہیں تشریف فرما تھے کہ ایک مجذوب آپ کے سامنے آکر رقص کرنے لگا۔ رقص کرتا جاتا تھا اور کتا جاتا تھا ”یہ بزرگ آل رسول ہیں۔ کسی کو کیا خبر ہے کہ یہ کیا چیز ہیں۔“

کلیر شریف میں ان دنوں عرس ہو رہا تھا دیہاں حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کا جو حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کے بھانجے اور خلیفہ تھے مزار پر انوار ہے) حضور نے یہاں بھی قیام فرمایا اور بہت سے تبرکات لے کر واپس دربار عالی (علی پور شریف) میں تشریف لے آئے۔

اس سفر میں بہت سے خادموں کے علاوہ سیدی و سندی و مرشدی و مولائی و ملجائی و ملاذی و معاذی حضرة الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب امت برکاتہم العالیہ بھی ساتھ تھے۔ اہل نظر کا کہنا ہے کہ مختلف مزارات کی حاضری سے دراصل انہی کا تعارف مقصود تھا۔

عادات و خصال

ایمان کا اولین تقاضا بلکہ انسانیت کا بلند ترین کمال یہ ہے کہ انسان حضور رحمت کون و مکاں، ہادی انس و جاں، رہبرِ دو جہاں، امام الانبیاء، حبیبِ کبریا احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ افضل التھیۃ و اکمل الشناء کا دل و جان سے محب و مطیع ہو جائے۔ اس محبت و اطاعت سے جو جو جوں وہ ذات رسالت کے قریب ہوتا جائے گا، اسے رب العلیین کا قرب ملتا جائے گا یعنی قرب رسول ہی قرب خدا کی دلیل ہے۔ اس طرح معرفت کے دروازے کھلتے جاتیں گے اور انشراح صدر کی دولت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ قرب و معرفت کے مدارج طے کرتے ہوئے وہ اپنے ماحول سے مختلف اور بلند ہو جاتا ہے۔ عام آدمی اور مردِ حق میں جو فرق رونا ہوتا ہے، مولانا روم رحمۃ القیوم اُسے یوں بیان فرماتے ہیں

ہ۔ ایں خورد گرد و پیدی زیں جدا

اد خورد گرد و ہمہ نور خدا

یعنی یہ کچھ کھاتے تو اس سے پیدی نکلے، وہ (بندۂ حق) کھاتے تو نورِ خدا بن جاتے پھر مولانا سے نورِ حق کھانے کا اثر پوچھتے، فرماتے ہیں

ہ۔ ہر کہ کاہ و جو خورد دستر باں شود

ہر کہ نورِ حق خورد دستر آں شود

اے گھاس اور جو کھانے والا قربان اور نورِ حق کھانے والا سراپا دستِ آن بن جاتا ہے۔

جب 'مومن' کا قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن کے مصداق ہو جاتا ہے تو اس کا سراپا کچھ ایسا ہوتا ہے

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفرین کار کشا، کار ساز

خاک و نوری نہاؤ بندہ مولا صفت

ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد علیل

اس کی ادا و فریب اس کی نگہ و لنواز

رزم دم گفتگو، گرم دم جستجو!

رزم ہو یا رزم ہو پاک دل و پاک باز

نقطہ پر کار حق، مردِ حنہ کا یقیں

اور یہ عالم تمام، وہم و طلسم و مجاز

عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ

حلقہ آفاق میں، گرمی محسن ہے وہ (اقبال)

جس مردِ حقانی کی سیرت اس وقت زبانِ قلم کا موضوع ہے وہ ایمان و عمل، فکر و نظر اور عظمتِ کردار کے اعتبار سے یقیناً اپنے دور میں لاثانی تھا۔ سیرتِ لاثانی کی چند جھلکیاں ہدیہ قارئین ہیں۔ غور سے مطالعہ فرمائیے :-

۱۔ حبِ خدا و رسول | قرآن حکیم کی رو سے، مومن کے دل میں سب سے زیادہ محبت خدا تعالیٰ کی ہوتی ہے بفرماتے

(وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ) (البقرہ پ)

(اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں)

اور جب رسول کے متعلق فرمایا

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (الاحزاب ۲۱)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے

ایک مشہور حدیث ہے

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ

وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (شیخین)

(تم میں کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک

اس کے والدین، اولاد بلکہ تمام نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)

بلکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بھی، خدا کی محبت ہی ہے۔ ایک طویل

حدیث کے ابتدائی جملے اس حقیقت کو واضح گان کرنے کے لئے کافی ہیں

قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وفي رواية مؤمناً كاملاً)

قَالَ إِذَا أُحِبَّتِ اللَّهُ قِيلَ مَتَى أُحِبُّ اللَّهُ قَالَ إِذَا أُحِبَّتِ

رَسُولُهُ (مقدمہ دلائل الخیرات شریف)

یعنی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور! میں

مومن (اور ایک روایت کے مطابق میں مومن کامل) کب ہوں گا فرمایا

”جب تو اللہ کا محب ہو جائے گا“ عرض کیا گیا حضور! اللہ کا محب کب

ہوں گا، فرمایا جب تو اس کے رسول کا محب ہو جائے گا۔

معلوم ہوا خدا اور رسول (جل و علا فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت

ہی روح ایمان و دین ہے۔

عشق و محبت کی تعریف کرنے والے فرماتے ہیں الْعِشْقُ نَارٌ يُحْرِقُ مَا

سِوَى اللَّهِ عِشْقُ وَهُوَ أَكْبَرُ جِوَاللَّهِ كَيْفَ سِوَا سَبْ كَيْفَ جَلَا دِيتِي هِي

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کے دل میں یہی آتشِ محبت سوزاں تھی جس کا اثر یہ تھا کہ سردی کی سخت ترین راتوں میں کمھن کی مالش کرواتے، ٹھنڈے پانی سے غسل فرماتے اور کئی دفعہ (رات کو) چھاتہ لگا کر پھرتے (جیسا کہ میرے ولی نعمت سرایا خیر و برکت حضور پیر سید علی حسین شاہ مدظلہ بیان فرماتے ہیں) اور اسی عالم میں بارہا آپ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

میرے دل میں شعلہ زن وہ نار ہے آتشِ نمرود کی مدار ہے
ایک شعلہ اس کا گر پھونکوں کبھی فرش سے تاعش جل جلتے بھی
حاجی علم دین صاحب (ساکن چاہ میراں لاہور) کا بیان سنئے۔ فرماتے ہیں

’میں ایک دفعہ نہایت عمدہ کشمیری لوتی اوڑھ کر دربار شریف میں حاضر ہوا۔ حضور قبلہ عالم کھدر کی سادہ سی چادر میں تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا سخت سردی کا موسم ہے کیوں نہ یہ لوتی خدمت میں پیش کر دوں‘ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا ”ستری صاحب! لوتی رہنے دو، مجھے تو اس چادر میں بھی رات کو گرمی محسوس ہوتی ہے۔“

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے

ذکرِ خدا و رسول | ذکر کو محبت کی علامت بٹھراتے ہوئے فرمایا

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرًا

یعنی جس انسان کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو بار بار اس کا ذکر کرتا ہے

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے دل میں خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم)

کی محبت کا جو دریا موجبِ زن تھا، وہ آپ کی کثرتِ ذکر سے بھی ظاہر ہے۔ آپ کی ساری زندگی ”ذکر“ کا ایک حسین چمن زار ہے جس میں ذکرِ لسانی، ذکرِ قلبی، ذکرِ زوجی، ذکرِ سری، ذکرِ نفی و اثبات اور سلطان الاذکار کے خوش رنگ پودے لہکتے اور ہلکتے نظر آتے ہیں۔ یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آپ پر لمحہ بھر کے لئے بھی غفلت طاری نہیں

ہوتی بلکہ جو شخص صدقِ دل اور حسنِ ارادت سے آپ کی زیارت کر پاتا اِذَا رُفِدَ لَکُمُ اللّٰہُ
کے مصداق اس کی غفلت کا پردہ بھی چاک ہو جاتا تھا۔ حضرت خواجہ حافظ عبد الکریم رحمۃ اللہ
علیہ (راولپنڈی والے) اپنی کتاب ہدایت الانسان میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
کی جوانی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”جو انہیں دیکھ لیتا اس پر رقت طاری
ہو جاتی تھی“۔

نقیہ عظیم کوٹلوی علیہ الرحمۃ اپنی بیعت کا واقعہ یوں سناتے ہیں :-

”میں انجی المکرم حضرت مولانا محمد عبد اللہ مرحوم کے ایما پر قبلہ (حضرت) بادا جی
علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر مشرف بہ بیعت ہوا تو حضورِ عالی نے داخل
سلسلہ فرما کر حضرت لاثانی علیہ الرحمۃ کے سپرد کیا کہ انہیں ذکر و مراقبہ کی تعلیم دیں اور توجہ
باطنی سے مسرور کریں۔ قبلہ لاثانی علیہ الرحمۃ ان دنوں ہر وقت ذکر و فکر اور مراقبہ
کی حالت میں رہتے تھے اور ہمہ وقت ریاضتِ نفس اور مجاہدہ میں ایسے مشغول رہا کرتے
کہ ہم لوگ دیکھ دیکھ کر حیران ہوا کرتے تھے کہ خدایا یہ کیسا مقبول شخص ہے کہ کسی وقت بھی اس
پر غفلت طاری نہیں ہوتی۔“

”قاضی سراج احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں
عرض کیا ”مجھے ذکرِ نفی اثبات سے بہت محبت ہے“ آپ نے فرمایا ”مجھے بھی اس سے
بہت انس ہے“ نیز فرمایا ”اسم ذات سے جذب پیدا ہوتا ہے اور نفی اثبات سے سلوک
تمام ہوتا ہے“۔

حضور غلاموں کو بھی ذکر سکھاتے اور درود شریف پڑھنے پر بہت زور دیتے تھے۔
نماز تہجد کے بعد کم از کم ایک سو گیارہ بار درود شریف ہزارہ پڑھنے کا اکثر حکم فرماتے۔
ایک دفعہ فرمایا ”درود شریف مومنین کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے اور تمام اوراد و وظائف
سے افضل و اعلیٰ ہے۔“

ملفوظات کے باب میں 'ذکر و مراقبہ' کے متعلق آپ کے بہت سے ارشادات پیش کئے جاتے گئے یہاں ذکر کے متعلق حضور کے تصور کی وضاحت میں ایک دو باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

حضرت مولانا فضل الہی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک بار آپ پہاڑی علاقے میں تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک عورت پانی کے بھرے ہوئے تین گھڑے سر پر اٹھاتے ہوئے نہایت متانت سے چل رہی ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا "مراقبہ کا طریق اس عورت سے سیکھو۔ اس کے سر پر گھڑے محض اس کی درستی خیال کی بنا پر گھڑے ہیں۔ یہ چلتے وقت ایسے انداز اور سلیقے سے پاؤں رکھتی ہے کہ چڑھائی اور اتاری کے وقت گھڑے کو ذرا جنبش نہیں ہوتی اگر لمحہ بھر کے لئے بھی غافل ہو جاتے تو گھڑوں کا سر پر رہنا ناممکن ہے۔ لہذا تم لوگ بھی اپنے کاروبار میں مشغول رہنے کے باوجود ذکر جاری رکھ سکتے ہو۔" مزید فرمایا "ہاتھوں سے کام کرو، پاؤں سے چلو پھرو اور آنکھوں سے دیکھو مگر دل کو ذکر اللہ میں مشغول رکھو اور اس عورت کی طرح خیال کو مضبوط رکھو۔"

پنجابی کا یہ مشہور مقولہ اکثر سنایا کرتے تھے 'ہتھ کارول، دل یارول' یہ بھی فرمایا کرتے 'ذکر اللسان لقلقہ' و ذکر القلب وسوسہ' و ذکر الروح راحۃ' بندے کو اس قدر ذکر میں مشغول رہنا چاہئے کہ رفتہ رفتہ زبان اور دل کا تعلق ہی اٹھ جائے اور روحانی کیفیت حاصل ہو جائے اس مقام پر بندہ ایک خاص حظ سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

قرآن حکیم فرماتا ہے لَذِكْرِ اللَّهِ أَكْبَرُ (حضور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے انکبوت پ) حضور قبلہ شاہ لاثانی اس کی عملی تفسیر تھے چنانچہ صوفی محمد دین صاحب کا بیان ہے کہ مجھے ایک دفعہ کہیں سے کیمیا کا نسخہ ہاتھ لگا۔ لہذا میں نے تمام چیزیں فراہم کر کے ایک گڑھے میں آگ دینے کا بندوبست کیا ہی تھا کہ ایک آدمی نے آکر یہ خوشخبری سنائی

حضورِ امداس تشریف لائے ہیں اور فلاں کنوتیں پر دقتِ افروز ہیں۔ میں سب کچھ چھوڑ کر حاضر خدمت ہوا، آپ نے دیکھا تو جلالی انداز میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ”محمد الدین! کیمیا گری حرام ہے۔ میں تو فانی کیمیا میں عمر ضائع کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ سب سے بڑی کیمیا یادِ حق ہے جسے یہ حال ہو گئی اُسے پھر دوسری کی حاجت نہیں رہتی۔“ لہذا میں نے وہ خیال چھوڑ دیا۔

”ذکر کی اہمیت واضح کرنے کے لئے یہ حدیث شریف بھی سناتے
يَكُلُّ شَيْءٍ مُّصْقِلَةً وَمُصْقِلَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ
(ہر چیزیں دی صیقل ہے، دل صیقل یادِ الہی)

ایک بار فرمایا وہ شخص بد قسمت ہے جو رات کے پہلے حصے میں جاگا اور آخر شب جب مغفرت کے دروازے کھلتے ہیں سو گیا، یہ بھی فرمایا ”جو بندہ زیادہ سو کر وقت ضائع کرتا ہے وہ خالی ہاتھ اٹھتا ہے۔“

تہجد کی تاکید فرماتے مگر اس پر اکتفا آپ کو ناپسند تھا۔ ایک دفعہ صوفی محمد الدین صاحب سے فرمایا ”میاں تہجد پر نازاں نہیں ہونا چاہیے۔ تہجد تو عورتیں بھی پڑھتی ہیں مگر مردانِ حق کا کام اس سے بالا ہے وہ یہ کہ ماسوا اللہ سے اپنے دل کو پاک رکھیں۔“ پھر یہ شعر سنائے۔

پاسبانیِ دل کی کرتو اس قدر ماسوا حق کے نہ ہو تجھ کو خبر

فکرِ باطل نے کیا تجھ کو تباہ ہو گیا درگاہِ حق سے رو سیاہ

فخرِ دنیا پر کیا تو نے خیال یہ نہ سمجھا دین میں ہے یہ وبال

تعظیم و توقیرِ رسول ﷺ | محبت کی ایک اور اہم علامت ”ادب و تعظیم“ بھی ہے بقول اقبال

ع ادب پہلا قرینہ سے محبت کے قرینوں میں

اس علامت کی نشاندہی بھی خود سید دو عالم نورِ محسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ

نے فرمائی ہے ارشاد ہے حُبُّكَ الشَّيْءُ يُعْبِي وَيُصِثُّ
یعنی کسی چیز کی محبت تجھے (اس کے عیب دیکھنے سے) اندھا اور (اس کے
خلاف سننے سے) بہرہ کر دے گی۔

گویا محبوب میں عیب ہو بھی تو محب کو نظر نہیں آتا اور جو شخص دعویٰ محبت کے
ساتھ نکتہ چینی اور عیب جوئی بھی کرتا ہے اس کا دعویٰ محبت غلط ہے۔

ہمارے آقا و مولا، بلجا و مادی، شاہ دوسرا، مظہر کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التَّحِیَّۃُ وَالتَّنَا
تَوَاقُّبِ کَمَالِ اور روحِ حُسن و جمال ہیں یہاں تو عیب کا تصور بھی خلافِ واقعہ
اور بے ادبی ہے۔

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھولِ خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں (علیحدتِ خالِ بیلوی)
حضور کا اسمِ گرامی 'محمد' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی تو اسی طرف اشارہ
کر رہا ہے (کیونکہ اس کے معنی ہیں وہ ذات جس کی بار بار تعریف کی جائے اور یہ تعریف
ختم نہ ہو)

یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ بر عظیم (پاک و ہند) میں انگریزوں کے اشارے
پر ناچنے والے کچھ لوگوں نے ملت کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے اہل ایمان کے سینوں سے
عشقِ رسول نکالنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح انہوں نے حضور کے کمالاتِ علمی و
عملی پر اعتراضات وارد کئے۔ کچھ نہ کچھ لوگ اُن کے پھندے میں آگئے اور اس طرح باقاعدہ
منکرینِ کمال کا ایک فرقہ بن گیا۔

شاہِ لاٹانی سے زیادہ اس فتنے سے کون باخبر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ اپنے مخصوص
دلفشیں انداز میں اپنے حلقہ بگوشوں کو ان بے ادبوں سے بچنے کی خوب تلقین فرماتے
(جس کا مناسب تفصیل سے ذکر مذہبی تعامل کے زیر عنوان آئے گا) یہاں موقع کی

مناسبت سے صرف ایک دو باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

قبلہ حضرت شاہ لاٹانی علیہ الرحمۃ کو جس درجہ محبت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت اظہارِ رضی اللہ عنہم سے تھی، اس کا صحیح علم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دل تک محدود ہے۔ کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے کیونکہ

میانِ عاشق و معشوق رمزِ ست

کراماً کا تبیین را ہم خبر نیست (خواجہ عارف شیرازی)

مولانا فضل الہی رحمۃ اللہ علیہ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے فرقہ دہابیہ کی گستاخی و زبان درازی کا ذکر ہوا، آپ نے فرمایا یہ ان کی نادانی ہے۔ نماز، روزہ اور دیگر اعمال جن پر انہیں فخر ہے، ان میں ریاء و نمود اور عجب کو بھی دخل ہو سکتا ہے۔ فی زمانہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ہر آلائش سے پاک ہو کر اعمال بجالاتے ہیں پھر یہ کہنا غضب ہے کہ یہ لوگ اپنے اس محسن اور شفیع کی شانِ پاک میں چون دچرا کرتے ہیں جو ہمارے لئے واحد وسیلہ نجات ہے۔“

فرمایا ”یہ کم فہم لوگ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مدارج کا اندازہ لگانا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ وہاں روح الامین جیسا جلیل القدر اور رفیع المنزلت فرشتہ بھی عاجز و درندہ ہے۔ جب سرورِ عالم معراج شریف کو تشریف لے گئے تو جناب روح الامین آپ کی رکاب میں تھے اور سموات کی سیر کرواتے رہے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو آگے جانے سے رہ گئے اور عرض کرنے لگے ”حضور اب میری انتہا ہے“ حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”جبرئیل یہ تو میری ابتدا ہے۔“

بد و گفت سالارِ بیتِ الحرام	کہ اے حاملِ وحی بزرگِ حرام
چو در دوستی مخلصم یافتی	عن نامِ ز صحبت چراتا فتی
بگفت افرا تر مجالم نماسند	بساندم کہ یزدتے بالم نماسند

اگر ایک سیرموتے برتر پریم فروغ تجلی بسوزد پریم^۱
 مقام غور ہے جہاں رُوح الامین جیسے ممتاز در فیع القدر دم بخود اور عاجز
 ہیں یہ خواہشات میں ابجھا ہوا انسان کیا مجال رکھتا ہے کہ آپ کے منازل و کمالات کا
 ادراک کر سکے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات و راء الوریٰ ہے۔
 ایک بار فرمایا ”تین چیزوں کی کوئی حد نہیں

اول - درجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی -

دوم - سیر سلوک کی -

سوم - ادب کی -“

حضور ہادی اعظم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
 و بارک وسلم فرماتے ہیں

علیہم الرضوان

حُبِ اہل بیت اطہار

أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يَغْنُذُكُمْ مِنْ نَحَائِبِهِ وَأَحِبُّوا فِي الْحُبِّ
 اللَّهَ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي الْحَبِيبِ

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے اور مجھ سے

محبت رکھو اللہ کی محبت کی بنا پر میرے اہل بیت سے محبت رکھو میری محبت

کی بنا پر نتیجہ یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت

خدا اور رسول کی محبت کا تقاضا ہے۔ اہل بیت اطہار کی شان میں چند

ارشادات اور سن لیجئے -

۱۔ یعنی حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے وحی کا

بوجھ اٹھا لینے والے ذرا اوپر تو چلو، جب تم دوستی میں مجھے مخلص پاتے ہو تو اب سرچہ صحبت سے گریز کیوں ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ آقا اس سے اوپر جانے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ میری قوت پر داز جواب دے گئی ہے اور اگر بال

کے سرے کے برابر بھی اوپر پر داز کروں تو جل جاؤں۔

(۱) اَلنَّظَرُ اِلَى عَلِيٍّ عِبَادَةٌ عَلٰی مَرْتَفَعٍ كَوَيْكُنَا عِبَادَتُهُ هِيَ -

(۲) فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّي نَسَبًا اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِي فَاطِمَةُ مِيرَا جگر پارہ

ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا -

(۳) اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ اَذَانِي فِيْ عِثْرَتِيْ یعنی اللہ تعالیٰ

اس پر سخت غضبناک ہوتا ہے جو میری آل کے بارے میں مجھے دکھ دے -

(۴) مَنْ صَنَعَ اِلٰی اَهْلِ بَيْتِيْ بِرًا كَمَا فَاتَتْهُ عَلَيْهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ

یعنی جو میرے اہل بیت کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں قیامت کو اس

کو اس کا بدلہ دوں گا -

(۵) اَثْبَتُكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ اَشَدُّكُمْ حُبًّا لِاَهْلِ بَيْتِيْ وَلَا هُمْ اِيَّ

یعنی تم میں سے پُل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہی ہوگا جو میرے اہل بیت اور

صحابہ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہوگا -

۱۔ اہل سنت کا ہے بڑا پارا صاحب حضور

نجم ہیں اور ناقہ ہے عترت رسول اللہ کی

ان پانچوں احادیث سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات

شریف کے مختلف مقامات پر استناد کیا ہے - ایک جگہ نہایت فیصلہ کن انداز

میں فرماتے ہیں -

خیلے جاہلے باشند کہ اہل سنت و جماعت را از محبان حضرت امیر

ندانند و محبت امیر را مخصوص بر فضیلت دارند - محبت امیر رضی اللہ عنہ

تبری از خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم است و بیزاری از اصحاب کرام مذہب

و ملام امام شافعی فرماید -

كُوْكَانَ رِضًا حُبُّ اِلٰی مُحَمَّدٍ فَلْيَشْهَدْ الثَّقَلَانِ اِنِّيْ رَافِضٌ

ترجمہ :- وہ شخص سخت جاہل ہے جو اہل سنت و جماعت کو اہل بیت کا محب نہیں سمجھتا اور محبت اہل بیت کو شیعوں سے مخصوص سمجھتا ہے (حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کی محبت فرض نہیں بلکہ اصحاب ثلاثہ کی شان میں تبرکنا شیعیت ہے اور صحابہ کرام سے بیزاری ہی قابل مذمت و ملامت ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔

”اگر آل رسول کی محبت کا نام شیعیت ہے تو جن و انس گواہ رہیں میں پہلا رافضی ہوں۔“

حضرت شیخ مجد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب (دفتردوم) کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں پر ختم کیا ہے۔

الہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کئی خاتمہ

اگر دعوت تم رد کئی و قبول من و دست دامن آل رسول

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی یہی نظریات تھے۔ آپ کو تمام اہل بیت اطہار سے، بالخصوص سیدہ نسار العالمین خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے بہت محبت و عقیدت تھی۔

مولوی فضل الہی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ عربی کے زبردست فاضل حضرت مولانا غلام غوث صاحب سکھو چکی مرحوم دربار علی پور شریف میں حاضر تھے قبلہ عالم نے ان سے فرمایا ”مولوی صاحب! مجھے مائی صاحبہ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے حد عقیدت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْفَاطِطَةُ بِضَعَةِ مِثْنِی (یعنی فاطمہ میرا جگر پارہ ہے) آپ فرمائیں اصل عقیدہ کیا ہونا چاہیے۔ مولوی صاحب نے تائید کی اور عرض کیا کہ حضور! نواب صدیق الحسن بھوپالی جیسا شخص بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

جگر گراست رشتہ دگراست

آپ ماہِ رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عرس شریف منعقد کرتے اور دوستوں اور عزیزوں کو بھی آپ کے ختم شریف کی تلقین فرماتے۔

ایک بار فرمایا لوگ عام انسانوں کا ختم دلاتے ہیں اور باعثِ ثواب سمجھتے ہیں مگر جناب سیدہ کا جو کل صلحا اور ادلیا سے بدجہا افضل ہیں عرس کیوں نہیں کرواتے۔ ایک دفعہ فرمایا حضور مائی صاحبہ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ختم شریف دلایا کرو اس سے کوئی کمی نہیں آتی میں ذمہ دار ہوں۔

یہ بھی فرمایا کہ اگر حضرات علمائے کرام مجھ سے پوچھ کر خطبے مرتب کرتے میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بعد جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام پاک تحریر کروانا۔

الحاج قاضی سراج احمد صاحب کا بیان ہے کہ میں داخل طریق ہونے کے لئے علی پور شریف میں حاضر ہوا تو دورانِ گفتگو ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا ذکر بھی آگیا آپ نے فرمایا، ان کے کچھ شعر سناؤ میں نے مندرجہ ذیل شعر جو شہزادہ کوئین حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں پڑھے تو حضور کو وجد آگیا

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است پس بنے لالا لہ گردیدہ است

نقشِ الا اللہ بر صحرانوشٹ سطرِ عنوانِ نجاتِ مازوشٹ

رمزِ قرآن از حسین آموختیم ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم

قاضی صاحب موصوف کا بیان ہے کہ حضور اکثر مجھ سے اوصافِ اہل بیت سنتے۔

مولوی فضل الہی مرحوم سے روایت ہے کہ آپ کو اوصافِ اہل بیت سننے کا اس

قدر شوق تھا کہ جہاں کہیں سے کوئی شعر یا مناقب وغیرہ سن لیتے، لکھوا لیتے۔ حضور

یہ شعر اکثر پڑھا کرتے :-

نوشۂ برد در جنت بخط سبز و جلی

شیخ روز قیامت محمد است و علی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہ)

ایک دفعہ کسی زمیندار نما شخص نے یہ مناقب پڑھے تو آپ نے لکھنے کا حکم دیا

مناقب (پنجابی)

منزل و دی فقر دی ، باران من امام	ایہو صاحب تخت دے ایہو صاحب انعام
اول حضرت شاہ ہے اسد اللہ جس دی شان	اوہ ہے وہی رسول و انجش لیا سبحان
دو جا حسن امام ہے اوہ فرزند علی	اوہ جوان بہشت دانانا پاک نبی
یہجا امام حسین ہے اوہ مظلوم شہید	جبرائیل کھڈا وندا او سنوں کرتا کید
چوتھا زین العابدین صاحب تاج کلاہ	ثابت قدم و چہ فقر دے سید دین پناہ
پنجویں باقر جان توں اوس محمد نام	ساری امت نبی دی اوس دی ہے غلام
چھیواں امام المومنین جعفر صادق جان	ہویا اوہ دے علم تھیں روشن سب جان
ستویں موسیٰ جان توں کاظم جس خطاب	چلے نہ سب اسد دے تابع ہیں صواب
اٹھویں سید خلق و موسیٰ بچہ رضا	او پر راہ خدا دے کیتی جان مندا
نازویں سید دین و انقی محمد جان	فرض محبت اوس دی رب کرے رحمن
دسویں تقی پچھان توں جس دانام علی	و تا شرف خدا نے ہویا اوہ ولی
یارھویں جان عسکری جس حسن خطاب	نانا جس دا مصطفیٰ دادا بو تراب
بارھویں مہدی جان توں اوس محمد نام	اے تو فاکم کینیت اوس دی باران سہو تمام

رضی اللہ عنہم

آپ کو تیدا لایا سند لایا صفا حضرت مجرب سبحانی غوث صمدانی شیخ سید
عبدالقادر جیلانی سے بھی بہت محبت و عقیدت تھی (اس کا بیان بھی آگے آئے گا)

توحید و رسالت کی گواہی میں یہ اقرار بھی شامل ہے کہ اللہ
اتباع شریعت رب العالمین شہنشاہ حقیقی ہے اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اس کی طرف سے جو ضابطہ حیات لاتے ہیں وہ بہترین و کامل ترین ہے۔
 قرآن کریم نے منصب رسالت اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَ رَبِّكَ وَمَا تَنذِرُ إِلَّا لِمَن يَخْشَىٰ

ترجمہ :- اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اتباع شریعت سے مراد ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ
 نظام کی پیروی۔ اس پیروی کے لئے دل میں جو خلوص اور خشوع ہونا چاہئے اس کا اہتمام طریقت
 ہے۔ گویا شریعت و طریقت دو متضاد راستے نہیں ہیں، ایک ہی چیز کے دو نام اس کی ظاہر و
 باطن کی حیثیتوں کے مطابق ہیں۔ علمائے کرام شریعت کے مسائل بتاتے ہیں تو اولیاء اللہ طریقت
 کے ذریعہ اس کے قلب و نظر کے حجابات دور کر کے اُسے شریعت کا مقصود حاصل کرنے کے
 قابل بناتے ہیں۔ اس لئے جو شخص شریعت و سنت کے خلاف ہے وہ ولی نہیں کچھ اور ہے۔
 سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اہل طریقت کے ہاں سنگ
 میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

إِذَا نَأَيْتَ جَلَدًا يَطِيرُ فِي الْهَوَاءِ أَوْ يَشِي عَلَى الْمَاءِ أَوْ

يَأْكُلُ النَّارَ وَتَرَكَ سُنَّةً مِنْ سُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ فَاضْرِبْهُ

بِالنَّعْلَيْنِ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ وَمَا صَدَدَ مِنْهُ فَهُوَ مَكْرٌ وَاسْتِدْرَاجٌ

ترجمہ :- جب تو کسی شخص کو ہوا میں اڑتا، پانی پر چلتا یا آگ کھاتا دیکھے اور وہ حضور کی

کسی سنت کا تارک بھی ہو تو اسے جوتوں سے مار کیونکہ وہ شیطان ہے اور جو

کچھ اس سے صادر ہو مکرو استدراج ہے۔

اسی لئے مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ فرمائی ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روتے ہست!

پس بہر دستے نہ شاید داد دست

شیخ سعدی کا یہ شعر از حد مشہور ہے جو اسی سلسلے میں ہے۔

خلافِ پیمبر کے راہ گزید

کہ ہرگز بمنزلِ نخواہد رسید

حضور سیدنا غوث اعظم اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما نے اس پر

تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

اتباعِ شریعت کا بلند درجہ یہ ہے کہ احکامِ شرعی انسان کی فطرت کے سانچے میں ڈھل

جائیں اور اس سے بے تکلف وہی افعال صادر ہوں جو خدا تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی رضا کے مطابق ہوں۔ حضور قبلہ عالم شاہ لاٹانی اسی درجہ پہ فائز تھے۔ بحمدہ تعالیٰ

آپ کا ہر کام شریعت کا منظر و معیار بن گیا تھا۔ آپ رخصت کی بجائے عزیمت اور فتویٰ

کی بجائے تقویٰ پر عامل تھے، بہت سے لوگ آپ کی اس استقامت کو دیکھ کر راہِ راست

پر آگئے۔

صوفی محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور قبلہ عالم لاٹانی

تشریف فرما تھے۔ چوہدری محمد الدین صاحب جو وہابیت کی طرف مائل تھے حاضر خدمت

تھے۔ حضور کو کسی کام کے لئے اٹھنا پڑا تو آپ کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے ہو گیا۔ صاحب مذکور

کے دل میں فوراً اعتراض پیدا ہوا، بولنے کو ہی تھے کہ آپ نے خود پہل کر کے فرمایا چودھری صاحب!

مجھے بواہر کی شکایت ہے بعض دفعہ تہ بند مجبوراً نیچے ہو جاتا ہے۔ اس لئے آپ اعتراض نہ

کریں۔ اس کشف کو دیکھ کر وہ سچے دل سے تائب اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔

آپ اتباعِ شریعت اور محبتِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت قدم رہنے

کے لئے عموماً اس آیت کریمہ کا حوالہ دیتے تھے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ
لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ آل عمران

ترجمہ :- اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار
ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور
اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

ایک بزرگ انتقال فرما گئے تو ان کے گھر پرے کا التزام نہ رہا ہر محرم و نامحرم کی
آمد رفت شروع ہو گئی حضور قبلہ عالم نے جب اس خاندان کے حالات سنے تو فرمایا جس جگہ
سے آداب شریعت اٹھ جائیں وہاں سے فقر کا اثر بھی معدوم ہو جاتا ہے اور زوال اپنا اثر
جمالیٹا ہے ۔ پھر ہوا بھی ایسا ہی ، دیکھتے ہی دیکھتے وہ خاندان فضیلت و عزت کے زینے
سے قعر مذلت میں گر گیا ۔

بابا جمال دین صاحب مرحوم نے مجھے اپنا واقعہ سنایا ، فرماتے تھے میں ایک دفعہ حضور
قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت مویشیوں کی دیکھ بھال
کے سلسلے میں ایسی جگہ کھڑے تھے جس کے آس پاس گوبر پڑا تھا ۔ میں نے دست بوسی کے بعد
قدم بوسی کرنی چاہی تو آپ نے ڈانٹ پلا دی کہ جو آداب شریعت کے خلاف ہو وہ مکر
ہے ۔ (مقصد یہ تھا کہ یہاں قدم بوسی کرنے سے کپڑوں کے گوبر سے آلودہ ہو جانے
کا خدشہ تھا ۔)

ایک دفعہ ایک بہت ضعیف سی عورت آپ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگی کہ
حضور میرے سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیجئے کہ اس کی برکت سے نجات پا جاؤں ۔ آپ
نے اصرار کے باوجود ایسا نہ کیا حالانکہ آپ کی عمر مبارک کافی زیادہ تھی ۔ دعائے نجات
دے کر اسے رخصت کر دیا ۔

حضرت مولانا عبدالغنی مرحوم ایک مریضہ کی نبض دیکھ رہے تھے قبلہ عالم

نے فرمایا: 'اگر نبض پر کپڑا رکھ کر دیکھتے تو بہتر ہوتا کہ اتباعِ شریعت بھی ہاتھ سے نہ جاتا۔
حضور نامحرم عورتوں سے بچنے کی بہت تلقین فرماتے تھے، اور اپنے درویشوں کو
لوگوں کے گھروں میں جانے سے منع فرماتے۔ اکثر حضرت خواجہ باوا جی رحمۃ اللہ علیہ
کا یہ مقولہ سنا یا کرتے تھے۔

مانہ ضعیف جانا، مانہ ڈرساں تس نہ ڈرسو

ایک دفعہ فرمایا درویش کو دو چیزیں اجاڑتی ہیں حرص دنیا اور نامحرم عورتوں
سے تعلق۔ عورتیں داخل سلسلہ ہوتیں تو آپ ان کو چادر کا کنارہ ہی پکڑواتے اور انہیں
پردے میں بٹھاتے۔

ایک دن اتباعِ شریعت اور التزام پردہ کی بات ہو رہی تھی کہ حضور نے خواجہ
خان عالم رحمۃ اللہ علیہ باؤلی شریف والوں کے یہ کلمات سنائے کہ زہر کی کئی قسمیں ہیں بعض
کے کھانے سے آدمی مرنے لگتا ہے تو بعض کے صرف بدن پر لگنے سے ہی بندہ جان دے دیتا ہے
اور نامحرم عورتیں ایسا زہر ہیں جس کے چھوٹے بلکہ دیکھنے سے اس پر موت طاری ہو جاتی
ہے (یعنی دل کی کیفیت تباہ ہو جاتی ہے) ایک آدمی نے صاحب موصوف سے پوچھا
کہ چھوٹی نابالغ لڑکیوں کے متعلق کیا حکم ہے تو فرمایا سانپ چھوٹے ہوں یا بڑے سب ڈرو،
ایک دفعہ نامحرم عورت کے پاس مرد کی موجودگی کو حضور نے آگ اور روئی کے یکجا
ہونے سے تشبیہ دی اور نامحرم عورتوں سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

شہری ٹیپ ٹاپ سے تو نفرت تھی ہی، جب کسی کے ہاں آرام فرماتے تو دیواروں
پر سے خلافتِ شرع سامانِ آرائش وغیرہ اتروا دیتے تھے۔ (جس طرح قبلہ و کعبہ،
سیدی و مرشدی میرے آقا مولا حضور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب سجادہ نشین
دربارِ عالیہ کرتے ہیں کہ اگر کہیں جاندار کی تصویر وغیرہ ہو تو اسے وہاں رہنے نہیں دیتے۔)
حضور قبلہ عالم قدس سرہ شریعت کی اشاعت اس طرح بھی کرتے تھے کہ

اکثر علماء کرام کو خلافت سے نوازتے تھے چنانچہ وقت کے جید علماء حضور کے مریدین اور خلفاء میں شامل تھے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر | امر بالمعروف سے مراد ہے اچھائی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر ہے برائی سے روکنا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ آل عمران

ترجمہ :- اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔
گویا حقیقی کامیابی دو باتوں پر منحصر ہے۔

(۱) دعوت الی الخیر (نیکی کی طرف بلانا) اور امر بالمعروف (اچھائی کا حکم دینا)
(۲) نہی عن المنکر (برائی سے روکنا)

حدیث پاک میں بنی اسرائیل کی ایک بستی کا ذکر آیا ہے جس کے باشندے تین گروہوں میں منقسم تھے، ایک گروہ خود بھی شرع کا پابند تھا اور دوسروں کو خدا کی نافرمانی سے روکتا بھی تھا۔ دوسرا خود تو عمل کرتا تھا مگر دوسروں کو نافرمانی سے روکنا ضروری نہیں سمجھتا تھا تیسرا گروہ ڈٹ کر نافرمانی کرتا تھا جب عذاب آیا تو صرف پہلا گروہ محفوظ رہا باقی دونوں گروہ اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ ایک شرعی بے حسی کی بنا پر دوسرا نافرمانی کی وجہ سے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشادات درج کئے جاتے ہیں ایک میں امر بالمعروف کا ثواب اور دوسرے میں نہی عن المنکر کا ایمان سے مخصوص تعلق دکھایا گیا ہے۔

(۱) أَلَدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَّاعِلِهِ

ترجمہ :- نیکی بتانے والا (ثواب میں) نیکی کرنے والے کی مانند ہے۔

(۲) مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُتَنَكِّرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ

فِي لِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (مسکوٰۃ شریف)

ترجمہ :- تم میں سے جو شخص بھی کسی برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے،
یوں نہ کر سکے تو اپنی زبان سے، یوں بھی نہ کر سکے تو اپنے دل سے اور یہ ایمان کا کمزور

ترین درجہ ہے

امرا بالمعرف اور نہی عن المنکر کے لئے جس غنائے نفس، بلند می طمع، غیرت
ملی اور جذبہ اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ
میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ چنانچہ تبلیغ دین اور اشاعت طریقہ، ذکر، اور اتباع شریعت
کے عنوانات کے تحت بھی اس کا ذکر ہوا، آپ کے ملفوظات طیبات بھی اسی پر مشتمل
ہوں گے۔ اب صرف چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

منشی برکت علی صاحب کا کہنا ہے کہ مجھے ڈاڑھی منڈولنے کی بہت عادت تھی۔
ایک دفعہ دربار شریف میں حاضر ہوا تو آپ صاحب فراموش تھے۔ مجھے خیال آیا کہ اس
دفعہ آپ ڈاڑھی کے متعلق فرمائیں گے تو ضرور رکھ لوں گا۔ صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا،
’منشی صاحب‘ باتیں نبیوں ولیوں کی کرتے ہو، ڈاڑھی کیوں نہیں رکھتے۔ میرے پاس سیر
کرنے آتے ہو یا کچھ حاصل کرنے۔ چنانچہ میں نے اسی دن ڈاڑھی رکھنے کا عہد کر لیا اور
خداوند کریم کے کرم سے پھر نہیں منڈوائی۔

جہاں حضور نہایت حلیم اور بردبار تھے وہاں اخلاقی جرات اور ایمانی غیرت سے
بھی معمور تھے کسی میں کوئی خامی دیکھتے بلا تکلف فرما دیتے۔ ڈاڑھی منڈوانا اور مونچھوں
کا بطریق سنت نہ کٹوانا آپ کے نزدیک بہت فضول حرکت تھی۔ ایسے لوگوں کو سخت
الفاظ میں تنبیہ فرمایا کرتے۔ کبھی فرماتے ’ہندو لوگ اپنے والدین کے مرنے پر سر اور منہ

کے بال کٹوا دیتے ہیں۔ مگر خدا جانے ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے جو ہر وقت ڈاڑھی اور مونچھوں کا صفایا کئے رکھتے ہیں۔

احکام شریعت کا یہاں تک احترام تھا کہ بظاہر چھوٹے سے چھوٹے معاملے کی بھی نگہداشت فرماتے۔ اگر کسی کا ازار بند بھی حد شرعی سے بڑھا ہوا دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے۔ مولوی فضل الہی صاحب مرحوم کا بیان ہے ایک دفعہ آپ کے سامنے ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے پانی پیا تو بہت ناراض ہوئے اور مجھے فرمایا: تو نے اسے پانی پینے کا ادب بھی نہیں سکھایا۔

پر دے کے متعلق بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک نوجوان لڑکی دربار شریف میں آئی۔ آپ نے پوچھا کون ہو؟ بولی: آپ کی غلام، پھر پوچھا: ساتھ کون ہے؟ عرض کیا: کوئی نہیں، فرمایا: جب سے تم گھر سے نکلی ہو، خداوند تعالیٰ کے فرشتے تم پر لعنتیں بھیج رہے ہیں، فوراً واپس چلی جاؤ۔

محترمہ غلام آمنہ سیالکوٹی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں کچھ عورتیں نہایت امیرانہ و فیشنی لباس پہنے حاضر ہوئیں۔ آپ نے بڑے جلال کے ساتھ مولوی صاحب کو فرمایا کہ قرآن حکیم سے ان عورتوں کو پر دے کا حکم سناؤ۔ چنانچہ جب بھی کوئی عورت غیر شرعی اور خلاف حیا لباس میں آتی، آپ فوراً تنبیہ فرماتے۔

حضور قبلہ عالم عورتوں کو سادہ چادریں اوڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے اور خوبصورت برقعوں سے سخت منع کرتے۔

ادب کی تلقین | حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔
لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ لَمْ يُؤْتِرْ

صَغِيرَنَا ذِيًا مُرَبًّا مَعْرُوفًا دَيْنَهُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (ترمذی شریف)

ترجمہ:- وہ ہم میں سے نہیں جو ہم میں سے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی تعظیم نہ

کرے اور نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے منع نہ کرے۔

مطلب یہ کہ جو چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور نیکی کا حکم اور برائی سے نہیں روکتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس حدیث پاک میں لفظ کبیر میں مشائخ، اساتذہ، والدین بلکہ اپنے سے زیادہ عمر کے تمام مسلمان شامل ہیں۔ دوسرے الفاظ میں بڑے کا ادب اور چھوٹے پر شفقت اتنی ضروری ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے سے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بائیکاٹ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حسن و عصمت کی ساری رونقیں ادب سے قائم ہیں اور بے ادبی کا نتیجہ سوا تباهی کے کچھ نہیں۔

۵ بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
از ادب پر نور گشت است این فلک از ادب معصوم و پاک آمد ملک

از خدا خواہیسم توفیقِ ادب

بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

قبلہ عالم قدس سرہ، مجسم ادب و حیات تھے۔ جب مجلس میں بوڑھے آدمی دیکھتے تو چارپائی پر نہ بیٹھتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے الطَّرِيقَةُ كُلُّهَا اَدَبٌ یعنی طریقتِ نرا ادب ہے۔

مولوی فضل الہی مرحوم دودھوچک تحصیل شکر گڑھ کا ایک واقعہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں چارپائی پر بیٹھ کر سائلوں اور مرصیوں کا کام کر رہا تھا۔ مجلس میں ایک سفید ریش بزرگ بھی بیٹھے تھے جنہیں میں اپنی عدیم الفرستی کے باعث نہ دیکھ سکا اتنے میں اُدھر حضور تشریف لائے۔ آپ (انہیں نیچے فرش پر اور مجھے چارپائی پر) دیکھ کر بہت خفا ہوئے حتیٰ کہ تین چار روز تک مجھے امامت نہ کرنے دی۔ آخر میں نے اپنی مصروفیت اور لاعلمی بیان کی تو مسرور ہوئے اور معاف فرما دیا۔

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف پڑھ کر اپنے ایک خادم کو رکھنے کے لئے دیا۔ اس نے وہ قرآن شریف دیکھے قرآن شریف کے نیچے رکھ دیا۔ میں نے اسے کہا اسے اوپر رکھو، کہنے لگا قرآن کریم سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ آخر میں نے جذبے میں آکر کہا، اس قرآن پاک پر غوث کی نظر پڑی ہے اور دوسرے پر ہم جیسے بندوں کی، لہذا اسے اوپر ہی رکھو۔

حضور قبلہ عالم کا یہ فرمان سچھے گزر چکا ہے کہ تین چیزوں کی حد نہیں، اول درجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، دوم سیر سلوک کی، سوم ادب کی پہلی بات تو بالکل ظاہر ہے۔ دوسری بات کی تشریح میں خود حضور نے فرمایا۔ سالک کی طبیعت نے جہاں تک پرواز کی، وہیں اس نے اپنی منزل مقرر کر لی، یہ اپنی اپنی استعداد پر منحصر ہے لیکن سیر سلوک کی حد کوئی نہیں۔ مولوی فضل الہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے علامہ اقبال مرحوم کی مثنوی کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ حضور اس میں بعنوان فقر، ایک نظم ہے جس کے ایک شعر کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا، آپ نے فرمایا پڑھ کر سناؤ تو میں نے یہ شعر پڑھ کر سنائے۔

چیت فقراے بندگانِ آب و گل یک نگاہِ راہ ہیں، یک زندہ دل

فقر کا رنج ویش را سنجیدن است برد و عرفِ لا الہ بچیدن است

فقر خیر گیر بانانِ شعیر بستہ فتراک او سلطان و میر

فقر بر کرد بیجاں شبنوں زند بر نوایس جہاں شبنوں زند

بر مصتام دیگر انداز دترا از زجاج الماس می سازد ترا

ایں چمن دارد بے شاخ بلند برنگوں شاخ آشیانِ خود بند

میں نے عرض کیا حضور آخری شعر کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ فرمایا، منزل فقر میں

بہت بلند مقامات ہیں۔ سالک کو ابتدائی مقام طے کر کے ہی منتہا نہ سمجھ لینی چاہیئے۔ اپنی

پرواز بلند رکھنی چاہیئے۔ آپ نے یہ مقولہ سنایا ”دنیا دار نہ رجدا مالوں تے فقیر نہ

رجد احوالوں" نیز فرمایا، رانجن پے سو پرٹے۔ پھر فرمایا ان منازل کو مراقبے سے طے کیا جاسکتا ہے۔

تیسری بات یعنی ادب کی حد نہیں، اس کی تشریح حضور نے مثال دے کر فرمائی۔ پیر بڈھن شاہ کلانوری رحمۃ اللہ علیہ اور پیر امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں پیر بھاتی تھے۔ ان کے پیر جناب حسین علی شاہ صاحب بھورے والے ہیں جن کا مزار مبارک مکان شریف میں ہے۔ ایک دفعہ پیر بڈھن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کی صاحبزادی کے لئے کچھ زیور بنوایا۔ جب زیور تیار ہو گیا۔ زر کرنے اطلاق دی اور عرض کیا کہ حکم ہو تو وزن کر دوں۔ پیر صاحب نے فرمایا، نہیں، نہ اسے میرے سامنے لاؤ اور نہ ہی میرے سامنے اس کا وزن کر دو۔ حضور کی صاحبزادی کا سنگار ہے، میں دیکھوں گا تو بے ادب ہو جاؤں گا۔

نیز فرمایا، ایک دفعہ مکان شریف کا خاکروب حضرت بڈھن شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت گھر میں موجود نہیں تھے۔ خاکروب آپ کی غیر حاضری میں چمڑے کے ایک بندل پر ہی بیٹھ گیا۔ جب آپ باہر سے تشریف لائے تو خاکروب کو پلنگ پر عمدہ بستر بچھو کے بٹھایا اور حاضرین کو فرمایا کہ اس چمڑے کی جوتیاں نہ بنوانا۔ ڈول بنوا کر کنوئیں پر ڈلوادینا کیونکہ پیر خانے کا مہمان اس پر بیٹھ چکا ہے۔

پھر فرمایا حضرت خواجہ خان عالم رحمۃ اللہ علیہ باؤلی شریف والوں کی بیعت حضرت خواجہ نور محمد تیرا ہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ خواجہ نور محمد صاحب پٹھان تھے۔ ایک روز خان عالم صاحب گھوڑی پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ راہ میں ہینگ بیچنے والے کچھ پٹھان ملے۔ آپ انہیں دیکھ کر گھوڑی سے اتر پڑے۔ ہمراہیوں نے عرض

لے شہنشاہ عارفین شیخ مجدد فرماتے ہیں کہ ذات باری درار الوری ثم درار الوری ہے
چہ گویم باتوا از مرغ نشانہ کہ با عنقا بود ہم آشیانہ

کیا آپ نے سواری کیوں چھوڑ دی۔ فرمایا یہ آدمی میرے پیر کے ہموطن ہیں لہذا میرا گھوڑی پر سوار رہنا بے ادبی ہے۔

حقہ نوشی سے نفرت | حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی میں حقہ نوشی سے منع کرتے ہیں۔ آپ کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں یعنی گواہ اور شاہدہ فرمانے والے ہیں۔ لہذا حقہ پینا بے ادبی ہے۔ ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی کتابوں در الثمین فی مبشرات النبی الامین اور انفاس العارفين میں ایسے واقعات لکھے ہیں جن سے صراحتہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حقہ نوشی سخت ناپسند ہے۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سے بچنے کی سخت تاکید فرماتے تھے ختم خواجگان میں حقہ نوش کو شامل نہ کیا جاتا اور نہ ہی اسے ختم شریف کا تبرک ملتا۔ البتہ الگ حلوا پکا کر اس گروہ میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

صوفی محمد رفیع صاحب لکھتے ہیں کہ ایک آدمی تسبیح گلے میں ڈالے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ بولا روزانہ آٹھ ہزار بار دو شریف پڑھتا ہوں حضور بہت خوش ہوئے، ساتھ ہی فرمایا تمہارے منہ سے حقے کی بد بو آتی ہے دو وہ خواں حقہ نوش کی مثال ایسی ہے جیسے خوشبودار چاولوں کا تھال بھر کر اس کے اوپر راکھ ڈال دی جائے۔

میاں غلام قادر صاحب راوی ہیں کہ میرے چچا غلام رسول سگریٹ نوشی کے سخت ریا تھے ایک بار وہ دربار شریف میں حاضر ہوئے اور دو تین دن تک ٹھہرے۔ واپسی پر حضور قبلہ عالم نے ان سے پوچھا غلام رسول! کیا تم تمباکو نوشی کرتے ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور نے جلال میں آکر فرمایا۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہارے برتن الگ کر دیتے جاتے۔ چچا غلام رسول حضور کے ارشاد کی برکت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سگریٹ نوشی سے تائب ہو گئے۔

اخلاقِ لاثانی

”مذہب“ اور الحاد میں سب سے نمایاں فرق خدا کے تصور سے متعلق ہے۔ اسے اقرار ہے اور اسے انکار۔ پھر جہاں کہیں جیسا بھی خدا کا تصور ہو گا وہاں اخلاق کا اعتراف بھی کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دیا ہی ہو گا۔ اسلام دینِ کامل ہے۔ اس نے جو ضابطہ حیات دیا وہ بھی ہر لحاظ سے جامع و مانع ہے۔ تاریخ شاہد ہے اسلام کی عالمگیر اشاعت کے زیادہ تر دو سبب ہیں۔ ایک اس کی اپنی حقانیت اور دوسری مبلغین اسلام کا حسنِ اخلاق۔

اسلام میں شائستگی اخلاق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حضور سیدِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: **اَكْمَلُ الْمَوْتِ مَنِ** **اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا** مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والا اُن میں زیادہ اچھے خلق والا ہے بلکہ حضور اکرام ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کو اسی حوالے سے پیش کیا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے: **اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاَتَمِّمَ مَكَرِمَ الْاَخْلَاقِ** (مسند احمد بن حنبل) میں تو اسی لئے مبعوث ہوا ہوں کہ مکرم اخلاق کی تکمیل کروں۔ خود محبوبِ خدا حضور احمد مجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ واذوم الثناء صاحبِ خلقِ عظیم ہیں (اِنَّكَ لَعَلٰی خُلِقْتَ عَظِيْمًا) اور اولیائے کم اسی خلقِ عظیم کے مظہر ہیں۔ اسی لئے یہ اشاعت اسلام میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

حضور قبلہ عالم، حسنِ اخلاق کے جس دُرودِ علیا پر فاتر تھے، ہمارے تصور سے بالاتر ہے۔

لے ترجمہ: ادبِ شک تمہاری خوب بڑی شان کی ہے۔

تھا جو برابر برستا اور اپنوں، بیگانوں کو سیراب کرتا رہتا تھا۔

مولوی فضل الہی مرحوم کا بیان ہے کہ جس سال حضرت نائی صاحبہ کا سانحہ رحلت ہوا۔ حضور نے فرمایا: ”آؤ یار! گھر کو جلاب دیں“ چنانچہ گھر کا تمام مال اسباب نکال کر ایک جگہ جمع کر دیا اور غریبوں میں براہِ مولا تقسیم کر دیا۔

ایک دفعہ اپنے نورِ نظر، سیدی و سندی الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب امت برکات کو پاس بلا کر فرمایا۔

”میں تجھ کو ایک بات بتاتا ہوں یاد رکھنا۔ تیرا سادہ اور کچا مکان بہتر ہے مگر مسافر بھوکا نہ جائے۔ تیرا سادہ مکان اس شیش محل سے بہتر ہے گا جہاں سے مسافر بھوکے نکلتے ہوں“ قبلہ ام حضرت موصوف مدظلہم کا بیان ہے آخری ماہ کی علالت میں آپ کے لئے جو نسخہ حکیم تجویز کرتے، آپ اس کی قیمت کا اندازہ لگا کر فی سبیل اللہ خیرات کر دیتے۔

حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب کو طوی کا بیان ہے کہ جب آپ سفر میں تشریف لے جاتے تو اہل عقیدت آپ کی خدمت میں نذرانے پیش کرتے جنہیں ازراہِ دلجوئی آپ قبول تو فرما لیتے مگر اگلے گاؤں میں جا کر بیواؤں، یتیموں اور غریبوں میں فی سبیل اللہ خیرات کر دیتے۔ آپ علی پور شریف کے غریبوں کی مدد رات کے وقت خفیہ طور پر کرتے۔

منشی غلام دین صاحب بیان کرتے ہیں میں فروری ۱۹۳۸ء میں بعارضۃ دل بیمار ہو گیا کئی حکیموں سے علاج کروایا مگر بے سود۔ سال بھر کی علالت کے بعد ایک دن اتفاقاً حضور کی خدمت میں بیٹھا تھا صبح کا وقت تھا، آپ نے موت کا ذکر شروع کر دیا اور فرمایا بندہ عاجز ہے اسے ہر وقت موت یاد رکھنی چاہیے۔ میں نے عرض کیا، حضور میں اس بیماری سے عاجز آگیا ہوں اس سے تو موت بہتر ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا ”تم نے گائے رکھی ہوتی ہے، عرض کیا حضور گائے تو نہیں رکھی، فرمایا فلاں جگہ میری گائے ہے وہ لے جاؤ۔ مٹی کے ایک پیالے میں مصری رکھ کر دودھ دودھ لیا کرو اور زمین پر رکھنے سے پہلے ہی پی لیا کرو۔ انشاء اللہ اُم

آجائے گا۔ میں نے عمل کیا۔ دس بارہ روز کے بعد بیماری جاتی رہی۔

سخاوت کے متعلق حضور دوسروں کو بھی بہت تلقین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا دوسروں کو دینا اگرچہ ریا سے ہو، دکھاوے کے دوسرے اعمال سے بہتر ہے۔ کیونکہ گودینے والے کو فائدہ نہیں ہوا لینے والے کو تو ہو گیا اور پھر جب لینے والا دعا کرے گا تو اس سے یقیناً دینے والے کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

سلطانِ دو عالم ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدابِ سخاوت میں یہ خاص ہدایت فرمائی ہے کہ ایک ہاتھ سے اس طرح دو کہ دوسرے ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو۔ یعنی سخاوت جتنی پوشیدہ ہوگی اتنی ہی بہتر اسی لئے شاہ علی پور عموماً خفیہ سخاوت کرتے (نیز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیکی جتانے والے کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت میں نہیں جاتے گا۔

حضور شاہ لاٹانی، اس حدیثِ پاک کے پیشِ نظر احسان دھرنے کو بہت بُرا خیال فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا ”زمانے سے جو دوسخا کی عادت بہت کم ہوتی جا رہی ہے اور جو کوئی بھول کر کبھی سخاوت کرتا بھی ہے تو دوسروں پر احسان جتنا کراجر سے محروم رہتا ہے، حالانکہ قرآن حکیم میں اس کی صراحت موجود ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطِلُوا صَدَقَتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ (البقرہ)** یعنی اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر“ حضرت ابو ذر سے مروی ہے رسولِ عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

۱۔ ایک وہ جو دے کر احسان جتائے۔

۲۔ ازار بند لٹکانے والا

۳۔ جھوٹی قسم کھانے والا اور قسم کھا کر سامانِ فروخت کرنے والا

انفاق فی سبیل اللہ | اس کا معنی ہے راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرِهِمْ لِيُجَنِّدَهُم بِاللَّحْنَةِ (التوبہ)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

اس آیت سے استفادہ یہ ہے کہ مومن اپنی جان کا مالک ہے اور نہ مال کا۔ اس کے جان و مال دونوں خدا کی رضا کے لئے وقف ہوتے ہیں۔

’جان و مال‘ سے دستبردار ہو جانا اس لئے ضروری ہے کہ ان کی محبت راہ حق میں اکثر رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جان عیش و آرام چاہتی ہے اور مال کا پیار خرچ کرنے سے روکتا ہے بندہ مومن جب ’جان و مال‘ قربان کر کے رب کو راضی کر لیتا ہے۔ دونوں جہانوں کی کامیابی اس کے قدم چومتی ہے اور یہ ’فنا‘ اس کے لئے ’بقا‘ اور ’بے نوا‘ ہی ’نوا‘ بن جاتی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

جاں دہی در راہ حق جانہادہند ناں دہی در راہ حق ناہادہند
حضور قبلہ عالم نے اپنی جان رضائے مولیٰ کے لئے کیونکر وقف کی، آپ کے مشکل ترین مجاہدات سے ظاہر ہے نیز زہد و اتقا کے زیر عنوان بھی ملاحظہ کیجئے جہاں کچھ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے ’نفس‘ کے خلاف جنگ کتنی کامیابی سے سرانجام دی، رہ گئی مال کی قربانی، اس کا کچھ تذکرہ ’جو دوسخا‘ میں ہو گیا۔ چند شواہد یہاں حاضر ہیں۔

۱۔ حضور کا نقطہ نظر یہ تھا کہ تمام ضروریات سے فارغ و بے نیاز ہو کر رضائے حق کی راہ پر اتنی جمعیت و یکسوئی سے گامزن ہونا چاہیے کہ کوئی رغبت یا الجھن اس توجہ میں حائل نہ ہو سکے۔ خود تو حضورؐ سراپا توجہ تھے ہی، آپ کسی عزیز کو بھی وصلِ یار کی راہ میں شریک نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ جناب سید فضل حسین شاہ صاحب جہانیاں والوں کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ دربار شریف جا رہا تھا۔ راستے میں خیال آیا کاش ہمارے پاس گھوڑی ہوتی تاکہ دربار علی پور شریف آنے جانے میں آسانی ہوتی۔ دربار شریف پہنچ کر حضور کی

زیارت سے مشرف ہوا تو ذرا ٹھہر کر آپ نے چودھری کریم بخش کو آواز دے کر فرمایا فلاں گھوڑی فضل حسین شاہ کو دے دو۔ میں نے ہر چند انکار کیا مگر آپ برابر فرماتے رہے، میاں تجھے ضرورت ہے، چنانچہ میں گھوڑی لے آیا۔

فخر کبار، مُرشدِ ذی وقار حضور قبلہ الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی کا بیان ہے کہ ہمارے پاس ایک بہت خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑی تھی جو ہم سب کو بہت پسند تھی حضور قبلہ عالم بھی اسے پسند فرماتے اور اس کا خیال رکھتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے، یہ گھوڑی ہم سب کو پسند ہے لہذا یہی فی سبیل اللہ مذکر دینی چاہیے، ہم سب نے عرض کیا حضور اس کے بدلے کوئی اور گھوڑی یا اس کی قیمت خیرات کر دیں مگر آپ نہ مانے بلکہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرمادی۔

كُنْ تَسَالُوا لِيْ بِحَسْبِيْ تُفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ پھر وہی گھوڑی سرہند شریف بطور نذرانہ بھیج دی۔

۳۔ راہِ حق میں اہراقِ دم، دُخون بہانا بھی آپ کو بہت عزیز تھا۔ حدیثِ پاک کی رو سے ۱۰ رذی الحجہ کو بارگاہِ خداوندی میں یہی عمل مقبول ترین ہوتا ہے۔

حضور قبلہ عالم شاہ لاٹانی ہر سال سات آٹھ بکروں کی قربانی دیا کرتے تھے نیز اولیائے کرام کے مزارات کی حاضری کا بار بار اہتمام بھی اسی ضمن میں آتا ہے کیونکہ یہ کثیر خرچ بھی محض رضائے خدا کے لئے ہوتا تھا۔

توکل علی اللہ | اس کا لفظی مفہوم ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا، اسباب کی بجائے مسبب و موثر حقیقی پر نظر رکھنا توکل ہے۔ حکمِ ربانی ہے۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ

عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق)

ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

یاد رہے کہ کوشش چھوڑ دینا توکل نہیں بلکہ کوشش کر کے نتائج کو قدرتِ خدا سے وابستہ سمجھنا توکل ہے (السَّعْيُ مَبْنِيٌّ عَلَى التَّوَكُّلِ مِنَ اللَّهِ)

خدا پر بھروسہ کرنے والا، ہل جوتنے کے باوجود زمین کو نہیں خدا کو رزاق سمجھتا ہے۔ وہ کسی طاقت سے ہراساں نہیں ہوتا کیونکہ اُس کا ایمان تمام طاقتوں کے پیدا فرمانے والے پر ہے، راہِ حق میں خرچ کرنے سے نہیں گھبراتا کیونکہ اللہ کی رحمت اس کے لئے کافی ہے، دنیا و مافیہا سے بلند ہو کر، نفع و نقصان سے بے نیاز ہو کر اپنے مالک سے دوستی لگاتا ہے اور پھر ہر قیمت پر اسے نباہتا ہے حضور قبلہ عالم قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔

و جب دنیا و مافیہا فانی ہیں تو ان سے دوستی کا کیا فائدہ؟ دوست اس کو بناؤ جو کبھی فنا نہ ہو۔ وہ صرف اللہ پاک کی ذات ہے۔

مردانِ خدا کے تمام محاسن اخلاق کی بنیاد توکل پر ہے۔ ان کی سخاوت، استقامت، صداقت سب اسی کی مرہونِ منت ہیں حضور قبلہ عالم کا تمام گھر کو جلابا دینا توکل ہے، اور نتائج سے بے نیاز ہو کر ہر حاجتِ مذ کی حاجت بر لانا بھی توکل کے اسی زمرے میں آتا ہے۔
مرشدِ عالی مقام، سید ذی احتشام حضور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ، فرماتے ہیں۔ ہمارے پاس دودھ دینے والی بھینسیں صرف دو تھیں۔ ایک دن قبلہ عالم نے فرمایا کہ ان میں سے ایک بھینس گاؤں میں فلاں آدمی کو دے دو۔ مجھے خیال آیا اگر بھینس دے دی گئی تو پھر ایک کا دودھ دربار شریف کے لئے کفایت نہ کرے گا۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا خداوند کریم اس سے بہتر دے گا۔

چنانچہ اگلے روز بھائی مہر الدین صاحب للیانے سے اس سے بھی عمدہ بھینس لے آئے۔ یہ روایت بھی حضرت والا ہی سناتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ سخت گرمی کی وجہ سے رات کے وقت گھوڑی کو حویلی سے باہر بندھوا دیا۔ وہ رات کو رستہ توڑ کر کہیں بھاگ گئی۔ ہم دو دن تلاش کرتے رہے مگر نہ ملی۔ چوتھے روز ڈھونڈنے نکلے تو فرمایا اس

کی تلاش چھوڑ دو۔ اگر اس کی قسمت میں ہمارے ہاتھ کا آبِ دوا نہ ہے تو وہ خود بخود اچلتے
گی، چنانچہ دوسرے دن وہ گھوڑی خود ہی آگئی۔

و انسان کو کیا کرنا اور کیونکر سوچنا چاہیے، اس موضوع پر آپ کو حسبِ ذیل پنجابی
نظم بہت پسند تھی۔

انسان بُرا حیوان کنوں جیسے کہ ربِ داجان سبحان نہ ہو
اوہ بینا ہی نابینا ہے جس دارِ بولِ دیدہ بیان نہ ہو
توڑے ناطق ہو بے صامت ہے جے اللہ دادِ رمان نہ ہو
باگوش ہو کے بے گوش رہیا جے دلِ سامعِ تکران نہ ہو
اے عبدِ عبادتِ کام ترا وِچ حرص دے سرگردان نہ ہو
تینوں رزقِ داجناتاں ہوندا جے رازقِ ربِ رحمان نہ ہو
وچہ کون و مکان، مکان دسا جتھے رب دادِ سترخوان نہ ہو
کوئی مومن کافر فرد دسا جیہڑا رب دے درہمسمان نہ ہو
رب شانِ دتا بے شان نہ ہو، رب دانِ دتا بے دان نہ ہو
ہر جنس اُتے فرمانِ تینڈا، اک رب دا بے فرمان نہ ہو
شیطان ہے دشمنِ آدم دا بس غافل اے انسان نہ ہو
نہیں اوہ اولادِ حلال کنوں جینکو با بے دربان نہ ہو
درپیش ہے منزلِ عقبے دی، اے غافل بے سامان نہ ہو
ہوتا تب مرد تو کل کر کیہڑی سُشل جو آسان نہ ہو

فقرو استغنا | دارا سکندر سے وہ مردِ فقیرِ اولیٰ
ہو جس کی فقری میں بڑے اسدِ اللہی

اسلامی فقر، کائنات سے بے نیازی کا نام ہے، رہبانیت کا نہیں۔ اسی کو استغنا

کہتے ہیں، مرد فقیر خدا اور رسول کے سوا کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ مال و دولت اور جاہ و منصب اس کی نظر میں ہیچ ہیں۔

۵ فقر کے ہیں معجزات، تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ
اقبال۷ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اَلْغِنَى غِنَى النَّفْسِ

ترجمہ:- تو نگری، دراصل دل کی تو نگری ہے۔

قبلہ عالم شاہ لاثانی فرمایا کرتے تھے۔

وصوفی وہ ہے جس کا دل ماسوا سے مستغنی ہو کر اللہ کی جستجو میں رہے۔ اگر اسے منعم حقیقی سے کچھ ملے تو بے درد نہ بے طلب ہو کر بارگاہ خداوندی میں آداب بجالائے اور راضی برضا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

’اخلاص عمل سے بڑھ کر فقیر کے لئے کوئی چیز بہتر نہیں۔ فقیر کو طمع اور حرص برباد کر دیتی ہے۔‘

ایک بار فرمایا۔

’مجھ کو حضرت بادا جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ شاہ صاحب آئیں آپ کو فقیری

کے حرف بتائیں لا طامع، لا جامع، لا مانع یعنی طمع مت کر، جمع مت کر، اور منع مت کر۔

حضور قبلہ عالم کی ذات اسی فقر و غنا کا پیکر جمیل تھی۔ پس تو یہ ہے کہ یہی بے نیازی

تھی جس نے آپ کو شاہ لاثانی (بے نظیر بادشاہ) بنا دیا تھا۔ چنانچہ آپ کی مجلس میں بڑے

بڑے صاحبان جاہ و جلال آتے مگر فقر غیور کی ہیبت سے لب کشائی تک کی برأت نہ ہوتی

جب تک حضور شفقت و رحمت سے خود کرم نہ فرماتے۔

چراغِ بزمِ طریقت حضرت محمد مصوم بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ رسالتی سجادہ نشین چورہ شریف (لکھتے ہیں۔

حضرت موصوف (شاہِ لاثانی) اُن جملہ خوبیوں کے حامل تھے جو کہ ایک مردِ کامل میں ہونی چاہئیں۔ تین چیزیں آپ میں جو نمایاں تھیں اور جو میری محبت کے اضافے کا باعث ہوئیں یہ ہیں :-

۱۔ آپ حد درجہ کے مستغنی تھے۔

۲۔ آپ سچ کہہ دینے میں کبھی باک نہیں رکھتے تھے۔

۳۔ آپ ایک زبردست و فاشعارِ انسان تھے جس کا ثبوت آپ نے عملاً دربارِ چورہ شریف کی آخری حاضری میں دیا۔ (تقریظ انوارِ لاثانی)

شفقت و رحمت | حضورِ اکرم نورِ مجسم رحمتِ عالم محسنِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے کتنے ہی مواقع پر مخلوقِ خدا پر رحم اور شفقت کی تاکید فرمائی ہے۔

کہیں فرمایا۔ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاحْبَبْ الْخَلْقَ اِلَى اللّٰهِ مَنْ احْسَنَ اِلَى عِيَالِهِ ترجمہ :- تمام مخلوق (گویا) خدا کا کنبہ ہے پس اللہ کے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق سے اچھا سلوک کرے۔

کہیں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوْفِقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهِ

ایک صحابی نے عرض کیا، حضور میرا دل بہت سخت ہے۔ اس کا علاج؟ فرمایا یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیر کر الغرض بے شمار احادیث وارشادات ہیں جن میں خلقِ خدا پر نرمی و مہربانی کی تلقین کی گئی ہے اور اولیائے کرام علیہم الرحمۃ ان پر عمل پیرا ہو کر خدا کے محبوب اور فائز المرام ہوتے ہیں۔ پھر ان کا جلال و استغنا، کیا معنی؟ بات دراصل یہ ہے کہ ان کی بے نیازی و فخر و غرور کی بنا پر نہیں بلکہ معرفتِ خداوندی اور قربِ الہی کی وجہ سے ہے ورنہ

درویشی و مسکنت تو ان کا سرمایہ حیات ہے۔

۵ خودی کی شوخی و تندی میں کبر ناز نہیں جو ناز بھی ہو تو بے لذتِ نیاز نہیں
اولیاء اللہ کے ہاں اصل متاعِ عجز و نیاز ہے، جس کو یہ دولت میسر ہو وہ اس کے
لئے سراپا شفقت بن جاتے ہیں اور جو اس دولت سے محروم ہو، اُسے فخر و غرور کے
جال سے نکلنے کے لئے جلالی رنگ کا مظاہرہ فرماتے ہیں تاکہ انہیں بھی یہ دولت کسی
حد تک مل ہی جاتے۔ کامیابی اور رحمت کے حصول کے لئے آئینہ دل کا ٹوٹنا ضروری
ہے۔ قبولِ دعا کا انحصار اضطرار پر ہے۔ اَفَمَنْ يُتَجَبَّبُ الْمُنْظَرًا اِذَا دَعَا لَهٗ
سُوَا دِلَیْسَتَہٗ کَرَامِ اِیْنِی ضَرْبِ جَلَالِ سَے دِلوں کے بُتانِ پندار کو پاش پاش کر دیتے ہیں
اور جب یہ کعبہ بُتوں سے خالی ہو جاتا ہے تو انوار و تجلیات سے بھر دیتے ہیں۔ غرض
ان کے غصے میں ہے ولسوزیِ ملامت میں ہے پیار

مہربانی کرتے ہیں نامہ سببانوں کی طرح
اب حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کا ایک واقعہ جو سراپا کرامت ہے سُنئے
اور اس حقیقت کو مزید وضاحت سے سمجھیے

خوشی محمد ولد اللہ دتاشینچوپری کا بیان ہے کہ
'میں بچپن ہی سے گینٹھیا میں مبتلا تھا۔ پھر بد قسمتی یہ ہوتی کہ والدین کا سایہ بھی سر
سے اُٹھ گیا۔ رشتہ داروں نے حکماء کے علاج سے مایوس ہو کر ایک ہسپتال میں داخل کر دیا
دیا۔ ڈاکٹروں نے بغور مطالعہ کرنے کے بعد مشورہ دیا کہ اس لڑکے کا آپریشن کیا جائے اور
کی بڑی نکال کر اور ڈالی جائے تو تندرست ہو سکتا ہے ورنہ اس کا یہ کُبرا پن کسی طرح نہ
جائے گا مگر میرے رشتہ دار اس خیال پر رضامند نہ ہوئے لہذا میں پھر گھرا گیا۔ دن رات
رونے دھونے کے سوا میرا کوئی اور کام نہ تھا۔ ایک دن حسبِ معمول رو کر جب رات کو سو

۱۰ تو کون ہے جو پریشان حال کی فریاد کو پہنچے جب وہ اُسے پکارے۔

گیا تو خواب میں ایک نورانی صورت والے بزرگ ملے اور فرمانے لگے بیٹا اب رونا چھوڑ دو، خداوند تعالیٰ نے تمہاری عاجزی قبول فرمائی ہے۔ تسلی رکھو بہت جلد تمہیں صحت کُلی نصیب ہو جائے گی۔ یہ نسخہ استعمال کرو، صحت نہ ہوتی تو ہم پھر ملیں گے۔ نسخہ یہ ہے کہ ہر روز ایک سیر گندم اُبال کر اس کی بھاپ لو، وہ بزرگ یہ نسخہ بتا کر روپوش ہو گئے۔ میں نے صبح اٹھ کر اپنے گھر والوں کو وہ خواب سنایا۔ انہوں نے گندم منگوا کر ہر روز بھاپ دینی شروع کر دی مگر آرام نصیب نہ ہوا لہذا میں پھر اسی طرح رونے لگا۔ جب رات کو سویا تو وہی بزرگ پھر ملے اور فرمانے لگے کہ میرا نام جماعت علی ثانی ہے اور علی پور سیداں محلہ مغربی میرا مقام ہے۔ لہذا تم اس پتے پر آ جاؤ۔ میں خود تمہارا علاج کروں گا اور تم انشاء اللہ صحت یاب ہو جاؤ گے۔ میں نے صبح اٹھ کر پھر گھر والوں کو اپنا خواب سنایا تو معلوم ہوا کہ واقعی علی پور شریف میں ایک بزرگ ہیں جو لاثانی کے نام سے معروف ہیں۔ لہذا میں دوسرے روز علی پور شریف پہنچا۔ آپ اس وقت باغ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ وہی بزرگ ہیں۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آتے ہو۔ میں نے عرض کیا شیخ پورہ سے بغرض علاج آیا ہوں۔ آپ نے جلالت سے فرمایا 'نکل جا۔ یہاں کیوں آیا ہے' میں یہ سن کر بے اختیار رو پڑا۔ آپ اٹھے اور تمام بدن پر ہاتھ مبارک پھیر کر فرمایا برخوردار میں تجھ سے ناراض نہیں ہوا۔ اس میں کچھ اور بھید تھا۔ اس کے بعد آپ نے ظہر کی نماز ادا کی اور سب حاضرین سے میرے لئے دعائے صحت کروائی پھر نماز مغرب کے بعد بھی دعائے صحت کی۔ مجھے ایک نسخہ استعمال کرنے کو فرمایا۔ اور مبلغ تین روپے اور ایک چادر عطا کر کے روانہ کیا۔ الحمد للہ میں اُسی دن سے تندرست ہوں۔

اس کی نفرت بھی عمیق، اس کی محبت بھی عمیق

قہر بھی اُس کا ہے اللہ کے بندوں پر شفیع

حسن و قبلہ عالم کو دو لہتمندوں سے زیادہ غریبوں اور مسکینوں سے پیار تھا۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے 'دل تو چاہتا ہے کہ اپنے عزیزوں کے لئے مالدار ہونے کی دعا مانگوں لیکن مالدار آدمی ہوا

سے ایک بالشت پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ کبھی یہ حوالہ بھی دیتے تھے کہ 'جناب رسالت' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آل پاک کے لئے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ تو ان کو ایک وقت کی روٹی دے اور ایک وقت بھوکا رکھ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا بھی بہت مشہور ہے۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ ۝

(یعنی اے میرے اللہ نیکیاں کرنے، بُرائیاں چھوڑنے کی توفیق اور مسکینوں کی محبت ہمیں عطا فرما) جب حضور شہنشاہ انبیاء و مرسلین حُبِّ مساکین کی دولت کو اتنی اہمیت دیتے ہیں تو ان کے پیچھے نائب کیوں نہ غریب پرور اور مسکین نواز ہوں گے۔

حضور قبلہ عالم کو غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ جو اُنس تھا اُس کا مختلف عنوانات کے ماتحت ذکر ہوا، آئندہ بھی ہوگا۔ بہر حال یہ بھی اسی مسکین نوازی کا اثر ہے کہ آپ کے حلقہ ارادت میں بھی غریب لوگ زیادہ ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے سامنے ذکر کیا کہ فلاں آدمی کہتا ہے میں اُس پر کے حلقہ ارادت میں داخل ہوں گا جس کے ساتھ (امیروں کا) ہجوم وغیرہ زیادہ نہ رہتا ہو کیونکہ میں غریب ہوں، حضور بندہ نواز نے فرمایا 'اُسے میری خبر کر دو۔ دو ایک دفعہ مل کر پھر خواہ تمام عمر نہ ملے'۔

آدمیت احترامِ آدمی

احترامِ آدمیت

باخبر شوازمِ آدمیت (اقبال)

دورِ حاضر میں مذہب و دشمن، عناصر یہ پر اپگینڈا کرتے ہیں کہ مذہب تفریق پیدا کرتا ہے اور اس نے طبقاتی امتیازات کو ہوا دے کر انسانوں کو اخوت و مساوات سکھانے کی بجائے ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔ انہیں اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ یہ الزام کم از کم 'اسلام' کے بارے میں سراسر بے بنیاد ہے۔ یہ تو اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے اخوت و مساوات کا سبق دے کر انسانوں کو متحد کیا اور رنگ و نسل اور وطنیت کے تمام بتوں

کو نوڑ کر انہیں وحدتِ انسانی کی طرف بلایا۔ حضور اکرم محسنِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ (شیخین) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

۲۔ اَلْاِنْسَانُ اَخُو الْاِنْسَانِ (طبرانی شریف) انسان انسان کا بھائی ہے۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عباداتِ شرعیہ اخوت و مساوات سکھاتی ہیں۔ پھر یہ نہیں کہ اسلام کا یہ اثر قصہ ماضی بن چکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اب بھی ہر سچا مسلمان اسی شرابِ وحدت سے سرشار ہے۔ مساواتِ انسانی کا لغزہ لگانے والے تو بہت مل جاتیں گے مگر اس کی صحیح عملی تفسیر دیکھنا ہو تو آج بھی حضور رحمہ للعلیین کے سچے غلاموں کی زندگی کا نقشہ دیکھتے اور ان کی خانقاہوں کی زیارت کیجئے جہاں مجھ ایسا بے نوا بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہوتا ہے۔

بنازم بہ بزمِ محبت کہ آنجا
گدائے بہ شاپے مقابل نشیند

حضور شاہنشاہِ لاٹانی اپنے دور میں اسلامی تعلیمات کا منہ بولتا پیکر تھے صوفی محمد رفیق صاحب آپ کے خوانِ نعمت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

د آپ غریب لوگوں کی بہت سی فراخ دلی سے مدد کرتے اور نہایت ادب و احترام سے پیش آتے۔ آپ کے ہاں عزیزوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بہت رہتا۔ گویا ہر وقت ایک قسم کا لنگر جاری تھا۔ مسافروں میں طعام تقسیم ہو جانے کے بعد ہر ایک پر نظر فرماتے تاکہ کوئی محروم نہ رہ جائے۔ امراء و فقراء سب ایک ہی صف میں بٹھاتے جاتے۔ سب ہمانوں میں یکساں طعام تقسیم ہوتا کسی امیر یا رئیس کے لئے کوئی تخصیص نہ تھی۔ وہی سادہ و بے تکلف کھانا سب کے لئے خوانِ نعمت ہوتا تھا۔

قرآن حکیم نے فضیلت کی بنیاد تقویٰ پر رکھی ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات)

ترجمہ:- بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

حضور قبلہ عالم س کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’حسب و نسب پر فخر مت کرو۔ نیک عمل کی کوشش کرو کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دختر نیک سیرت کو فرمایا ’بیٹی نسب پر فخر نہ کرنا‘

ذیل میں ایک دو ایسے واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے اسلام کی انقلابی تعلیم نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور جو شاہ لاثانی کی سیرت کے نہایت زریں ابواب کی نشاندہی کرتے ہیں

۱۔ ایک جذامی (کوڑھی) شخص تقریباً ہر شفا خانے سے لا علاج ہو کر آپ کے درِ قدس

پر آگرا۔ حضور اس وقت مکان کے اندر رونق افروز تھے۔ عزیزوں نے اس کی بدبو محسوس کرتے ہوئے اُسے باہر بیٹھنے پر مجبور کیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو اسے اندر بلا لیا اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ آپ کی برکت سے وہ اُسی دن رُوحِ صحت ہو گیا۔

۲۔ حکیم عبدالعزیز سو جانپوری بیان کرتے ہیں ایک دفعہ آپ مرزاپور کے قریب ایک گاؤں میں دعوت پر تشریف لے گئے۔ صاحب خانہ (نمبردار) نے تمام دوستوں کے ہاتھ دھلوائے مگر ایک لڑکے کو جو بظاہر کراہت کے قابل تھا، چھوڑ دیا۔ حضور نے دیکھا تو خود اٹھ کر اس کے ہاتھ دھلوائے، پاس بٹھا کر کھانا کھلایا اور اس کا پس خوردہ اس نمبردار کو کھلایا۔

۳۔ سائیں نیاز الدین حجام ساکن بوعہ کا بیان ہے کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جب اس علاقے میں تشریف لاتے تو حجامت بھی سے بنواتے۔ عادت مبارکہ علیحدگی میں حجامت بنوانے کی تھی۔ ایک ایسے ہی موقع پر آپ کے پاس علاقہ پٹانکوٹ کے تین آدمی بیٹھے ہی رہے جن میں ایک لڑکا چنبل کا مریض تھا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ لوگ اس لڑکے کو یہاں سے کیوں نہیں لے جاتے ادھر خیال آیا ادھر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے، مولوی فضل الہی صاحب کے مکان میں آکر ایک کتاب نکالی اور فرمایا ’بزرگانِ دین لکھتے ہیں کہ بدبودار کتے کو بھی نفس سے برا نہ سمجھو۔‘

۴۔ یہی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آپ کے ہمراہ عبدالکریم صاحب کی برائے میں

شامل ہوا۔ کھانے کے وقت میرے ساتھ قطب الدین جو دے اور کھانسی کا مریض تھا بیٹھ گیا

میرے دل میں کراہت پیدا ہوئی اور ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے قطب کو آواز دے کر اپنے ساتھ بٹھالیا۔

زہد و اتقا | زہد سے مراد دنیا سے بے رغبت ہو جانا اور اتقا ہے خدا کی رضا کے لئے تقویٰ اختیار کرنا۔

روایات تفسیر میں موجود ہے کہ جب آیہ کریمہ فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِّلْاِسْلَامِ (الانعام)۔ (اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے) نازل ہوئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا حضور یہ شرح صدر (سینہ کھلنا) کیا ہے، فرمایا 'وہ ایک نور ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے باعث سینہ کھل جاتا ہے' عرض کیا گیا 'اس کی علامت کیا ہے' فرمایا 'انسان کا دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے اور عاقبت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرتا ہے، مختصر یہ کہ زاہد دنیا کو حقیر سمجھ کر اس کی لذات و شہوات میں گرفتار نہیں ہوتا۔ اس کی منزل مقصود بہت بلند ہے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

افلاک سے بنے اس کی حریفانہ کشاکش
خاک ہے مگر حسن اک سے آزاد ہے مومن
چھتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبریل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن

بندہ مومن کے سامنے سرور کون و مکاں، باعثِ چین و چناں، مالکِ این و آن، خواجہ گہیاں، سلطانِ کائنات، مختارِ شمشبہات حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ رہتا ہے، محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والتنا کی سیرتِ طیبہ کی مختصر سی جھلک سیرۃ النبی (شبلی) سے پیش کی جاتی ہے۔

'ایلاء کے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مشربہ میں جو اسباب کی کوٹھڑی تھی حاضر ہوتے

تو اُن کو نظر آیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیتِ قدس میں دُنیاوی ساز و سامان کی کیا کیفیت ہے؟ جسمِ مبارک پر صرف ایک تہبند ہے، ایک کھری چارپائی بچھی ہے۔ سر پہ ایک تکیہ پڑا ہے جس میں خرے کی چھال بھری ہے، ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں۔ ایک کونے میں پائے مبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی ہے، کچھ مشکیزہ کی کھالیں سر کے پاس کھنٹی پر لٹک رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا، عرض کی یا رسول اللہ میں کیوں نہ روؤں، چارپائی کے بان سے جسمِ اقدس میں بدھیاں پڑ گئی ہیں، یہ آپ کے اسباب کی کوٹھڑی ہے اس میں جو سامان ہے وہ نظر آرہا ہے، قیصر و کسریٰ تو باغِ دہار کے مزے لوٹیں اور آپ خدا کے پیغمبر اور برگزیدہ ہو کر آپ کے سامانِ خانہ کی یہ کیفیت ہو، ارشاد ہوا ”اے ابنِ خطاب! تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ دُنیا لیں اور ہم آخرت!“ (صحیح ۳۳۲)

حضور قبلہ عالم شاہِ لاثانی علیہ الرحمہ نے سادگی کا جو انتہائی سبق آموز اور ایمان اندوز مظاہرہ فرمایا ہے وہ ”اتباعِ سنت کا ایک روشن باب ہے۔

لباس : حضور نے تمام عمر کوٹ یا داسکٹ نہیں پہنی۔ بہت قیمتی پاپوش سے پرہیز فرمایا۔ کھدر کا تہبند ہلال کی دستار مبارک اور سادہ پیراہن ہی آغازِ جوانی سے یومِ وصال تک استعمال فرمایا مگر اس سادگی میں بھی ایسی ہیبت تھی کہ خود سردم بخود اور سنگدلِ نرم دل ہو جاتے تھے۔

چودھری جان محمد صاحب ساکن برال کا بیان ہے کہ میرے بھائی نے آپ کے لئے کانپور سے بہت عمدہ اور قیمتی کاٹھی بھیجی۔ میں اُسے لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے قبول نہ فرمائی بلکہ فرمایا ”اگر تمہارا بھائی اتنی رقم درویشوں میں تقسیم کر دیتا تو بہتر ہوتا۔“ آپ اپنے عزیزوں کو بھی اسی رنگ میں دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ حضرت حافظ طغر علی صاحب سپردری ایک دفعہ قیمتی زری دار جوئی پہن کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ

نے دیکھ کر فرمایا ”حافظ صاحب! آپ نے بہت اسراف کیا ہے۔ اگر اس پاپوش کو فروخت کر کے آپ دس برسہنہ پادامیوں کے پاؤں ڈھانپنا چاہتے تو ڈھانپ سکتے تھے“
حضرت مولانا فضل الہی مرحوم کا بیان ہے ایک دفعہ میں تلے والی جوتی پہن کر حاضر دربار شریف ہوا تو حضور نے فرمایا ”مولوی صاحب! مولانا روم فرماتے ہیں :-

نفس ماہم کمتر از مسدعون نیست
لیک اُوراعون ، ماراعون نیست

مولوی صاحب پر اس کا یہ اثر ہوا کہ پھر کبھی ایسی جوتی استعمال نہ کی۔
فضول خرچی سے روکنے کے لئے حضور اکثر درج ذیل آیہ کریمہ کا حوالہ دیتے۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ (کنز الایمان)

غذا: لباس کی طرح حضور غذا میں بھی سادگی پسند تھے۔ آپ نے کبھی پُر تکلف کھانے تناول نہیں فرماتے۔ جب آپ کی خدمت میں بہت مرغی شوربا وغیرہ پیش کیا جاتا تو آپ اکثر اس میں ٹھنڈا پانی ڈال کر استعمال فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ”مجھے کہیں گشتی پر نہیں جانا۔“

حضرت حکیم خادم علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا ”آئیے حکیم صاحب! کھانا کھائیے، آپ میرا کھانا پسند کریں گے“ آپ اس وقت خشک روٹی نمک اور مرچ کے ساتھ کھا رہے تھے، میں بھی شامل ہو گیا اور دل میں سلفِ صالحین کی یاد تازہ ہو گئی۔

ایک شخص نے آپ کو دعوت دی جس میں بہت تکلف سے کام لیا گیا اور کھانوں میں سونے چاندی کے ورق لگائے گئے۔ حضور نے کھانا دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے

طے: یعنی فضول خرچ

لگے 'در دیش ایسے کھانے پسند نہیں کرتے' ساتھ والے ایک غریب گھر میں جا کر مٹی کے برتنوں میں ساگ اور جوار کی روٹی تناول فرمائی۔

مولوی فضل الہی، سائیں مہر شاہ اور صاحبزادگان والاتبار کا بیان ہے کہ زیادہ تر ساگ، بھری اور چٹنی خشک روٹی کے ساتھ پسند فرماتے تھے۔ باسی روٹی کو ٹھنڈی روٹی کہتے اور شوق سے تناول فرماتے۔

دودھ اور گھی کبھی کبھی ضرورتاً استعمال فرماتے درنہ غذا میں شامل نہیں تھا۔

ایک دفعہ آپ حسب معمول خشک روٹی نمک کے ساتھ کھا رہے تھے کہ چند عزیزوں نے عرض کیا کہ حضور اس قدر جان پاک کو کیوں تکلیف دیتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تو ضرور استعمال کیا کریں، فرمایا میاں! انسان کا پیٹ تنور کی طرح ہے، اس کو گرم رکھنا مقصود ہے، گھاس پھونس سے کیا جاتے یا چھت کی لکڑیوں سے، مگر مناسب یہی ہے کہ گھاس پھونس سے کیا جائے۔ مستری نظام الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک دفعہ موضع بھٹے میں تشریف لائے، ابھی گاؤں سے دور ہی تھے کہ مجھے فرمایا نظام الدین آج کیا کھلاؤ گے، میں نے عرض کیا حضور جوار شاہد فرمائیں۔ فرمایا میرے لئے جو کی روٹی اور مسور یا چنے کی دال وغیرہ پکا لینا اور دوستوں کے لئے جو مناسب سمجھو۔

رہائش : رہائش وغیرہ کے سلسلے میں بھی آپ سادگی کو ہی پسند کرتے تھے آپ

کو عالیشان عمارات سے متنفر تھا (جیسا کہ 'مرید صادق' والے باب میں گزرا)

مخدوم الخاویم، سیدی و مرشدی حضور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم سے سنا ہے کہ اولاً حضور پختہ اینٹ کے مکان کو بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے، بعد میں جب وقت کی بجت کا پہلو سامنے آیا تو آپ نے سادہ سے چند کمروں کی تعمیر کردائی (کیونکہ مٹی کے کچے مکانات پر بار بار کی لپائی وغیرہ میں کافی وقت ضائع ہو جاتا ہے)

دردست فقیر نقد نے نیست بحر وقت آں نیز اگر زد دست رود و آتے برو

صوفی محمد رفیق صاحب کا بیان ہے کہ ہمارے غریب خانے کا سنگ بنیاد حضور نے اپنے دستِ بابرکت سے رکھ کر فرمایا و کفایت کو مد نظر رکھنا اور اسراف سے پرہیز کرنا، وہی فرماتے ہیں کہ صبح حضور کی روانگی کے وقت احباب کا جم غفیر تھا۔ ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ حضور اس کی دعوت کو قبول فرمائیں گویا ایک عجیب کشمکش کا عالم تھا۔ جب آپ کے سامنے یہ صورت آئی تو نہایت سادہ اور مؤثر الفاظ میں فرمایا 'جاؤ ہر صاحب اپنے گھر سے دو دوڑیاں لے آئے اور ایک شخص سالن پکالائے، ہم سب مل کر دعوت کھالیں گے۔ یہ گویا سادگی دعوت کا انداز تھا۔

مولوی فضل الہی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا مجھ پر حضرت بادا جی رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا سے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا اتنا فضل و کرم ہے کہ اگر چاہوں تو بہت عمدہ لذیذ خوراک اور بیش قیمت لباس استعمال کر سکتا ہوں مگر یہ مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ مجھے سادگی زیادہ مرغوب ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دربارِ عالی کی آمدنی کے متعلق بہت چھان بین اور احتیاط فرماتے تھے۔ صوفی تاج دین صاحب ساکن بھرڈی بیان کرتے ہیں ایک دفعہ میں دربار شریف میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ چودھری کریم بخش صاحب کو خفا ہو رہے ہیں کیونکہ اس سال انہوں نے کماد فروخت کیا تھا اور اس کے قطعے مختلف قسم کے تھے جنہیں انہوں نے ایک ہی قیمت پر فروخت کر دیا تھا۔ حضور نے مناسب قیمت رکھ کر باقی واپس کر دی۔

اندازِ کلمہ : غذا اور لباس میں سادگی پسند ہونے کے علاوہ آپ کی گفتگو بھی بہت سادہ تھی۔ مگر اس انداز میں اس قدر روحانیت ہوتی کہ ایک ایک لفظ زندگی بن کر دل میں اترتا جاتا۔ زیادہ بات چیت سے پرہیز تھا۔ خاموشی کو عزیز رکھتے اور فرمایا کرتے 'ضرورت سے زیادہ گفتگو انسان کے لئے منع ہے اور درویش کے لئے تو زہرِ قاتل ہے؛ حضور کے حلقہ نشین بھی آپ کی صحبتِ بابرکت کے زیر اثر سیدھے سادے انداز میں گفتگو کرتے تھے۔

خود نمائی سے پرہیز | حضور قبلہ عالم تصنع اور تکلف، ریا اور نمود کو بہت بُرا جانتے تھے۔
آپ خود بھی سراپا اخلاص تھے اور اخلاص ہی کی قدر کرتے تھے۔

اپنی تعریف سُن کر خوش ہونا نفس کی بڑی بڑی بیماریوں میں سے ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کے منہ پر اُس کی تعریف کرنے کو بہت ناپسند فرمایا ہے۔ مردانِ کامل جو نفسانیت کے جملہ حربوں سے باخبر ہوتے ہیں، ایسے ہر موقع پر ہشیار رہتے ہیں۔ بہت سے لوگ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں قصائد و اشعار لکھ کر لاتے، آپ نہ انہیں سنتے نہ حجرے میں لٹکانے دیتے۔ چنانچہ صوفی محمد رفیق صاحب اپنے دوست جناب مضطر نظامی سے ایک مدحیہ قصیدہ لکھوا کر لاتے تاکہ حضور کو سنایا جاتے مگر حضور نے نہ وہ قصیدہ سنا اور نہ حجرے میں لٹکانے دیا۔ قصیدہ یہ تھا۔

درویشِ خدا مست

قطرہ ہے اُس کے فقر کا دریائے ہوتے
کا شائے فقیر کو تحقیق سے نہ دیکھ
دل اس کا ہے ضیا کدۂ حسن لم یزل
سودا نہیں ہے اس کو متاعِ قلیل کا
رکنِ رکنِ زمرة لا یخسَنوں ہے وہ
دریا متاعِ گوہر بیکتا لے ہوئے
زیرِ قدم ہے دولتِ دنیا لے ہوئے
اور آستین میں ہے یدِ بیضیا لے ہوئے
دامن میں ہے وہ دولتِ عقی لے ہوئے
بیٹھا ہے شاد کام مصلے لے ہوئے

اُستاذی المحترم حضرت الحاج سید محمد صدیق شاہ صاحب (ایم۔ اے) کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔ یہ دربار شریف میں حاضر ہوئے تو وہیں بیٹھ کر ایک قصیدہ لکھ ڈالا جس کا مطلع یہ ہے

حالِ زارِ من نگر و زبستِ تکلیفم رہاں
خلق را مشکلِ کشا ہستی تو شاہا بے گماں

قصیدہ حضور کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ گزارش کی گئی کہ اپنے جذبات کا اظہار ہے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے پاس رکھتے اور فرمایا ”میں تو آپ کو بڑا سمجھا رہا ہوں“

تھا۔ یہ آپ نے کیا بات کی؟ شاہ صاحب موصوف یہ قصیدہ سائیں مہر شاہ صاحب مرحوم کو دے آئے۔ حضور کے وصال کے بعد انوارِ لاثانی، میں سائیں صاحب نے شامل کر دیا۔ (یہ قصیدہ آئندہ کسی مقام پر دیکھیں)

انہی شاہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مجھے حضور پر نور کی رفاقت میں موضعِ بوعہ میں جو مولوی فضل الہی صاحب مرحوم و مغفور کا وطن مالوت تھا، جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور کی تشریف آوری کا شہرہ سُن کر مولانا نور احمد صاحب امرتسری زیارت کی خاطر حاضر ہوئے۔ اور دورانِ گفتگو اظہار فرمایا کہ تبلیغ و اشاعتِ دین کے لئے حضور کا دیہات میں قدم رنجہ فرمانا لوگوں کی صحیح رہنمائی کے لئے از بس مفید ہے۔ حضور نے یہ بات سُن کر ازراہِ انکسار فرمایا کہ ہماری مثال تو ”بگلا بھگت“ کی سی ہے۔ لوگ ہمارے ظاہر پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ ورنہ منِ آنم کہ منِ دامن۔

روایت ہے کہ طوطی ہند بابا محمد علی صاحب جو حضور قبلہ عالم کی نظرِ کرامت کا شاہکار تھے، ایک بار دربارِ عالی میں چند خود ساختہ مدحیہ اشعار پڑھنے ہی لگے تھے کہ آپ معاً جلو افروز ہو گئے اور انہیں سختی سے منع فرمایا بلکہ اُن سے زمین پر ناک سے لکیریں کھینچواتیں کہ عمر بھر یاد رکھیں۔ آپ کو صاحبِ دیوان یا صدرِ محفل کی طرح تکیہ وغیرہ لگا کر بیٹھنے کی عادت نہیں تھی۔ سفر میں ہوتے تو کبھی بہت آگے، کبھی درمیان میں اور کبھی بہت پیچھے ہوتے تاکہ کسی امتیاز سے دُسر وں پر فائق نظر نہ آسکیں۔ یوں بھی ہوتا تھا کہ خلفاء اور علماء تو عالیشان گھوڑیوں پر سوار ہوتے مگر شاہِ لاثانی خیرِ سواری فرماتے (یہاں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ فرمانِ شاہی یاد کیجئے جس کی رُو سے گورنروں کے لئے تازی گھوڑے کی سواری ممنوع تھی) حضور قبلہ عالم شاہِ لاثانی کسی درگاہ (مثلاً اجمیر شریف) کی طرف جاتے تو رفیقانِ سفر کو اپنا تعارف کروانے سے سختی سے روک دیتے یعنی کسی ساتھی کو یہ اجازت نہیں تھی کہ حضور قبلہ عالم کے متعلق اتنا ہی کہہ سکے کہ آپ علی پور سیدان سے آئے ہیں۔ کوئی پوچھتا تو فرماتے ”میں زمیندار ہوں“

(یہی حال مخزنِ الطاف حضور الحاج سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم کا ہے)

طبع ہمایوں میں خود نمائی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ صوفی محمد رفیق صاحب فرماتے ہیں مجھے ایک بار حضور قبلہ عالم سے ایک سفارشی تحریر کی ضرورت پیش آئی۔ آپ نے فرمایا رقعہ خود لکھ لو میں دستخط کر دوں گا۔ لہذا میں نے رقعہ لکھ کر پیش کیا۔ آپ نے اس میں جہاں کہیں بھی کوئی اعزازی لفظ یا خطاب دیکھا مٹا دیا حتیٰ کہ اپنے نام پاک کے آگے لفظ شاہ کو بھی مٹا دیا۔

رحیم بخش (درویش) اس زمانے کا ایک واقعہ سناتے ہیں جب آپ پیدل چورہ شریف جاتے تھے۔ پیرخانے جاتے ہوئے راولپنڈی میں آپ نے پاپوش خریدنی چاہی۔ قیمت کی کمی بیشی کے متعلق بات ہو رہی تھی کہ میرے منہ سے نکل گیا 'سید اور بزرگ ہیں رعایت ہونی چاہیے' حضور من کر سخت خفا ہوئے اور فرمایا 'میرے بزرگ یا سید ہونے کی قیمت دو تین آنے ڈال ہے۔' (میری بزرگی کی قیمت یہ دنیا ہرگز نہیں) پھر برابر فرماتے جاتے تھے۔ میری بزرگی و فقیری یا زہد و تقویٰ یہ نہیں کہ دودھ آنے پر بیچتا پھروں۔

رنگ دار کپڑے اور سوانگ بنانے کو بہت ناپسند فرماتے تھے۔ ایک درویش سوانگ بنا کر حاضر خدمت ہوا تو فرمایا 'میاں! فقیری رنگدار لباس میں نہیں، پھر یہ شعر سناتے۔

سادے بھگوے پہن نہ کپڑے	ایہہ رستہ نہ رب نوں اپڑے
ایہہ چالے ٹھگ بازاں پکڑے	چھڈ رنگ سانگ بنادن دی
جے چاہیں توں دل دی سستی!	سکھ 'پیر پرستی'
اس دے باجھ نہ باندی ہستی	لے مت خودی دج باندن دی
کنز قدوری ٹھپ رکھادیں	مے وحدت دی لذت پادیں
خشک ملاں نوں پیاسٹادیں	لے مت خودی دج باندن دی

مذہبی تعامل

اسلام دینِ توحید ہے اس نے خدائے بزرگ و برتر کے واحد ہونے کا اعلان ہی نہیں کیا انسانوں کو بھی وحدت و اتحاد کی طرف بلایا ہے۔ افسوس صد افسوس اسلام کا یہ عظیم پیغام خود اس کے فرزندوں کی ایک تعداد نے فراموش کر کے تفرقہ و انتشار کی راہ اختیار کر لی۔ اور ان پر ایسے دشمنوں کا اثر تھا جو کسی قیمت پر بھی ملتِ اسلامیہ کو متحد دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ تحقیق سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ ہمارے گھر کی پھوٹ غیروں کی سازشوں اور ریشہ وانیوں کا نتیجہ ہے۔

محبوبِ خدا سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی غیب میں نگاہیں ان تمام فتنوں کو دیکھ رہی تھیں جو صبحِ قیامت تک امتِ مرحومہ کو اپنی لپیٹ میں لینے والے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں اشارۃً ”کہیں صراحتہً“ ان کا ذکر بھی فرمادیا نیز ان سب سے بچ کر مرکزِ اسلام سے وابستہ رہنے کے لئے حق و صداقت پر چلنے والے گروہ کی علامات بھی ارشاد فرمادیں۔ ہادی اعظمِ محسنِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے اس علم و بیع اور اندازِ بیع کے قربان جاتے جو فرمایا تھا وہی ہو آ اور اہل حق کے جس گروہ کی نشاندہی کی تھی واضح علامات کے سبب اسے پہچاننا بھی مشکل نہیں رہا۔ چنانچہ چند ایک ارشاداتِ رسالتِ نبیہ۔

سَتَفَرِّقُ أُمَّتِي ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ
فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً
ذَلُّوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي

میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے ایک کے
سوا سب ناری ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا
یا رسول اللہ! وہ (نجات پانے والا گروہ) کونسا
ہے؟ فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔

(۲) عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ
الرَّاشِدِينَ عَصُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

تم پر میری سنت اور میرے خلفائے
راشدین کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔
اس پر دانتوں کے پیلے جمادو۔

(۳) أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيْسِهِمْ
اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں جیسے ہیں ان میں جس
کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پالو گے۔

(۴) مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَفَيْنَهُ لُوحٌ
مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ

میرے اہل بیت کی مثال کشتی لوح جیسی
ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس
سے رہ گیا ہلاک ہو گیا۔

(۵) أَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ الشَّقِيلَيْنِ أَوَّلُهُمَا
كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ النُّورُ وَالْهُدَى فَخُذُوا
بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْمُكُمْ كُتُوبُهُ وَقَالَ أَهْلُ
بَيْتِي أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي
وَقَالَ ثَلَاثًا (صحيحين)

اے مسلمانوں! میں تم میں دو عظیم الشان
چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب
جو نور و ہدایت سے معمور ہے اسے مضبوطی سے
پکڑے رہنا۔ اور فرمایا (دوسری چیز) میرے
اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے
بارے میں خدا یاد دلاتا ہوں۔ تین بار یہی فرمایا۔
بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو (اس
سے) الگ ہو آدھ الگ کر کے دوزخ ہی میں
ڈالا جاتے گا۔

(۶) اسْمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ
فَإِنَّهُ مَنْ شَدَّ شُدَّ فِي النَّارِ (ابن ماجہ)

(۷) مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قَيْدٌ
شَبْرٌ فَقَدْ خَلَعَ رِبْعَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ
عُنُقِهِ (مسلم، ترمذی، احمد)

بے شک شیطان انسان کا بھڑیا ہے جیسے
ریوڑ کا بھڑیا (ریوڑ سے) علیحدہ رہنے والی
کنارہ والی یا بچھڑ جانے والی کا شکار کر لیتا ہے
(ایسے ہی شیطان جماعتِ مسلمین سے الگ رہنے
والے کا شکار کر لیتا ہے) تم گھایٹوں سے بچو جماعت
اور عام مسلمانوں کے ساتھ رہو۔

(۸) إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ
كَذِبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْعَامِيَةَ
وَالنَّاحِيَةَ أَيَاكُورَ وَالشُّعَابَ وَعَلَيْكُمْ
بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ (احمد)

(۹) لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ
وَيَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ فَإِنَّ مِنْ
شَدِّ شُدِّ فِي النَّارِ

میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی اور
جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے سو جو جماعت سے
الگ ہو آؤ وہ الگ ہی دوزخ میں ڈالا جائیگا۔
اوپر کی پہلی چھ احادیث شریفہ میں قرآن و سنت کو حجت مان کر اہل بیت اور صحابہ کرام
کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو سچا گردانا گیا ہے نیز یہ بھی واضح ترین علامت بتادی کہ اس گروہ کی
تعداد سب سے زیادہ ہوگی (وہ سوادِ اعظم ہوگا) اگلی احادیث شریفہ میں سوادِ اعظم کی مزید تشریح
کی گئی ہے اور اس سے دور ہو جانے کو شیطان کے قابو میں آنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مولائے
کائنات شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بھی سوادِ اعظم کی پیروی کی تلقین فرمائی
ہے (ہنج البلاغہ)

ان احادیث پر غور کرنے سے سنت و جماعت کے الفاظ کا اعادہ بھی ملتا ہے گویا سوادِ اعظم
کا دوسرا نام سنت و جماعت سے متعلق ہوگا۔ علامہ شہرستانی نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی زبان حق ترجمان سے سچے گروہ کا نام اہل سنت و جماعت ثابت کیا ہے۔ اوپر کی روایات

میں لفظ 'عام' بھی بہت واضح ہے یعنی سوادِ اعظم میں عام امت شامل ہوگی۔ اب قرآن کی اس آیت پر غور کیجئے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ
غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ
وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝
ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس
کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ
سے جدا راہ چلے ہم اُسے اس کے حال پر چھوڑ
دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور
(وہ) کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے۔

گویا اوپر کی تمام احادیث شریفہ اسی آیت ربانی کی تشریح تھیں۔
ان تصریحات سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت کا راستہ ہی منزل پر پہنچانے
کا ضامن ہے اور یہی اسلام کی صحیح ترین تعبیر و تصویر ہے۔ اسی لئے امام ربانی حضرت شیخ
مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

فرضِ نخستین بر عظامِ نصیح عقائد است بموجب آرائے صاحبِ اہل سنت و جماعت شکر اللہ سَعِيَتُهُمْ
کہ فرقہ ناجیہ اند (ترجمہ: ہر عقلمند پر اولین فرض ہے کہ اپنے عقائد اہل سنت و جماعت کے مطابق
رکھے کیونکہ یہی نجات والا گروہ ہے) (اللہ تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرماتے)

یہی وجہ ہے کہ تمام اکابر اسلام اہل سنت و جماعت کی تائید کرتے رہے ہیں اور تمام
اولیائے کرام نے اہل سنت کے عقائد و اعمال پر چلنے کو دنیا کی عظیم ترین دولت قرار دیا ہے
جیسا کہ حضرت مجدد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ضمن میں خواجہ عبید اللہ احرار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حوالہ
دیا ہے۔ اے

اے از خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ اسرارہ منقول است کہ اگر تمام احوال و مواجید را بباد ہند و حقیقت
ما را بعقائد اہل سنت و جماعت متخلی نہ سازند جز خرابی ہیچ نمیدانم و اگر تمام خرابیاں را بر ما جمع کنند و
حقیقت ما را بعقائد اہل سنت و جماعت بنوازند ہیچ باکے نداریم (مکتوب ۱۹۳ ج ۱)

چونکہ اہل سنت بھی اور ان کے مخالفین بھی اپنی تائید میں کتاب و سنت سے ہی دلائل لانے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے بعض لوگ شش و پنج میں پڑ جاتے ہیں کہ کون سی راہ اختیار کی جائے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہی علوم معتبر ہیں جو کتاب و سنت سے اہل سنت و جماعت نے اخذ کئے ہیں دوسرے لوگوں کی فہم و فراست کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حضرت قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ بھی اپنے اکابر طریقی کی روش کے موافق اسی مذہب (اہل سنت و جماعت) کی حقانیت پر زور دیتے اور اسی سے وابستہ رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ مولوی فضل الہی صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال آپ سرسند شریف سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ بیمار ہو گئے۔ بخار کا بہت جوش تھا مجھے پاس بلا کر فرمایا میں تمہیں کچھ وصیتیں لکھواؤں میری اولاد کو سنا دینا کہ صاحبزادگان فداحسین خادم حسین غلام رسول تینوں اپنا مذہب اہل سنت و جماعت رکھیں اور اپنی اولاد کو بھی اس مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہیں۔

بیز فرمایا تصوف کی کتابیں پڑھتے رہا کریں خصوصاً مکتوبات شریف (امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب سعادۃ اعیان العلوم، مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ، نفحات الانس، شمس التاریخ، مجرب فقہ، کشف المحجوب، تذکرۃ الاولیاء، لسان العارفین اور اسی قسم کی دیگر کتابیں پڑھنے کی اکثر تلقین فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت کے زمانے سے کچھ قبل ایسے لوگ بھی پیدا ہو چکے تھے جو اہل سنت نہ ہونے کے باوجود اہل سنت کہلاتے تھے (غالباً قدرت نے ایسے ہی فتنوں کے مقابلے کے لئے

۱۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں از علومیکہ از کتاب و سنت مستفاد اند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواران از کتاب و سنت اخذ کردہ اند و ہمیدہ زیراکہ ہر مبتدع و ضال عقائد فاسدہ خود را اخذ می کند پس ہر معنی از معانی مفہوم معتبر نباشد (دفتر اہل مکتوب ۱۹۳)

حضور قبلہ عالم کو اس دور میں پیدا کیا، آپ ان لوگوں کو ٹھیک نہیں سمجھتے تھے ضرورت و موقعہ کے مطابق آپ ان کے غلط عقائد و رجحانات سے خبردار فرما کر حضرت مولانا محمد احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی کے مسلک کی تائید فرماتے تھے۔ آپ انہیں اہل سنت و جماعت کا صحیح نمائندہ اور ترجمان خیال فرماتے تھے۔ حصول علم کے لئے کوئی مشورہ لیتا تو آپ بریلی شریف کا نام لیتے یا کسی ایسے مد سے کی طرف رہنمائی فرماتے جہاں خالص اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے مطابق تعلیم دی جاتی ہو۔ وقت کے جید علما ادھر آپ کے حلقہ بگوش تھے ادھر حضرت فاضل بریلوی کے مؤید و مؤید اہلے۔

مستری نظام الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور قبلہ عالم شاہ لاٹانی علیہ الرحمۃ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا 'سنا ہے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ قرآن چھپ گیا ہے، اسے لینا چاہیے چنانچہ میں نے مراد آباد سے یہ ترجمہ جلد ہی منگوا لیا۔

موجودہ دور کے متنازعہ فیہ مسائل میں حضور قبلہ عالم شاہ لاٹانی علیہ الرحمۃ کا کیا موقف تھا اس سلسلے میں اجمالی طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ آپ سنی، حنفی (یعنی فقہ میں سراج الامت حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرو) اور چاروں سلسلوں کی اجازت رکھنے کے باوجود رجحان کے اعتبار سے نقشبندی و قادری تھے۔ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کے بعد جن کتابوں کا نام اس مضمون کی ابتداء میں آیا ہے وہی آپ کے موقف کے اظہار کے لئے کافی ہیں خصوصاً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کے مکتوبات اور امام اہل تصوف امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی قدس سرہ العالی کی تصنیفات آپ کو بہت پسند تھیں۔ تفصیلاً بات کرنے کے لئے پہلے چند متنازعہ فیہ مسائل کی فہرست سامنے آجاتے پھر ایک

اے یعنی اعلیٰ حضرت بریلوی کی دہ تائید کرتے تھے اور خود یہ ان کی کتابوں پر تقریظ وغیرہ لکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا نبی بخش علوانی کی تفسیر نبوی پر اعلیٰ حضرت کی تقریظ موجود ہے۔

ایک کر کے آپ کا موقف بیان کیا جائے گا۔ بڑے بڑے مسائل جو ہمارے گرد و پیش میں ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں یہ ہیں :-

- ۱۔ مقام رسالت
- ۲۔ ندائے غائبانہ اور استمداد و توسل
- ۳۔ مسئلہ علم غیب
- ۴۔ حاضر و ناظر
- ۵۔ نور و بشریت
- ۶۔ اختیار و تصرف
- ۷۔ تصور شیخ
- ۸۔ زیارت قبور
- ۹۔ عرس و ختم
- ۱۰۔ نذر شرعی و عرفی
- ۱۱۔ مقام صحابہ و اہلبیت

اہل ایمان کے نزدیک سب سے زیادہ اہم مقام رسول کی عظمت کا اقرار ہے حضور قبلہ عالم شاہ لا ثانی فرمایا کرتے تھے :-

اے حضور سید کل ختم الرسل خواجه گہاں سرورِ دوراں حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کو متنازعہ فیہ نہ کہتے ہوتے فلم کانپ اٹھتا ہے سر ہلکا جاتا ہے جسم جاں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کیا ایک مسلمان کو اپنے آقا و مولا کی عظمت میں شک ہو سکتا ہے اور کیا کوئی رسالت کا اقرار کرتے ہوئے بھی عظمتِ شان کا منکر ہو سکتا ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات تو اپنے آفریدگار کی ذات و صفات کا مظہر ہے توحید اگر دعویٰ ہے تو رسالت اس کی دلیل ہے جو اس دلیل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کرے اس کا ایمان ہی کہاں رہا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ تمام انسان دو گروہوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ مومن ۲۔ کافر۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُتَوِّعْ مِنْهُ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفَرْ (الکھف)

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۳۲ پر ملاحظہ کریں)

”مسلمان کا ایمان پہلے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہے اور پھر اللہ جل شانہ پر
یہ ایمان و عرفان کی بات ہے، آیتے عشق رسول کی بات سنیتے۔ شیخ مجدد قدس سرہ
النورانی فرماتے ہیں ”محبت آل سرور بہ نہجے مستولی شدہ است کہ حق سبحانہ و تعالیٰ را بواسطہ
آل دوست می دارم کہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم است۔“ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت

بقیہ گویا ایمان ہی اصل فرق ہے۔ اب ایک طویل حدیث شریف جو مشکوٰۃ کتاب الایمان میں موجود
ہے، کا آخری جملہ ملاحظہ فرمائیے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرشتوں کی زبانی فرماتے ہیں۔
مُحَمَّدٌ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ (یعنی محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی انسانوں میں فرق ہیں)
دلوں کی تطبیق یوں ہوگی کہ خود ذات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اہل کفر و ایمان
کے درمیان فرق ہے۔ میں نے عرض کیا ہے

خلاصہ ہے یہی سب داستان کفر و ایمان کا

کرے انکار جو کافر انہیں جو مان لے مومن

اور گویا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اصل ایمان ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

اللہ کی سرتابہ قدم شان میں یہ ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان میں یہ

علامہ اقبال کا ایمان افروز نظریہ بھی ملاحظہ ہو، بارگاہ رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں عرض گزار ہیں۔

یہی اسلام ہے میرا، یہی ایمان میرا

تیرے نظارۂ رخسار سے حیراں ہونا (باقیات اقبال برزورفتہ)

مگر اس حقیقت کے باوجود کچھ لوگوں نے اقرار رسالت تو کیا مگر تعظیم رسالت سے

انحراف کیا جو انتہائی غیر مناسب ہے۔

اس قدر غالب آگتی ہے کہ میں حتیٰ سبحانہ و تعالیٰ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے) (مبدأ و معاد)

مخالفین نے حضور میں اور عام انسانوں میں صرف ”وحی“ کو وجہ امتیاز قرار دیا ہے اور کھل کے کہا ہے کہ (معاذ اللہ) اُن میں اور ہم میں یہی فرق ہے ورنہ ہم اور نبی بالکل برابر ہیں۔ ان عقل کے دشمنوں کو یہ خیال نہ آیا کہ اگر ”وحی“ فرق ہے تو اس (فرق) کے سخت تمام لوازمات وحی بھی آجاتیں گے۔ یعنی ہر شخص ”وحی“ کا تحمل کہاں ہو سکتا ہے۔ ارشاد ربانی میں پہاڑ بھی یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

لَوْ اَنَّزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (الحشر)
ترجمہ :- اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اُسے دیکھنا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا
اللہ کے خوف سے اسی لئے دوسرے مقام پر فرمایا

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (الانعام)

ترجمہ :- اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

گویا باریت کے لئے مخصوص صفات کی ضرورت ہے۔ خدا اُسی کو نبوت و رسالت سے مشرف فرماتا ہے جس میں پہلے اس کے لوازمات (یا ضروری صفات) پیدا فرمالیے۔ بہر حال حضور قبلہ عالم شاہِ لاثانی کے دور میں ”نبی“ کو ”بھائی“ کہنے کا فتنہ کافی زوروں پر تھا۔ آپ نے اپنے مخصوص ”شیریں“ صلح کن انداز میں اصلاح احوال کے لئے خوب کام کیا۔ یہ آپ کی نظرِ کرم اور اندازِ تربیت کا فیضان ہے کہ آپ کے حلقہ ارادت میں آنے والی ایک کثیر جماعت اس فتنے سے محفوظ ہی نہیں رہی بلکہ عشقِ رسالت کی نقیب بن گئی۔

برائی سے روکنا (نبی عن المنکر) آپ کی حق گوئی کا اہم پہلو تھا عقائد کے بارے میں اس کا اظہار زیادہ شدت سے ہوتا تھا۔

صوفی محمد رفیق صاحب نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے اس سے ہمارے نقطہ نظر کی تائید

ہو جاتے گی۔ ان کی روایت کے مطابق کچھ لوگ ”وہا بیت“ کے موضوع پر بحث و تکرار کر رہے تھے۔ ان میں ایک مولوی صاحب بھی تھے جو دہاویوں کی طرف داری کرتے معلوم ہوتے تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے انہیں بلا کر فرمایا کہ ان آیتوں کا کیا ترجمہ ہے؟

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُوا نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝

ترجمہ: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لاتے اور کسی کے منکر ہوتے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ کوئی راہ نکالیں یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضور نے فرمایا کیا مطلب یہی ہوتا ہے کہ جو خدا اور رسول میں تفریق ڈالے وہ کافر ہے۔ مولوی صاحب شرمندہ ہو کر کہنے لگے ٹھیک ہے۔

پھر آپ نے مولوی صاحب مذکور کی کمر پر ہاتھ پھر کر فرمایا ”تم مجھے اچھے معلوم ہوتے ہو“ یہ نقص دور کر دو۔ پھر خود ہی فرمایا ”مگر یہ دور نہیں ہوتا کرتا ہے“

یہ وہ انداز تھا جو انہیں راہِ راست پر لانے کے لئے اختیار کیا جاتا ”مگر خود اپنے غلاموں کو ان کی صحبت سے بچنے کے لئے زیادہ سخت اور واضح انداز میں تلقین فرماتے تھے۔“

۱۔ اس فقرے پر خوب غور فرماتیں۔ تذیل و تحفیر کے بجائے کس پیار سے اسے گستاخی کے قہر مذلت سے نکالنا چاہتے ہیں یہی صوفیا کا مخصوص انداز تبلیغ ہے۔

۲۔ قرآن کے فہمولا یزجعون کی ترجمانی ہے۔

مولوی رحمت علی مرحوم (لنگیاں والے) پہلے پہل پیچوالی میں رہتے تھے، ان کا بیان ہے کہ اُس دور میں جب کبھی حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ فرماتے مولوی صاحب! طب پڑھو، آخر تعلیم ارشاد میں میں نے ایک شخص کا انتخاب کیا جو اس فن میں ماہر تھا۔ دو چار دن تو اس نے پڑھایا، پھر ایک دن انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے کمالات پر اعتراض کرنے لگا، میں نے جواب دیتے اور لڑ جھگڑ کر گھر واپس آگیا۔ اس کے بعد پھر قبلہ عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا 'مولوی صاحب! کہیں سے طب پڑھنی شروع کی؟' میں نے جواباً سارا واقعہ عرض کیا، حضور نے فرمایا، ایسے لوگوں سے پڑھنے کے بجائے ہم ان پڑھ ہی بھلے، ان کے پاس بیٹھنا تو ایک طرف رہا، یہ پاس سے گزر جاتیں تو ایمان چھین لیتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم فرماتے جلتے تھے اور کانوں کو ہاتھ لگاتے جلتے تھے۔

حضرت قبلہ صوفی محمد الدین صاحب رامداسی ثم گوجروی علیہ الرحمۃ کی ایک روایت کے مطابق حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ رامداس میں جلوہ افروز تھے کہ ہر سہ کوٹ ضلع فیصل آباد کے ایک کتاخ مولوی نے حضرت علامہ مولانا نور احمد انیسری کو مناظرے کا چیلنج بھیجا، حضرت مولانا نے حضور قبلہ عالم سے استدعا کی کہ اگر آپ اس علانیے میں تشریف لے جاتیں تو بہت سے لوگوں کا ایمان پک سکتا ہے اور مناظرے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتے گی۔ چنانچہ حضور نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری کی خبر سن کر بہت سے لوگ اسٹیشن پر آگئے، حضرت والا ہاتھ ملاتے ہی اہل سنت کو ایک طرف کر دیتے اور بدعتیہ لوگوں سے ہاتھ ملانے کی بجائے فرماتے تو بدعتیہ ہے، اور دوسری طرف کر دیتے، خدا کی شان دیکھتے صرف اسی ادا سے سینکڑوں لوگ راہِ راست پر آگئے، کیونکہ پردہ دری کے خوف سے ملنے سے پہلے ہی تائب ہو جاتے، حضور نے کتاخ ملا کے عبرتناک انجام کی خبر بھی دے دی، چنانچہ کچھ عرصہ بعد اس کے دو شاگردوں نے اُس کے منہ میں ریت بھر کر اُسے مار ڈالا اور کتوں کی طرح گلے میں رسی ڈال کر اُسے خوب گھسیٹا (اس پر بہت سے لوگ بھی گواہ ہیں)

وہ لوگ جنہیں راہِ راست پر آنالصب نہیں حضور انہیں اپنی فراست سے پہچان جانے لگے اور ان کے ساتھ ردیہ کچھ مختلف ہوتا تھا۔ سرگپور کے بابا شریف الدین مرحوم نے خود مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور قبلہ عالم اُن کے ہاں سرگپور میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں قیام کے دوران فرمایا حجامت بنوانا تھی۔ ہم ایک حجام کو لے آئے حضور اُسے دیکھتے ہی ہم سے فرمانے لگے ”تم بے غیرت ہو گے“ میں تو بے غیرت نہیں ”وہ ناتی چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آپ نے حجامت بنوانے کا خیال ظاہر فرمایا۔ ہم پھر اُسی کو بلا لائے اور پھر آپ نے اسی طرح فرمایا اور وہ دوبارہ لوٹ گیا۔ تیسری بار پھر آپ نے حجامت بنوانے کا ذکر فرمایا اور پھر ہمارے بلانے پر وہی (ناٹی) آگیا۔ اب بھی آپ کا ردِ عمل حسب سابق تھا۔ وہ پھر چلا گیا۔ اب ہم سمجھے کہ یہ شخص گستاخ ہے لہذا آپ اس سے پرہیز کرتے ہیں چنانچہ پھر ایک خوش عقیدہ آدمی کو لائے تو آپ نے حجامت بنوائی۔ یہ ہے وہ غیرتِ ایمانی جو گستاخِ رسول کو کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کرتی۔

اس مسئلے پر بہت لمبے ہو رہی ہے۔ مخالفین

ندائے غائبانہ واستمداد و توسل

یا رسول اللہ یا علی یا غوث کہنے والوں

کو بہت سخت سُست کہتے ہیں

اے بلکہ انہیں مشرک تک کہہ دیتے ہیں اور یہ ان کی طرف سے بہت بڑی زیادتی ہے۔ اگر بلا رسول اللہ شرک ٹھہرے تو ایشہا النبی کا بھی تو یہی معنی ہے۔ اس طرح ہر نمازی مشرک ہو جائے گا۔ کیونکہ سب نمازی التحیات میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں۔ یا علی اور یا غوث کہنا اور اسی طرح دوسرے بزرگوں کو وسیلہ سمجھ کر پکارنا عام اولیاء اللہ کے ہاں معمول رہا ہے۔ فتوے کی چھری کس کس پر چلے گی۔ علمائے اہل سنت کی کتابیں دلائل سے پُر ہیں دیکھیں۔ ہمیں تو یہاں صرف حضور قبلہ شاہِ لاثانی کا مسلک دکھانا مقصود ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ اس کے جواز کے حامی تھے بلکہ جیسا کہ معمولات کے باب میں مذکور ہوگا، آپ ہتجد کے وقت نہایت سوز و گداز سے حضور رحمتِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہوئے درج ذیل شعر پڑھا کرتے تھے

غریبم یارسول اللہ! غریبم ندارم درجہاں جز تو حبیبم

درود مستغاث شریف بھی حضور کے روزمرہ کے معمولات میں شامل تھا۔ اس میں بار بار یہ درود پاک آتا ہے۔

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

دلائل الخیرات درود شریف کی مشہور کتاب ہے۔ آپ کو اس کی خصوصی اجازت حضرت شیخ عبدالحی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے مدینہ شریف کی حاضری کے دوران ملی تھی۔ اس میں کتنے ہی درود شریف اسی نذا کے ساتھ ہیں مثلاً ایک جگہ یوں ہے

إِنَّا نَسْتَوَسِّلُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَنَا يَا نِعْمَ الرَّسُولَ الظَّاهِرَ

(ہم آپ کے رب کی طرف آپ کا وسیلہ پیش کرنے ہیں لہذا ہماری شفاعت فرمائیے۔ اے کیا ہی اچھے رسولِ پاک)

بلکہ اس کے مقدمے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثِ اقدس بھی موجود ہے۔

اسْمَعُ صَلَاةَ أَهْلِ مَحَبَّتِي وَأَعْرِضْهُمْ

ترجمہ :- میں اپنے اہل محبت کا درود سننا ہوں اور انہیں پہچانتا ہوں۔

انوارِ لاثانی کے طبع اول کے مصنف لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے وضو کرتے ہوئے بے ساختہ 'یارسول اللہ' کا نعرہ لگایا۔ پاس ہی ایک مولوی صاحب کھڑے تھے انہوں نے کہا یہ کلمہ یعنی 'یا' تو حاضر و ناظر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس شخص نے یہ واقعہ حضور سے عرض کیا آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں

میں حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے نام پاک کا درد بھی کرتا ہوں (یعنی یا غوث بھی کہتا ہوں) ایک معتبر شخص کا بیان ہے کہ حضور نے ایک دفعہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار پڑھے جن کی ردیف میں 'یا رسول اللہ' آتا ہے اور پھر فرمایا حیرت ہے پیر صاحب تو یا رسول کہنے کے قائل ہیں مگر ان کے مرید (یعنی علمائے دیوبند) پھر بھی نہیں ملتے۔ ان شعروں میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

جہاز امت کا حق نے دے دیا ہے آپ کے ہاتھوں تو اب چاہے تراویح یا رسول اللہ انوارِ لائانی کی روایت کے مطابق آپ کو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ مدح بہت پسند تھی۔ اسے حضرت مولانا مولوی فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنڈی شریف والوں نے لکھا ہے۔ وہ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

اے واقفِ سرِ خدا اے ہادیِ روشن ضمیر کوئی نہیں ہے آپ کی تمثیل و تشبیہ و نظیر اندوہ و غم میں خلق کے ہونے نہیں ہو دسگیر ہو کر کھڑا آداب کہتا ہوں یا پیرانِ پیر

پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دسگیر

ہیں جدا مجد آپ کے واللہ سلطانِ ولی داد تمہارے ہیں حسنِ نانا حسین ابن علی اکثر دعا سے آپ کی تقدیرِ ربانی ٹلی ہیں راز میرے آپ پر کشوف سب خفی و جلی

پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دسگیر

راتی کے دانے کی طرح تم پہ بلاد اللہ ہیں شاہد ہیں اس رمز کے واقف ولی اللہ ہیں منکر جو ہو ویں آپ کے مردود اور گمراہ ہیں جو فعل ہو گئے آپ کے وہ سب باذن اللہ ہیں

پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دسگیر

ہے تمہاری ذات سے قائم یہ سب کون و مکان زیرِ نظر ہیں آپ کے واللہ یہ دونوں جہان نافذ تمہارا حکم از تحتِ اثریِ تالامکان تم غوث ہو قلیلین کے حاجت و آئے انس و جان

پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دسگیر

تم نے ہی تو اپنا قدم دلیوں کی گردن پر رکھا ہے کونسا ایسا دلی جس کو ہے یہ رتبہ ملا
تم نے ہی تو اے غوثِ حق ہے لاقیسنی کہا بعد انبیاء اصحاب کے کوئی نہیں ہے آپ سا
پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دستگیر

پشتِ حسن کو ایک دن تھے چومتے خیر البشر بولیں یہ حضرت فاطمہ ہے کیا سبب اے باخبر
اس پشت میں اے فاطمہ فرزند ہے والا گھر تھا نوران میں آپ کا اے بادشاہ بحر و بر
پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دستگیر

تم پر رحمی ختم ہے اے نائبِ خیر البشر آیا جو چوری کے لئے اس کو کیا قطبِ دہر
لو ہا جو پارس سے لگا رہو گیا بازب و فر اے بادشاہِ دوسرا اللہ بحالم کن نظر!
پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دستگیر

ہے یہ خبر مشکوٰۃ میں چالیس ہیں ابدالِ شام بارشِ زراعت اور مد ہے ان کی برکت تمام
ہے تکملے میں یہ لکھا نہیں آپ ان سب کے امام منہ کر طرف بغداد کی ہے ورد میرا صبح و شام
پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دستگیر

غنجوار ہو غمگین کے اے مونسِ افتاد گان دلدار ہو بیدل کے تم اے مشفقِ دلداد گان
فریاد رس مظلوم کے یاری دہِ آوار گان مرہم نہ دلریش ہو اے چارۂ بیچار گان
پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دستگیر

تم بہترین خلق ہو دانندہ علم الیقین اور برترین خلق ہو بنندہ عین الیقین
تم پیشوائے خلق ہو اور کاملِ حق الیقین ہے عرض میری آپسے اے ربائے ضالین
پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دستگیر

اندھیر ہے اس دور میں بی سرکشی میں ظالمین ہو کر عز و تم تائل اوتے اعدائے دیں
جلدی کرو اس کام میں آقا کہ تم ہو محی دیں کرنی ترحم کی نظر ایسی کہ ہو دے فتح دیں
پہنچو مری امداد کو یا غوثِ اعظم دستگیر

نغم خواجگاں جو دربار شریف میں باقاعدگی سے جاری ہے، اس کی دعائیں بغرض توسل یہ اشعار بھی پڑھے جاتے ہیں، پہلے دو شعروں میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری اور تیسرے شعر میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی مخاطب ہیں (رحمۃ اللہ علیہما)

اے شاہ نقشبند، نقشے مرا بہ بند
نقشے چناں بہ بند کہ گویند نقشبند
شیئاً للہ! خواجہ بہ مشکل کشا
ما ہمہ محتاج تو حاجت روا
یا مجدد الف ثانی، غوثِ اعظم پیرِ ما
مالکِ ملکِ ولایت، صاحبِ تدبیرِ ما

استمداد (یعنی خدا کے بندوں سے مدد مانگنا) اور توسل (محبوبانِ حق کو وسیلہ بنانا) دونوں کے لئے مندرجہ بالا چیز سطور ہی کافی ہیں۔

مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر | مسئلہ علم غیب کی تحقیق یہ ہے کہ علم غیب ذاتی صرف خدا کو ہے کسی اور کو نہیں، علم غیب

عطائی اس کے نبیوں کو ہے اور نبیوں کے توسل سے اولیاء کو بھی ان کی شان کے لائق ملا ہے۔ خدا کے علم غیب کا انحصار کسی کی عطا و عنایت پر نہیں، اس لئے وہ ذاتی ہے مخلوق میں سے جس کو بھی ملا اس کے فضل سے ملا اس لئے یہ عطائی ہے۔ علم غیب کی ان دونوں قسموں پر قرآن حکیم میں سے بہت سے دلائل دیئے جاسکتے ہیں، حاضر و ناظر کا مفہوم بھی اس کے قریب قریب ہی ہے۔

یہاں قبلہ عالم شاہ لا ثانی کے موقف کا ذکر ہو رہا ہے، اس لئے طویل بحث کا یہ موقع نہیں۔ آپ ایک گزشتہ مضمون ”حضور قبلہ عالم“ شیخ کامل کی حیثیت سے ایک بار پھر پڑھ لیں، اس میں حضور کی توجہ، علم اور تصرف پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ پھر اس سے یہ نتیجہ بھی

نکال لیں کہ جب پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے ایک ولی کا یہ مقام ہے تو خود اس محبوبِ برحق کے اپنے کمالات کا کیا عالم ہوگا۔ اس سے متعلق کچھ وضاحت کرامات میں بھی آئے گی۔

نور و بشریت اور اختیار و تصرف

’نئی روشنی‘ کے اس زمانے میں بعض لوگوں کے دل اتنے تاریک ہیں کہ نبی

(صلی اللہ علیہ وسلم) کو محض اپنے جیسا بشر اور اپنی طرح بے اختیار سمجھنے سے بھی نہیں چوکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بشر بھی ہیں مگر بے مثال بشر خیر البشر سید البشر نور بھی ہیں تو اصل نور جان نور۔ ان کی بشریت ہر عیب بشریت سے پاک ہے اور ان کا نور خدا کے نور ذات سے پیدا ہوا ہے (اس طرح نہیں کہ خدا کا نور اس کا مادہ ہو بلکہ اس کے فیض سے) جیسا کہ حضرت شیخ مجد دالف ثانی علیہ الرحمۃ نے ’ازدئے حدیث‘ اسے مکتوب بتا میں بیان فرمایا ہے آپ کا اندلال اس حدیث پاک سے ہے۔

خَلَقْتُ مِنْ نُورِ اللَّهِ (میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں) ایک اور مقام پر حضرت شیخ مجد و رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث پاک بھی لکھی ہے۔

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا) جہاں تک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختار و متصرف ہونے کا تعلق ہے، یہ آپ کے معجزاتِ قاہرہ سے ظاہر ہے۔ حضور اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں اور خلافت غیر اختیار و تصرف کے ممکن ہی نہیں (دیکھتے تفسیر عزیزی زیر آیت وَادُّ قَالَ رَبُّكَ لِنُتَلِّكَ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً) علامہ اقبال کا فلسفہ خودی بھی اسی خدا داد اختیار و تصرف کی تشریح ہے اس کی تشریح بھی کرامات کی تہدید میں آتے گی۔ ہمیں یہاں صرف قبلہ عالم کے نظریات بتانا ہیں۔ اس کے لئے آپ فی الحال پھر دلائل الخیرات دردِ مستغاث شریف اور درودِ تاج (جسے آپ تہجد کے وقت نہایت سوز و گداز سے پڑھتے تھے) کی طرف آئیے۔

دلائل الخیرات شریف کی ابتدا میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے گرامی میں درج ذیل اسماء بھی شامل ہیں۔

مُخْتَارٌ (صاحب اختیار) وَکَیْلٌ (کار ساز گویا بفضلِ خدا) کَافٍ (کافی) مُکْتَفٍ (مکتفی) بیدالکونین (کونین کے سردار اور فریادرس) شَافٍ (شفادینے والے خدا کے فضل سے) غَوْثٌ اور غِیَاثٌ (فریادرس)

ان کے علاوہ اور بہت سے اسماء اور صیغہ ہاتے درود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات کا اعلان کرتے ہیں۔

نیز نُورٌ، سِرَاجٌ، مِصْبَاحٌ وغیرہ اسماء آپ کی نورانیت کا یقین دلاتے ہیں۔ درود تاج میں نُورٌ مِّنْ نُورِ اللہ سے حضور کا نور ظاہر ہے تو صاحب التاج و المعراج والبراق والعلم سے اختیار نیز دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والمالم میں حضور کی مشکل کشائی کا اظہار ہے۔

درود مستغاث میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں کہ گویا زبانِ قدرت کہہ رہی ہے۔

يَا نُوْرَ نُوْرِيْ وَيَا سِرْسِرِيْ وَيَا خَزَائِنَ مَعْرِفَتِيْ اِفْتَدَيْتُ مُلْكِيْ عَلَيْكَ

یاد رکھتے ان کتابوں سے حوالہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آپ کے اوراد و وظائف کی

کتابیں ہیں لہذا اس لحاظ سے یہ آپ کے عقیدے کے بالے میں حتمی و تصدیقات ہیں۔

مخالفین اسے بھی (کم از کم) شرک ضرور کہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت امام بانی

بجد الف ثانی قدس سرہ النورانی اسے عظیم دولت قرار دیتے ہیں۔

تصور شیخ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے بزرگ سب اس کے قائل تھے اور ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تَفِيدُ صُوْرَتَهُ مَا تَفِيدُ صُحْبَتَهُ

(جو فائدہ شیخ کی صحبت دیتی ہے وہی اس کے تصور سے ملتا ہے)

خدا تعالیٰ کے ذکر کے لئے جس خشوع و خضوع کی ضرورت ہے تصور شیخ اس میں بہت

ممد ہے اور اس کی روحانیت مرید کے ذوق و شوق میں اضافہ بھی کرتی ہے نیز شیطان کے مکر سے محفوظ بھی رکھتی ہے۔

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی تصور شیخ کے بہت حامی تھے آپ کا اپنا عمل کیا تھا ؟ فرماتے ہیں۔

”جب کسی چیز پر دم کرتا ہوں تو حضرت قبلہ باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کر لیتا ہوں کیونکہ بغیر اس کے اطمینان قلب نہیں ہوتا۔“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں جو اہتمام کیا کرتے تھے اس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

زیارت قبور

ایصال ثواب شرعاً جائز بلکہ سنت ہے۔ متواتر احادیث اس پر شاہد ہیں۔ عرس و ختم اسی (ایصال ثواب) کی دو شکلیں ہیں۔

عرس و ختم

اولیائے کرام نے اپنی تصانیف میں اپنے مشاہدات سے بھی ان کے فوائد تحریر فرماتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سیدہ خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عرس کا اہتمام خود بھی فرماتے اور غلاموں کو بھی اس کی تلفین فرمایا کرتے تھے۔ ایک مقام پر آپ نے فرمایا۔ ”اللہ پاک نے قسم اٹھائی ہے جو شخص اولیاء اللہ کے وصال کے دن ختم دے خواہ ایک ہی مسکین کو کھانا کھلاتے اس کا رزق کم نہ ہوگا۔“

اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے نذر شرعی نہیں نذر عرفی ہے جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کوئی اپنے استاد سے

نذر شرعی و عرفی

کہے حضرت جی یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے جس سے منع کیا گیا ہے وہ نذر شرعی ہے اس میں جس کے نام کی نذر مانی جاتے۔ اسے معبود سمجھا جاتا ہے۔ معبود سمجھ کے نذر ماننا نذر شرعی ہے اور یہ غیر اللہ کے لئے ہرگز جائز نہیں۔ البتہ نذر عرفی میں کوئی قباحت نہیں (تفصیل کے لئے علمائے اہل سنت کی کتابیں دیکھئے)

انوارِ لاثانی میں درج ذیل واقعہ درج ہے۔

’موضع چندر کے میں منشی غلام غوث صاحب اور ان کے دو ساتھیوں پر لوگوں نے مقدمہ دائر کر دیا اور عدالت نے تینوں پر فرد جرم عائد کر دی۔ منشی صاحب کی والدہ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لئے التجا کی۔ آپ نے فرمایا بی بی! حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روئے پر پچیس روپے نذر مانو تا کہ خداوند کریم آپ کے طفیل تمہارے لڑکے کو بری کر دے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا (یعنی یہ نذر مانی کہ اگر میرا لڑکا رہا ہو گیا تو پچیس روپے بطور شکرانہ سر ہند شریف پیش کر دوں گی) جب فیصلے کا دن آیا تو دوسرے دو مجرموں کو پچیس پچیس روپے جرمانہ ہو گیا اور منشی صاحب صاف بری ہو گئے۔ گویا آپ کے تصرف نے جرمانے کو نذرانے میں تبدیل کر دیا۔

مقام صحابہ و اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے مشرف ہونے والوں کی عزت و عظمت کو کون بیان کر سکتا ہے۔ ان کی شان میں متعدد آیات نازل ہوتی ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد ایمان لانے والوں کے درجات میں فرق ہے مگر قرآن کی رو سے کُلًّا وَ عَدَّ اللّٰهُ الْحُسْنٰی (یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھا وعدہ کیا ہے) میں سب کو حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے۔

اسی طرح اہل بیت کا ذکر قرآن حکیم کے متعدد مقامات پر آیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا۔

اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ کُوْلَ طَہٍ

ترجمہ :- اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاک کی دُور فرمائے اور

تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

حضور قبلہ عالم اہل بیت کے تمام افراد کی محبت کو سرمایہ نجات خیال فرماتے تھے اور

اس میں بھی حسب دستور حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا حوالہ دیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

”اس فقیر کے والد جو ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت کی محبت کی ترغیب دیتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ یہ فقیر آپ کے وصال کے وقت حاضر خدمت تھا۔ جب والد ماجد کا آخری وقت آیا اور اس عالم دنیا کا شعور کم رہ گیا تو فقیر نے محبت اہل بیت کی یاد دلائی اور اس کے متعلق پوچھا تو (بخود ہی میں) فرمایا میں اہل بیت عظام کی محبت میں مستغرق ہوں۔ اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔“ (مکتوب ۳۶ و فردوم) حضور قبلہ عالم فرمایا کرتے تھے اگر اہل بیت کی محبت کا نام شیعیت ہے تو میں سب سے پہلا شیعہ ہوں (جیسا کہ حضرت امام شافعی نے شعر میں فرمایا اور شیخ مجدد نے بھی اس کا حوالہ دیا) اور اگر (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دشمنی و گستاخی ہی شیعیت ہے تو میری ہزار بار توبہ (سیدی و مرشدی) فخر الاخیار زبدۃ الاحرار حضور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی اس روایت کو بیان فرماتے ہوتے بتایا کرتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ اس وقت بار بار کانوں کو ہاتھ بھی لگاتے جاتے تھے۔

صحابہ کرام میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ ایسا ہے جس میں آج کل کے نام نہاد مورخ و محقق بہت چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی لئے بار بار آپ کی امامت و عدالت پر زور دیا ہے۔ (یعنی نواسۃ رسول سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینے کے بعد آپ کی امامت و عدالت شک سے بالاتر ہو گئی)

حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ اس مسئلے میں زیادہ قیل و قال میں نہیں پڑنا چاہیے اور نہ ہی زیادہ تر بال کی کھال اتارنے کی کوشش کرنی چاہیے البتہ وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو بزرگان دین (جیسے حضرت شیخ مجدد) کلمے برکت کے لئے مکتوبات حضرت

محدث سے چند سطور بھی پیش کی جاتی ہیں۔

در احادیث نبوی باسناد ثقات آمدہ کہ
حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در حق معاویہ
دعا کردہ اند اللّٰهُمَّ عَلِمَهُ الْكِتَابُ
وَالْحِسَابُ وَقِهِ الْعَذَابُ وَجَاتِ
وَبِکَرِ عَافِرٍ مَرْدُودِہ اند اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ
هَادِیًّا مَّهْدِیًّا وَدُعَاتِی اَنْخَضِرْتُمْ صَلَّی اللّٰہُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَقْبُول (۲۵۱-۲۵۲) وَفَرَاۤہ

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
میں معتبر راویوں کی سند سے وارد ہو چکے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
حضرت معاویہ کے حق میں یوں دعا فرمائی
'اے اللہ اسے کتاب و حساب کا علم عطا فرما
اور اسے عذاب سے بچا' اور دوسرے مقام پر
یوں دعا فرمائی 'اے اللہ اسے ہادی اور
ہدایت یافتہ بنا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی دعا ضرور مقبول ہے۔

یاد رہے کہ حضور قبلہ عالم کو سب اہل بیت اطہار (جن میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن
بھی شامل ہیں) سے محبت و عقیدت تھی۔ لیکن حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے بعد سب سے زیادہ تعلق خاطر اور محبت و عقیدت 'مخدومہ کونین' طیبہ و طاہرہ سیدہ بتول
زہرا رضی اللہ عنہا سے تھی۔ چنانچہ ایک بار فرمایا 'میرے نزدیک جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کا درجہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بھی زیادہ ہے۔ اے

اے تکمیل الایمان (مصنف شیخ محقق شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ) میں حضرت امام مالک کا یہ
جملہ نقل ہے 'میں جگر گوشہ رسول پر کسی کو افضلیت نہیں دے سکتا۔ اس کتاب مستطاب کے
مطابق حضرت تاج الدین سبکی (شافعی)، اور شیخ علیم الدین عراقی کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام
مالک کے الفاظ یوں منقول ہیں۔ مَا أَفْضَلُ عَلَىٰ بِضْعَةِ النَّبِيِّ أَحَدًا

معمولات

باب

فوائد و فضائل ذکر

گر تو خواہی زیستن با آبرو

ذکر اُدکن ، ذکر اُدکن ، ذکر اُد

انسان اثرات المخلوقات ہے مگر اس کی ساری قدر و قیمت اس جوہر ملکوتی پر منحصر ہے جسے دل کہتے ہیں۔

دل چہ باشد مطلع انوارِ حق دل چہ باشد منبع اسرارِ حق

دل بود مراّت ذاتِ ذوالجلال در دل صافی نباید حق تعالیٰ

بانی جسم اس عالم فانی سے مناسبت رکھتا ہے مگر یہ دل عالم باقی سے حضور اکرم نور مجسم ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ

كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (صحیحین)

ترجمہ :- بیشک جسم (انسانی) میں ایک (ایسا) گوشت کا ٹوٹھڑا ہے کہ جب وہ کھنور

جائے ، سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم خراب

ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ (پارہ گوشت) دل ہے۔

دل کی اصلاح و تطہیر کی کیا صورت ہے ، اس کا فیصلہ زبانِ وحی ترجمان سے سنئے

ترجمہ :- دل کیلئے ؟ انوارِ حق کا مطلع ، دل کیلئے ؟ اسرارِ حق کا منبع۔

دل ذاتِ ذوالجلال کا آئینہ ہے ، پاک و صاف دل میں تو اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آتے ہیں۔

لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَتَسْقَاةٌ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ (بہشتی شریف)

ترجمہ :- بیشک ہر چیز کو پاک کرنے والی (بھی) کوئی (نہ کوئی) چیز ہوتی ہے اور دلوں کو پاک

کرنے والی (شے) یادِ خدا ہے۔

سلسلہ نبوت کے اجرا کا بھی ایک واضح مقصد تزکیہٴ نفوس (نیز کیتم : وہ

نہیں پاک کرتے ہیں، قرآنِ پاک) ہے۔ اسی لئے محبوبِ عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمایا گیا

إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ تم تو ذکر (یا نصیحت) ہی سنانے والے ہو۔ (الغاشیہ)

دل بھی اس لحاظ سے نبی کا وارث ہوتا ہے اس لئے قرآنِ کریم اولیاء اللہ کی

شان میں فرماتا ہے۔

فَالْمُتَّقِينَ ذَكَّرْنَا (یہ دلوں میں) ذکر ڈالنے والے ہیں۔

الغرض نبی اور ولی اللہ کے ذکر سے دل کو صالح، پاک اور بیدار رکھتے ہیں۔

اور جب یہ دل بیدار ہو جاتا ہے تو بقول اقبال۔

دل بیدار نہ رہتی، دل بیدار کراری

میں آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی میداری

اب ذکر اللہ کے چند فوائد کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) خدا قرآنِ پاک میں فرماتا ہے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُوا ۝

ترجمہ : تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو میری ناشکری نہ کرو۔

صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے

ہیں ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ لسانی ۲۔ قلبی ۳۔ بالجوارح

۱۔ ذکر لسانی، تسبیح، تقدیس، ثنا وغیرہ بیان کرنا ہے، خطبہ، توبہ، استغفار

و عا وغیرہ اس میں داخل ہے ۔

ذکرِ قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا، علماء کا استنباط مسائل کرنا (یعنی مسئلے اخذ کرنا) بھی اسی میں داخل ہے ۔

ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضا اطاعتِ الہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا، یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے ۔ نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے ۔ تسبیح و تکبیر، ثنا و قرات تو ذکر لسانی ہے ۔ اور خشوع و خضوع، اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ”تم اطاعت بجالا کر مجھے یاد کرو، میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔“ صحیحین کی حدیث (شریف) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔“

(۲) کامیابی کی ضمانت ارشادِ خداوندی ہے

ذَٰذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (جمعه)

ترجمہ : اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

اصل کامیابی رضائے الہی کا حصول ہے وہ تو ظاہر ہے کہ ذکرِ خدا پر ہی منحصر ہے مگر اس کی برکات سے دنیوی امور میں بھی کشود کار ہو جاتی ہے اس نیک کامیابی کا ذکر ان الفاظ میں بھی وارد ہے ۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى (سورہ الاعلیٰ)

ترجمہ : بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا اور (جس نے) اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی

(۳) بخشش اور اجرِ عظیم
ارشادِ ربانی ہے۔

وَالَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ كَثِيرًا وَذَلِيلًا كِرَاتٍ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً
وَاجْرًا عَظِيمًا ۝ (الاحزاب ۲۲)

ترجمہ : اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے
اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(۴) اطمینانِ قلب

اطمینانِ قلب انسانی دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ جاہ و منصب، مال و دولت
کثرتِ وسائل (دنیوی) حتیٰ کہ جبہ و دستار اور علم و فضل بھی حقیقی سکون نہیں دے سکتے۔
اس پیچیدہ ترین مسئلے کا دو لفظی حل قرآن مجید نے یوں پیش فرمایا ہے۔
أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ (الرعد ۲۸)

ترجمہ : سُن لو اللہ کی یاد ہی میں دل کا چین ہے۔

جو افراد اور اقوام اس سے محروم ہیں، موت کی جھینپوں میں گرفتار ہیں، اور خود
زندگی ان کے لئے مسئلہ بنی رہتی ہے۔ امریکہ کے کروڑ پتی بلکہ ارب پتی بھی خود کشی کرنے پر
اسی لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔

(۵) شرح صدر

ارشاد ہے۔ اَفْتَنَ شَحَّ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلدِّسَالِ

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (الروم ۲۶)

ترجمہ : تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے
نور پر ہے۔ اُس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے تو خرابی ہے ان کی جن کے دل
یادِ خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

گویا گمراہ لوگوں کے دل سختی کی بنا پر، ذکر خدا کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ وہ لوگ جنہیں یہ شرفِ ذکر نصیب ہے، ان کے دل سخت نہیں ہوتے اور جوں جوں وہ ذکرِ حق میں محو ہوتے ہیں، سب سے زیادہ کھلتا جاتا ہے اور نورِ ہدایت اسے مزید منور کرتا جاتا ہے۔
 ذکر خدا کے فضائل میں بہت زیادہ آیات ہیں، یہاں صرف برکت کے لئے تین چار لکھی گئی ہیں، اب ایسے احادیث نبوی کی سیر کریں۔

(۶) ذکر خدا زندگی بخش ہے

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ (بخاری و مسلم)
 ترجمہ: اپنے رب کو یاد کرنے والے اور یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے
 (۷) ذکر جیتے جی اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لیتا ہے۔

عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ ذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِسِ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ كَغُصْنٍ أَخْضَرَ فِي شَجَرٍ يَابِسٍ وَفِي رِوَايَةٍ مَثَلُ الشَّجَرَةِ الْخَضِرَاءِ فِي وَسْطِ الشَّجَرِ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ مَثَلُ مِصْبَاحٍ فِي بَيْتٍ مَظْلُمٍ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ يَرِيهِ اللَّهُ مُقْعَدَهُ فِي الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ يُغْفَرُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيحٍ وَاعْتَجَمَ وَالْفَصِيحُ هُوَ آدَمُ وَالْأَعْجَمُ الْبُهَائِمُ (رواہ رزین)

ترجمہ: حضرت مالک سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے پھل گنے والوں میں لڑنے والا اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درخت میں سبز شاخ، اور ایک روایت کے مطابق درختوں کے درمیان ایک سبز درخت اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں روشن چراغ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا

ایسا ہے کہ اللہ اسے زندگی میں اس کا جنتی ٹھکانہ دکھا دیتا ہے۔ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو نصیح اور گونگے کی گنتی کے برابر بخش دیا جاتا، نصیح سے مراد انسان گونگوں سے مراد چوپائے۔

(۸) بہترین عمل ذکرِ خدا ہے

عَنْ أَبِي الدُّدَّا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَنْبِئُكُمْ بِخَيْرٍ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَلَهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعَهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَدَقِ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا بَلَى قَالَ ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى (احمد و ترمذی)

ترجمہ :- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا آیا میں نہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمام اعمال سے بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو اور تمہارے تمام درجات میں بلند تر ہو اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اچھا ہو اور اس حال سے بھی افضل ہو کہ تم اپنے دشمنوں کا سامنا کرتے ہوئے ان کو قتل کرو اور وہ تمہیں شہید کریں، صحابہ نے عرض کیا کہیں نہیں (حضور! ضرور بتا دیجئے) فرمایا (وہ بہترین عمل) ذکر اللہ (ہے)۔“

یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاد کا مقصد حفاظتِ مساجد، وغیرہ بتایا گیا ہے۔

دوسری حدیث پاک میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے، فرمایا

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا مِنْ نَبِيٍّ أُنْجِيَ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذَكَرَ اللَّهَ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقُطَ (بیہقی شریف مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے بہتر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی اور کوئی چیز نہیں ہے صحابہ نے عرض کیا

یا رسول اللہ کیا جہاد بھی نہیں، فرمایا ہاں یہ بھی نہیں اگرچہ کوئی اپنی تلوار بھڑکتا رہے۔ یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے۔

(۹) معیت خداوندی

ذکر اللہ کا بہت بڑا فائدہ۔ مُسنَّے۔

قَالَ مُوسَىٰ يَا رَبِّ أَقْرَبُ أَنْتَ فَأَنَا جِئْتُكَ أَمُ بَعِيدُ
فَأَنَا دَيْكَ فَإِنِّي أَحْسُ صَوْتَكَ وَلَا أَرَاكَ فَإِنِّي أَنْتَ قَالَ
اللَّهُ أَنَا أَمَامُكَ وَأَنَا خَلْفُكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ
يَا مُوسَىٰ وَأَنَا جَلِيسُ عَبْدِي حِينَ يَذْكُرُنِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي (بعض کتب تصوف)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے میرے رب! کیا تو قریب ہے کہ آہستہ عرض معروض کروں یا دور ہے کہ زور سے تجھے پکاروں کیونکہ تیری آواز تو آتی ہے مگر تو مجھے نظر نہیں آتا تو مجھے بتا تو کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا اے موسیٰ میں تیرے آگے ہوں، تیرے پیچھے ہوں، تیرے دائیں ہوں، تیرے بائیں ہوں اور اپنے بندے کا ہمیشہ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتُ بِي شَفَتَاهُ (بخاری شریف)

ترجمہ: یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے، میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میری وجہ سے حرکت کرتے ہیں۔

(۱۰) ادائے شکر:- قرآن کریم ہے لَنْ يَشْكُرُنَّمْ لَّا زَيْدٌ تَكُنَّ (سورہ ابراہیم ۳)

ترجمہ : یعنی تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا ۔

حدیث قدسی میں ذکر خدا کو شکر خدا ٹھہرایا گیا ہے ۔

إِذَا ذَكَرْتَنِي شَكَرْتَنِي وَإِذَا نَسِيتَنِي كَفَرْتَنِي

ترجمہ : اے میرے بندے جب تو نے مجھے یاد کیا تو گویا میرا شکر ادا کیا اور جب تو

مجھے بھول گیا تو گویا تو نے کفرانِ نعمت کیا ۔

(۱۱) ذکر کے ہمیشہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ بھی بدبختی سے بچ جاتے ہیں

حدیث میں فرمایا گیا ہے لَا يَشْقَىٰ بِهِمْ جَلِيسُهُمْ (مسلم شریف)

(یعنی ان کے طفیل ان کا ہمیشہ بھی بدبختی سے محفوظ رہتا ہے)

اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ۔

لَا يَهْدِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا اللَّهَ ذَكَرًا كَثِيرًا وَسَبَّحُوهُ

بِكُرَّةٍ وَأَصْبَحَ ۝ (الاحزاب پ)

ترجمہ : اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو ۔

اور ارشادِ نبوی ہے ۔

لَيْسَ يَتَحَسَّرُ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَّا عَلَى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ

وَلَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ تَعَالَىٰ فِيهَا

ترجمہ جنتی لوگ حسرت نہیں کریں گے مگر اس ساعت پر جو ان پر بغیر ذکرِ خدا کے

گذری ہوگی ۔

ذکر کے درجات

اوپر تو محض ذکر کے فضائل و فوائد تھے اب اس کی کیفیت کے مختلف مدارج

عرض کئے جاتے ہیں ۔ قرآن حکیم میں ہے :

وَإِذْ كُودَ رَبِّكَ إِذَا نَسِيتَ (سورہ الکہف)

ترجمہ : اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جاتے۔

بادی النظر میں اس کا یہی مفہوم نظر آتا ہے کہ انسان جب بھی ذکر خدا سے غافل ہونے لگے، اسے چاہئے کہ اس کی طرف مائل ہو۔ دوسرے الفاظ میں کسی وقت بھی ذکر خدا سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

مگر خود اہل ذکر اس کا مفہوم مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس میں ذکر خدا کا ادب بتایا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ ذکر خدا کرنے والے کو چاہئے کہ سب کچھ ذہن سے نکال کر اپنے رب کو یاد کرے اور گویا ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہوا۔

”اور ذکر کر اپنے رب کا جب تو (ماسوا کو) بھول جاتے“

مگر یہ ذکر کا پہلا درجہ ہے

اگلی منزل یہ ہے کہ ذکر خدا کی محویت میں انسان اپنے آپ کو بھی بھول جاتے اس درجے میں آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہوگا۔

اور یاد کر اپنے رب کو جب تو اپنے آپ کو (بھی) بھول جاتے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کی دعا ہے

ایسا گما دے اُن کی دلا میں خدا ہمیں

ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

اور یہ دوسرا درجہ ہے

ذکر میں محویت کا اگلا مقام یہ ہے کہ ذکر حق، ذکر کے رگ و ریشہ میں یوں سما جائے کہ اسے ذکر کا بھی احساس نہ ہو۔ درجات والا مضمون حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شرح و بسط سے اپنے مکتوبات میں بیان فرمایا ہے، میں نے یہاں صرف اپنی یادداشت سے یہ تین باتیں لکھی ہیں۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ کے پسندیدہ

اشعار ورج کئے جاتیں۔ ذکر کو نسا ہوا اور کیسے ہو، اس کا جواب اس مختصر سی مثنوی میں دیا گیا ہے جو حضور قبلہ عالم نے اپنے خلیفہ مجاز مولوی فضل الہی مرحوم کو لکھوائی تھی۔

جو سر مادے تجھ کو پر	اس پر چلے تو ہو فقیر
آدھی رات اٹھ بیٹھے سالک	چار کوٹ کا ہو دے مالک
پڑھے نہجد نال پیازے	دل حاضر اور نال گزارے
کلمہ پاک کا کرے تکرار	ایک ہزار یا تین ہزار
اللہ اللہ اتنا کہے	اللہ رہے اور آپ نہ ہے
پیش اس کی پیروں پاوے	جو لکھنے میں رسم نہ آوے
سنت عصر کی ترک نہ کرے	تو گوئی میداں سو کھڑے
عارف ہو دے پورا پورا	تا دوڑا دے عرش پہ گھوڑا
عارف ہوئے تو ایسا ہوئے	ادب صورت کا پورا ہوئے

یہ جو فرمایا اللہ رہے اور آپ نہ رہے ذکر میں فنا ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد بقا ہے غفلت کے تمام پردے چاک ہو چکے، حجابات اٹھ چکے، دل زندہ و بیدار ہو چکا، اب مردِ کامل بالکل غیر محسوس طریقے سے یادِ حق میں لگن ہے۔ بظاہر وہ کھینٹی باڑی میں مشغول ہے۔ بازار میں چل رہا ہے۔ احباب سے مصروف گفتگو ہے، ساتلوں کے مسائل حل کر رہا ہے۔ مگر ایسی تمام حالتوں میں اس کے ذکر کا تار نہیں ٹوٹتا۔ دنیا کا تمام کاروبار ان کی باطنی توجہ اور قلبی و روحی دستری ذکر میں حائل نہیں ہونے پاتا گویا ان کا اس آیت پر عمل ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (المنافقون)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد، کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

اولیائے نقشبند ظاہری کی چلکشی اور خلوت گزینی پر باطنی، تنہائی کو ترجیح دیتے ہیں۔
 وہ دوسروں کے درمیان رہ کر بھی، دوسروں سے الگ رہنے کی مشق کرواتے ہیں۔ ان کے
 نزدیک کمال یہ ہے کہ غرور یا میں بھی دامن تر نہ ہونے پائے۔ اسی لئے مولانا جامی قدس
 سرہ السانی فرماتے ہیں۔

نقشبند یہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برندا ز رہ پہاں جسم قافلہ را

از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شال

می برد و سوسہ خلوت و فکر چلہ را

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقشبندی طریق عمل کے
 طور پر چار ٹھکانات وضع کئے ہیں ان سے بھی مقصود دائمی حضور ہے۔ یعنی انسان ہر حال اور ہر کام
 میں توجہ ذکر خدا اور رضائے خدا کی طرف مبذول رکھے وہ کلمات یہ ہیں:-

(۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر و وطن (۴) خلوت و راجح

(۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگہداشت (۸) یادداشت

اس لئے اللہ والوں اور دوسرے لوگوں کے ذکر میں بہت فرق ہے، کثرت ذکر اور
 دوام ذکر کی بات رہنے دیجئے وہ ذکر جس میں عوام و خواص شریک دکھائی دیتے ہیں، الفاظ و معانی
 کی یکسانی کے باوجود اس کی کیفیت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ نماز ہی کو لیجئے۔ اسے
 معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔ ہم جو نماز پڑھتے ہیں اس کی صورت کچھ یہ ہے

بر زباں تسبیح در دل گاؤ غر

اہل حضور کی نماز کیسی ہوتی ہے، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے سنتے:-

’ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے حاتم اصم سے پوچھا، آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں‘

فرمایا جب وقت نماز آتا ہے، ایک ظاہری وضو کرتا ہوں اور ایک باطنی، ظاہری پانی سے اور

باطنی توبہ سے، پھر میں مسجد میں جانا ہوں تو خانہ کعبہ میرے سامنے ہوتا ہے اور مقام ابراہیم دونوں
 ابروؤں کے درمیان اور دلہنے بازو پر بہشت رکھتا ہوں اور بائیں پر دوزخ اور پل صراط زیر قدم
 لانا ہوں اور ملک الموت کو اپنے پیچھے تصور کرتا ہوں۔ پھر تکبیر بالتعظیم کہتا ہوں اور بآداب قیام
 کرتا ہوں اور قرائت خوت زدہ حالت میں اور رکوع باتواضع اور سجود بتضرع اور جلسہ علم اور
 قمار سے اور سلام شکر کے ساتھ وباللہ توفیق (کشف المحجوب - اردو ترجمہ)

گویا صورتاً ہماری اور ان کی عبادات ایک ہونے کے باوجود، معنوی طور پر کیفیت و سرور
 خشوع و خضوع اور ذوقِ حضوری کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں ہم ان کی عبادات کا تصور
 بھی نہیں کر سکتے۔ ان کے لطائف بیدار ہوتے ہیں اور جسم کا رواں رواں ذکر کرتا ہے، یہ دولت
 دوسروں کو کہاں میسر ہے۔ محدومی و کمزوری حضرت علامہ الحاج پیر محمد سلیم صاحب نقشبندی
 (خلیفہ مجاز سیدی دسندی، زبدۃ الاصفیاء حضور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب
 دامت برکاتہم العالیہ) ایک روایت بیان کیا کرتے ہیں کہ قبیلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ
 النورانی نے ایک شخص کو کچھ یوں فرمایا، میاں وقت نکال کر خدا کا ذکر بھی کیا کر۔ وہ کہنے لگا
 حضور وقت ہی نہیں ملتا، آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور فرمایا میں نے ایک سو گیارہ بار
 اپنے رب کے نام کا ورد کر لیا ہے، سوچتے جو ایک سانس میں اتنی بار رب کا نام لے سکتے
 ہیں۔ ان کے اور ادو وظائف کی وسعت کیا بیان ہو سکتی ہے۔

ہ۔ بہت کچھ ان کو جو سمجھے ہیں، وہ بھی کیا سمجھتے ہیں

کوئی ان کو سمجھ سکتا نہیں، اتنا سمجھتے ہیں

اب آئیے حضور قبیلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روزمرہ کے معمولات
 کی طرف جو ان کے حلقہ نشینوں کو معلوم ہو سکے۔

جو لوگ حریم بارگاہ میں باریاب ہو چکے ہیں ان

کے لئے ہر شب شب وصل ہے۔ رات ان

ماہنامہ حقیقت کی رات

کے راز و نیاز کا وقت ہے۔ دنیا سو رہی ہے اور وہ دیدارِ یار کے مزے لوٹ رہے ہیں۔
 سارا عالم خاموشی کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے اور اُدھر رَضِیَ اللہ عَنْہُمْ وَ رَضُوا عَنْہُ
 کے پیمان ہو چکے ہیں۔ ہر طرف غفلت کا سناٹا ہے اور اُدھر یُحِبُّہُمْ وَ یُحِبُّوْنَہُ کے پیغامات
 کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ اہل وصلِ تنہائی پر جان دیتے ہیں اور پردہ شب نے انہیں یہ گنج گراںمایہ
 فراہم کر دیا ہے۔ اُدھر فرش پر عابد اپنے معبود کی یاد میں ہے، اُدھر عرش پر معبود اپنے عابد کا
 ذکر فرما رہا ہے (حنا ذکر و فی اذکر کم) اُدھر سے دعائیں جا رہی ہیں، اُدھر سے رحمت
 کی ہوائیں آرہی ہیں۔ حدیثِ پاک میں وارد ہے رات کے آخری تہائی حصے میں رب باری،
 آسمانِ دنیا پر نزول فرما کر ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں قبول کروں؟
 کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے
 بخش دوں (بخاری و مسلم)

۷۔ افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
 کرتے ہیں خطاب آخر، اٹھتے ہیں حجاب آخر

صوفی محمد رفیق صاحب لکھتے ہیں۔

”مُحَمَّدٌ قَبْلَہُ عَالَمِ شَہِ لَآثَانِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِہِ کَے پیشِ نظر حضور پر نور خواجه کل ختمِ رسل
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تھا اور آپ کی زندگی سنتِ اطہر کے مطابق تھی۔
 جب مہرِ عالم تاب غروب ہو جاتا تھا تو آپ کے حجرہ پاک میں نور و عرفان کا آفتاب طلوع ہو
 جاتا تھا اور آپ کی مبارک توجہ سے وہ نور چھین چھین کر عزیزانِ باخلاص کے قلوب پر برستا
 تھا۔ کوئی عزیز خواہ کتنی مسافت پر کیوں نہ ہوتا آپ کی طرف متوجہ ہونے سے اپنا دامنِ دل
 نور کی کرنوں سے بھر لیتا تھا۔“

رات کے پہلے حصے میں آپ ذرا آرام فرمایتے تھے مگر دل بیدار اپنے کام میں
 مشغول رہتا۔ چارپائی کو سرمانے کی طرف سے اونچا کر دیتے۔ فخرِ الاصفیا حضورِ سیدی و

مرشدی حضرت الکاج پریسید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی کی یہ روایت پہلے بھی
 آپکی ہے کہ قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کئی دفعہ رات کو چھاتہ لگا کر پھرتے اور
 سخت سرریوں میں ٹھنڈے پانی سے غسل فرماتے۔ سائیں مہر شاہ صاحب مرحوم سے جو قبلہ عالم
 کے مقرب ترین خادم تھے حضور کے معمولات کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا دآپ نہ خود سوتے
 تھے نہ دوسروں کو سونے دیتے تھے۔ چنانچہ... تہجد کی نماز کے لئے سب عزیزوں کو جگا لیتے
 تھے حضور کبھی بارہ، کبھی آٹھ اور کبھی چھ رکعت ادا فرماتے (اوسط درجہ آٹھ رکعت
 ادا فرماتے۔)

تہجد کے بعد اول و آخر درود شریف پڑھ کر گیارہ بار سورۃ مزمل شریف بتکرار
 پڑھتے اور سورۃ یسین کی تلاوت فرماتے۔ درود تاج نہایت سوز و گداز سے پڑھتے۔
 کلمہ شریف اور استغفار کا درود بھی کثرت سے فرماتے تھے۔ اکثر تہجد کے وقت ہی
 طالبان حق کو داخل طریقہ فرماتے مگر سلسلہ کی تعلیم وضاحت سے سکھانے کے لئے کسی خلیفہ
 مجاز کو ارشاد ہوتا۔

اورادو وظائف سے فارغ ہو کر درج ذیل اشعار نہایت پُرسوز لہجے میں پڑھتے تھے۔

پادشاہ! جسم مارا درگزار
 مانگہ گاریم تو آمسوز گار!
 تو نکو کاری و مابد کردہ ایم
 جسم بے انداز مابد کردہ ایم
 بر در آمد بندہ بگرختہ
 آبروئے خود ز عصیاں ریختہ
 مغفرت وارد امید از لطف تو

لے اصل شعریں یہاں بیحد ہے مگر آپ کا معمول یہی تھا۔

زَانِكْ خُوْدَسِرْمُوْدَه لَا تَقْنَطُوْا

در کوئے نیک نامی مارا گذر نہ داند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

غریبم یا رسول اللہ غریبم
ندارم در جہاں جز تو جیبم

مرض دارم ز عصیاں لا دوائے
مگر لطافت تو گرد و در پیبم

بریں نازم کہ ہستم اُمت تو
گنگارم و لیکن خوش نصیبم

ہر چہ در کائنات می بینم
ہمہ را نور ذات می بینم

من کہ در ذات نوشدم فانی
کے بسوئے صفات می بینم

صوفی محمد رفیق صاحب لکھتے ہیں :-

”جب آپ نماز ادا کرتے تو باہمت تمام قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے۔ آپ کا جسم مبارک لطیف اور نازک ہو جاتا۔ جب محویت کے عالم میں ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ فانی الذات ہیں یا عالم بالالہی سیر فرما رہے ہیں۔ دور و شریف بکثرت پڑھتے، ذکرِ نفی اثبات بھی کرتے اور حاضرین کو توجہ بھی دیتے۔ آپ کی توجہ کیا تھی؟ اس کی حقیقت کو آپ کے عزیز ہی جانتے ہیں۔ آپ کی توجہ سے دل سنور اور تجلیاتِ الہی کا مرکز ہو جاتا اور سوزِ عشق کی وہ بجلی دل میں نہاں ہو جاتی کہ ہمیشہ کے لئے زندگی کی رات کو پُر نور بنا دیتی۔“

خوشیدِ ولایت کا دن

اس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں ابھر

گردشِ دوراں کا ہے جس کی زباں پر گلد! (اقبال)

ہمارا زمانہ وقت کی گردش سے بنتا ہے مگر مردِ خدا اس زمانے کی سرحد سے باہر اور صبح و شام کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ اس کی دنیا اس چاند سورج کی محتاج نہیں، یسئل دنیا اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں مگر اس کی پرواز کا ساتھ نہیں دے سکتے

ع (وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو)

رات، صرت اس کی ہا د ہوئے واقف اور لذت گیر ہے تو دن صرف اس کی بزمِ آرائی کو دیکھتا اور اس سے سردِ غ پاتا ہے۔ وہ رات کی خلوت میں ہدایات لیتا ہے اور دن کی جلوت میں اہتمامِ خشک دتر کرتا ہے۔ یایوں سمجھتے کہ رات کو اپنے خدا کی رحمت سے اپنا دامن طلب بھرتا ہے اور دن کے وقت دوسروں میں نے شبینہ کی مستیاں تقسیم کرتا ہے۔ فجر کی اذان سے بندہ مومن کے دن کے پروگرام کا آغاز ہوتا ہے۔

حضورِ قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ صبح کی دوستیں پڑھ کر ایک سو گیارہ بار سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہِ سُبْحَانَ اللہِ اَعْظِیْمِ وَبِحَمْدِہِ اَسْتَغْفِرُ اللہَ پڑھتے اور دم کرنے والی اشیا کو اپنی شفا بخش پھونکوں سے دم کرتے۔

نرض باجماعت کے بعد طلوع آفتاب تک مراقبہ فرماتے پھر تلاوت کلام پاک کرتے اور

۱۔ اقبال منہ ملتے ہیں

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ حیرتِ تقدیر خواب میں دیکھتا ہے عالم نو کی تصویر

اور جب بانگِ ازاں کرتی ہے بیدارے کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے میزان میں بھاری اور رحمن

کو پیارے ہیں سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہِ سُبْحَانَ اللہِ اَعْظِیْمِ (بخاری مسلم)

درود مستغاث شریف پڑھتے۔

اس کے بعد ان طالبوں کی طرف متوجہ ہوتے جو درود راز سے مختلف مسائل و مقاصد لے کر آتے ہوتے۔ آپ ہر ایک کی عرض سن کر حسب حال جواب دیتے اور ظاہری و باطنی برکات سے مالا مال کر کے رخصت فرماتے۔

پھر دربار شریف کی طرف متوجہ ہوتے۔ موشیوں کی دیکھ بھال خود فرماتے اور حاضرین دربار کو مقررہ کام پر لگا دیتے۔ خود بھی بیکار نہ رہتے، اللہ اللہ! ولایت کے درجہ علیا پر فائز ہونے کے باوجود، باقاعدہ ریاضت و محنت کر کے رزق حلال کا اہتمام فرماتے حضور کو دیوان لگا کر بیٹھنے کی عادت نہیں تھی۔ بظاہر کاروبار میں مصروف رہتے اور ادھر ادھر چلنے پھرنے کے باوجود اپنے مرکز پر قائم رہتے تھے۔

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو

شمع محفل کی طرح سبک جدا سب کا رفیق!

اسلام ایک مکمل نظام زندگی اور نظریہ حیات ہے۔ دنیا و عقبے کی فلاح کا ضامن ہے، قبلہ عالم شاہ لاثانی کی سیرت، اسلام کے انہی آفاقی اور دائمی اصولوں کی عملی تفسیر تھی۔ دنیوی اعتبار سے آپ ایک مکمل زمیندار تھے اور خدا کے فضل سے ہر طرح غنی، پھر بھی روحانیت میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے دربار میں زندگی ہر پہلو میں نکھرتی اور سنورتی نظر آتی تھی۔ یاد رکھئے کہ دنیا کو اگر دین کے تابع کر دیا جائے تو سراپا خیر بن جاتی ہے حضور قبلہ عالم نے ایسا ہی کیا تھا۔ اگر خدا و رسول (جل و علا فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رضا پیش نظر رہے تو دنیا کے یہ کام کرنا مجاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے حضور غلاموں کو بھی یہ مجاہدہ سکھاتے تھے (یعنی دنیا کے کام بھی کریں مگر خدا و رسول کی خوشنودی ہر وقت سامنے رکھیں اور دل کو اس کی یاد سے محظور نہ ہونے دیں۔)

قبیلولہ۔ دوپہر کے وقت قبیلولہ بھی اکثر فرماتے تھے قبیلولہ دوپہر کے وقت کچھ دیر

کے لئے سو جانے کو کہتے ہیں۔ یہ سنت ہے اور اس سے رات کی عبادت کے لئے جاگ اٹھنے میں مدد ملتی ہے۔ سنرت مجد دالفت ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوپہر کو کچھ وقت سنت سمجھ کر سونا کئی نفل عبادات سے افضل ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبولے کا رات کے قیام کے ساتھ وہی تعلق ہے جو سحری کھانے کا روزے سے ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں جو شخص قبولہ تو کرے تہجد کھائے نہ اٹھے، ایسا ہے جیسے سحری تو کھائے مگر روزہ نہ رکھے۔

ظہر کی نماز کے بعد پانچ ہزار مرتبہ درود خضریٰ شریف پڑھتے۔ اس کی اجازت آپ نے بعض غلاموں کو بھی مرحمت فرمائی تھی۔

نماز عصر کے بعد شریف مجد دیہ اور ختم خواجہ معصوم بھی پڑھتے ختم خواجگان پر مداومت تھی۔ جو نماز ظہر یا عصر کے بعد حلقہ باران کے ساتھ پڑھا جاتا۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ یہ درویش کا شکر ہے اور کوئی دعا ایسی نہیں جو قبول نہ ہو۔ اگر کوئی مہم یا سنگین واقعہ درپیش ہوتا تو اس کے لئے سات روز تک ختم خواجگان روم ملتہ باران پڑھا جاتا۔ اللہ کریم! اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مشکل آسان فرمادیتا۔

۱۔ ختم مجد دیہ کی ترکیب پہلے، بار سورۃ فاتحہ پھر ۱۰۰ بار درود شریف (خضریٰ) پھر ۵۰ بار لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہر سو کے شروع میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور سو کے اختتام پر العلیٰ العظیم بھی ملائیں۔ پھر، بار سورۃ فاتحہ پھر ۱۰۰ بار درود شریف خضریٰ

۲۔ ختم خواجہ معصوم کی ترکیب۔ اول و آخر سو مرتبہ درود شریف اور، بار الحمد شریف پھر ۵۰ مرتبہ آیت کریمہ

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ۵

۳۔ ختم خواجگان شریف کی ترکیب۔ پہلے دعا پھر، بار سورۃ فاتحہ پھر ۱۰۰ بار درود شریف (المسلم علی سیدنا

محمد و علی ابی سیدنا محمد و بارک وسلم پھر ۹، بار سورۃ الم نشرح مع بسم اللہ شریف پھر ۱۰۰ بار سورۃ اخلاص مع

بسم اللہ شریف پھر، بار سورۃ فاتحہ پھر ۱۰۰ بار درود شریف مذکور پھر، بار سورۃ فاتحہ پھر ۱۰۰ بار درود شریف خضریٰ پھر

۵۰۰ حبی اللہ لا الہ الا هو ہر سو کے سر پر علیہ توکل و عود العرش العظیم پھر، بار سورۃ فاتحہ پھر ۱۰۰ بار درود شریف خضریٰ

عصر کے بعد کی خاموشی پر جلال اور ہیبتناک ہوتی تھی۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کو مخاطب کر سکے۔ اگر کسی عزیز کو بھی اس وقت گفتگو کرتے دیکھ پاتے تو مغرب کے بعد اسے سخت تنبیہ فرمادیتے۔

”ننگی رزق والوں کو حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا ختم شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ اس کی ترتیب یہ ہے اول و آخر سو مرتبہ درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ دَعَا اِلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُؤْمِنِيْنَ پھر ہزار مرتبہ يَا رَزَاقُ مگر ہر سو کے سر پر اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ رِزْقًا وَّاسِعًا يَا رَزَاقُ الْمُؤْمِنِيْنَ ایک شخص نے عرض کیا حضورؐ قرصہ بہت ہو گیا ہے۔ فرمایا اول و آخر سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانچ سو مرتبہ يَا عَزِيْزُ مِنْ كُلِّ عَزِيْزٍ پڑھا کریں اور اس کا ثواب حضرت خواجہ باراجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچایا کریں (یہ روایت مستری نظام الدین صاحب کی ہے)

شیوخ و سلاسل

نسبت کی برکات | حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ کے متعلق یہ صراحت ہو چکی ہے کہ آپ کو (نقشبندیہ، قادریہ

چشتیہ اور سہروردیہ) چاروں سلاسل میں اجازت تھی مگر آپ نے سب سے زیادہ رواج نقشبندیہ اور پھر قادریہ کو دیا۔ اس باب میں دونوں سلسلوں کے شجرے درج کئے جا رہے ہیں۔ حافظ ظفر علی پسروری علیہ الرحمہ نے جو حضور کے خلیفہ مجاز تھے انہیں نظم بھی کیا تھا۔ وہ دونوں منظوم شجرے بھی اسی باب میں ملاحظہ فرمائیں۔ دربار عالی کی طرف سے انہیں انگ بھی چھپوایا جاتا ہے اور تعلیم یافتہ متوسلین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور وہ وظائف سے فارغ ہو کر شجرہ شریف پڑھا جائے اور بزرگان سلسلہ کو ایصال ثواب کیا جائے تو ان کے فیض سے دعا کی قبولیت کا امکان بھی زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔

شجرہ شریف پڑھنے کا ایک نفسیاتی فائدہ یہ ہے کہ دل اس پاکیزہ احساس سے سرشار ہو جاتا ہے کہ ایک مرد حق کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کا تعلق کن عظیم ہستیوں سے استوار ہوا ہے اور اس طرح وہ روحانی مسرتوں میں ڈوب کر پکاراٹھتا ہے۔

۸ ”گرچہ من ناپاک ہستم، دل بہ پا کاں بستہ ام“

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بھی یہ شعر ایسے ہی سرور کے عالم میں کہا تھا۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

’بروں‘ کے ’نیکوں‘ کی برکت سے بخشے جانے کی تصدیق اس حدیثِ پاک سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت ملا عبد الرحمن جامی قدس سرہ نے نفحات الانس میں درج کیا ہے وہ یہ کہ قیامت کے دن ایک شخص گنہگاری و بدکرداری کے سبب سے ناامید ہو جائیگا حق سبحانہ فرمائے گا: اے میرے بندے! کیا تو فلاں محلے میں فلاں دانش مندیا عارف کو پہچانتا تھا وہ جواب دے گا: ہاں میں پہچانتا تھا! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا میں نے تجھے اس کے طفیل بخش دیا، یعنی عارف کی شناسائی ہی سامانِ نجات بن گئی۔
اولیاء اللہ کی محبت بہترین نیکی اور کمالِ ایمان کی دلیل ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ اَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْمَحَبَّةُ فِي اللَّهِ وَابْتِغَاءُ فِي اللَّهِ (سب سے زیادہ فضیلت اس کام میں ہے کہ اللہ کے لئے محبت ہو اور اللہ کے لئے بغض ہو۔
۲۔ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَابْتِغَاءُ لِلَّهِ وَاعْطَى لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ۔

یعنی جس نے محبت رکھی تو اللہ کے لئے،
اور بغض رکھا تو اللہ کے لئے،
اور کسی کو کچھ دیا تو اللہ کے لئے،
اور نہ دیا تو (بھی) اللہ کے لئے،

اس نے ایمان مکمل کر لیا۔

جب انسان محبت و نفرت جیسے جذبات کو بھی اللہ کی رضا پر موقوف رکھے گا تو یقیناً اسے اولیاء اللہ سے محبت ہوگی اور اَعْدَاءُ اللہ (اللہ کے دشمنوں) سے

نفرت۔ اور یہ اندازِ نظر توحید کی نچنگی کا نتیجہ ہے، اسی لئے کمالِ ایمان کی بھی دلیل ہے اور افضلِ عمل بھی۔

وضاحت کے لئے ایک اور حدیث شریف بھی دیکھ لیں۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ
أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى قَالَ قَائِلٌ مِنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَقَالَ تَائِلٌ
الْجِهَادُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى
الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ (احمد - البرداء)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کیا ہے کسی نے کہا نماز اور زکوٰۃ کسی نے کہا جہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ہے خدا ہی کے لئے کسی سے محبت کرنا اور خدا ہی کے لئے کسی سے بیزار رہنا۔

ان نفوسِ قدسیہ سے وابستہ ہونے کا فائدہ کیا ہے، اس کا جواب صحیحین (مسلم و بخاری) شریفین کی حدیثِ پاک سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے حضور پر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس شخص کی نسبت کیا فرماتے ہیں جس نے ایک گروہ کو دوست رکھا مگر ان کی ملاقات سے مشرف نہ ہوا، حضور نے فرمایا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (یعنی قیامت کے دن، انسان اس کے ساتھ ہوگا جسے دوست رکھتا تھا)

اعلیٰ حضرت بریلوی و نقباءِ سلفانہ فی البیعت والخیلافہ، میں فرماتے ہیں۔
”احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحبِ شفاعت

ہیں۔ اللہ عزوجل کے حضور وہ شفیع ہوں گے اور ان کے حضور علماء و اولیاء اپنے اپنے متوسلوں کی شفاعت کریں گے۔ مشائخ کرام دنیا و دین و نزع و قبر و حشر میں سب حالتوں میں اپنے مریدین کی امداد فرماتے ہیں و میزان الشریعہ میں ارشاد فرمایا دیکھ کتاب امام ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

”تحقیق ہم نے ذکر کیا ہے کتاب الاجوبۃ عن ائمة الفقہاء والصوفیہ، میں کہ ائمہ فقہاء اور صوفیہ سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ انہیں قبض روح، سوال نکیرین، حشر و نشر، حساب و میزان اور پل صراط کے عبور کے وقت انہیں ملاحظہ فرماتے ہیں (اور فرمائیں گے) اور کسی مقام پر بھی ان سے غافل نہیں ہوتے؛

اس محتاج بے دست و پا سے بڑھ کر احمق، اپنی عافیت کا دشمن کون جو اپنی سختیوں کے وقت اپنے مددگار نہ بنائے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِسْتَكْتَرُوا مِنَ الْاِخْوَانِ فَاِنَّ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ اللہ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ و علاقہ محبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مسلمان کامل کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے علاقہ (یعنی تعلق) والوں کی سفارش کرے (رواہ البخاری فی تاریخہ عن النبی بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور بالفرض معاذ اللہ اور کچھ نہ ہو تا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اتصال سلسلہ کی برکت ہی کیا تھوڑی تھی جس کے لئے علمائے کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں۔

اب سنئے قطب الاقطاب، غوث الاعیاض، محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العرفانی کی نوازشات کی کہانی، آپ کی اپنی زبان، فرماتے ہیں۔ ”میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان“

اور فرماتے ہیں۔ ”اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑ لوں گا“ اسی لئے آپ کو دستگیر یعنی ہاتھ پکڑنے والا کہتے ہیں

یہ بھی فرماتے ہیں ”اگر میرا سرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اس کا پڑھ کھلے میں ڈھانک دوں گا۔“

نیز فرماتے ہیں ”مجھے ایک دفتر دیا گیا حدنگاہ تک کہ اس میں میرے مریدوں کے نام تھے۔ قیامت تک اور مجھ سے فرمایا گیا۔ وَهَبْتَهُمْ لَكَ رِیَہ سب ہم نے تمہیں دے ڈالے“ نفع السلاۃ ص ۱۲)

اب آئیے شیخ المجددین، اکمل العارفین امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کی برکات کی طرف آپ فرماتے ہیں۔

”یہ درویش ایک روز (تجدید کے بارہویں سال) اپنے یاروں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی خرابیوں پر نظر تھی اور یہ نظریاں تک غالب تھی کہ اپنے تئیں اس طریق سے بالکل بے مناسبت پاتا تھا۔ اسی اثنا میں بحکم حدیث (مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ دَفَعَهُ اللّٰہُ) یعنی جس نے اللہ کے لئے تواضع کی، اللہ نے اسے بلند کیا) اس دوران فسادہ کو مذلت کی خاک سے اٹھایا گیا اور یہ ندا اس کے باطن میں کی گئی کہ میں نے بخش دیا تجھ کو اور ان کو جو بالواسطہ یا بلاواسطہ قیامت تک میری طرف تیرا واسطہ پکڑیں گے۔ بار بار یہ بشارت دی گئی۔ حتیٰ کہ شک کی گنجائش نہ رہی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَهُ عَلٰی ذٰلِكَ حَمْدٌ کَثِیْرٌ طِیْبًا مِّبَادًا فِیْہِ مِبَادٌ کَا فِیْہِ مِبَادٌ کَا عَلِیْہِ کَمَا یَحِبُّ اَلْبَنَادِیْرُضِی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ سَیْدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ کَمَا یَجْرٰی۔ بعد ازاں اس واقعے کے اظہار کا حکم دے دیا گیا۔

اگر پادشہ بردر پیر زن - بیاید نوالے خواجہ سبت مکن

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ“ (ترجمہ: مبادا معاد)

ایک اور مقام پر فرمایا ”زن و مرد جو بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے یا قیامت تک ہوں گے وہ سب ہمیں دکھائے گئے ہیں اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مکن ہمیں بتایا گیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک کو بیان کر دیں“

میرے قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ بعض دفعہ ایک خاص عالم کیف میں کچھ ایسی دعا کیا کرتے تھے یا اللہ جسے محروم رکھنا ہی مقصود ہے، اسے میرے پاس نہ بھیجنا، ”مکرمی الحاج محمد مقبول احمد جو اس وقت دربار عالی کے اخص الخوص خادم ہیں، اپنے والد ماجد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ پر خدا کا ایسا فضل ہے کہ کسی کی بددعا میرے دوست کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔“

دربیدان باصفا، جس طرح حضور کے زیرِ نظر رہتے تھے، اس کا کچھ حال آپ بعنوان شاہ لاثانی شیخ کامل کی حیثیت سے، پڑھ چکے ہیں۔ اب ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے (حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دھوبی کا واقعہ جس نے آپ کا اسم گرامی لے کر قبر میں نجات حاصل کی تھی، مشہور ہے۔)

حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ کے ایک سیدھے سادے درویش جنہیں حضور دربار کا نمبر دار فرمایا کرتے تھے، ایک دن آپ کے روضہ منورہ پر حاضر تھے کہ اس دوران مجاہد دین دلت حضرت مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب خطیب اعظم لال کرتی (دراپنڈی) بھی آگئے۔ شاہ صاحب قبلہ نے مراقبہ دعا سے فارغ ہو کر نمبر دار صاحب سے پوچھا: ”کیا آپ نے حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کی زیارت کی ہے؟“ بولے، ”ضرور، انہوں نے پھر سوال کیا: ”کوئی کرامت وغیرہ بھی تو یاد ہوگی؟“ جواب دیا: ”کرامت وغیرہ کا تو مجھے علم نہیں۔“ ہاں ایک دفعہ مویشیوں کو چارہ ڈال کر آ رہا تھا کہ ہاتھوں اور کلائیوں پر بھوسے کے اثرات تھے۔ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ نے یہ حال دیکھا تو فرمایا: ”نمبر دار جی! قبر میں فرشتوں کے سوالوں کا کیا جواب دو گے؟“ میں نے عرض کیا: ”میں بیچارہ کیا جانوں، میں نے تو ساری عمر مویشیوں کو چارہ ہی ڈالا ہے، اس پر حضور کی رحمت جوش میں آگئی اور فرمایا: ”اچھا یہی کہہ دینا۔ پھر ہم جانیں اور ہمارا کام، جناب سید ولایت حسین شاہ صاحب کو حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے اس مختصر سے دن نواز جلے پر ایسا وجد آیا کہ دیر تک زمین پر

لوٹتے رہے۔ ہوش آیا تو نمبردار صاحب سے یہ فقرہ پھر سنا اور دوبارہ وجد میں آگئے۔ اسی طرح پھر ہوش میں آئے تو تیسری بار سن کر پھر دیر تک وجد میں آئے رہے۔ آخر میں (شاہ صاحب نے) فرمایا: آفریں ہے اس مردِ کامل پر جو اپنے غلاموں کی یوں نگہداشت کر سکتا ہے۔ یہ اطمینانِ دلایتِ عظیمہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

نسبتِ دارادت کی جو برکات اب تک تحریر کی گئی ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آخرت کی کامیابی، اولیائے عظام کی محبت سے بہت قریب کا تعلق رکھتی ہے یعنی

ع حب درویشاں کلیدِ جنت است

مگر کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اس دنیا میں تو ان (داویاں اللہ) کی محبت انسان کے کردار کی اصلاح و تعمیر سے بے تعلق ہے۔ اس لئے کچھ لوگ اس جذبے کو عملی زندگی سے خارج کر دینا بہتر سمجھتے ہیں، بعض تو اپنی اس غلط فہمی میں اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ معاذ اللہ انہیں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔ اپنے اپنے مخصوص ذہن کے مطابق یہ لوگ نماز، روزہ یا خدمتِ خلق کو سب کچھ قرار دے لیتے ہیں اور عشق و محبت کے ان پاکیزہ جذبات کو انسان کی عملی زندگی سے بے تعلق سمجھتے ہوئے انہیں نظرِ تحسین سے نہیں دیکھتے۔ انسوس! وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اصلاحِ کردار خود بھی اصلاحِ جذبات پر مبنی ہے۔ کردار کیسا بھی ہو اس کے پیچھے لامحالہ کوئی جذبہ کار فرما ہوگا، اچھے کردار کے پیچھے اچھا اور بُرے کے پیچھے بُرا۔ اور کردار کی اصلاح کے لئے عشقِ رسول سے بہتر جذبہ کونسا ہو سکتا ہے؟ تاریخِ اسلام کا کوئی قابلِ فخر کارنامہ ایسا نہیں جس کے پس منظر میں یہ قوت موجود نہ ہو اور اب بھی قوم کی بیداری و اصلاح، اسی جذبے سے ممکن ہے، اقبال فرماتے ہیں۔

تو تر عشق سے ہر لپٹ کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے احب لا کر دے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جو اس جذبہ بیدار سے محروم ہیں وہ کتاب و سنت کے حقیقی نور سے محروم ہیں،
ان کے دل بے حضور ہیں اور نمازیں بے سرور ہیں۔ حلاوتِ ایمان جذبِ عشق پر
منحصر ہے۔

۷ عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیٰ ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین تیکدہ تصورات

جوں جوں انسان میں یہ جذبہ ابھرتا جائے گا، وہ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے قریب تر ہوتا جائے گا۔ یہ قربِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے کردار کی ظلمتوں سے پاک
کر کے اس میں خُلُقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعیں بھرتا جائے گا۔ (وَاللّٰهُ يُخَيِّرُكُمْ
مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ) ادیائے امت اسی عشق سے فرداں ہوتے ہیں۔
عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد، اصلاحِ کردار کے لئے، حُبِ درویشاں
بھی بہت بڑی دولت ہے بلکہ یہ بھی اسی کا تقاضا ہے۔ غوثِ اعظم (رضی اللہ عنہ) کی نسبت
قبر میں دھوبی کو نجات دلا سکتی ہے تو آپ اس دنیا میں بھی ڈاکوؤں اور چوروں کو محبت
آشنا کر کے راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ جلال الدین اکبر، جیسے مغل تاجدار کے بعد برِ عظیم
کے شاہی خاندان میں جو صالح انقلاب آیا تھا وہ بھی اسی حُبِ درویشاں کا نتیجہ ہے۔
بات یہ ہے کہ جب انسان محسوس کر لیتا ہے کہ اُسے اللہ کے بندوں سے نسبت
غلامی حاصل ہو گئی ہے تو اس احساس کا سرور ہی اس کے کردار کی بنیاد کو مضبوط بنا کر

۱۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کے دل میں نہیں، تو حضور (دل کا حاضر ہونا) کہاں
سے آئے۔ ۲۔ دلائل الخیرات شریف کی ایک حدیث شریف کا ترجمہ: حضور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا گیا ”ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مومن خشوع کرتا ہے جبکہ دوسرا نہیں کرتا۔ اس کی
وجہ کیا ہے؟“ فرمایا جسے ایمان میں حلاوت ملی اُس نے خشوع کیا، جس نے (حلاوت) نہ
پائی، اس نے خشوع نہ کیا پھر عرض کیا گیا کہ یہ دولت (حلاوت) کیسے ملتا تھا آتی ہے؟ فرمایا
اللہ کی سچی محبت سے پھر سوال ہوا؟ اللہ کی محبت کیسے حاصل ہو؟ فرمایا اس کے رسول کی محبت
سے پس اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ان کی رضا تلاش کرو۔

اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے چنانچہ اہل ارادت جوں جوں محبت کی منزلیں طے کرتے چلے جاتے ہیں، خود بخود شیخِ کامل کے اوصاف و اطوار کے سانچے میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔
 لباس، گفتار اور رفتار تک میں شیخ ہی کے طرز کو اپناتے جلتے ہیں۔ کہنے سننے کی بھی
 بسا اوقات ضرورت نہیں ہوتی۔ خود عشق ان کا استاد اور ربط (وتعلق) ان کا رہنما بن
 جاتا ہے۔ ان الفاظ کو تحریر کرتے وقت بہت سے ایسے برادرانِ طریقت میرے ذہن میں
 آ رہے ہیں جو بیعت کے وقت تو ریش بریدہ یعنی داڑھی منڈے تھے مگر
 حضور شیخ و مرشد مدظلہم العالی کے ارشادِ ہدایت بنیاد کے بغیر ہی اس سنت سے شرف
 ہو گئے۔ یہ محبت کا وہی نفسیاتی اثر ہے جس کے متعلق امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام عظیم
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

أَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
 لَعَلَّ اللَّهَ يُرْزُقَنِي صَلاَحًا

(میں صالح تو نہیں مگر مجھے صالحین سے محبت ضرور ہے، شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی صالح

بنادے)

اسی لئے وہ شخص جو کسی مردِ کامل کا غلام ہو کر بھی ہنوز بے نماز ہے مجھے بارگاہِ
 خداوندی سے امید ہے، شیخ کی توجہ یا فیضِ محبت اُسے ضرور نمازی بنادے گا اور وہ
 شخص جو بے نماز ہے مگر مردِ کامل کے سائے سے بھی بھاگتا ہے، خطرہ ہے کہ کسی وقت
 بد عقیدہ یا بے نماز نہ ہو جائے۔ شاخِ اگلی دنیا میں مریدین کی جو حفاظت فرماتے ہیں
 اس کی ابتدا یہیں سے ہو جاتی ہے بلکہ اگلے جہان میں مدد فرمانے کی صورت بھی یہی ہے کہ
 مرید کم از کم حسنِ خاتمہ پر فوت ہوا ہے۔ اگر خدا نخواستہ یہاں اس کا ایمان ہی ضائع ہو جاتا ہے
 تو قبرِ حشر میں امداد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شیخ سعدی نے خوب فرمایا ہے۔
 مریداں بقوت زطفلاں کم اند شاخ چو دیوارِ استحکم اند

مردِ کامل کے پاس بعض دفعہ جب مجھ ایسے بڑے بڑے سیاہ کار آتے ہیں تو وہ ان کو بھی اپنی شفقت سے نوازتا ہے اس پر زرا ہدانِ خشک کو حیرت بھی ہوتی ہے اور غصہ بھی آتا ہے۔ وہ دراصل اپنے ہی دلِ تنگ کی طرح، خدا کی رحمت کو بھی سخت محدود سمجھتے ہیں۔ انہیں گنگاؤں کے نیک ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا البتہ ان کے ناپاک قدموں سے درگاہ کے طوٹ ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ آہ! انہیں معلوم نہیں اگر ارحم الراحمین کا پاک بندہ اور رحمۃ اللعین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا سچا غلام بھی ان (سیاہ بختوں) سے اپنا دامن چھڑالے تو ان کو ٹھکانہ کہاں ملے گا اور اگر مردانِ حق کے دامن میں بھی پناہ نہ ملی تو کہاں ملے گی۔ اور یہ جو در پر آتے ہیں تو انہیں رحمت ہی لائی ہے۔ مردِ کامل کو ان ناقصوں کے حاضر دربار ہونے کی دشمنی ہے۔ وہ دعا و توجہ میں مصروف رہتا ہے حتیٰ کہ بد بخت، نیک بخت بن جاتے ہیں۔

بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ کہہ تو یہ رہا تھا کہ شجرہ شریف پڑھ کر انسان کی روح ایک عجیب مسرت سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے شیخِ کامل کا ممنون ہوتا ہے جس نے اس کے ہاتھ میں نور کی ایک زنجیر تھما دی ہے۔ وہ زنجیر جس کا ایک سر اس کے ہاتھ میں ہے تو آخری جناب سیدنا صدیق اکبر یا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے دستِ مبارک میں ہے۔ اگر مرید اپنے شیخ کے ساتھ صحیح رابطہ رکھے گا تو گویا بارگاہِ صدیقی یا مرتضوی میں پہنچا کہ پہنچا۔ اور پھر دربارِ رسالت کب دور رہے گا۔ سو اس تعلق میں نور و حضور بھی ہے، کیف و سرور بھی۔

اس کیف و سرور میں اضافہ کرنے کے لئے اپنے سلسلے کے بزرگوں سے زیادہ سے زیادہ تعارف ہونا چاہیے۔ اسی مقصد کے لئے اس کتاب کی گنجائش کے مطابق محض تبرکاتِ بزرگانِ نقشبند کے مختصر حالات دیئے جا رہے ہیں جن کے اسماء گرامی شجرہ شریف کی زینت ہیں۔

بزرگانِ دین کے حالات میں یہ التزام بھی کیا گیا ہے کہ ان کے دو زمین تین
سلفوظات بھی شامل کر دیئے جائیں تاکہ عمل کرنے والوں کے لئے ان کی تعلیمات نشانِ راہ
کا کام دیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ
وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ بِجَاهِ حَبِيْبِكَ وَاجِبَاءِ حَبِيْبِكَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِمْ وَعَلٰیہُمْ وَاٰلِہٖمْ وَسَلَّمَ۔

شجرہ نقشبندیہ مجددیہ

مولائے کل ختم الرسل، نور خدا، شاہِ دوسر حضرت محمد مصطفیٰ احمدی علیہ النجۃ والشنا
بعد انبیا خیر الانام، خلیفہ پیغمبرِ دمام، سید اہل تجربہ شہنشاہِ ارباب تفرید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
دوستِ خداوندِ داوڑِ محرم احوال پیغمبر ابو عبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مرجعِ ارباب تحقیق، نبیرۂ سیدنا صدیق، اعلم وافقہ دامجہ، حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہم
سیفِ سنت، جمالِ طریقت، معبر اہل معرفت، مزین اہل صفوت ابو محمد امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ
فلکِ معرفت، فلکِ محبت ابو یزید طیفور بن عیسیٰ (بایزید) بسطامی رضی اللہ عنہ
شرفِ اہل زمانہ، امامِ یگانہ، ابوالحسن حضرت علی بن احمد خرقانی رضی اللہ عنہ
طرازِ طریقِ ولایت، جمالِ اہل ہدایت، مست فی سربدی حضرت خواجہ ابو علی فاریدی رضی اللہ عنہ
سرور سالکانِ طریق، جمالِ جانہائے تحقیق، عارفِ رحمانی، حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رضی اللہ عنہ
سکینۂ احوال، سفینۂ مقال، کاشفِ اسرارِ حقانی حضرت خواجہ عبدالحق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ
سرپردہ تمکین، اساسِ اہل یقین، واقفِ اسرار و معارف، حضرت خواجہ محمد عارف ربوہ اگرطھی رحمۃ اللہ علیہ
باسطِ معلوم، قاطعِ رسوم، پیکرِ خجود حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ
سفینۂ توکل و رضا، سالکِ طریقِ فنا، مستغرقِ معنی حضرت خواجہ علی رامینی قدس سرہ القوی

پیر اہل تسلیم، دلیل رہ مستقیم حضرت خواجہ محمد با اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ

سیف سیادت، آفتاب سعادت، قدوۃ ارباب حال، حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ
داعی عصر، یگانہ دہر، شاہد محققان، دلیل مریدان، امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمہ
سمیل معرفت، قطب محبت، محرم رموز و اسرار حضرت السید خواجہ علاؤ الدین عطار رضی اللہ عنہ
شیخ المشائخ طریقت، امام ائمہ شریعت، واقف خفی و جلی حضرت خواجہ یعقوب چرخ رضی اللہ عنہ
شیخ بادقار، مشرف خواطر و اسرار، حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار علیہ رحمۃ الغفار

پاسبان طریق و شرع، پیکر زہد و ورع، امام مجاہد، حضرت مولانا محمد زاہد قدس سرہ الماجد
جامع حقیقت و معرفت، قدوۃ اہل معاملت، العارف الودھ حضرت مولانا دریش محمد علیہ الرحمہ
مدوح اولیاء زبدۃ اہل رضا، صاحب سر سرمدی حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ الجلی
شیخ سنت، قاہر اہل بدعت، موبد الدین الرضی، حضرت خواجہ محمد باقی علیہ رحمۃ الباقی
کشاف حقیقت، نقیب شریعت، محسن ملت، عزیز رحمۃ، امام ربانی نور محمد الف ثانی قدس سرہ الصمدانی
خازن معارف و علوم، شارح سر مکتوم قیوم ثانی، حضرت محمد معصوم طقب بہ عروۃ الوثقی علیہ الرحمہ
شجاع طریقت، متمکن بشریعت، صاحب بقا باللہ قیوم ثالث حضرت خواجہ حجۃ اللہ نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ
سلطان الاولیاء، فقیر بے ریا، قیوم رابع حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ

شاہ اہل حضرت، بادشاہ درگاہ و صلت، حضرت خواجہ محمد شرف، قطب الدین بخاری رحمۃ ابائی
نحر العباد رئیس الزہاد، مظهر جمال اللہ حضرت خواجہ سید جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ
محرر مولا، عارف یکتا، ہادی والا، حضرت خواجہ محمد عیسیٰ قدس اللہ سرہ و رحمۃ اللہ علیہ
نازش اہل اللہ، فخر حزب اللہ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ
مرشد ارشد، عارف ازہد، حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہ الامجد

امیر سالکان طریقت، فقیر بارگاہ رسالت، حضرت خواجہ خواجگان فقیر محمد المعروف بہ حضرت با داعی علیہ الرحمہ
مجاہد زمانہ، شہر یار یگانہ، راز دار معانی، محبوب سبحانی، قیوم درانی حضرت پیر سید عجا علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ

(خواجہ اہل دفا، پیکر صدق و صفا، مرشد ذی قاز زبیب بزم اعرار حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحبہ ظلم)

شجرہ قادریہ مجددیہ

سلطان الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین، منظر کبریا، عمیم العطا سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ السلام التمجید والتنازل
برادر مصطفیٰ، مغربی بحر بلا، حریق نار دلا، مقتدائے اولیاء و اصفیاء ابو الحسن علی بن ابی طالب شیر خدا کرم اللہ وجہہ
سیدہ نساء العالین، سیدہ نساء اہل الجنتہ، بعتہ من رسول اللہ، کبد خیر الانبیاء، فاطمہ البتول الزہراء رضی اللہ عنہا
حکمر بند مصطفیٰ، زیحان دل مرتضیٰ، قرۃ العین زہرا، ابو محمد حسن بن علی صلی اللہ علیہ وسلم، دانیہ دامہ و علیہ وسلم
وارث فیضان نبوت، چراغ امت، مرجع اہل صفا، حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لسان محبت و دفا، زین طریقت و دلا، عارف باللہ حضرت سید عبد اللہ محض رضی اللہ عنہ
شاہ اہل تصوف، دافع آفات تکلف، کامل اسرار و فنون حضرت سید موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ
آفتاب اہل معرفت، قدوۃ اہل معاملت، قانع آفات و حوادث حضرت شاہ عبد اللہ موارث رضی اللہ عنہ
شیخ ظرفا، قدوۃ اہل دفا و صفا، کلیم طور و دلا، حضرت شاہ موسیٰ رضی اللہ عنہ
پیکر لطف و جود، مابرا سرار و جود، فخر ولایت حضرت شیخ داؤد رضی اللہ عنہ
شہنشاہ ادلیا، ملک ملوک صوفیا، آفتاب اقلیم معنی حضرت خواجہ محمد مورتا رضی اللہ عنہ
سید زہاد، قائد ابدال داؤد، خاندن درع و تقویٰ، حضرت سید یحییٰ رضی اللہ عنہ
سربنگ متوکلاں، سالار مستلمان، دافع سرخفی و جلی حضرت شاہ عبد اللہ حلی رضی اللہ عنہ
معدن خیر و صلاح، مخزن فوز و فلاح، سلطان الاتقیاء حضرت ابو صالح جنگی دوست رضی اللہ عنہ
غوث دغیاث، فردا افراد سیدالاسیاد، سند الاساذ و اسباب المراد شہنشاہ بغداد، محبوب سبحانی حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ
شیخ اہل طریقت، امام اہل شریعت، منظر اخلاق و خلاق، حضرت شاہ عبد الرزاق رضی اللہ عنہ
شرف زہاد امت سراج اہل فقر و صفوت، مرجع شیخ و شاب حضرت سید عبد الوہاب رضی اللہ عنہ
کاشف سریقین، قدوۃ ارباب تمکین، حافظ شرع متین حضرت شاہ شرف الدین رضی اللہ عنہ

شمعِ شبستانِ صفا، دلیلِ راہِ فناد بقا، عارفِ ربِ جلیل حضرت شاہِ عقیل رضی اللہ عنہ
 مشرقِ انوارِ یقین، شمسِ الملتہ والدین حضرت خواجہ شمس الدین صحرائی رضی اللہ عنہ
 مرکزِ مہرِ وفا، مرجعِ شاہِ دگدا، عارفِ کامل و اکمل، شاہِ گدارِ حمنِ ادل رضی اللہ عنہ
 آفتابِ چرخِ کرامت، ماہِ تابِ سمائے دلالتِ سید العارفین حضرت شمس الدین رضی اللہ عنہ
 قدوۃ اربابِ وفا، فاتحِ ابوابِ صفا، تاجدارِ اقلیمِ معانی حضرت گدارِ حمنِ ثانی رضی اللہ عنہ
 سید الاولیاء سندِ لاصفیا، سرخیلِ زمانہ، شاہِ فضیل یگانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 پیکرِ فضل و کمال، مخزنِ جود و نوال، نورِ ہرّو علی رضی اللہ عنہما، حضرت شاہِ کمال کتھلی رضی اللہ عنہ
 کشورِ کشائے معنی، عارفِ یکتا و یگانہ، حضرت شاہِ سکندر قادری رضی اللہ عنہ
 قطبِ عارفین، غوثِ کاملین برہانِ الواصلین، امامِ المجددین حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ
 آگے، سیدی و سندی، مرشدی و مولائی، قبلہ اربابِ یقین، قدوۃ العارفین،
 زبدۃ السالکین حضورِ قبلہ عالمِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ پیرِ الحاج سید علی حسین شاہ صاحب
 دامت برکاتہم العالیہ سجادہ آرائے آستانِ لا ثانی تک وہی شجرہ شریفہ ہے۔
 (جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔)

شجرہ شریفہ نقشبندیہ قادریہ مجددیہ عالیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
 از تالیف حضرت بحرِ حقیقت فخرِ خاندانِ قادریہ و نقشبندیہ عالیجناب آفتاب
 ہند حافظ ظفر علی صاحب مرحوم پسوری (ضروری ترمیم کے ساتھ درج کیا جاتا ہے)

شجرہ شریفہ نقشبندیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا عظیم الفضل ذاتِ با بقا کی واسطے رحم کرنا مجھ پہ ختم الانبیاء کے واسطے

اس شفیع المذنبین اور رحمتہ للعالمین
 ہو عطا مسکین کو یا رب ترک ماسوا
 فارسی سلمان، قاسم، جعفر صادق امام
 نیش نفس سرکش بدکیش سے رکھنا مجھے
 اور خواجہ عبدالخالق خواجہ عارف بحق
 یعنی آل حضرت عزیزان علی را میستی
 حضرت بابا سماسی خواجہ امیر کلال
 خواجہ اکبر بخاری یعنی شاہ نقشبند
 عشق اپنے میں ترقی بخش مجھ کو ربنا
 دن بدن ہو یا آہی اتحہ دور البطہ
 خواجہ زاہد محمد خواجہ درویش دلی
 حضرت باقی باللہ خواجہ ہمت بلند
 جواد لوا العزموں کے درجے پر چوئے نائرباب
 آتش حرص و ہوا کو سرد کر دل سے میرے
 جملہ دشواہی و خواری حشر کی آسان ہو
 شکر ہے لاکھوں کہ یہ ہر چار قیوم زماں
 یعنی فاردتی و سرہندی یہ چاروں غوث حق
 دولت صبر و قناعت ہو عنایت قادرا
 اے خدا تیری رضا کی التجار کھتا ہوں میں
 یہ دل مردہ ہو زندہ یا شہ کون و مکان
 بہر بابا جی دلی اللہ جو فیض اللہ تھے
 قبلہ عالم جناب اور کعبہ دنیا و دیں

۱۸۰ صاحب عالی مناقب الصغی کے واسطے
 حضرت صدیق اکبر ذوالعطا کے واسطے
 بایزید و بلوالحسن ذوالالتقیا کے واسطے
 بوعلی اور یوسف صاحب صفا کے واسطے
 خواجہ محمود عزیز الاتقیا کے واسطے
 عالم اکمل شہ جود و سخا کے واسطے
 اور بہاؤ الدین امیر خواجہا کے واسطے
 نور چشم اس شہید کربلا کے واسطے
 خواجہ یعقوب چرخ بے ریا کی واسطے
 پیر سے خواجہ عبید اللہ ہما کے واسطے
 خواجہ امکنگی محمد مقتدا کے واسطے
 اور مجدد الف ثانی بادشاہ کے واسطے
 یعنی سرہندی شہے کشور کشا کے واسطے
 خواجہ معصوم تارک ماسوا کے واسطے
 حجت اللہ اور زہیرا دیار کے واسطے
 پیر بخشے ہیں خدا نے بے نوا کے واسطے
 کان ہے فیضان کی خلق خدا کے واسطے
 خواجہ قطب الدین حیدر مقتدا کے واسطے
 شاہ جمال اللہ آل صاحب رضا کے واسطے
 سید عیسیٰ چو عیسیٰ فی السما کے واسطے
 اور شہے نور محمد پارسا کے واسطے
 والے تیرا و ذی نور و ضیاء کے واسطے

شاہ باز اوج عرفاں بادشاہ کے واسطے
 اور حاجی گل بھی مرد خدا کے واسطے
 مالک ملک یقین داعی ہدا کے واسطے
 حضرت شاہ جماعت مقتدا کے واسطے
 قبلہ اہل یقین اس رہنما کے واسطے
 سید والانسب نور خدا کے واسطے
 نخت جگر حسین نور مصطفیٰ کے واسطے
 ہو خاتمہ بالخیر اس نجم ہدا کے واسطے
 حرمت حضرات شجرہ خواجہا کے واسطے
 قبلہ و کعبہ ولی با خدا کے واسطے
 انبیاء اولیاء و اصفیاء کے واسطے

یعنی آنحضرت لحاظ سے شہے عالی مقام
 جن کا اصلی نام ہے نام فقیر محمدی
 سرخروئی دو جہاں یارب ہوئے میرے نصیب
 قبلہ دیں کعبہ ایماں شہ ثانی لقب
 قطب عالم غوث اعظم دستگیر بیگیاں
 یا الہی ہے مبارک نام جن کا علی حسین
 فاطمہ کے لعل گل از گلشن حضرت علی
 فیض سے جن کے ہوئے سرسبز اور تازہ قلوب
 پھر یہ عاصی پر معاصی بھی کر یا بخش لے
 دل میرا کر پاک یارب الفت اغیا سے
 اللہم اغفر جمع المومنین و المومنات

شجرہ شریف قادریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور ذات کبریا حمد و ثنا کے واسطے
 ہاتھ اٹھاتا ہوں میرے مولادعا کے واسطے
 یارب اپنی رحمت بے انتہا کے واسطے
 آنکھ روتی دے جمال مصطفیٰ کے واسطے
 حیدر و صفا علی مشکل کشا کے واسطے
 یعنی بی بی فاطمہ خیر النساء کے واسطے
 مرتضیٰ اور فاطمہ اہل ہدا کے واسطے

ہے ثنا و حمد ذات کبریا کے واسطے
 گرچہ ہوں عاصی مگر شاہ رسل کا ہوں غلام
 حشر میں رسوا نہ کیجو میری مشن خاک کو
 دل عطا کر سوختہ عشق شہ ابرار میں
 شاہ مرداں شیریں داں قوت پروردگار
 حضرت خاتون جنت قرۃ العین رسول
 ہو گئے دد نور نور سرور پاک سے

گلستانِ سید عالم کے دو گلاب تھے تر
 کشتہ شمشیر تسلیم درخشاں شاہ حسن
 مرتضیٰ خاتون سے ہو گئے منور شاہ حسن
 کر کرم کی اک نظر اور دیکھ میرا حال زار
 محض عبداللہ کی برکت سے میرا دل شاد کر
 بخش مجھ کو شاہ عبداللہ موارث کی طفیل
 کر عطار اپنی محبت بہرہ داد دلی
 مشکلیں حل ہوں میری ہر غم سے ہو جائے نجات
 دل میرے کو نورِ عرفاں سے منور رکھ سدا
 بخش توفیق عبادت دور ہوں دل کے حجاب
 قبلہ اربابِ عرفاں، کعبہ اہلِ یثیس
 دشبکہ بیکسان و پیشوائے انس و جان
 کر عطا صدقِ مقال اور رزق دے مجھ کو حلال
 از طفیلِ پاک خواجہ سید عبدالوہاب
 کہ مشرف مجھ کو تو دیدار پُر انوار سے
 حشر میں زیرِ لوائے حمد ہو میرا مقام
 بہر شمس الدین صحرائی میرا دل شاد کر
 کر عطا قلبِ سلیم از بہر شمس الدین دلی
 ہادی سلطانِ عالم، پیرِ کامل شاہ فضیل
 رحم کر مجھ پر طفیل شاہ سکندر قادری
 حضرت ربیوم ثانی خواجہ معصوم حق

کان ہیں فیضان کی خلق خدا کے واسطے
 گنج نور معرفت بدرالتجلی کے واسطے
 صاحبِ اہل شفا ہیں ہر بلا کے واسطے
 یا خدا حسن شہنشاہِ مجتبیٰ کے واسطے
 اور موسیٰ الجون سید با خدا کے واسطے
 اُس شہ موسیٰ امام با صفا کے واسطے
 خواجہ شاہ محمد مورثا کے واسطے
 سید یحییٰ کے زہدِ بے ریا کے واسطے
 شاہ عبداللہ جلی پیشوا کے واسطے
 سید ابوصالح پیرِ بڑا کے واسطے
 پیرِ پیراں، غوثِ اعظم، پیشوائے واسطے
 شاہ محی الدین امام الاولیا کے واسطے
 عبد رزاق دلی صاحبِ عطا کے واسطے
 صاحبِ فیضانِ کامل ذوالعطا کیواسطے
 شاہ شرف الدین امیر خواجہ کے واسطے
 خواجہ شاہ عقیل اہلِ ہدا کے واسطے
 اور گدارِ حن اول با صفا کے واسطے
 اور گدارِ حن ثانی با صفا کے واسطے
 اور کمالِ کیتھلی صاحبِ جہا کے واسطے
 اور مجدد الف ثانی پادشاہ کے واسطے
 حجتہ اللہ اور زبیر اولیا کے واسطے

شاہ جمال اللہ آل صاحب رضا کے واسطے
خواجہ عیسیٰ ولی ذوالالتقا کے واسطے
اور شہ نور محمد پارسا کے واسطے
یعنی حاجی گل شہے شکل کشا کے واسطے
دارش تاج دسریہ انبیا کے واسطے
مالک اقلیم تسلیم و رضا کے واسطے
حضرت شاہ جماعت مقتدا کے واسطے
سید والانسب نور خدا کے واسطے
اہلبیت مصطفیٰ آل عبا کے واسطے
برکت پیران شجرہ با بقا کے واسطے
رحمۃ للعالمین خیر الورا کے واسطے

از طفیل شاہ اشرف یعنی قطب الدین ولی
درد دل کی تودا کراے میرے مولا کریم
بہر فیض اللہ پیر و پیشوائے کاملاں
قبلہ گاہ جان و دل شاہ فقیر محمدی
بہر سلطان حقیقت سید عالی مقام
قبلہ دیں کعبہ ایمان شہ ثانی لقب
سایہ حق بر زمیں، فرزند ختم المرسلین
یا الہی ہے مبارک نام جن کا علی حسین
دین و دنیا میں ظفر کی ہو ظفر یارب کریم
بخشہ حافظ گدا کو اور جو مومن تمام
یا اللہ العالمین یہ عرض ہو میری قبول

سید الکونین، سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

ہو نہ یہ پھول تو بیل کا ترنم بھی نہ ہو
یہ نہ سانی ہو تو پھرے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
چمن دہریں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

بنفہ ہستی پیش آمادہ اسی نام سے ہے (علامہ اقبال)

مشائخ نقشبند یہ کے حالات قلمبند کرنے سے پہلے مدح طراز قلم، اس تاجدارِ
ہدایت، رازدارِ ہدایت، سرِ اسرارِ نہایت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے حضور نذرانہ عقیدت
پیش کرنے کے لئے زمینِ ادب چومتا ہے۔

جو خلق میں اول، بعثت میں آخر، شان میں ظاہر اور حقیقت میں باطن ہے۔
 جو پیغمبر انس و جان، سرور دو جہاں، حاصل کن نکاں، مالکِ این و آن، باعث
 چین و چنایں، راحتِ خستہ دلاں، چارۂ بیچارگان، دلیلِ سبیل عرفاں، بلکہ خلیلِ جلیلِ جہاں ہے۔
 جو ہر سپرِ پیمبری، ماہِ سمائے دلبری، جمالِ چہرۂ خوبی اور کمالِ شانِ محبوبی ہے۔
 جو مرہمِ ناسورِ جگر، آرامِ دلہائے مضطر، عظمتِ نوعِ بشر اور مقصودِ فکر و نظر ہے۔
 جو دافعِ نجاتِ دازوں، طبیبِ جراحاتِ دروں اور حبیبِ حضرتِ پیچوں ہے۔
 جو رنگِ گلشنِ نبوت، بوئے چمنِ فتوت، وجودِ مسعودِ مغفرت، نمود و شہودِ مہربت،
 مفتاحِ خزائنِ رحمت، مصباحِ محافلِ عظمت، شمسِ فلکِ شہامت، قمرِ چرخِ کرامت،
 شفیقِ فقرِ امت اور رفیقِ اسیرِ غربت ہے۔
 جو مجمعِ حسنات، منبعِ فیوضات، جامعِ البرکات، مرجعِ شجھات اور مطلعِ تجلیات ہے۔
 جو مہبطِ وحیِ آسمانی، موردِ آیاتِ قرآنی، امینِ اسرارِ رحمانی، قلامِ نعمائے ربانی،
 عالمِ علومِ عرفانی، دانائے اسرارِ نہانی ہے۔
 جو عینِ عیونِ نور، معطیٰ البہاء و السور، دافعِ البلاء و الشرور اور شافعِ یومِ النشور ہے۔
 جو شعلِ بزمِ دنا، چراغِ خانۂ صفا، جانِ جہانِ اجتبار، شاہِ اقلیمِ اصطفیٰ، سرخیلِ
 جملہ انبیاء، منظرِ شانِ کبریا ہے یعنی

احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ، وازواجہ واتباعہ واولیائہ، وذریاتہ واتباعہ وبارک وسلم)

لہ ہُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
 حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ مدارجِ النبوة کے خطبے میں فرماتے ہیں، یہ آیت حمدِ خداوندی
 بھی ہے نعتِ مصطفوی بھی ایک طویل حدیث بھی جو اعلیٰ حضرت نے رسالہ ختمِ النبوة
 میں نقل فرمائی ہے، اس کی توثیق ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر، وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یسین وہی اظہار

نعت شریف

کان عرفاں، جان احسان دُر درجِ اصطفیٰ
شاہِ عالم، ماہِ اعظم، نورِ انوارِ قِسم
بدِ ایمان، صدرِ احسان، صاحبِ فضل و کرم
آیتِ حق، فیضِ مطلق، ہادیِ انسان و جان
شاہِ اسری، ماہِ اقصیٰ، آفتابِ چرخِ قرب
نورِ رحمت، فضلِ یزداں، راحتِ دفرجِ جہاں
نفسِ رافت، ہر رحمت، نیرِ برجِ شرف
نجمِ عرفاں، رجمِ شیطان، دافعِ شرک و بلا
تختِ رفعت، بختِ دولت، مہرِ برجِ اجتہاد
سرِ بہی، برائسی، شمعِ جمعِ انبیاء
روحِ رحمت، روحِ راحت، نوحِ فلکِ ابتدا
خلقِ پرور، خلقِ گستر، شافعِ روزِ جزا
عرشِ منزل، عیشِ حاصل، محفلِ آرائے دنی
شانِ شوکت، آنِ رفعت، منبعِ جود و عطا
نجمِ عرفاں، رجمِ شیطان، دافعِ شرک و بلا
کون ہے جو اس محبوبِ عالی وقار کی عظمت بیان کر سکے۔

جو کمال ہی کمال، جمال ہی جمال، خوبی ہی خوبی اور خیر ہی خیر ہے۔

جس کی ابتداء اَدْلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ لَوِیْیَہٗ سے ظاہر،

جس کی شانِ ظہور یَا بَیْہَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَٰہِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِہٖ و سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ سے روشن

جس کی عالمگیر بعثت لَیْکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ سے مہرین

جس کی سیرِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰ بِعَبْدِہٖ سے معزز

جس کا قرب فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ کا مصداق

۱۔ اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ ۲۔ ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (الاعراب) ۳۔ ترجمہ: جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ (الفرقان)

۴۔ ترجمہ: پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا (نبی اسرائیل) ۵۔ ترجمہ: تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو تھکا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم (النجم)

جس کی اطاعت مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ سے ثابت
 جس کے متبعین کو يُحِبُّبِكُمْ اللَّهُ ۖ کا وعدہ
 جس کا حکم فَلَا ذَرْبَ لَكَ لِلْيَوْمِ مِّنْ حَتَّىٰ يُحْكِمُوا ۖ سے نمایاں
 جس کی دولت إِنَّا عَظَيْنَاكَ الْكُوفَةَ ۖ کی تفسیر
 جس کا علم و فضل وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ
 عَلَيْكَ عَظِيمًا ۖ سے عیاں

جس کا خصوصِ رافت بِالْمُؤْمِنِينَ رُؤُوفًا رَّحِيمًا میں مذکور
 جس کا عمومِ رحمت وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۖ کا مقصود
 جس کی کتاب بَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ ۖ سے موصوف
 جس کا دستور إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۖ سے مستند
 جس کا دین دِينَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۖ سے غالب
 جس کا سینہ فیض گنجینہ أَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۖ کی شرح
 اور جس کا ذکر رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۖ کا آئینہ دار ہے

جو، آدم (علیہ السلام) کا وسیلہ،

نوح، علیہ السلام) کا ناخدا،

۱۰ نبی نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔ (النساء) ۱۱ ترجمہ: اللہ تمہیں
 درست رکھے گا (آل عمران) ۱۲ سے ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے
 جب تک تمہیں حاکم نہ بنائیں (النساء) ۱۳ سے ترجمہ: اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا
 فرمایا (الکوثر) ۱۴ سے ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔
 (النساء) ۱۵ سے ترجمہ: مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان (التوبہ) ۱۶ سے ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا
 مگر رحمت سائے جہان کے لئے (الانبیاء) ۱۷ سے ترجمہ: ہر چیز کا روشن بیان (النحل) ۱۸ سے ترجمہ:
 بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں (الحجر) ۱۹ سے ترجمہ: اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں
 پر غالب کرے (الفتح) ۲۰ سے ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا (الانشراح) ۲۱ سے ترجمہ: اور
 ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (الانشراح)

ابراہیم (علیہ السلام) کا مقصود دعا،

اسمعیل (علیہ السلام) کا نورِ نظر،

موسیٰ (علیہ السلام) کا عنوانِ کلام

یحییٰ (علیہ السلام) کا حاصلِ مناجات

عیسیٰ (علیہ السلام) کا مبشر

اور سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواب کی تعبیر ہے

جو رب اکبر کا نائبِ اعظم،

انسان کا محسنِ اعظم،

رسل و ملک کا سہارا

اور جگہ کا داتا ہے۔

اس کی شان کا بیان تو ایک طرف رہا، عرفان بھی ناممکن ہے، خود فرماتے ہیں

يَا أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْرِفْنِي حَقِيقَةً غَيْرَ رَقِي لِي

حضرت امام بوصیری نے کیا ہی جامع اصول پیش کیا ہے۔

دَعُ مَا دَعَاكَ النَّصَارَى فِي نَبِيِّهِمْ دَاخِلَكُمْ بِمَا شِئْتُمْ مَدُ خَافِيهِ وَاحْتِكِم

دَاخِلُكُمْ إِلَى ذَاتِهِ مَا شِئْتُمْ مِنْ شَرَفٍ دَاخِلُكُمْ إِلَى قَدِيدِهِ مَا شِئْتُمْ مِنْ عِظَمٍ

یعنی اے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کرنے والے! عیسائیوں نے اپنے

نبی (علیہ السلام) کے متعلق جو کہا، اُسے چھوڑ کر باقی جو شرف و عظمت چاہے حضور کی قدر و

ذات سے منسوب کر لے درست ہے۔ بالفاظِ دیگر الوہیت اور اس کے خواص نو نہیں، البتہ،

ان کے بغیر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اخلاقِ عالیہ سے متعلق تمام اوصافِ سنہ سے متعفف،

تمام مدارجِ ممکنہ پر فائز اور تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی سے مزین ہیں۔

یہی نقطہ نظر برصغیر کے سب سے پہلے عظیم عالمِ حدیث و فقہ و تصوف، حضرت

لحمہ مطالع المسرات (ترجمہ: اے ابوبکر! مجھے حقیقت میں میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا)

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

مخوال ادر اخذا از بہر حفظِ شرع و پاس دیں
وگر ہر وصف کش می خواہی، اندر مدحش املا کن لے

حقیقت یہ ہے کہ اللہ ذوالجلال والاکرام اپنے رب ہونے میں لاشریک ہے اور
یہ مرلوب ہونے میں شرکتِ غیر سے پاک ہیں۔ (علمائے نے یہ نکتہ قرآن کے لفظ رَبُّكَ سے
بھی اخذ کیا ہے)

مَنْزَرَةٌ عَنْ شَرِيكَ فِي مَخَاسِنِهِ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ ۲ (قصیدہ بردہ)

مجددِ بانیۃِ حاضرہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

خَالِقُ كُلِّ الْوَرَلَى رَبُّكَ لَا غَيْرُهُ ۱۱

نُورُكَ أَضْلَمُ لُورَى غَيْرُكَ لَمْ يَلَيْسْ، لَنْ ۳

یاد رہے کہ عالم ارواح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، سب سے پہلے عدم سے
وجود میں آنا، خلقت ہے اور اس دنیا میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو زینت بخشنا
ولادت ہے۔ آپ کی خلقت ولادت کے متعلق، شیخ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔
باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ سائر خلق افراد انسانی نیست بلکہ بخلق بیچ فردی از افراد

۱۔ ترجمہ: شرع و دین کی محافظت کا تقاضا ہے کہ انہیں ہرگز خدا نہ کہو، ہاں اس کے علاوہ جو
وصف بھی چاہو، ان کی مدح و ثناء میں بیان کر دو۔ ۲۔ ترجمہ: وہ اپنی خوبیوں میں شریک
سے پاک ہیں سو ان میں جو حسن کا جوہر ہے ناقابلِ تقسیم ہے۔ ۳۔ ترجمہ و تشریح: یا رسول اللہ! آپ
کا رب، ساری مخلوق کا خالق ہے اور اس کے سوا ایسا کوئی نہیں۔

آپ کا نور اصل مخلوق ہے اور آپ کے بغیر نہ تھا، نہ ہے، اور نہ ہوگا؛ حاجی امداد اللہ بہاجر مکی
فرماتے ہیں۔ ۴۔ ذاتِ احمد ہے وہ بھر بیکراں جس کا اک قطرہ ہے یہ کون دسکاں

عالم مناسبت ندارد کہ اوصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باوجود نثار عنصری از نور حق جل و علا مخلوق گشتہ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُورِ اللّٰهِ وَوُجِّعْتُ رَا اِیْنَ دَوْلَتِ مِیْسِرِ نَشَدہ است۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دوسرے افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ جہان کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور وجودِ انور مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جسم عنصری رکھنے کے باوجود حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ سرکار نے خود فرمایا ہے میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں، اور دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔ یہ خلقت کا ذکر تھا، اب ولادت کا سنئے، اسی مکتوب میں لکھتے ہیں۔

نوریت کہ در نثار عنصری بعد از انصاف بارحام متکثرہ بمقتضائے حکم و مصالح بصوت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور نموده است وسمی۔ محمد و احمد شاہ (مکتوبات) ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نور ہیں جو (عالم اجسام میں پاک) پشتوں سے (پاک) رجموں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق انسانی صورت میں جو کہ بہترین صورت ہے ظہور فرما کر محمد اور احمد (جیسے مبارک) ناموں سے موسوم ہوئے۔

ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول (عام الفیل) روز
دوشنبہ صبح صادق (بمطابق ۳۶۵ طوفانِ نوح ۲۵۵۸

برائمی ۸۸۲ سنہ سکندری ۶۲۸ ہجری شمسی ۱۷۱۰ سنہ عیسوی) مقام ولادت ام القریٰ مکہ معظمہ
والد سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضور بطنِ مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد فوت ہو گئے۔

داتی سیدہ علیمہ رضی اللہ عنہا

عمر شریف ۵ سال - والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات

عمر شریف ۸ سال - جد امجد سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا وصال

عمر شریف ۱۲ سال پہلا سفر شام اور بحیرا راسب کا اقرار نبوت عمر شریف ۱۴ سال حربہ

عمر شریف ۲۵ سال دوسرا سفر شام اور نسطور راسب کی ختم نبوت پر شہادت، حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح۔

عمر شریف ۳۵ سال تعمیر کعبہ میں نصب حجر اسود کے بارے میں فیصلہ۔ لوگ، عظمت کردار

کے پیش نظر حضور کو الایمن، اور الصادق، کہتے تھے۔

عمر شریف ۴۰ سال ظہور نبوت اولین مومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سید خدیجہ الکبریٰ

حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زید بن حارثہ، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بچوں میں ^{آذا کردہ غلاموں میں} غلاموں میں ^{مردوں میں} غلاموں میں ^{نخاتین میں} غلاموں میں

سنہ نبوی۔ علانیہ تبلیغ۔ قریش کی ایذا رسانی کے سنگین مظاہرے

سنہ نبوی۔ پہلی ہجرت حبشہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ کل مہاجرین ۱۱ مرد ۴ عورتیں۔

سنہ نبوی حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور تین دن بعد حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

کا قبول اسلام (رضی اللہ عنہم) کعبہ میں نماز پڑھی گئی۔ دوسری ہجرت حبشہ (۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں)

سنہ نبوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جناب ابو طالب کی وفات، سفر

طائف اور اہل طائف کی نا قدر شناسی۔

سنہ نبوی مدینہ منورہ کے چھ آدمیوں کا پہلا قافلہ منیٰ میں عقیبہ کے قریب بیعت ہوا۔

سنہ نبوی ۲۷ رجب معراج شریف اور پانچ نمازوں کی فرضیت۔ بیعت عقیبہ

اُدی ۱۲ مدنی مسلمان ہوئے۔

سنہ نبوی بیعت عقیبہ ثانیہ۔ انصار کے ۳۰ مرد اور ۲ عورتیں بیعت ہوئیں۔

۲۷ صفر شب جمعہ سفر ہجرت کا آغاز۔

سلسلہ ہجری یکم ربیع الاول شریف کو غارِ ثور سے باہر تشریف لائے۔ ۱۲ ربیع الاول

کو قبا میں وارد و مسعود۔ یثرب، مدینہ الرسول بن گیا۔ آپ کے میزبان مدینہ منورہ میں حضرت
ابو ایوب انصاری بنے مسجد نبوی، حجراتِ امہات المؤمنین اور مہاجرین کے مکانات
کی تعمیر۔

سلسلہ اذان کا حکم ہوا۔ بیت المقدس کے بجائے کعبہ مکرمہ قبلہ قرار پایا۔ رمضان المبارک
کے روزوں کی فرضیت۔ جنگِ بدر۔

سلسلہ زکوٰۃ کی فرضیت۔ غزوہ احد (سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت)
سلسلہ حرمتِ شراب کا حکم۔

سلسلہ آیت حجاب نازل ہوئی۔ شوال میں غزوہ خندق ہوا۔

سلسلہ صلح حدیبیہ اور مختلف بادشاہوں کو دعوتِ اسلام۔

سلسلہ غزوہ خیبر۔ نجد، غسان اور شام کے حاکموں کا قبولِ اسلام۔

سلسلہ میں فتح مکہ و غزوہ حنین عکرمہ بن ابوجہل مسلمان ہوئے۔

سلسلہ رجب میں غزوہ تبوک۔ فرضیت حجِ عدی بن حاتم، اکیدردالی دومتہ الجندل،

ذی الکلاع بادشاہ حمیر مسلمان ہوئے۔

سلسلہ میں حجۃ الوداع (ایک لاکھ ۴۴ ہزار صحابہ کے ساتھ) اسلام کے اصول سمجھا

کرامت کو وداع کیا۔

سلسلہ ربیع الاول شریف میں وصال۔ حجرۂ عائشہ ابدی آرامگاہ اور کائنات کی

راجدھانی۔

سلسلہ حیات النبیؐ | احادیث شریفہ کی صراحت کے تحت تمام انبیاء علیہم السلام
اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ شہداء ذرا بجا۔

۱۔ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُورِهِمْ یُصَلُّوْنَ (شرح الصدور) انبیائے کرام علیہم السلام

اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَحْبَادَ الْاَنْبِيَاءِ (ابن ماجہ) بیشک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسم کو کھائے۔ اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم تو جانِ حیات اور مدارِ حیات ہیں۔ عالم برزخ میں حضور علیہ السلام کے اشتغال یہ ہیں

النَّظَرُ فِيْ اَعْمَالِ اُمَّتِهِ وَالِاسْتِغْفَارُ لِمَنْ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَالِدُعَاءُ بِكُشْفِ الْبَلَاءِ عَنْهُمْ وَالتَّرَدُّ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ لِحُلُوْلِ الْبَرَكَهٖ فِيْهَا وَحُضُوْرُ جَنَازَةٍ مِّنْ مَّائَاتٍ مِّنْ صَالِحِيْ اُمَّتِهِ فَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ مِنْ جُمْلَةِ اَشْغَالِهِ فِي الْبَرْزَخِ كَمَا وَرَدَتْ بِذٰلِكَ الْاَحَادِيْثُ وَالْاَثَارُ (استبہ الاذکیاء فی حیات الدینا

از امام بیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) یعنی اپنی امت کے اعمال کو دیکھنا اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنا۔ اور ان سے بلا دور کرنے کی دعا کرنا اور اقطارِ زمین میں حلولِ برکت کے لئے تشریف لے جانا اور صالحین امت کے جنازے کو شرکت سے نوازا۔ بیشک یہ امور برزخ میں حضور کے اشتغال میں سے ہیں جیسا کہ احادیث و آثار میں وارد ہے۔

حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ صدیقہ،

حضرت حفصہ بنت فاروق، حضرت زینب بنت خزیمہ،

حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جریرہ، حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان

حضرت یمونہ، حضرت صفیہ، حضرت ماریہ قبطیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

۱۔ حضرت قاسم۔ ۲۔ حضرت عبداللہ (ان کا لقب طیب و

طاہر تھا) ۳۔ حضرت ابراہیم علیہم الرضوان۔

۱۔ حضرت زینب۔ ۲۔ حضرت رقیہ۔ ۳۔ حضرت ام کلثوم

۴۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

چند ارشاداتِ عالیہ | حصولِ برکت کے لئے یہاں صرف چند احادیثِ مبارکہ

کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ اپنے محبوب علیم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

۱۔ تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

۲۔ جب صبح ہوتی ہے تمام اعضاء زبان کی خوشامد کرتے ہیں کہ دیکھ اے زبان ہمارے لئے خدا سے ڈر اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہماری بُری گت ہو گئی۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا جب تجھے بھوک لگے تو ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا پر لات مار۔

۴۔ میں اپنی امت کے بارے میں کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا چھوٹے شرک سے پوچھا گیا وہ کیا ہے، فرمایا 'ریا' ہے۔

۵۔ فرمایا کیا سبب ہے میں تم میں عبادت کی حلاوت و چاشنی نہیں پاتا عرض کیا گیا عبادت کی حلاوت و چاشنی کیا ہے فرمایا وہ (حلاوت) تواضع اور خاکساری ہے۔

۶۔ تم میں سے عاقل و نادان وہ شخص ہے جس کے دل میں خوفِ خدا ہو۔

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اگر تمہیں کل قیامت کے روز مجھے ملنا منظور ہے تو درویشوں اور فقیروں کی مانند زندگی بسر کرو اور تو نگروں کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کرو اور جب تکسیر بن کو پیوند نہ لگے بدن سے نہ اتارو۔

۸۔ تمام انسان مردہ ہیں اور ذاکر زندہ ہیں۔

۹۔ میری امت میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سکھے اور لوگوں کو سکھائے۔

۱۰۔ سخادت ایک درخت ہے بہشت میں، اس درخت کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی

ہیں، اب (ریا) جو سخی ہو گا، اس درخت کی ڈالیوں میں سے ایک ڈالی پکڑے گا وہ ڈالی اسے جنت میں لے جائے گی۔

۱۱۔ لوگ کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلدی فنا ہو جاتا ہے اور بعض کو جلدی غصہ آتا ہے اور جلدی فنا ہو جاتا ہے اور بعض کو جلدی غصہ آتا ہے مگر فنا ہونے کا نام تک نہیں لیتا لیکن سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو دیر میں خفا ہو اور جلدی معاف کر دے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم گرامی عبداللہ، لقب صدیق و عتیق، حضرت ابو قحاذہ عثمان کے صاحبزادے، حضور سید کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف سے دو سال کچھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب ساتویں پشت یعنی حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔ مردوں میں اولین مومن ہیں۔ آپ کی تبلیغ سے عشرہ مبشرہ میں سے سیدنا عثمان غنی، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ سفر ہجرت، بالخصوص غار ثور میں سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں رہنا آپ کے بہترین فضائل میں سے ہے۔ قرآن کے الفاظ ثانی اثنین اِذْ هَمَانِي الْغَارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللَّهَ مَعَنَا میں آپ کی صحابیت اور معیت کی طرف واضح ترین اشارہ ہے جو آپ سے مخصوص ہے۔ قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر اِذْ هَمَانِي الْغَارِ (فضیلت والے) اور اِذْ هَمَانِي الْغَارِ (زیادہ پرہیزگار) کہہ کر آپ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (اور جو سچ لایا اور جس نے اسے سچ مانا، وہی پرہیزگار ہیں) میں بارشاد مولا علی کرم اللہ وجہہ سچ لانے والے سید ابراہیم اور سچ ماننے والے یار غارِ فضل صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ)

۱۲۔ دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبہ)

آپ کے فضائل میں بہت سی احادیث ہیں، چند ایک عرض کی جاتی ہیں۔

۱۔ اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔

۲۔ ہم نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دے دیا ہے۔ مگر ابو بکر کا احسان ایسا ہے کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔

۳۔ مجھے ابو بکر مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۴۔ اے ابو بکر تم میری امت میں سب سے پہلے بہشت میں داخل ہو گے۔

۵۔ مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي إِلَّا صَبَبْتُهِ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ يَعْنِي حَفَاقَ دِمَعَارِ

میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالا وہی میں نے ابو بکر کے سینے میں ڈال دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دنوں میں انہیں اپنی جگہ امام بنایا مولانا علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک یہ آپ کی خلافت کی تین دلیل ہے۔

آپ نے دورِ خلافت میں اپنی بے نظیر استقامت سے انکارِ ختم نبوت اور انکارِ زکوٰۃ جیسے فتنوں کا استیصال فرمایا۔ قرآن حکیم یکجا ہوا اور بہت سے علاقے فتح ہوئے۔ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۳۱ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضرات خلفائے اربعہ میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے کیونکہ اس امر پر اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد افضل البشر جناب صدیق اکبر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر

اے ردایات میں آتا ہے کہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ رومہ مقدسہ سے باہر رکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حجرے کے اندر دفن کی اجازت طلب کی گئی تو آذانی اُدخلوا الْمُحَبِّبَ إِلَى الْمُحَبِّبِ یعنی یار کو یار کے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضور اکرم علیہ السلام کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا، اقبال فرماتے ہیں۔

اے امن الناس بر مولائے ما
ہمت اُدکشت ملت را چو ابر
اے کلیم اول سینائے ما
ثانی اسلام دغارد بدر دقبر

۱۔ ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز آنا ادراک ہے۔
 ۲۔ ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال چھوڑ
 دیا کرتے تھے۔

۳۔ جس شخص نے گناہوں کو ترک کیا اس کا دل نرم ہو گیا اور جس نے حرام کو ترک کیا۔
 اس کا فکر و اندیشہ پاک ہو گیا۔

۴۔ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے،
 توبہ کرنے والے سے خوش ہو، گنہگار کے لئے مغفرت طلب کرے، مصیبت زدہ کے لئے
 دعا کرے، احسان کرنے والے کی مدد کرے۔

۵۔ تاریکیاں پانچ ہیں اور ان کے چراغ پانچ ہیں حُب دنیا تاریکی ہے اور اس کا چراغ
 تقویٰ ہے۔ گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔ قبر تاریکی ہے اور اس کا چراغ
 لا الہ الا اللہ ہے۔ آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے، پل صراط تاریکی
 ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ فارسی الاصل ہیں۔ والد کے دین مجوس سے بنیاد ہو کر تلاش
 حق میں نکلے تو یہودیت اور پھر نصرانیت اختیار کی۔ آخری راہب نے مرتے وقت بشارت
 دی کہ مدینہ میں پیغمبر آخر الزماں کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے، حسب وصیت مدینہ شریف
 کی راہ لی ایک شخص نے غلامی کی تہمت لگا کر گرفتار کر لیا اور بنو قریظہ کے ایک یہودی کے
 ہاں بیچ دیا۔ حضور اکرم مادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ شریف تشریف لائے تو یہ
 حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ شہ میں سرکار کی برکت سے یہودی کی غلامی سے بھی آزادی

مل گئی۔

فضائل: ۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سابقین چار ہیں، میں سابق عرب ہوں، صہیب سابق روم، سلمان سابق فرس اور بلال سابق حبشہ۔

۲۔ جنگ خندق کے موقع پر انصار و مہاجرین انہیں اپنے اپنے ٹوٹے میں گننے لگے تو صہیب بندہ نواز صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَلَمَانٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ د یعنی سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے)

۳۔ آپ نبجائے صحابہ کرام اور اصحاب صفہ سے ہیں۔

بطور گورنر:۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر بنایا تو سارا وظیفہ پانچ ہزار دہم سالانہ خیرات کر کے خود بوریابانی پر گزار دے کرتے۔ آخر گھر بنایا بھی تو ایسا کہ کھڑے ہوں تو سر چھپت سے جاگے لیٹیں تو پاؤں دیوار سے اپنی دھاریار کملی کا کچھ حصہ اور پراڑھ لیتے اور کچھ نیچے بچھا لیتے۔ بعض لوگ مزدور سمجھ کر سامان اٹھوا لیتے تو ان کے معلوم ہونے پر بھی ان کے عذر کے باوجود منزل پہ پہنچا کے آتے۔ وفات:۔ ۱۰ رجب ۳۳ھ کو اڑھائی سو سال کی عمر میں ہوئی۔ اس وقت یہ آواز آرہی تھی السلام علیک یا دلی اللہ السلام علیک یا صاحب رسول اللہ۔ ان کی زوجہ فرماتی ہیں کہ آواز دینے والا نظر نہیں آتا تھا۔

ارشادات عالیہ | کسی نے نسب پوچھا تو فرمایا سلمان بن اسلام (اسی لئے شاعر مشرق فرماتے ہیں۔

فارغ از باب دام و اعمام شو ہچو سلمان زادۃ اسلام شو

۲۔ تعجب ہے طالب دنیا پر جس کو موت طلب کر رہی ہے اور تعجب ہے اس غافل پر جس کو فراموش نہیں کیا گیا اور تعجب ہے اس سنسنے والے پر جو یہ نہیں جانتا کہ اس کا پردگار اس سے راضی ہے یا ناخوش۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا کہ تمہارا روزِ نہ مثلِ توشہ سوار کے ہو۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم

آپ حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر اور سیدنا امام زین العابدین کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ باپ کے قتل ہونے پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس یتیم بھتیجے کی تربیت فرمائی۔ نسبت باطنی آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے حاصل کی۔ آپ کبار تابعین اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ زہد و اتقا سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں اپنی مثال آپ تھے۔ یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سختیانی اور امام بخاری جیسے بزرگوں نے ان کی لاجواب علمی فضیلت کی گواہی دی ہے۔ عمر بن عبد العزیزؓ فرمایا کرتے تھے اگر امر خلافت میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کے سپرد کرتا۔

ستریا بہتر سال کی عمر میں (۳۸ھ یا ۳۹ھ میں) مکہ و مدینہ کے درمیان مقام قدید میں وفات پائی اور مثل میں دفن ہوئے جو قدید سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

آپ حضرت امام زین العابدین کے پوتے اور حضرت امام باقر کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ ام فردہ ہیں۔ آپ کے نانا حضرت قاسم، سیدنا صدیق اکبر کے پوتے اور نانی حضرت اسماء بنت عبد الرحمن جناب صدیق کی پوتی تھیں۔ اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے۔ **وَلَدَنِي الْوَبْكِرُ مَرَّتَيْنِ** (یعنی حضرت ابو بکرؓ نے مجھے دو بار جنا) رضی اللہ عنہم

آپ ۳۸ھ میں مدینہ منورہ میں متولد ہوئے۔ حق گوئی کی بنا پر لوگوں نے صادق کہنا شروع کیا۔ آپ اہل بیت کے چھٹے امام ہیں اور آپ کی سیادت و امامت متفق علیہ ہے۔ لطائف تفسیر اور اسرار تنزیل میں یکتا اور حافظ الحدیث تھے۔ امام اعظم کو آپ

کی شاگردی پر ناز تھا بقول داتا گنج بخش آپ کے اشاراتِ جلیلہ تمام علوم میں مشہور ہیں سخی ایسے کہ بروایت ہیا ج بن بطلیم اپنے عیال کے لئے کچھ بھی نہ رہنے دیتے۔ داؤد طائی نے طلبِ نصیحت پر اصرار کیا تو فرمایا: مجھے نکر ہے کہیں قیامت کے دن میرے جد بزرگوار میرا دامن نہ پکڑے کہ تو نے حق متابعت کیوں نہ ادا کیا کیونکہ یہ کام نسب کی شرافت پر موقوف نہیں اور بارگاہ رب العزت میں عمل کی پسندیدگی معتبر ہے: داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضور سید کل صلی اللہ علیہ وسلم اور والدہ ماجدہ فاطمہ قبل رضی اللہ عنہا ہیں، ان کا یہ حال ہے۔

تعظیمِ رسول :- بقول امام مالک آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو رنگ زرد ہو جاتا۔ آپ نے کبھی حدیث بے وضو بیان نہ فرمائی۔ کرامات :- مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ کی دعا سے غیب سے انگور اور دو چادریں آئیں اور مکہ معظمہ میں ایک بیوہ کی مردہ گائے زندہ کر دی گئی۔ (دیگر بہت سی کرامات تذکرۃ الاولیاء وغیرہ میں مذکور ہیں۔)

وفات : ۱۵ رجب ۱۴۸ھ کو ۶۸ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور جنت البقیع کے قبہ اہل بیت میں دفن ہوئے۔

ارشادات | ۱۔ ایک دفعہ فرمایا، میں اپنے اعمال پر شرماتا ہوں اور اپنے نفس کے عیوب پر نظر کر کے ڈرتا ہوں کہ بڑی قیامت

جدید صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا (کشف المحجوب)

۲۔ چار چیزیں ہیں جن سے شریف آدمی کو عار نہ چاہیے۔ ۱۔ اپنے والد کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔ اپنے چوپایہ کی خبر لینا خواہ اس کے سونگلام ہوں۔ اپنے استاد کی خدمت کرنا۔

۳۔ علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ بادشاہوں کے دروازوں

پر نہ جائیں۔

۴۔ جس نے اللہ کو پہچانا اس نے ماسوا سے منہ پھیر لیا۔ (کشف المحجوب)

۵۔ عبادت تو بہ کے سوا درست نہیں۔ (کشف المحجوب)

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ

احم گرامی طیفور بن عیسیٰ بن آدم، لقب سلطان العارفین، سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روحانیت سے باطنی فیض پایا (کیونکہ ان کا وصال آپ کے زمانے سے بہت پہلے ہو چکا تھا)

بچپن ہی میں والدہ سے اجازت لے کر گھر سے نکلے اور مجاہدے شروع کئے جو پورے تیس سال تک رہے۔ اس کے دوران آپ نے اپنے نفس کو جو سب سے آسان تکلیف دی وہ سال بھر تک پیسا رکھنا تھا۔

حج کرنے گئے تو فاسغ ہو کر واپس گھر آئے پھر اگلے سال مدینہ منورہ کی نیت سے احرام باندھ کر دربار رسول (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں حاضری دی گویا آپ کے کمال ادب نے گوارا نہ کیا کہ زیارت مدینہ کو حج کے تابع رکھا جائے۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں 'بایزید ہماری جماعت میں ایسے ہیں جیسے جبریل علیہ السلام فرشتوں میں، مگر یہ اوج مقام بقول حضرت بایزید، والدہ کی خدمت سے ملا۔ اتباع سنت کا یہ حال تھا کہ سنت کی تحقیق نہ ہو سکنے کی بنا پر غرلوزہ نہ کھایا۔ زہد و ولایت کے ایک مدعی کو کعبہ شریف کی طرف تھوکتے دیکھا تو بغیر ملے واپس آ گئے۔ آپ کے زہد و تقویٰ کی حکایات محیر العقول ہیں۔ ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو بسطام میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

ارشادات | ۱۔ میں نے رب العزۃ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ اے

میرے پروردگار! میں تجھے کس طرح پاؤں فرمایا اپنے نفس کو چھوڑا اور میری طرف آ۔
 ۲۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ انسان متواضع کب ہوتا ہے فرمایا جب اپنی ذات کے لئے کوئی مقام و حال نہ دیکھے اور نہ لوگوں میں اپنے سے بدتر کسی کو سمجھے۔
 ۳۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو نعمتیں دیں تاکہ ان کے سبب سے اللہ کی طرف رجوع کریں مگر وہ ان کے سبب سے غافل ہو گئے۔

۴۔ میں نے ایک رات اپنی محراب میں پاؤں پھیلایا۔ ہاتھ نے مجھے آواز دی جو شخص بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اُسے چاہیے کہ حسن ادب سے بیٹھے۔
 ۵۔ عام مومنوں کے مقام کی انتہا اولیاء کے مقام کی ابتدا ہے اور اولیاء کے مقام کی انتہا شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے اور شہیدوں کے مقام کی انتہا صدیقوں کے مقام کی ابتدا ہے اور صدیقوں کے مقام کی انتہا نبیوں کے مقام کی ابتدا ہے اور نبیوں کے مقام کی انتہا رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے اور رسولوں کے مقام کی انتہا اولو العزم کے مقام کی ابتدا ہے اولو العزم کے مقام کی انتہا حضرت محمد مصطفیٰ کے مقام کی ابتدا ہے اور حضرت مصطفیٰ کے مقام کی انتہا معلوم نہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوائے حق تعالیٰ کوئی آپ کے مقام کی انتہا نہیں جانتا۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ

نام نامی علی بن احمد، کنیت ابوالحسن، حضرت بایزید بسطامی کی روحانیت سے فیض حاصل کیا۔ عشاء کی نماز خرقان میں باجماعت ادا کر کے حضرت بایزید کے مزار پر حاضری دیتے اور نماز صبح اسی وضو سے خرقان میں آکر ادا کرتے۔ واپسی میں، اہتمام یہ تھا کہ روسنہ شریف کو بیٹھ نہ ہو۔ بارہ برس کے بعد حضرت بایزید نے کامیابی کی خوشخبری دی تو تمام ظاہری و باطنی علوم آپ پر منکشف ہو گئے۔

مولنا روم نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت بایزید نے بہت پہلے ہی آپ

کی تاریخ پیدائش، نام، شکل و علیہ، حصول نسبت اور مقام بلند کی پیش گوئی کر دیتی تھی۔ آپ کا وصال شریف ۱۰ محرم ۵۵۵ھ کو خرقان میں ہوا۔ آپ کی وصیت کے مطابق قبر شریف تیس گز گہری کھودی گئی تاکہ مزارِ بایزید سے اونچی نہ رہے۔ آپ کا یہ ارشاد بھی مشہور و مجرب ہے کہ جو میرے سنگِ مزار پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگے گا، پوری ہوگی۔

ارشادات | ۱۔ ایک دن آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ کونسی چیز بہتر ہے انہوں نے عرض کیا 'اے شیخ آپ ہی فرمائیے' فرمایا وہ دل جس میں خدا کی یاد ہو۔

۲۔ صدق یہ ہے کہ دانسان (دل سے بات کہے یعنی وہ بات کہے جو اس کے دل میں ہو۔
۳۔ جو کچھ تو خدا کے لئے کرتا ہے اخلاص ہے اور جو کچھ بندوں کے واسطے کرتا ہے ریا ہے۔

۴۔ تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں لیکن مردہ ہے کہ ساٹھ سال اس پر گزر جائیں مگر فرشتہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی ایسی چیز نہ لکھے کہ جس کے سبب اُسے حق تعالیٰ سے شرمندہ ہونا پڑے اور وہ حق کو ایک لمحہ فراموش نہ کرے۔
۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ کے فعل کی پیروی کرے نہ وہ شخص جو کاغذی سیاہ کرے۔

حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رسی اللہ منہ

اسم مبارک فضل بن محمد بن علی، کنیت ابوعلی، فارمد میں جو طوس کے نواح میں ہے ۷۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ و حدیث کا علم جید علما سے حاصل کیا اور وعظ و تذکیر میں امام ابوالقاسم قشیری صاحب رسالہ کے تلمذ سے یکتائے روزگار ہوئے۔ علم باطن کا انتساب شیخ بزرگوار ابوالقاسم گرگانی اور قطبِ وقت حضرت ابوالحسن فرقانی (علیہ السلام) سے ہے۔

سے ہے۔ امام غزالی باطن میں آپ سے مستفید ہوئے۔ تاریخ وصال: ربیع الثانی ۷۷۵ھ
اور مزار شریف طوس میں ہے۔

حضرت یوسف بن ایوب ہمدانی قدس سرہ

اسم مبارک یوسف بن ایوب، کنیت ابو یعقوب، نواح ہمدان میں موضع بُوزِ بُرْد
میں قریباً ۷۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد آکر ابواسحق شیرازی سے
فقہ پڑھی پھر مختلف محدثین سے سماع حدیث کیا۔ شیخ ابو علی فارمدی (جن سے انتساب
ہے) کے علاوہ شیخ عبداللہ جوینی اور شیخ حسن سمنانی (علیہم الرحمہ) سے بھی فیض پایا۔ آپ
شریعت و طریقت میں مقام بلند پر فائز تھے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ابتدائے
حال میں آپ سے اپنی ملاقات کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے آپ کی بہت تعریف
فرماتے ہیں۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

دوشنبہ ۲۲ ربیع الاول ۷۷۵ھ تاریخ وصال ہے۔ مزار پر انوار مرد میں ہے۔
ارشاد:۔ تم خدا تعالیٰ سے صحبت رکھو۔ اگر یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کے ساتھ
صحبت رکھو جو خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد و مکن غجدان ہے جو بخارا سے چھ فرسنگ ہے۔ آپ کے والد
ماجد حضرت عبدالجلیل بہت بڑے عالم اور دلی تھے۔ انہیں حضرت خضر علیہ السلام
نے آپ کی پیدائش کی خوشخبری دی تھی اور عبدالخالق نام رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ آپ
کو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنی فرزندگی میں لیا اور دو توبہ عددی کی تعلیم دی بعد ازاں
انہی کے ارشاد پر آپ حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔

وہ ذکر بالجہر کرتے تھے مگر آپ کو خضر علیہ السلام کے طریقہ تعلیم کے مطابق خفیہ ذکر کی اجازت مل گئی۔ شیخ کامل کی بارگاہ میں حاضری کے وقت آپ کی عمر بائیس برس تھی۔ آٹھ کلمات جو خواجگان نقشبند کے طریق عمل کو ظاہر کرتے ہیں، انہی سے چلے ہیں رہوش دردم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، بازگشت، نگہداشت (یادداشت) ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۰۵۵ھ کو وفات پائی۔ مزار مبارک غجدان میں ہے۔

حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہ

آپ حضرت خواجہ عبدالخالق کے خلیفہ اعظم ہیں۔ باطنی کمالات حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ کی خدمت ہی میں رہے اور ان کے وصال پر سجادہ ارشاد پر بیٹھے۔ آپ نے یکم شوال ۱۱۶۷ھ میں انتقال فرمایا۔ مرقہ مبارک ریوگری میں ہے جو بخارا سے چھ فرسنگ اور غجدان سے ایک فرسنگ شرعی ہے۔

خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ

آپ موضع انجیر فغنہ میں پیدا ہوئے جو علاقہ بخارا میں دابکنہ کا ایک گاؤں ہے۔ رہائش دابکنہ میں رکھی۔ وجہ معاش گل کاری تھی۔ آپ نے حضرت خواجہ عارف قدس سرہ کے ایک اشارے کے مطابق ذکر جہر شروع کیا۔ مولانا حافظ الدین بخاری نے وجہ پوچھی تو فرمایا سوتوں کو جگانے اور غافلوں کو ہشیار کر کے راہ راست پر لانے اور توبہ و استقامت کی طرف رغبت دلانے کے لئے۔ پھر آپ نے فرمایا ذکر جہر اس شخص کے لئے جائز ہے جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو اور جس کا حلق حرام و شبہ اور دل زیادہ معہ سے اور باطن توجہ بہا سوا سے پاک ہو

ایک روایت کے مطابق حضرت خواجہ علی رامیتنی نے جناب خضر علیہ السلام

سے شیخ کامل کی نشاندہی کے لئے عرض کیا تو انہوں نے حضرت خواجہ محمود کا نام لیا
(رحمۃ اللہ علیہما)

ایک روایت کے مطابق آپ کی تاریخ وفات ۷۰۰ ربيع الاول ۸۱۵ھ ہے۔ مزار
اقس دابکنہ میں ہے۔

حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ القوی

سلسلہ خواجگاں میں آپ کا لقب حضرت عزیزاں ہے صنعت ہافنگی میں شغول
رہا کرتے تھے، بعض فرماتے ہیں مولانا جلال الدین رومی کے اس شعر میں آپ ہی کی طرف
اشارہ ہے۔

گر نہ علم حال فوق قال بوئے کے شدے

بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

ولادت رامیتن میں ہوئی جو بخارا سے دو فرسنگ ہے۔ پھر بادرد میں اور
پھر خوارزم میں عوام و خواص کو شراب عشق سے سرشار کرتے رہے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے خواجہ محمد اور خواجہ ابراہیم۔ آپ نے چھوٹے صاحبزادے
کو سجادہ نشین قرار دیا۔ بعض لوگوں کے دل میں اعتراض پیدا ہوا تو فرمایا خواجہ محمد ہمارے
بعد زیادہ دیر دنیا میں نہیں ٹھہریں گے چنانچہ آپ کے وصال سے انیس روز بعد وہ
وفات پا گئے۔

وصال شریف ۲۸ رزی ۸۱۵ھ کو ہوا۔ مزار مبارک خوارزم میں زیارت گاہ
خاص دعام ہے۔

ارشادات | ۱۔ پوچھا گیا ایمان کیا ہے، فرمایا توڑنا اور جوڑنا یعنی ماسوا
سے توڑنا اور حق تعالیٰ سے ملانا۔

۲۔ علم حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا خواجہ نساج (باضدہ) کے کب غلام بنتے۔

۲۔ دو وقت اپنے تئیں خوب نگاہ رکھنا چاہیے بات کرتے وقت اور کوئی چیز کھاتے وقت۔

۳۔ یہ مشہور رباعی آپ کی ہے۔

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت دز تو نرمید ز حمت آب و گلت
از صحبت دے اگر تبرانہ کنی ہرگز نکند روح عزیزان بجلت

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ

آپ موضع سماسی میں رہائش پذیر تھے جو رامپتن سے ایک فرسنگ یا بقول حضرت شاہ ولی اللہ مضافات مشہد سے ہے۔ حضرت عزیزان نے وفات سے کچھ پہلے تمام دوستوں کو آپ کی متابعت کا حکم دے کر آپ کو خلافتِ خاصہ سے نوازا۔ آپ پر استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔ تاریخ وصال ۱۰ جمادی الاخری ۱۰۵۵ھ ہے مزار سماسی میں ہے۔

ایک قول کے مطابق آپ موضع سماسی کی نسبت سے سماسی ہی ہیں،
حضرت سید امیر کلال قدس سرہ

اسم گرامی شمس الدین، صحیح النسب سید، مولد قریہ سوخار جو سماسی سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر ہے کوزہ گری کی وجہ سے کلال کہلائے۔

ایامِ حمل میں اگر آپ کی والدہ کوئی مشتبہ لقمہ کھا لیتیں تو پیٹ میں درد شروع ہو جاتا۔ اور جب تک وہ (لقمہ) باہر نہ آ جاتا، آرام نہ آتا۔

پہلے پہلوان تھے مگر خواجہ سماسی کی نظرِ کیمیا اثر نے شہسوارِ عرصہ طریقت بنا دیا۔

تاریخ وصال ۱۵ جمادی الاولی ۱۰۵۶ھ ہے۔ مزار پر انوار سوخار میں ہے۔

۱۔ جس شخص کے پاس بیٹھنے سے تیری دلجمعی نہ ہوتی نیز آب و گل کی زحمت (یعنی ذمائم بشریت) سے تو پاک نہ ہوا، پھر بھی تو اس کی صحبت سے بیزار نہیں تو عزیزان کی روح تجھے کبھی برا فائدہ نہیں کریگی۔

امامِ طریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ

طریقہ نقشبندیہ آپ ہی سے منسوب ہے، پہلے اسے حضرت صدیق اکبر کی نسبت سے صدیقیہ، پھر حضرت بایزید کی وجہ سے طیفوریہ اور پھر خواجہ عبدالخالق کی مناسبت سے خواجگانہ کہتے تھے۔ خواجہ نقشبند کا شجرہ نسب پچیس واسطوں سے حضرت امیر المومنین مولانا کرم اللہ وجہ سے جاملتا ہے۔
نقشبند

آپ کی ولادت ۴ محرم ۷۱۷ھ میں قصر عارفاں میں ہوئی جو بخارا سے ایک فرنگ ہے حضرت بابا سمایی کو شک ہندواں سے گذرتے تو فرماتے ازیں خاک بوتے مردے می آید زود باشد کہ کو شک ہندواں قصر عارفاں شود اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے جلدی ہی کو شک ہندواں قصر عارفاں بننے والا ہے) ایک روز بابا سمایی حضرت امیر کلال کے مکان سے کو شک ہندواں (قصر عارفاں) کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا وہ خوشبو اب زیادہ ہو گئی ہے۔ اور بے شک وہ مرد پیدا ہو گیا ہے اس روز آپ کی ولادت کو تین دن ہو چکے تھے، تو حسب روایت حصول برکت و توجہ کے لئے آپ کے جد امجد آپ کو لے کر خواجہ سمایی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا یہ وہی مرد ہے جس کی ہم نے خوشبو سونگھی تھی یہ اپنے وقت کا مقتدا ہوگا، نیز اپنی فرزندگی میں قبول کر کے حضرت سید امیر کلال کو فرمایا۔ تم میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں شفقت و تربیت سے دریغ نہ کرنا اس سلسلے میں تمہاری کوتاہی معاف نہیں ہوگی، حضرت امیر نے کھڑے ہو کر اور ادب سے سینے پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا ”اگر کوتاہی کروں تو مرد نہیں“

مناسب وقت آیا تو حضرت امیر کلال نے آپ کی تربیت میں پوری ہمت صرف کر دی۔ پھر آپ کی بلندی استعداد کے پیش نظر دوسرے چہمہ ہائے فیض سے بھی سیراب ہونے کی پرزور تلقین فرمائی، چنانچہ آپ نے مولانا عارف دیک کرانی، حضرت

قثم شیخ اور حضرت خلیل آتا سے بہت کچھ حاصل کیا۔ (رحمۃ اللہ علیہم) خواجہ عبدالخاق
عجدانی کی روحانیت بھی آپ کو دولتِ عرفان سے مالال مال کرتی رہی۔

۳ ربیع الاول ۸۹۷ھ کو دصال ہوا مزار مبارک قصرِ عارفان میں ہے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الصلوۃ معراج
المومنین (نماز مومنوں کی معراج ہے) یہ نماز حقیقی کے درجہ

کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے روزہ میرے واسطے ہے، یہ صوم حقیقی
کی طرف اشارہ ہے جو ماسوائے حق سے امساک کلی کا نام ہے۔

۳۔ جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا، اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔

۴۔ مشائخ کہتے ہیں مجاز حقیقت کا پل ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ تمام عبادات ظاہری
قولی ہوں یا فعلی، مجاز ہیں، جب تک ساک ان سے نہ گزرے گا، حقیقت کو نہ پہنچے گا۔
۵۔ درویشی کیا ہے باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ

نام نامی محمد بن محمد بخاری، صحیح النسب سید، خواجہ نقشبند کے خلیفہ اعظم اور داماد۔

حضرت خواجہ نے بہت سے طالبوں کو اپنی زندگی میں ان کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت

سید شریف جرجانی فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدین کی صحبت میں نہ پہنچا،

رفض سے رہائی نہ پائی اور جب تک خواجہ علاء الدین کی صحبت سے مشرف نہ ہوا،

خدا تک نہ پہنچا۔ حضرت علاء الدین کا خاص طریقہ ہے جسے علانیہ کہتے ہیں تاریخ دصال

۱۸ رجب ۸۵۲ھ اور مزار مبارک چغانیاں میں ہے۔

ارشاد :- اہل اللہ کی صحبت میں ہمیشہ رہنا عقلِ معاد کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔

حضرت مولانا یعقوب (بن عثمان) چرخي رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی سکونت موضع چرخ (علاقہ غزنی) میں تھی۔ ابتدائے احوال میں، ہرات اور دیارِ مصر میں تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ سلوک کا خیال آیا تو خواجہ نقشبند کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ ان کے ارشاد پر، ان کے وصال کے بعد خواجہ عطار سے تکمیل کی چنانچہ انہی کے خلفاء میں محسوب ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید کے آخری دو پاروں کی تفسیر لکھی، رسالہ انسہ بھی آپ کی تصنیف ہے۔ وفات شریفہ ۸۵۷ھ میں ہوئی مزار مبارک ہَلْفَتُونُز دھوار (ماوراء النہر) میں ہے ارشاد: میں نے حضرت خواجہ نقشبند سے پوچھا کہ میں آپ کو قیامت میں کس عمل سے پاؤں ارشاد فرمایا تشرع (یعنی پابندی شریعت) سے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ

اسم گرامی عبید اللہ، لقب ناصر الدین اور خواجہ احرار (جو کثرت استعمال سے احرارہ گیا) یاغستان جو تاشکند (واقع توران) کے نواح میں ہے، رمضان ۷۸۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ایام نفاس گزرنے کے بعد ماں کا دودھ پیا۔ بچپن ہی سے مشائخ کے مزارات سے انس تھا۔ غلبہ باطنی، ظاہری علوم کی زیادہ تر تحصیل میں حائل رہا تاہم آپ کا علم لدنی بڑے بڑے علمائے ظاہر کو درطہ عیرت میں ڈال دیتا تھا۔ بہت سے بزرگوں سے کسب فیض کرنے کے بعد حضرت یعقوب چرخي سے بیعت ہوئے۔ خواجہ چرخي نے فرمایا بطلب کو کامل کی بارگاہ میں خواجہ عبید اللہ کی طرح آنا چاہیے کہ چراغ اور تیل بتی سب تیار ہے، خلافت و اجازت لے کر انیس سال کی عمر میں واپس گھر پہنچے۔ یہاں آکر زراعت شروع کی، رب اکرم نے آپ کے مال و منال، گلہ و مویشی اور اسباب و املاک میں بے اندازہ برکت دی مگر یہ سب کچھ درویشوں کے لئے تھا مولانا جامی فرماتے ہیں۔

دیں مزرع فشانہ تخم دانہ دران عالم کند اسب رخانہ

آپ نے مولانا نظام الدین خلیفہ خواجہ عطار کی پیشگوئی کے مطابق کئی بادشاہوں کو سیدھا کیا۔ تاریخ وصال ۲۹ ربیع الاول شریف ۸۹۵ھ ہے مزار اقدس محوطہ ملایاں (محلہ خواجہ کفیر) میں ہے۔

حضرت مولانا محمد زاہد قدس سرہ

آپ حضرت خواجہ یعقوب چرخچی کے نواسہ ہیں۔ ذکر کی تلقین انہی کے کسی خلیفہ سے حاصل کی۔ خواجہ احرار کا شہرہ سنا تو حصار سے سمرقند کو روانہ ہوئے اور یہاں آکر محلہ دانرا میں ٹھہرے۔ خواجہ احرار جو یہاں تین کوس دور اپنی اقامت گاہ پر تھے، بذریعہ کشف معلوم کر کے خود استقبال کو تشریف لائے۔ مولانا نے قدمبوسی کے بعد بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ خواجہ نے بیعت کر کے اسی مجلس میں درجہ تکمیل تک پہنچا دیا اور خلافت سے بھی نوازدیا۔ موضع وحش (نزد حصار) میں غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہ

آپ حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے۔ پندرہ سال تک تجرید تفرید کی حالت میں بے خور و خواب بیا بالوں میں بسر کئے حتیٰ کہ خواجہ خضر علیہ السلام کی ہدایت پر اپنے ماموں حضرت محمد زاہد کی بارگاہ میں بیعت ہوئے اور تکمیل کو پہنچے۔ ان کے وصال کے بعد ہی ان کے مستقل نائب ہوئے۔ شہرت سے بچنے کے لئے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ شیخ نور الدین خوانی آئے تو انہوں نے لوگوں کو ان کے مقام بلند سے آگاہ کیا۔ تاریخ وصال ۱۹ محرم ۹۷۵ھ ہے اور مزار مبارک موضع استقرار (مادر النہر) میں ہے۔

حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

نام مبارک خواجگی دمنوب بہ خواجہ (موضع امکنہ دواقع بخارا) میں سکونت کی وجہ سے امکنگی کہلائے۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ برحق تھے۔ تیس سال تک سند خلافت پر رونق افروز رہے۔ معمر ہونے کے باوجود مہانوں کی خدمت خود کرتے حتیٰ کہ ان کی سواریوں کی بھی نگہداشت کرتے تھے۔ آپ خواجہ نقشبند قدس سرہ کے اصل طریقے کے پابند تھے۔ فیض باطنی کے لئے علما و فضلا، امرا و فقرا بلکہ ملوک و سلاطین بھی حاضر ہوتے۔ عبداللہ خاں والی توران نے آپ کو دربار رسالت دعلی صاحبہا (الصلوۃ والسلام) کی درباری کرتے دیکھا تو نیاز مندانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے وفات سے چند روز قبل خود اپنے خلیفہ خواجہ محمد باقی کو ایک خط میں یہ دو شعر تحریر فرمائے۔

زماں تازماں مرگ یاد آیدم ندانم کنوں تاچہ پیش آیدم
جدائی مباد امر از حسدا دگر ہرچہ پیش آیدم شایدم

خط کے پہنچتے ہی خبر وفات بھی مل گئی۔ نوے سال کی عمر میں ۲۲ شعبان ۱۰۰۹ھ میں وصال فرمایا۔ مزار اقدس امکنہ میں ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ کے والد ماجد حضرت قاضی عبدالسلام خلجی بمقصدی قریشی رحمۃ اللہ علیہا بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ ایک مدت سے کابل میں مقیم تھے۔ حضرت خواجہ یہیں ۱۰۱۷ھ یا ۱۰۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔ بلند ہمتی بچپن ہی سے پیشانی مبارک سے نمایاں تھی۔ علوم ظاہری کا آلتساب مولانا محمد صادق حلوانی نے۔ کبھی صرف امکنہ کی نسبت سے خواجہ امکنگی بھی کہتے ہیں۔

سے کیا مردانِ خدا کی تلاش میں مادرِ اہنر کا کونہ کونہ چھان مارا بلکہ دلی اور لاہور کے سالکوں اور مجذوبوں سے ملاقات کی اور فیض پایا۔ ایک ایسے ہی سفر میں تھے کہ حضرت خواجگی نمودار ہوئے اور فرمایا: اے فرزندِ چشمِ مبراہ شماسست (ہماری آنکھ تمہاری راہ پر لگی ہوتی ہے) آپ نے کیفِ دُور کے عالم میں جواب دیا۔

۵ مے گز شتم ز غم آسودہ کہ ناگہ زخمیں

عالمِ آشوب لگا ہے سر راہم بگرفت

یعنی میں غم سے آزاد پھر رہا تھا کہ اچانک ایک عالمِ آشوب نظر نے گھات

سے نکل کر سر راہ ہی مجھے گرفتار کر لیا۔

چنانچہ آپ انہی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے تین دن رات محبت میں

رکھ کر فرمایا: تمہارا کام بغایت الہی اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی روحانیت سے انجام کو پہنچا ہوا ہے، اب تم پھر ہندوستان جاؤ تاکہ تمہارے ذریعہ سے یہ سلسلہ عالیہ فروغ

پائے۔ استخارہ سے بھی اسی کی تائید ہوئی تو ہندوستان میں آ گئے۔ سال بھر تک

لاہور کو سیراب کر کے دہلی کا رخ کیا۔ تین چار سال میں یہاں کی کایا پلٹ دی۔ جسے

دیکھتے تڑپ کے رہ جاتا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہیں اسیر ہوئے

(ہندوستان میں آنے سے مقصود بھی یہی تھا) آخر جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ میں تقریباً

چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ مزار پر انوارِ دلی میں ہے۔ نقشبندِ وقت سے تاریخ

نکالی گئی۔

ارشاد: ہمارے طریقے کا دار و مدار تین باتوں پر ہے، اہل سنت و جماعت کے

عقائد پر ثابت قدمی۔ دوام آگاہی۔ عبادت۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ باقی باللہ کی ہندوستان میں تشریف آوری سے مقصود آپ ہی

کی تکمیل تھی۔ آپ کی عظمت پر روشن گواہ، آپ کے والد ماجد کا خواب، خواجگی ممکنگی، حضرت احمد جام اور شاہ کمال کیتھلی کی پیشگوئیاں نیز حضور شیخ ابن والنس سیدنا غوث اعظم کا جبہ ہے جو آپ کے ارشاد کے مطابق، آپ کی اولاد میں بطور امانت پھرتا پھرتا حضرت شاہ سکندر کیتھلی کے ذریعے آپ (حضرت مجدد) تک پہنچا (خَرَجَهُمُ اللہ تَعَالٰی) آپ ایک صدی کے بجائے پورے دو سو (ہزار سال) (الف ثانی) کے بعد ہیں۔ قیومیت کا خلعت بھی آپ کو پہنایا گیا۔ آپ کی کوشش و فیض و برکت سے ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ درج ذیل روایت جسے علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے، آپ کے متعلق سمجھی گئی ہے۔

يَكُونُ فِي أُمَّتِي نَجْلٌ يُقَالُ لَهُ صَلَٰةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذَا وَكَذَا (یعنی میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے صلہ کہا جائے گا اس کی شفاعت سے اتنے اتنے مسلمان جنت میں داخل ہوں گے) یہ صلہ آپ ہیں کیونکہ آپ نے (طریقت و شریعت کے) دو سمندر کو ملایا اور (علماء و صوفیاء کے) دو گروہوں میں صلح کروائی۔

نسباً آپ فاروقی ہیں۔ آپ کے چھٹے جد امجد حضرت امام رفیع الدین بانی سرہند، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے خلیفہ تھے۔ آپ کے والد حضرت شیخ عبد اللہ سرہندی، سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ میں حضرت رکن الدین ابن شیخ عبد القدوس گنگوہی کے اور سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی کے خلیفہ تھے (رحمۃ اللہ علیہم) آپ کی ولادت باسعادت شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۱۷ھ کو شہر سرہند میں ہوئی۔ مکتب میں حفظ قرآن پاک کے بعد اکثر علوم متداولہ اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ پھر سیالکوٹ آکر معقولات حضرت ملا کمال کشمیری سے اور کتب حدیث مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھیں نیز کتب تفسیر و حدیث اور قصیدہ بردہ وغیرہ

کی اجازت حضرت قاضی بہلول بدخشانی سے بھی حاصل کی (رَحِمَهُمُ اللہ تعالیٰ)
 غرض سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر اپنے والد بزرگوار کے ہاں تدریس میں
 مشغول ہوئے۔ اسی زمانے میں رسالہ نہیلۃ اثبات النبوة اور رسالہ رد و انقض
 جیسی مفید اور بلیغ کتابیں لکھیں۔ اگرے کے علماء کا شہرہ رسالت و ہاں بھی تشریف
 لے گئے، وہاں ابوالفضل دہلوی جیسے لوگوں کو بھی آپ کی علمی برتری کا اعتراف
 کرنا پڑا۔

طریقت میں قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ کے علاوہ دیگر سلاسل مثلاً شطاریہ
 مداریہ، کبرویہ وغیرہ میں بھی، اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل کی۔ پھر دہلی آکر خواجہ
 خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقشبندی فیض حاصل کیا اور خلافت
 لی۔ مدارج عرفان کے اس عروج پر پہنچ گئے کہ آخر میں خود حضرت باقی باللہ آپ کے حلقے
 میں بیٹھ کر توجہ پاتے۔

جہانگیر بادشاہ کے توبہ کروانے کا واقعہ تو مشہور ہے ہی، آپ نے اس کے علاوہ
 ترکستان، قباچاق، یمن، شام، روم، کاشغر، توران، بدخشان اور فراسان میں بھی
 اپنے خلفاء غرض ہدایت بھیجے، جن کی ہر جگہ عزت ہوئی اور عوام و خواص بلکہ امرا و
 وزراء حتیٰ کہ بادشاہ بھی ان کے حلقہ بگوش ہوئے۔

آخر دنیا کے طول و عرض میں احسان و عرفان کی ضیاء باری کرنے کے بعد،
 سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التعمیات کا یہ سچا نائب ۲۸ صفر
 ۱۰۳۴ھ کو تریٹھ سال کی عمر میں تریٹھ دن بیمار رہ کر اللہ اللہ، کتا ہوا اپنے اللہ
 سے جا ملا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مزار مبارک اس قبہ منورہ میں سے جو
 آپ نے اپنے صاحبزادے خواجہ محمد صادق علیہ الرحمہ کی تربت پر تعمیر کرایا تھا۔ یہ کتاب آپ کے سچے
 عاشق و منفیض حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہما کے سوانح حیات کے
 متعلق ہے۔ اس میں بیشتر مقامات پر آپ کے ارشاداتِ عالیہ آگئے ہیں لہذا

یہاں لکھنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم دملقب بعروۃ الوثقی علیہ الرحمۃ

آپ، حضرت مجدد الف ثانی کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ تاریخ ولادت ۱۰۱۰ شوال ۸۳۷ھ ہے۔ ابھی تین سال ہی کے تھے کہ توحید و جود کی باتیں آپ سے صادر ہونے لگیں۔ آپ نے ایک ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا اور سولہ سال کی عمر میں تمام ظاہری و باطنی علوم سے فارغ ہو گئے۔ مجددِ پاک کے وصال کے بعد یکم ربیع الاول ۱۰۳۷ھ کو مسندِ ارشاد و قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے اسی روز پچاس ہزار آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ماوراء النہر، خراسان و بدخشاں وغیرہ ممالک کے بادشاہوں نے اپنے وکیل مع تحائف وغیرہ بھیج کر دوبارہ غائبانہ بیعت کی۔ شاہجہاں بھی آپ سے دوبارہ بیعت ہوا، روم، توران، خراسان، کاشغر، یمن اور شام کے بادشاہ آپ کے مرید ہوئے۔ شاہ سلیمان بادشاہ ایران رخص سے تائب ہوا اور آپ کا مرید ہوا، ہزار ہا شیعہ بھی اس کے ساتھ ہی تائب ہو کر مرید ہوئے آپ نے خلیفہ ارغون کو خطا دھپن میں بھیجا تو دہاں کا بادشاہ ملقب بہ قآن بھی مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ تاریخِ مرآتِ عالم اور جہاں نما میں جو عالمگیر کے حکم سے لکھی گئی ہیں۔ یوں لکھا ہے کہ مشیخت کی مسند پر کوئی ایسا شخص شیخ نہیں بیٹھا جیسا کہ شیخ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جہاں کے تمام اطراف و جوانب کے بادشاہ علماء و مشائخ چھوٹے بڑے و صنیع و شریف مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک کے حضرت کے مرید ہوئے۔ یاد رہے کہ خانان توران و ترکستان و الیان دشت قباچاق و بدخشاں فرمانروایاں خطا و خراسان، تخت نشینان کاشغر و طبرستان، حاکمان قہستان و کرہستان سب کے سب آپ کے دیدار کے لئے سرہند شریف میں خیمہ زن ہوئے۔ ایسا اجتماع

سرہند کی زمین میں پہلے ہوا تھا نہ بعد میں۔ کہتے ہیں خلفا اور فرزندوں کی سلطنت کے بغیر براہ راست نو لاکھ آدمی آپ کے مرید ہوئے (اور رنگ زیب عالم گیر بھی آپ کے مرید تھے) آپ کے خلفاء کی تعداد سات ہزار تھی۔ ۹ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو آپ نے وصال فرمایا، مزار مبارک سرہند شریف ہی میں ہے۔

قیوم ثالث حضرت خواجہ حجت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد معصوم کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا لقب نقشبند ثانی ہے۔ ۷ رمضان ۷۳۲ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ آپ نے ظاہری و باطنی علم اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کیا۔ ۷۹۱ھ میں آپ کو قطب الاقطابی اور قیومیت کی بشارت ملی۔ ۱۱ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو مندر شاہ پر بیٹھے۔ بڑے بڑے مشائخ و علماء آپ کے مرید ہوئے۔ قیومیت کے پچیسویں سال روزانہ چار پانچ سو آدمی بیعت ہوتے۔ آخر ۲۹ محرم ۷۹۲ھ میں سرہند میں وصال فرمایا۔ آخری آرامگاہ بھی یہیں ہے۔

قیوم رابع حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت حجت اللہ کے پوتے اور حضرت ابوالعلی کے صاحبزادے تھے۔ آپ بتاریخ ۵ ذیقعدہ ۷۹۳ھ بروز دوشنبہ پیدا ہوئے۔ آپ کے جدا مجد نے آپ کی قیومیت کی بشارت دی تھی چنانچہ آپ ان کے وصال کے بعد یوم شنبہ یکم صفر ۷۹۳ھ میں مندر قیومیت و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ بادشاہ وقت اور تمام امراء و ذرا آپ کے مرید و معتقد تھے۔ آپ ادھی رات کو تہجد کے لئے اٹھتے اور (نماز تہجد میں) کبھی چالیس بار کبھی ساٹھ بار سورۃ یسین پڑھتے تھے۔ نماز ادا بین کے بعد دس

ہزار بار ذکر نفی اثبات کرتے پھر مردوں کا حلقہ فرماتے اور انہیں توجہ دیتے۔ عشر کی نماز کے بعد آپ بادشاہی محلوں میں تشریف لا کر عورتوں کا حلقہ فرماتے۔ آپ کے حلقہ ذکر میں ہزار ہزار مرد اور دو دین تین سو عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ فجر سے چاشت تک مراقبہ میں مشغول رہتے پھر مردوں کو حلقے میں توجہ دیتے۔ دم کے ساتھ دن میں چوبیس ہزار بار ذکر نفی اثبات اور پندرہ ہزار بار ذکر اسم ذات کرتے۔ ۴۴ رذی قعدہ ۱۰۵۲ھ بروز چار شنبہ وفات پائی۔ دہلی سے جسم مبارک سرسند لے جا کر دفن کیا گیا۔

حضرت خواجہ محمد اشرف مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد اشرف صاحب کا نام مبارک قطب الدین بخاری، لقب سید حسین، اصلی وطن ماوراء النہر، ظاہری و باطنی علوم میں یکتا تھے۔ سرسند شریف میں آکر روحانی استفادہ حضرت خواجہ محمد زبیر سے کیا۔ اُن کے وصال شریف کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور کچھ مدت تک یہیں (سرسند شریف میں) قیام فرمایا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے اختلاف ہوا تو بارہویں صدی کے آغاز میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو چلے گئے۔ آپ کی ناراضی سے چھ سال تک سرسند شریف میں سخت تباہی مچی اسی لئے آپ کو خالی سرسند کہتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی ولادت ۱۰۴۷ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰۵۵ھ میں۔ مزار اقدس جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے روضہ پر نور سے متصل بنایا گیا۔

حضرت خواجہ سید جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

صحیح النسب سید، حافظ قرآن مجید اور زبردست عالم دین، بخارا سے بحالت

مجدد بنی سمرہند شریف میں آئے اور حضرت خواجہ شاہ محمد اشرف کی بیعت کر کے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ سمرہند شریف دیوان ہو جانے کے بعد آپ رامپور شریف لے آئے پھر وہیں رہے حتیٰ کہ مزار شریف بھی یہیں ہے۔ آپ کے خلفاء میں سید محمد علی، ملا شیر خاں تیراہی، سید ملاں امان تیرامی، شاہ درگا ہی غزنوی و ارث خاں بنارسی اور سید محی الدین تیراہی ہیں۔

ارشادات :- روایت ہے کہ جب حضرت شاہ جمال اللہ نے خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو افغانستان جانے کا حکم دیا تو بطور وصیت یہ دو رباعیاں سنائیں۔

مایہ دیں را بدنیادادن از بے ہمتی است زانکہ دنیا جملگی رنج است و دیں آسائش است
نعت فانی ستانی، دولت باقی دہی اندرین سودا فردا ند کہ غبن فاحش است
بکوش تا دل صاحب نظر بدست آری کہ نیست درد و جہاں دوالتے ازیں بہتر
مکن عمارت دنیا، بکن عمارت دل کہ عرش اعظم است این دل بقول پیغمبر ﷺ
آپ تمام عمر مجرور رہے۔

حضرت خواجہ محمد علی علیہ الرحمہ

خواجہ محمد علی کا شجرہ نسب مولائے کائنات حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ چوڑہ ضلع ملتان کے رہنے والے تھے خواجہ جمال اللہ علیہ الرحمہ سے باطنی استفادہ فرمایا اور خلافت پاکر گونڈاپور ضلع بنوں میں قیام فرمایا۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ ۱۔ خواجہ پیر محمد۔ ۲۔ خواجہ جان محمد۔ ۳۔ خواجہ علی محمد (علیہم الرحمہ) آپ کے بعد خواجہ جان محمد سند خلافت پر بیٹھے۔

تاریخ دصال ۷ رذی الحجہ ۱۲۳۰ھ ہے اور مزار شریف گونڈاپور میں ہے۔

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ

فاردقی النسب ہیں، مولد و مسکن تیراہ (کابل) چند واسطوں سے شجرہ نسب امام رفیع الدین سے جا ملتا ہے۔ کہتے ہیں آپ راہپور میں بملازمت سپہ سالاری متعین تھے اور احمد شاہ (بادشاہ) کے قلعے کی دیوار پر کھڑے ڈیوٹی دے رہے تھے کہ حضرت سید جمال اللہ، اپنے ساتھیوں سمیت، سیر کی غرض سے ادھر آنکلیے۔ خواجہ صاحب (سید صاحب کو) دیکھتے ہی دیوار سے اتر پڑے اور سیدھے آپ کے قدموں میں گر گئے۔ دو تین گھنٹوں کی اضطرابی حالت کے بعد ہوش آیا تو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل طریق کر لینے کی گزارش کی۔ حضرت سید صاحب نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خلیفہ حضرت سید محمد عیسیٰ علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں دے دیا اور ان سے فرمایا کہ ان کی بیعت اگرچہ بحقیقت مجھ سے ہے مگر تکمیل آپ کے ذمہ ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ اسی روز ملازمت سے سبکدوش ہو کر حضرت موصوف کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد واپس گھر جانے کی اجازت ملی۔

تاریخ وصال ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۲۲۵ھ ہے۔ مزار پر نور تیراہ شریف میں ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی کے خلیفہ مجاز تھے۔ سجادہ نشین ہوئے تو سب سے پہلے فقیر اللہ نور اور عجب نور دونوں بھائی آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ چند دنوں میں منہتی ہو کر مجاز طریقہ ہو گئے۔ واپس گئے تو افغانستان کے طول و عرض میں ان کے

ذریعے عرفان کا نور پھیل گیا۔

حضرت خواجہ اسی سال تک تیراہ شریف میں رہے پھر پنجاب کے دوستوں کی تکلیف دیکھ کر جو انہیں پہاڑی راستوں میں پٹھانوں سے پہنچتی تھی، تیراہ سے ہجرت فرما کر موضع چورہ ضلع کیمیلپور میں تشریف لے آئے۔ آپ نے یہاں ڈیڑھ سال قیام فرما کر ۱۲ شعبان شریف ۱۲۸۶ھ کو ۱۰۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔ مزار مبارک یہیں (چورہ شریف میں) ہے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔

۱۔ خواجہ احمد گل صاحب جو تیراہ شریف میں رہے۔

۲۔ خواجہ فقیر محمد علیہ الرحمہ

۳۔ خواجہ دین محمد علیہ الرحمہ

۴۔ خواجہ شاہ محمد علیہ الرحمہ

آپ کے بعد خواجہ فقیر محمد علیہ الرحمہ اور خواجہ دین محمد علیہ الرحمہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے

حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ خواجگان، حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب (المروف بہ حضرت خواجہ باباجی) رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند ارجمند تھے۔ آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے اور ظاہری و باطنی فیوض میں مخصوص و منفرد دست گاہ رکھتے تھے۔ آپ کی توجہ میں کیمیائی تاثیر تھی۔ اکثر طالبوں کو ایک توجہ میں صاحب ارشاد و اجازت بنا کر رخصت فرما دیتے۔ آپ سپہ معرفت کے وہ آفتاب تھے جس کی تابانیاں وہم و تصور سے بلند تر اور شرح و بیان سے بالاتر ہیں۔ دور و نزدیک کے ہزار ہا تثنیٰ لب، اس چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔

برصغیر کے اطراف و اکناف میں آپ کے متوسلین موجود ہیں۔

۲۹ محرم ۱۳۱۲ھ کو آپ وصال فرما گئے۔ چورہ شریف کی سرزمین کو آپ

کی ابدی آرامگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۵ برز مینے کہ نشان کف پاتے تو بود

سالہا سجدہ گاہ نظر اہل خواہد بود

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی

آپ حضرت بادا جی علیہ الرحمہ کے خلیفہ اعظم اور ان کے جلال و جلال فضل و کمال اخلاق و اطوار، طرز فکر اور انداز نظر کا مظہر اتم تھے۔ آپ نے اپنی متاع حیات شیخ کامل کی نذر کر دی ہوئی تھی اور شیخ کامل نے بھی آپ کو ولایت کے مدارج علیا طے کر دے کے طریقت و حقیقت کا شہکار عظیم بنا دیا تھا۔ پیر و مرید کا یہ عمیق ترین ربط اہل نظر سے مخفی نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ جب غوث الاغیاء حضرت بادا جی علیہ الرحمہ کے وصال پر آپ کے تبرکات کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو انگشتی مبارک جس پر آپ کے اسم مبارک کی مہر کندہ تھی بالفاق رائے حضور شاہ لاثانی کیلئے تجویز ہوئی اور آپ ہی کو اس عظیم امانت کا اہل سمجھا گیا۔ (چنانچہ آپ نے اسے بسر و چشم قبول فرمایا مگر گھر واپس آتے ہوئے ان دعائیہ الفاظ کے ساتھ دریائے جہلم میں ڈال دی کہ یا اللہ یہ تیرے برگزیدہ اور مقبول بندے کی امانت ہے، اس لئے دریا کے سپرد کرتا ہوں، اگر یہ کسی نااہل یا خود غرض کے ہاتھ لگ گئی تو وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا)

گزشتہ صفحات میں آپ نے اولیائے نقشبند کی سیرت و تعلیم کے مختصر سے بیان کا مطالعہ کیا ہے۔ آپ ان بزرگان دین کے حالات و کوائف پھر ایک بار

پڑھ جائیے اور ان کی مقدس تعلیمات سے حضور شاہ لاثانی کی سیرت کو منطبق کرتے چلے جائیے، آپ کو کہیں بھی خلا، دیا اختلاف محسوس نہ ہوگا۔ آپ یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے کہ سیرت لاثانی علیہ الرحمہ فی الواقعہ دورِ حاضر میں سیرت لاثانی ہے۔ وہی اندازِ مجاہدہ و ریاضت، وہی صحتِ مکاشفہ و بصیرت، وہی تواضع اور عجز و انکسار، وہی جلالت و صداقتِ گفتار، وہی خدمتِ خلق و احساسِ مساوات وہی سترِ احوال و عروجِ مقامات، وہی رنگِ بے رنگی و سادگی، وہی ترکِ اختیار و خود سپردگی، وہی شانِ توکل و استغنا، وہی اسلوبِ زہدِ بے ریا، غرض جس پہلو سے بھی دیکھتے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے نقشبندیہ سلطنت میں ڈھل کے رہ گئی ہے، جیسے سوزِ محبت پیکرِ محسوس بن گیا ہے۔ ہاں ہاں عظمتِ صدیقی کے انوار اور عرفانِ مرتضوی کے اسرار یکجا ہوئے تو اس دور میں لاثانی، کھلائے۔ ہر اعتبار سے لاثانی، ہر زاویے سے لاثانی، سیرت و کردار میں، اخلاق و اطوار میں، جو دو سخاوت میں، زہد و ریاضت میں، اخلاص و للہیت میں، عروجِ معرفت میں، ظاہر و باطن میں، خلوت و جلوت میں لاثانی ہی لاثانی۔

اور پھر جو لاثانی ہو کوئی اس کی رفعت پر داز کیا جانے اور اس کے کمالِ عظمت کا اندازہ کیوں کر ہو۔ یہ چند الفاظ بلکہ یہ ساری کتاب محض اور محض ایک معمولی سا نذرانہ عقیدت ہے جو ایک فقیر بے نوا ایک بادشاہِ عظمت پناہ کی بارگاہِ عرشِ اشتباہ میں بصدادب و نیاز پیش کر رہا ہے۔

برگ سبز است تحفہ درویش

چہ کند بے نوا ہمیں دارد

اگرچہ ساتھ ہی قلب و ضمیر سے یہ آواز بھی آرہی ہے۔

ماتما شاکنانِ کوتہ دست تو درختِ بلند و بالائی !

’نقشِ لاثانی‘

سیدی و مرشدی حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحبِ مدظلہم

’من چہ گویم وصف آں عالی جناب‘
سیرتش تفسیرِ صرفِ من اناب
در بیا بان ز مانش لالہ !
برمائے حق پرستی آفتاب

حضور شاہِ لاثانی، آپ کے جدا مجد اور روحانی مربی ہیں اور حضرت کے وصال شریف کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے، کیونکہ سرکارِ لاثانی کے تینوں فرزندانِ ارجمند آپ کی حیاتِ دنیوی ہی میں راہی ملکِ بقا ہو چکے تھے، جس خوش بخت کو قبلہ عالم شاہِ لاثانی کی زیارت نصیب ہوتی ہے، انہیں دیکھ کر، اُس کا دل پکار اٹھتا ہے۔

وہی صورت، وہی سیرت، وہی نقشہ، وہی جلوہ

ترے قربان میں اے پیہ کرانوارِ لاثانی

اپنے مادی و مرشد (شاہِ لاثانی) کے محبوب مراد تھے اس لئے فنا و بقا کی منزلیں جلد ہی طے کر گئے اور فیوضات و برکات میں اُن کے قائم مقام ہو گئے۔ حضرت نے بعض لوگوں کو خود اپنی زندگی میں ان سے بیعت کروایا اور فرمایا جس نے علی حسین سے بیعت کی، اس نے مجھ سے کی، اہل نظر اب تک اس کا اثر محسوس کرتے ہیں۔

تعالی اللہ! استعداد و ہمت کی فراوانی

کہ یہ ثانی لاثانی بھی ہیں لاثانی ثانی !

ہم ایسے گنہگاروں کو حضور قبلہ عالم شاہِ لاثانی کی زیارت کا شرف نہیں ملا،

ہاں شکر ہے کہ ان کا دیدار ہو گیا ہے جو کچھ آنکھیں دیکھتی ہیں وہ یہی ہے کہ حالِ دُقان
 دالے آ آ کے اپنے اپنے مسائل حل کر رہے ہیں۔ روز و شب تشنگانِ معرفت کی
 بھیڑ لگی ہوئی ہے اور یہاں جام پہ جام لٹکھاتے جا رہے ہیں، شکتہ خاطر آ رہے
 ہیں اور ان کی دلنوازی ہو رہی ہے، غمِ زمانہ کے مارے فریادیں سن رہے ہیں اور
 ان کے آستانے سے داد پا رہے ہیں۔ اسیرانِ رنج و حسرت حاضر ہوئے ہیں تو اشارۂ اُبر
 سے ان کی زنجیریں کٹ رہی ہیں، خود اپنا تجربہ ہے کہ حوصلہ شکن الجھنوں کا شکار
 ہوئے مگر ادھر عرض کی، ادھر بگڑی بنی۔

خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا احسان ہے کہ ایک سید کے
 در سے وابستگی بخشی اور پھر اس کی برکت سے اہل دنیا کی نیاز مندی سے چھڑایا۔

ۛ پیر میخانہ یہ سب تیری نظر کا ہے کرم

ہم کو انکارِ زمانہ سے جو آزادی ہے

مگر یہ سب کچھ چشمِ ظاہر کا مشاہدہ ہے اور دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی

ہو دیکھنا تو دیدۂ دل داکرے کوئی (اقبال)

اب تو اسی 'دیدۂ دل' کا انتظار ہے، کیا قیامت ہے کہ عین وصال میں

بھی فراق اور حضورؐ میں بھی غیبت ہے۔

ۛ بینم وئی نہ بینت اسے یار تا بکے رنجِ حسرت دیدار

مجھ ایسے نابکار کے لئے 'جلوۂ دید' کا سوال بڑی جرات ہے مگر اس کے

بغیر زندگی بھی تو تاریک نظر آتی ہے۔

ۛ مجھے اپنی پستی کی شرم ہے، تری رفعتوں کا خیال ہے

مگر اپنے دل کا میں کیا کروں، اسے پھر بھی شوقِ وصال ہے

ملفوظات و ارشادات

اس باب میں حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات و ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باقاعدہ آغاز سے قبل تہیہ کے طور پر چپہ گزاریات کی جائیں جن سے یہ حقیقت ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اولیاء اور غیر اولیاء کے کلام میں بہت فرق ہے (گویا دوسرے لفظوں میں یہ تحریر اس سوال کا جواب ہے کہ بزرگوں کے ملفوظات لکھنے کی کیا ضرورت ہے، اور انہیں اتنے اہتمام سے قلمبند کرنے کا آخر کیا مقصد ہے، اولیاء اللہ کے کلام کو دوسروں کے کلام پر جو نمایاں فوقیت حاصل ہے، اس کے تین اسباب زیادہ ظاہر ہیں۔

۱۔ بے پناہ تاثیر۔

۲۔ حتمیت اور صداقت۔

۳۔ بہترین دستور العمل ہونا۔

اب ذرا تفصیل سے گفتگو کی جاتی ہے۔

اولیائے کرام کے کلام کی بے پناہ تاثیر سے وہ تمام لوگ واقف ہیں جنہیں اس مقدس گروہ سے تھوڑا سا

بے پناہ تاثیر

بھی تعلق ہے۔ جہاں لمبے لمبے وعظ اپنے بے تحاشا طول و عرض کے باوجود، کسی کی طبیعت پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ڈال سکتے، وہاں اولیاء اللہ کے ایک دو لفظ بلکہ اشارہ چشم ہی دل کی کایا پلٹنے میں زیادہ بلکہ بہت زیادہ کارگر ہوتا ہے۔ جہاں شاہان باجبروت کے

سخت سے سخت قوانین افراد کی اصلاح میں ناکام ہو جاتے ہیں وہاں کبھی ان کا ایک تبسم ہی اپنا کام کر جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں نورِ ہدایت کی ظلت شکن شعاعوں کا پہنچنا اولیائے کرام کی تاثیرات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اولیائے کرام کے کلام میں یہ تاثیر کیوں ہے، اس کی اہم ترین وجوہ تین ہیں۔

۱۔ قلتِ کلام

ب۔ خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے تحت بولنا۔

ج۔ حسنِ عمل

(۱) قلتِ کلام سے مراد ہے کم سے کم گفتگو۔ لغویات میں پڑنا تو ویسے ہی مومن (مسلم) کی شان کے خلاف ہے۔ اولیاء اللہ جو کامل مومن ہوتے ہیں وہ ضروری باتیں بھی مختصر و مجمل انداز میں کہنے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ ایک عام تجربہ ہے 'زیادہ گو' لوگ اپنی گفتگو کا اثر ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ تاثیرِ کلام انسان کی شخصیت پر منحصر ہے اور کثرتِ کلام شخصیت کی سنجیدگی کو ختم کر کے رکھ دیتی ہے۔ مولائے کائنات شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، خاموشی جاہل کے لئے پردہ ہے اور عالم کے لئے زینت، خاموشی پردہ اس لئے کہ جاہل کی جہالت اس کی گفتگو سے ضرور ظاہر ہو جائے گی (کیونکہ جاہل عالمانہ گفتگو تو کرنے سے رہا) شیخ سعدی اسی لئے فرماتے ہیں۔

۵۔ تا مرد سخن نگفتہ باشد

عیب و ہنرش نہ ہفتہ باشد

عالم کے لئے زینت اس لئے ہے کہ اُسے جس وقار و تمکنت کی ضرورت ہے بے

ضرورت زبان کھولنے سے اُسے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کثرتِ کلام کو کثرتِ خطا کا سبب

ٹھہرایا ہے آپ فرماتے ہیں مَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ كَثُرَ خَطَاؤُهُ (یعنی جو باتیں زیادہ کرتا

ہے۔ باتوں باتوں میں وہ خطائیں بھی زیادہ کر جاتا ہے۔

حضور ہادی اعظم سرور کائنات نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جو

۵ سید کل، صاحب ام الکتاب پر دیگہا بر ضمیر شش بے حجاب

کے مصداق ہیں، کثرت کلام کے فتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اخْوَفُ مَا

اَخَافُ عَلَى اُمَّتِي اللِّسَانُ یعنی امت کے بارے میں مجھے جس چیز کا زیادہ خدشہ

ہے وہ زبان ہے۔ چنانچہ ایک صحابی کو ضروری باتیں ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا كُفَّ لِسَانَكَ

(اپنی زبان بند رکھ)

ہادی اسلام پیغمبر امن و سلامتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاموشی کو نجات کی علامت

قرار دیا ہے فرماتے ہیں مَنْ صَمَتَ نَجَا (جو چپ ہوا، نجات پا گیا)

زیادہ باتیں کرنے والے لوگ احساس کی لطافت اور شعور کی نچنگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

شیخ سعدی نے اسی محرومی کو دل کی موت سے تعبیر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

۵ دل ز پر گفتن بمیرد در بدن

گرچہ گفتار شش بود در بدن!

یعنی دل زیادہ گفتگو سے مر جاتا ہے اگرچہ باتیں بدن کے موتیوں جیسی قیمتی ہوں۔

مشاہدہ یہی ہے کہ زیادہ گفتگو والے مردہ دل ہو جاتے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ مردہ دل زیادہ گفتگو

کرتے ہیں۔ اولیائے کرام جن کے دل نور عشق سے روشن و زندہ ہوتے ہیں اپنے اندر کے عجائبات

کی سیر سی سے فارغ نہیں ہوتے انہیں بولنے کی فرصت کہاں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مَنْ عَمَرَ اللّٰهُ كَلَّ لِسَانُهُ (جس نے اللہ کو پہچان لیا، اس کی زبان گنگ

۱۵ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سید کل اور صاحب ام الکتاب ہیں اور آپ

کی ضمیر سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔

۵۔ بر زبانِ قفل است و در دل راز ہا

لبِ خموش و دلِ پُر از آواز ہا

یہی وجہ ہے خاموشی کو عبادت قرار دیا گیا ہے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا عبادت کے کتنے حصے ہیں فرمایا دس، ۹ حصے خاموشی ایک حصہ تنہائی۔

وہ 'صاحبِ دل' ہوتے ہیں، خود بھی ایسی آوازیں سنتے ہیں جنہیں کان کی بجائے دل ہی سن سکتا ہے۔ اس لئے دوسروں کو بھی 'کان' کے بجائے 'دل' سے سننے کی عادت ڈالتے ہیں۔ اولیاء اللہ 'زبان' ظاہر کے بجائے زبانِ حال سے بولتے ہیں۔

دربارِ عالی علی پور شریف میں اس خاموشی کی کار فرمائی بہت زیادہ ہے۔ راسُ الاولیاء شمس الاصغیا، سیدی دسندی حضور پر نور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحبِ مہم کی محفل پر جس طرح سکوت چھایا نظر آتا ہے، کہیں اور بہت کم دیکھا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حضور بھی بالکل خاموش ہیں اور حاضرین بھی مہربان ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ نے کوئی بات کی مگر اشارے سے، جسے مخصوص فرد کے بغیر کوئی نہیں سمجھ سکا۔ کبھی سائل کی طویل داستان جو کافی وقت کا تقاضا کرتی ہے، آپ خود ہی دو تین منٹوں میں اس کا خلاصہ بیان کر دیتے ہیں۔ میں اپنے بعض دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ اس قدر خاموشی بذاتِ خود ایک کرامت ہے۔ عام لوگ کوشش کے باوجود اتنا خاموش نہیں رہ سکتے

۵۔ کہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت

جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

بہر حال اولیائے کرام کی تاثیرِ کلام ان کی کم گوئی کی وجہ سے بھی ہے۔

۱۵۔ ان کی زبان پر قفل ہوتا ہے مگر دل میں راز ہی راز ہوتے ہیں اور لبِ خاموش ہوتے ہیں

مگر دل میں آوازیں بھری ہوتی ہیں۔

(ب) خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے تحت بولنا

اولیائے کرام کے کلام کی تاثیر ان کی بہت زیادہ خاموشی کی بنا پر ہی نہیں، اس لئے بھی

ہے کہ وہ جب بھی بولتے ہیں محض رضائے حق کی خاطر بولتے ہیں، کسی دنیوی غرض سے نہیں۔

یعنی اگر ان کا سکوت فی سبیل اللہ ہوتا ہے تو کلام بھی فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔ جس طرح ان کا

کھانا، پینا، سونا، جاگنا غرض ایک ایک ادا نفس کے تقاضے سے نہیں بلکہ خدا و مصطفیٰ (جل و علا

فصلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا کے تحت ہونے کی وجہ سے عبادت بن جاتی ہے۔ اسی طرح ان کے سکوت

و کلام بھی عبادت ہی ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب انہیں بلایا جاتا ہے، بولتے ہیں اور جب

انہیں روکا جاتا ہے، خاموش ہو جاتے ہیں جب وہ اپنی مرضی سے بولتے ہی نہیں تو ان کا کلام

یقیناً ان کا نہیں بلکہ ان کے بلانے والے کا کلام ہوگا۔ اسی لئے مولانا روم فرماتے ہیں

۵۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور جب یہ کلام الہام ربانی سے ہے تو پھر اس میں اثر کیوں نہ ہو۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

مرد کامل کی قبولیت دعا کا سبب بھی اسی الہام کو ٹھہراتے ہیں، جب دعا خود دعا قبول کرنے والے

کے حکم سے کی گئی ہے تو اس کی عدم قبول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۵۔ این دعائے شیخ نے چوں ہر دعا است

فانی است و گفتہ او گفتہ خدا است

یاد رہے کہ خاموشی ہمیشہ کلام سے افضل نہیں ہوتی ورنہ منہ میں زبان پیدا کرنے کی

حکمت ہی فوت ہو جاتے۔ بلکہ کبھی تو کلام اتنا ضروری ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسے افضل الجہاد قرار دیا ہے۔ برائی کو ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکنے کا ارشاد

پیچھے آچکا ہے۔ ایک مقام پر یہاں تک فرمایا گیا اَلشَّائِطَةُ عَنِ الْحَقِّ شَيْطَانٌ اَخْرَسٌ

یعنی حق بیانی سے اپنی زبان روکنے والا گونگا شیطان ہے۔

یہ تمام احادیث شریفہ قرآن کریم کے حکم قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا اور قَوْلٌ مَعْرُوفٌ

دیگرہ کی تفسیر ہیں۔

مگر یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے ایک ہے خدا کی رضا کے لئے بولنا، اور ایک ہے خدا کے حکم سے (یعنی الہام ربانی سے) بولنا۔ پہلی صورت انسان کے اپنے اختیار کی طرف اور اور دوسری ترک اختیار اور فنا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اولیاء اللہ پہلی منزل عبور کر کے دوسری پر فائز ہوتے ہیں۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات میں بے پایاں اثر نظر آتا ہے، وہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ کہنے کا باقاعدہ اور واضح حکم دیا تھا۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات کی ایک ایک سطر بلکہ ایک ایک لفظ سے قوتِ جلال نکلتی ہے، اس لئے کہ یہاں بھی یارِ می گوید کہ گو کا ظہور ہے۔ جو کلام کسب زر، طلبِ شہرت اور نمودِ علم و فن کے لئے ہوگا، اس کی تاثیر بھی حسبِ نیت ہی ہوگی۔ یہ دنیا فانی ہے اور اس کے اغراض، بھی فانی لہذا ان کے لئے بولنے والا بھی فانی اور اس کی تاثیر بھی فانی مگر خدا باقی ہے، اس کی رضا بھی باقی ہے، اس لئے اس کا رضا جو بھی باقی ہے، جو کلام اس کی رضا کے لئے ہوگا وہ بھی باقی اور اس کی تاثیر بھی باقی۔

عنادل کا ترنم نغمہ ہائے رنگ و بو تک ہے
مغنی کی حیاتِ صوت اثباتِ گلوتک ہے
تو اے شوریدہ سرو اعظم مقامِ گفتگو تک ہے
کلامِ عبودۃ لیکن نظامِ وحدۃ تک ہے

(ج) حسنِ عمل : اولیاء اللہ کے کلام میں تاثیر کی ایک اہم وجہ ان کا اپنا حسنِ عمل بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک شخص جو خود جھوٹ بولنے کا عادی ہے دوسروں کو اس فعلِ شنیع سے روکنے کا کیا حق رکھتا ہے۔ اس دور کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ کہنے والے کی

زبان اور دل میں بہت فاصلہ ہوتا ہے۔ جو آواز وہ اپنے 'دل' کو نہیں سنا سکتا، دوسروں کے دلوں تک پہنچانا چاہتا ہے، کتنا غضب ہے بقول حافظ شیراز علیہ الرحمۃ عام انسان اس صورتِ حال پر حیران رہ جاتا ہے کہ

ع 'توبہ فرمایاں چہ را خود توبہ کمتر می کنند'

قوم زندہ تھی تو اس کے افراد کا کردار بھی زندہ تھا، اب قوم زوال کی نیند سو رہی ہے تو ہم عمل سے فارغ ہو کر محض باتیں بناتے پھرتے ہیں۔

مگر آج بھی اولیاء اللہ کا یہ حال نہیں، یہ لوگ اس دور میں بھی سیکرِ حسنِ عمل ہیں۔ یہی نہیں کہ یہ مقدس نفوس جو کرتے ہیں وہی کہتے ہیں بلکہ کرتے بہت زیادہ ہیں کہتے بہت کم ہیں۔ وہ گفتار کی بجائے کردار کے غازی ہوتے ہیں، اور اپنے حسنِ عمل سے دلوں کو صراطِ مستقیم کی طرف کھینچتے ہیں۔ گذشتہ صفحات میں بزرگوں کا یہ ملفوظ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے جس میں صدقِ دل سے بولنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ صدقِ دل سے بولنا کیا ہے؟ یہی کہ کردارِ گفتار کی تصدیق کرے۔

حضورِ قبلہ عالم شاہِ لاثانی قدس سرہ النورانی کی سادگی، سنجادت، بے غرضی، استقامت و عزیمت وہ کرامات ہیں جنہوں نے مردہ دلوں کو حیاتِ ابدی کا پیغام دیا ورنہ روایتی انداز میں تو حضور نے کبھی وعظ نہ فرمایا،

۵ نہ علم و فضل میں، نہ جبہ و کلاہ میں ہے

جو بات اہل محبت کی اک نگاہ میں ہے (تبصر)

یہی وہ کردار کی عظمت ہے جو صغیر و کبیر سے اپنا لوہا منواتی ہے۔

اولیائے کرام کا کلام اپنی تاثیر کی بنا پر ہی دوسروں

سے مختلف نہیں ہوتا بلکہ اس کی واقعیت و حتمیت

۲۔ کلام کی حتمیت

بھی اسے دوسروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے ہی کہ

ع شنیدہ کے بودمانس دیدہ

تویوں سمجھئے علماء و محققین کی سلومات بمنزلہ شنیدہ کے ہیں اور

ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

مشہور روایت ہے کہ اپنے دور کا نامور فلسفی ابوعلی سینا، حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گیا تو دونوں حضرات نے تنہائی میں تبادلہ خیالات کیا۔ واپسی پر کسی نے ابوعلی سے پوچھا کہ تو نے انہیں کیسا پایا کہنے لگا، جو کچھ میں جانتا ہوں وہ دیکھتے ہیں، اور حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے ان مذاکرات پر تبصرہ کرنے کے لئے عرض کیا گیا تو آپ کے جواب سے بھی اس کی تصدیق ہوئی۔ (آپ کا جواب یہ تھا کہ جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ جانتے ہیں)

شیخ الاسلام علامہ غزالی قدس سرہ العالی نے کیا تے سعادت کی ابتدا میں بڑی تفصیل سے بحث کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ علماء عقائد کے ظاہر سے واقف ہوتے ہیں جبکہ اولیاء اللہ کو حقیقت عقائد کا علم ہوتا ہے۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ایسی ہی تحقیق فرمائی ہے۔ حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ، حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی اور خود ہمارے حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہم الرحمہ کی سیرت کا یہ پہلو کسی گذشتہ باب میں مذکور ہو چکا ہے کہ وقت کے جمید علماء ان سے علمی مشکلات میں رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اگر اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو فکری رہنمائی میں بڑا کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں اسی نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے مختلف گروہوں کی منزل ناسٹناسی کا ثبوت دینے کے بعد اولیائے کرام کی راہ کو ہدایت کا سنگ میل قرار دیا ہے۔ حضرت امام کا یہ انداز تحقیق موجودہ دور کی فتنہ انگیز علمی و فکری تحریکوں کو سمجھنے میں بھی بڑا مدد ہے۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات کا ایک گروہ سائنس سے کچھ زیادہ ہی مرعوب ہو کر مذہب

کی معنویت و قوت سے بے خبر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ تہذیبِ حاضر کی چکا چوند نے ان کی آنکھیں خیرہ کر دی ہیں اور اب یہ نورِ یقین سے دور ٹھکتے پھر رہے ہیں۔ ان کی نام نہاد وسیع النظریٰ نے انہیں تنگ نظر کر دیا ہے اسی لئے علم و عرفان کی لامحدود فضا میں سانس لینے کی بجائے سانس و فلسفہ کی محدود رسائی پر پھولے نہیں سماتے۔ جسے یہ دماغ کی آزادی سمجھتے ہیں وہ ان کی ذہنی غلامی ہے جس نے انہیں جہلِ مرکب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اقبال نے انہی کی زبان سے کہا ہے۔

۵ مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی

کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری

سانس کے محدود میدانِ عمل کے متعلق کچھ کہے بغیر، ایک دو موٹی موٹی باتیں عرض کرتا ہوں سنئے اور غور کیجئے۔

”سائنسدانوں کو کسی بارے میں حتمی فیصلے تک پہنچنے کے لئے تین مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

۱۔ مفروضہ

۲۔ مشاہدہ

۳۔ تصدیق

یعنی ایک مفروضہ یا تصورِ ذہن میں آتا ہے پھر مشاہدہ کیا جاتا ہے اس کے بعد مشاہدہ سے تصدیق ہو جاتے تو اس مفروضہ کو واقعہ تسلیم کر لیا جاتا ہے کبھی یہ ترتیب بدل بھی جاتی ہے یعنی پہلے کچھ مشاہدات سامنے آتے ہیں اور ان سے ایک تصور یا مفروضہ ذہن میں قائم ہو جاتا ہے۔ پھر جب انہیں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مشاہدات فی الواقع اس مفروضہ کی تصدیق کر رہے ہیں تو وہ حقیقت قرار پاتا ہے۔

پھر یہ علمی تحقیق کبھی یہ رخ بھی اختیار کر سکتی ہے کہ

’فرض کیجئے دور کے کسی سیارے سے ایک ایسی مخلوق زمین پر اترتی ہے جو سنستی تو ہے مگر
 سونا نہیں جانتی وہ صرٹ سماعت کی صفت سے آشنا ہے، عظم کی صفت کی، سے کوئی خبر
 نہیں ہے وہ انسان کی گفتگو اور تقریریں سن کر یہ تحقیق شروع کرتی ہے کہ آواز کیا ہے، درکماں
 سے آتی ہے، اس تحقیق کے دوران اس کے سامنے یہ منظر آتا ہے کہ درخت کی دو شاخیں
 جو باہم ملی ہوئی تھیں، اتفاقاً ہوا چل اور رگڑ سے ان میں آواز نکلنے لگی پھر جب ہوائ کی تو آواز
 بند ہو گئی۔ یہ واقعہ بار بار اس کے سامنے آتا ہے، اب ان میں سے ایک ماہر اس کا بغور مطالعہ
 کرنے کے بعد اعلان کرتا ہے کہ کلام انسانی کا راز معلوم ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے انسان کے
 منہ میں نیچے اور اوپر کے جڑوں میں دانت اس کا سبب ہیں۔ جب یہ نیچے اوپر کے دانت
 باہم رگڑا کھاتے ہیں تو ان سے آواز نکلتی ہے اور اسی کو کلام کہا جاتا ہے۔

دیکھئے دو چیزوں کی رگڑ سے ایک قسم کی آواز پیدا ہونا بکلمے خود ایک واقعہ ہے گو اس
 واقعہ سے کلام انسانی کی تشریح کرنا صحیح نہیں ہے۔

دورِ حاضر کی سائنس کو نظریۂ ارتقاء پر ناز ہے مگر اس سلسلے میں خود اس کے حامی کیا
 کہتے ہیں، سر آر تھ کیتھ (Kelth) کے یہ الفاظ سنئے اور سر دھنئے۔

”Evolution is unproved and
 unprovable. We believe it only because
 the only alternative is special creation
 and that is unthinkable“ (Scientific Thought Dec 61)

یعنی ارتقاء ایک غیر ثابت شدہ نظریہ ہے اور وہ ثابت بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اس
 پر صرف اس لئے یقین کرتے ہیں کہ اس کا واحد بدل تخیل کا عقیدہ ہے جو سائنسی طور پر
 ناقابلِ فہم ہے۔ (علم جدید کا چیلنج)

گویا محض مذہب دشمنی نے انہیں انسان سے حیوان بنائے جانے پر راضی کر لیا ہے۔

ورنہ جس عقیدے کو مانتے ہیں، ثابت وہ بھی نہیں۔

کیا مذہب کے متعلق بھی اس غیر یقینیت کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ یہاں تو ابتدا

ہی ایمان (یعنی یقین) سے ہوتی ہے۔

نیوٹن کے قوانین حرکت کا ایک وقت تک کتنا چرچا تھا، انہیں سائنس پرستوں

نے 'قوانین یقینی' کہا مگر ایک اور سائنس دان آئن سٹائن نے ان کا جو حشر کیا تاریخ

سائنس کا ایک اور عبرتناک باب ہے۔

اب آئیے ان کلیم پوش صوفیاء کی طرف، جو اپنی آستینوں میں یدِ بیضالتے بیٹھے ہیں۔

انہیں مفروضوں کے سہارے شایدے اور پھر تصدیق تک کے تین مراحل طے کرنے کی ضرورت

نہیں ہے۔ ان کا قدم اول ہی تصدیق ہے، یہ جو کچھ مانتے ہیں دیکھتے ہیں اور جو دیکھتے

ہیں کہتے ہیں۔ اقبال جو ان کے خوانِ نظر کا ایک ریزہ خور ہے، اپنے متعلق کس یقین افروز

انداز میں اعلان کرتا ہے۔

۵ می شود پرودہ چشم پر کا ہے گا ہے

دیدہ ام ہر دو جہاں را بنگاہے گا ہے

آج کی سائنس کائنات کی جن لا محدود پہنائیوں کی صرٹ نشاندہی کر رہی ہے، اسی کے

متعلق آج سے قریباً ۹ سو سال قبل حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کتنے دانشگان

الفاظ میں فرما گئے ہیں۔

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا

تَحْتَ دَلَةِ عَلَى حُكْمِ اتِّصَالِ

۱ میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھا جس طرح ہاتھ پر رائی کے دانے

رکھے ہوں، دنیا کے شہر نہیں فرمایا کہ نظر چھ برا غظموں میں گھومنے لگتی بلکہ اللہ کے شہر

جو کائنات ہستی کی دور دراز وسعتوں میں اپنی اپنی مخصوص کیفیتوں میں موجود ہیں۔

اسی قصیدہ غوثیہ میں ایک اور شعر ہے ۔

دَمًا مِنْهَا دُهُورٌ اَوْ شُهُورٌ

تَمُرُّ وَتَقْصِي اِلَّا اَتَا لِي

یعنی زمانے اور مہینے دنیا میں ظہور پذیر ہونے سے پہلے میرے پاس آتے ہیں ۔
اب وقت کا متشکل و متجسم ہو کر آنا ساتنسی مشاہدات سے ایک بالاتر حقیقت
ہے مگر وہ کیا سمجھیں گے جن کی دلیل انکار کچھ ایسی ہو کہ 'جغرافیہ میں عرش کا نقشہ ملا نہیں،
کاش سائنس کا فریب خوردہ انسان چند کلیوں پر فطاعت کرنے کے بجائے یقین
کی آنکھیں کھولتا ۔

غرض اولیاء اللہ کو حقائق اشیا کا علم ہوتا ہے یہ اس خلافت الہیہ کی نمائندگی کرتے ہیں
جس کا اولین تقاضا عِلْمِ اَدَمَ الْاَسْتِغَاةَ كُلِّهَا (اللہ نے آدم علیہ السلام کو سب
چیزوں کے سب نام سکھا دیئے) سے ظاہر ہے اولیائے کرام کے علم کا دار و مدار قرآن حکیم
پر ہے ۔ یوں تو بہت سے لوگ قرآن فہمی کے مدعی ہیں مگر اس کے لئے جس روحانی مناسبت
کی ضرورت ہے وہ اولیاء اللہ ہی کو حاصل ہوتی ہے ۔ جب انسان کا دل تصفیہ ،
تزکیہ اور تجلیہ سے مشرف ہوتا ہے تو قرآن کے معانی اس پر اترنے لگتے ہیں ، اقبال
نے اسی لئے فرمایا

۵ ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب

گرہ کشا ہے نہ رازی ، نہ صاحب کثافت

'مقربانِ بارگاہِ خداوندی' قرآن کے آئینے میں اقوام کے عروج و زوال اور
افراد کے ماضی و حال کو اس طرح دیکھتے ہیں کہ زائرانِ حرمِ مغرب اس کا تصور بھی نہیں
کر سکتے ۔ ان کا نصابِ علم لوح محفوظ ہوتا ہے جس کے متعلق ارشادِ ربانی ہے ۔

وَلَا تَطْبِ وَلَا يَاسِ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

یعنی کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو اس روشن کتاب میں نہ ہو۔

۷ لوح محفوظ است پیشِ اولیاء

از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

بلکہ بعض تو لوح محفوظ سے بھی اوپر نکل جاتے ہیں، اس سلسلے میں ایک حکایت یاد آگئی جو حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں سنائی تھی۔

علومِ سمیت اور بلند ظرفی کی بات ہو رہی تھی، آپ نے فرمایا ایک دلی اللہ کی آنکھ کے قریب پھوڑا نکل آیا، بہت سے علاج کروائے مگر افاقہ نہ ہوا۔ طبیبوں نے فیصلہ دے دیا کہ اسے چیرے بغیر چارہ نہیں۔ مریدانِ نان جو لطافتِ احساس سے محروم تھے، آپریشن پر آمادہ ہو گئے مگر ایک مریدِ صادق جو حضرت کے فیضِ نظر کا پروردہ تھا، رضامند نہ ہوا۔ اسے شیخ کی تکلیف کا تصور بے چین کر رہا تھا۔ آخر اُس نے خود ہی ایک عام سی دوائی اس پر لپیپ دی۔ خدا تعالیٰ نے شفا دے دی۔ اب دوسرے مرید اصرار کرنے لگے، بتایہ دوائی کس نے بتائی۔ اُن کے سخت اصرار سے تنگ آکر اس نے بتا ہی دیا کہ میں نے لوح محفوظ سے دیکھی ہے۔ اب ان کوتاہ بینوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ پیرِ صاحب سے مرید بڑھ گیا ہے، آفران میں جو زیادہ سی تیز تھے، انہوں نے اس مردِ کامل سے بھی سوال کر دیا۔ آپ نے فرمایا میری پرواز لوح محفوظ سے آگے تھی اس لئے نیچے آکر لوح محفوظ سے استفادہ میرے لئے کسرِ شان تھی۔ میرے مرید کی پرواز نہیں تک تھی اُسے اسے دیکھنے میں کوئی دقت نہ تھی۔

بہر حال اولیاء اللہ کے کلام کی دوسری خوبی اس کی حتمیت و واقعیت ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس کی بہت سی مثالیں باب الکرامات میں آئیں گی۔ یہاں صرف اسی حقیقت کو ظاہر کرنا تھا کہ ان کا کلام سراپا علم ہوتا ہے۔ علم کے تلاشی اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ایک حکایت پر اس مضمون کو ختم کیا

جاتا ہے اس سے خاموشی اور گفتگو کی حد بندی بھی ہو جاتی ہے، آپ لکھتے ہیں -

”ایک روز ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے ایک محلہ میں جا رہے تھے کہ ایک مدعی

کو دیکھا جو کہہ رہا تھا اَلسَّكُوتُ خَيْرٌ مِنَ الْكَلَامِ (خاموشی کلام سے بہتر ہے) آپ نے فرمایا سَكُوتُكَ خَيْرٌ مِنْ كَلَامِكَ وَكَلَامِي خَيْرٌ مِنْ سَكُوتِي لِأَنَّ كَلَامَكَ لَغْوٌ وَسَكُوتُكَ هَزْلٌ وَكَلَامِي خَيْرٌ مِنْ سَكُوتِي لِأَنَّ سَكُوتِي حِلْمٌ وَكَلَامِي عِلْمٌ تیرا سکوت تیرے کلام سے بہتر ہے اور میرا کلام میرے سکوت سے بہتر ہے۔ کیونکہ تیرا کلام لغو اور خاموشی ہزل ہے مگر میرا بولنا چپ رہنے سے اس لئے افضل ہے کہ میری خاموشی علم اور گفتگو علم ہے۔

انسان کے کردار و اطوار کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھالنے کے لئے جو کام ’محبت سرانجام دیتی ہے‘ اس کی مثال نہیں لوگ عشق میں دُنیا

۳۔ دستور العمل

تو ایک طرف دین تک کو قربان کر دیتے ہیں، ہر طالب اپنے مطلوب کی راہ و رسم اپنانے پر فخر کرتا ہے۔ انگریز شاعر لارڈ بائرن سے اس کے ہم قوم نوجوانوں کو جنون کی حد تک محبت تھی، تو اپنی وضع قطع بھی اس کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ شاعر مذکورہ لنگڑا تھا لہذا اس کے ہم وطن بسنگڑے پن کو بطور فیشن اختیار کئے ہوئے تھے۔

اولیائے کرام سے جن خوش بخت لوگوں کو محبت ہے، وہ بھی انہی کے نقش قدم کو نشانِ راہ اور انہی کی خاک پا کو سرسہ چشم سمجھتے ہیں۔ فاسقانِ سیاہ کاران کے حلقہ بگوش ہو کر زاہدانِ سب کو کار کیوں بنتے ہیں۔ یہ سب محبت کا کرشمہ ہے۔ اولیاءِ کرام (کے کلام) کی تاثیر و صداقت اور مریدوں کی محبت و عقیدت ان کے ارشادات کو ایک دستور العمل کی حیثیت دے دیتی ہے۔ مولانا نور بخش صاحب تو کلی تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کے دیباچے میں فرماتے ہیں -

”أَمَّتِ مُحَمَّدٌ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ كَمَا اسَ امْرُؤٌ جَمَاعَ هُوَ كَتَفِيرٍ وَهَدِيثِ

کے بعد صوفیہ کرام کے ارشادات بہترین کلام ہیں اور ان کا پڑھنا یا سننا صحبت معنوی کا حکم رکھتا ہے۔“

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہار الدین نقشبندی بخاری قدس سرہ کے دوسرے خلیفہ حضرت خواجہ محمد یار سارحمتہ اللہ (متوفی ۸۲۲ھ) باوجود کمالات صوری و معنوی کے حضرات خواجگان قدس اللہ آرواحہم کے رسالوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے کیونکہ ان کے کلمات قدسیہ کا ہمیشہ ساتھ رکھنا اور ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری ہرودی قدس سرہ نے اپنے مریدوں کو وصیت کی کہ ہر ایک پیر کا کوئی کلام یاد کر لو اگر ایسا نہ کر سکو تو ان کا نام یاد رکھو تاکہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔“

ان ارشادات کی روشنی میں جب مرید اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے تو اسے جا بجا اپنی خامیاں نظر آتی ہیں اس طرح وہ غرور و تکبر کے پھندے سے نکل کر خود شناسی کی طرف بڑھتا ہے۔ ان سطور کے بعد اب حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کے ملفوظات نقل کئے جاتے ہیں۔ انوار لاثانی (طبع اول) کے مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے اس مضمون کو یہاں یکجا کر کے مناسب عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے پنجابی کے ان الہامی دروہانی شہ پاروں کو اردو کا قالب دیتے ہوئے زیادہ سے زیادہ وہ سادگی برقرار رہے جو قبلہ عالم کے طرزِ تکلم کا طرہ امتیاز تھی حضور کے مختصر جملوں کی تہ میں معانی کا جو سمندر موجزن ہے، اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کا تمام کلام ”الکلام ما قلّ و دَلّ“ (یعنی کلام وہی ہے جو قلیل ہو کر بھی بہت سے مفہوم پر دلالت کرے) کا آئینہ دار ہے۔

ملفوظات

حضور شاہ لاثانی کے بہت سے ملفوظات، زیرِ نظر کتاب کے مختلف ابواب میں درج کئے جا چکے ہیں۔ زیرِ نظر باب میں انشاء اللہ وہی ارشادات آئیں گے جو قبل

فرمایا: درویش کا کمال یہ ہے کہ انسان ذات باری کے سوا سب

سے بے نیاز ہو جاتے۔ کسی کے سہارے کا دل میں خیال نہ رکھے،

توحید

فرمایا: بعض لوگ ایسے ہیں جو پیر کو خدا کہتے ہیں۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے، چاہتے کہ زبان کو بند رکھیں، فرمایا: از خدا جز خدا چیزے نخواہے

فرمایا: مسلمان کا ایمان پہلے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رسالت

پر ہے، پھر اللہ جلّ شانہ پر ہے

۱۔ کیونکہ سب سہاروں کا پیدا فرمانے والا وہی ہے۔ اس کے فضل کے بغیر کوئی سہارا کام نہیں آسکتا

۲۔ نگو گوتے چہ خوش گفت است در ذات۔ کہ التوحید استفاضا لاضافات

۳۔ یعنی اگرچہ بقول مولائے روم علیہ الرحمۃ

۴۔ پیر کامل صورتِ ظلِ خدا یعنی دیدہ پیدہ دیدہ کبریا

پھر بھی خالق و مخلوق میں جو فرق و امتیاز ہے اسے کیونکہ نظر انداز کیا جاسکتا ہے

۵۔ گر فرق مراتب نہ کنی، زندیقی

امام المکاشفین حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

۶۔ الْعَبْدُ عَبْدٌ ذَاتٌ تَوْقِيٍّ وَالرَّبُّ ذَاتٌ مَّتَّعِلٌ

یعنی بندہ بندہ ہے اگرچہ عظمت کے کسی اونچے سے اونچے مقام پر فائز ہو جاتے اور رب ہر حال رب ہے

اگرچہ اس کے جلوے کتنا ہی نزول فرمائیں۔ رب غیر مقدور ہے، بندہ مقدور ہے، رب قدیم ہے، بندہ

حادث ہے، رب واجب الوجود ہے، بندہ ممکن الوجود ہے۔ رب خالق ہے، بندہ مخلوق ہے رب مستقل

بالذات ہے اور بندہ ایسا نہیں۔ رب کی ہر صفت ذاتی اور بندہ کی ہر صفت عطائی۔

۷۔ یعنی اصل مقصود خدا ہے بلکہ خدا ہی مقصود ہے بقول حضرت باہر علیہ رحمۃ

۸۔ یقین دانم دریں عالم کہ لامعبود الاہو ولا مقصود الاہو ولا معبود الاہو

۹۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دلیل توحید و اصل ایمان ہیں۔ آپ کے بغیر خدا شناسی کا دعویٰ باطل

و بے بنیاد ہے۔ خداوند کریم فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَإِنَّا أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكُمْ ذُرًّا مَّبِينًا

ترجمہ: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے شاندار دلیل آئی ہے اور بیشک ہم نے

تمہاری طرف نورِ مبین اتارا۔

اس آیت کریمہ میں برہان (یا دلیل) سے مراد حضور امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والثناء کی ذاتِ ستودہ صفات ہے

جن کی ذاتِ خدا کی منظر اندہ صفات، صفاتِ خدا کی منظر میں۔ جو جامع کلماتِ نبوت ہیں اور جن کی اک اک ادا آیت

حقِ نبا ہے۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی اسی لئے سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں۔

۱۰۔ اس نے حق دیکھ لیا جس نے اور دیکھ لیا کہ رہی ہے یہ چمکتی ہوئی طلعت تری

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تری

بلاشبہ حضور دلیل توحید ہیں اسی لئے سورۃ اخلاص کی ابتدا تکل (یعنی کہ) سے ہوئی۔ یہی مولانا عرض کرتے ہیں۔

۱۱۔ قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی سکتی ہے گفتِ تری اللہ کو پسند

فرمایا، وہ لوگ بہت بُرے ہیں جو صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کے بے ادب ہیں اور وہ لوگ

عظمتِ صحابہ اہل بیت رضی اللہ عنہم

توان سے بھی گئے گزرے ہیں جو پختن پاک (حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور سیدنا حضرت علی، سیدہ خاتونِ جنت، سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم)
کے بے ادب ہیں۔ فرمایا، ”سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ روحانیت کے پیشوائے اعظم
ہیں اور کل اولیائے کرام کو فیض انہی سے حاصل ہے۔“

فرمایا۔ ”سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ جو حضرت سیدنا ابو بکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ کیا گیا ہے، یہ حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا ادب و احترام ہے ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنا گھر روحانیت کا
مرکز ہے۔“

فرمایا ”ذکر نفی اثبات کثرت سے کیا کرو اور اس سلطانِ الاذکار
سے اپنا دل روشن کرو۔ حقیقتاً ذکر نفی اثبات نعمتِ عظمیٰ ہے۔

ذکر خدا

اس ذکر سے انسان کا دل منور اور مطمئن ہو جاتا ہے۔

فرمایا ”اپنے قدم پر نظر رکھو اور چلتے پھرتے بھی اللہ اللہ کہو“

فرمایا ”جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک خاموش رہے اور عصر کی نماز کے بعد
شام تک، تو وہ چار غلام آزاد کرنے کا ثواب پاتا ہے، عصر کے بعد درویش کے لئے
خاموشی کا روزہ ہوتا ہے۔“ فرمایا ”تین وقتوں کی حفاظت کرو تو میں تمہارا ضامن ہو جاؤں گا۔“
صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک عصر کی نماز کے بعد مغرب تک اور عشا کی نماز کے بعد سونے تک۔
فرمایا ”عمل کے لئے ذکر ہی کافی ہے مذکور تک پہنچا دے گا۔“

۱۔ یعنی خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے اس کا ذکر بہت بڑا ذریعہ ہے۔ حدیثِ قدسی میں رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔
اَنَا جَلِيسٌ مِّنْ ذِكْرِ نَبِيٍّ (جو مجھے یاد کرے میں اس کا ہم نشین ہوں) یہاں ہم نشینی سے مراد کمالِ قرب ہے۔

فرمایا: ذکر حضورِ قلب اور شوق سے کرو۔

فرمایا: دل کو عجب ریا اور خیالاتِ فاسدہ سے پاک و صاف کر کے اللہ پاک کا جو اسم بھی پڑھا جائے اکرمِ عظم ہے۔

(غلام قادر صاحب پڑھوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دربار شریف کی حاضری کے دوران مجھے خیال آیا کہ میرے دشمن فلاں جگہ پر قبضہ نہ کر لیں، آپ نے خطرہ دل سمجھ کر) فرمایا اللہ پاک فرماتا ہے: تو میرا نام لے اور اپنے دشمن کو میرے حوالے کر دے۔

فرمایا: جو دم غفلت میں گزرتا ہے، وہ قیامت کے دن باعثِ افسوس ہوگا۔
فرمایا: جو آدمی ذکر سے غافل ہو جائے، اس کا دل مردہ اور پتھر سے بھی سخت تر ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے اور وہ مغضوبِ الہی ہو کر العوام کا لالہ نعم کے گردہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

فرمایا: كُلُّ قَلْبٍ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ مَيِّتٌ جو دم غافل، سودم کافر۔
فرمایا: کوا اتنا حریص ہے کہ علی الصبح ہی ہمارے چو ترے پر آکر دانہ چگنا شروع کر دیتا ہے لیکن فاختہ شہتوت کے درخت پر ذکر میں مشغول رہتی ہے اور دن چڑھے روزی کی تلاش کرتی ہے۔

فرمایا: بندے پر لازم ہے کہ تمام دن وہ اہل و عیال کے لئے (فرائض شرعیہ مثلاً نماز نیچگانہ وغیرہ کے علاوہ) رزقِ حلال تلاش کرے اور رات میں ایک ایسی گھڑی وقف کرے جس میں ذکر و تسکین اس قدر مشغول ہو جائے کہ تہ دل سے خداوند کریم سے کہے: یا اللہ اب میں تیرا اور تو میرا، اب نہ میں کسی کا اور نہ کوئی میرا۔

فرمایا: میں نے حضرت باداجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سے قرآن پاک پڑھنے کی اجازت طلب کی، آپ نے

مراقبہ

فرمایا: ہاں پڑھا کرو بہوں، ثواب ہے مگر مقصود مراقبہ ہے۔

فرمایا: ”دریش مراقبہ ہی سے بحر معرفت عبور کر سکتا ہے۔“

فرمایا: ”جب آدمی مراقبہ میں مشغول ہو تو پاس اگر گھی کا بھرا ہوا برتن بھی گر کر بہ جائے، اسے خبر نہیں ہونی چاہئے۔“

فرمایا: ”ہر نماز کے بعد مراقبہ کیا کرو۔“

فرمایا: ”مراقبہ میں کم از کم اتنا وقت ضرور لگنا چاہئے جتنا پانی کا پیالہ پینے میں لگتا ہے۔“

فرمایا: ”جو لوگ مراقبہ میں بیٹھ کر گیدڑ جھانکیاں لگاتے رہتے ہیں، غلطی کرتے ہیں، ایسے مراقبہ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“

فرمایا: ”مراقبہ اتنے سکون سے کرنا چاہئے کہ اگر سینے پر نسوار لگی ہو تو نہ اڑے۔“

فرمایا: ”مراقبہ و ذکر میں اس قدر مشغول ہو جاؤ کہ تمہارے رگ و ریشہ میں ذکر سرایت کر جائے، (ایک شخص نے عرض کیا، حضور مراقبہ میں لطف نہیں آتا تو آپ نے)

فرمایا: ”نوکر کا کام حکم ماننا اور کام کرنا ہے، اُسے مزے اور لطف سے کیا کام۔“

(استاد محترم جناب سید محمد صدیق شاہ صاحب بھوپری ثم لاہوری کو مراقبہ میں یکسوئی پیدا کرنے کے لئے)

فرمایا: ”پہلے تین بار کلمہ ”تجدیدِ پڑھ کر اپنے سینے پر دم کر لینا چاہئے اور پھر مراقبہ تین بار

۱۔ سلف صالحین نے مراقبہ کا یہی طریقہ سکھایا ہے۔ چنانچہ حضرت شبلی، حضرت ثوری (علیہما السلام)

کے پاس گئے تو دیکھا کہ آپ مراقبہ میں ہیں اور آپ پر ایسی محویت و بخودی طاری ہے کہ بدن کا ردان تک نہیں ملتا (مراقبہ سے) فارغ ہوئے جناب شبلی نے پوچھا حضرت آپ نے مراقبہ کا یہ طریق کہاں سے سیکھا؟ فرمایا: ”بل سے، کہ جب وہ شکار میں بیٹھتی ہے تو اس سے بھی زیادہ پرسکون ہوتی ہے۔“

حضور سیدنا غوث اعظم قدس سرہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔

”اے لوگو! اپنے نفس سے الگ ہو جاؤ اور اپنے وجود کی بادشاہی خدا کے سپرد کر کے اس کی طرف

اپنے دل کے دربان ہو جاؤ یعنی جس کو وہ اندر آنے کا حکم دے، اُسے آنے دو اور جس کے لئے منع رہے اُسے ونگ دو۔“

نفی اثبات کے ذکر سے شروع کرنا چاہئے۔ اس کے بعد اسم ذات کی ضربیں لگائی جائیں :

فرمایا ' درود شریف مومنین کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے اور تمام اوراد و وظائف سے افضل و اعلیٰ ہے۔ '

درود شریف

فرمایا ' درود ہزارہ تہجد کے بعد کم از کم ایک سو گیارہ بار پڑھ لیا کرو۔ '

فرمایا ' تہجد کی مداومت کرو۔ '

تہجد

فرمایا ' تہجد کی نماز ضرور ادا کرتے رہو، جو آدمی تہجد میں تساہل کرے

سست گدھا ہے جو صرف پیٹ بھرنا جانتا ہے۔ '

فرمایا ' وہ شخص بد قسمت ہے جو رات کے پہلے حصے میں جاگا اور آخر شب جب مغفرت

۱۔ کیونکہ ایک بار درود شریف پڑھنے سے خدا کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ یہ قربِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہے، ہر غم کا علاج ہے۔ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ منافقت دور ہوتی ہے۔ یہ سب اور ان کے علاوہ شمار فوائد حدیث میں مذکور ہیں۔ اسی لئے بزرگانِ دین اس کی تاکید فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ القول الجلیل میں لکھتے ہیں، میرے آبا جی نے ہر وقت درود شریف پڑھتے رہنے کی وصیت کی اور فرمایا بِهَذَا رَجَدْنَا مَا وَجَدْنَا یعنی ہمیں جو کچھ ملا، اس کے صدقے ملا۔ '

۲۔ نقشِ لاثانی سیدی دمولائی حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحبِ ظہیم العالی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر تہجد کے وقت یہ درود شریف نہ پڑھ سکیں تو نماز فجر باطلہ رہتی کہ جس نماز کے بعد وقت ملے پڑھ لینا چاہئے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس (درود ہزارہ) شریف کے پڑھنے سے عجیب کیفیت دسرور آتا ہے۔ (جذب القلوب)

۳۔ تہجد کے فضائل میں دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں، (۱) سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبہرہ! تم چاہتے ہو کہ حالتِ حیاتِ ممات میں اور قبر سے اٹھتے وقت اور قیامت کے دن تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو تو رات میں اٹھ کر اپنے رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نماز پڑھو اے ابوبہرہ! اپنے گھر کے گوشوں میں نماز پڑھو تو تمہارے گھر کا نور آسمانوں میں پہنچے گا جیسا کہ ستاروں کا نور زمین والوں کو محسوس ہوتا ہے (۲) رات کی نماز اختیار کرو کہ تم سے پہلے نیک بندوں کا طریقہ ہے اور قربِ الہی کے حصول کا ذریعہ ہے، گناہ معاف ہونے کا سبب اور بدنی بیماریاں دور ہونے کا موجب ہے اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔

کے دروازے کھلتے ہیں، سو گیا۔

(قاضی سراج احمد صاحب نے عرض کیا، حضور میں وعظ کیا کرتا ہوں اور بعض اوقات وعظ ہی میں رات کا کافی حصہ گزر جاتا ہے اس لئے کچھلے وقت کی بیداری گراں گزرتی ہے۔ اگر اس صورت میں تہجد ادا نہ کروں تو کیا حکم ہے؟ جواباً)
فرمایا 'تہجد نہ ترک کیا کرو' جو شخص تہجد چھوڑ دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کا نام درویشوں کے دفتر سے خارج کر دیا جاتا ہے، نیز فرمایا 'وعظ کرتے ہو تو دیہات میں کیا کرو۔'

(ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ڈپٹی قطب نثار صاحب نے عرض کیا حضور کچھ نصیحت فرمائیں)

فرمایا 'سحری کے وقت جاگنا افضل ہے۔' (پھر گزارش کی 'تمام دن کی مصروفیت کی وجہ سے سحری کا اٹھنا گراں معلوم ہوتا ہے اور غفلت ہو جاتی ہے' تو)
فرمایا 'سحری کے وقت اٹھ کر ضرور اللہ اللہ کر لیا کرو اگرچہ بکری کے دودھ دہنے کے وقت جتنی فرصت ملے تاکہ ذاکرین میں نام لکھا جاسکے۔'

فرمایا 'تم میں سے کوئی شخص کسی مشکل میں گرفتار ہو تو اسے لازم ہے استغفار | استغفار پڑھے اور مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔'

فرمایا 'دعا دوزانو ہو کر الحاج و زاری کے ساتھ مانگا کرو۔' فرمایا 'اگر پوری محفل میں ایک شخص چوڑی لگا کر بیٹھا ہو تو کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔'

فرمایا 'جمعہ کے دن عصر کے بعد ایک گھڑی ایسی ہے جس میں ہر جائز دعا قبول ہو جاتی ہے۔'

۱۰ قرآن کریم میں ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝

حدیث پاک میں فرمایا گیا خوشی ہو اس شخص کے لئے جس نے اپنے نامہ اعمال میں استغفار بہت پائی۔

۱۱ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے جمعہ کے دن جس ساعت کی خواہش کی جاتی ہے اُسے عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک تلاش کرو۔

اتباع شریعت

سخت ہے :۱۵

فرمایا ' احکام خداوندی بجالانے میں کوتاہی نہ کرو،
آج تو اس نے ڈھیل دی ہے مگر اس کی گرفت بھی

آدابِ طریقت

تھا، آپ نے اُسے)

(ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جو
آپ کا ارادہ مند ہونے کے باوجود ادھر ادھر جھانکتا بھرا

فرمایا ' بیٹا اپنے ہی باپ کی دراشت کا مالک ہوتا ہے چچا کی دراشت کا مالک نہیں
بن سکتا اور شیر خوار بچہ اپنی ہی ماں سے دودھ پیتا ہے چچی یا تائی کبھی نہیں پلاتی :۱
فرمایا ' جا بجا بیعت کرنے سے برکت اٹھ جاتی ہے اور انسان کا حال ناحشہ عورت جیسا
ہو جاتا ہے جو نہ تو صاحبِ اولاد ہوتی ہے اور نہ کوئی اس کا رشتہ دار ہی ہوتا ہے۔ جو عورت
ایک خاندان پر اکتفا کر لیتی ہے وہی بامراد ہوتی ہے :۲

فرمایا ' اگر یہ معلوم ہو جائے کہ میرا مرشد فلاں طرف ہے تو اس طرف نہ پیٹھ کر کے
بیٹھے نہ تھوکے نہ پیشاب وغیرہ کرے :۳

فرمایا ' فقیر کے پاس خالی ہاتھ جانا محرمی کی دلیل ہے۔ (آپ نے ایک سکھ کا واقعہ
سناتے ہوئے) فرمایا ' میں کنوئیں کی شمالی جانب بیٹھا ہوا تھا کہ موضع کھنڈوڑے کی طرف سے
ایک سکھ آیا اور مجھے ملے بغیر گاؤں چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آیا تو بڑی تعظیم و تکریم سے ملا۔ میں
نے پوچھا ' سردار جی آپ مل کر کیوں نہ گئے ، بولا ' حضور میں اس وقت خالی ہاتھ تھا
اور خالی ہاتھ گرو کو ملنا خالی واپس جانا ہے :۴

۱۵ قرآن پاک میں ہے ' اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ' (بیشک تیرے رب کی گرفت مزدور سخت ہے)

۲ شیخ ایک ہی بہتر ہے حضرت عبدالوہاب شمرانی نے اس سلسلے میں اس حدیث پاک سے استدلال کیا ہے مِنْ دُرِّقَ

فِي شَيْءٍ فَلْيَلْزِمُهُ (جو کسی شے سے دُرِّق دیا جائے چاہے کڑے لازم پکڑے) (میزان الشریعۃ الکبریٰ)

فرمایا 'ایک عورت نے اپنے خاوند کو تین نصیحتیں کیں -

۱ - پیر کے گھر جا کر بیکار نہ رہنا -

۲ - دنیوی خواہش نہ رکھنا -

۳ - جب تک اجازت نہ دے گھر واپس نہ آنا۔^۱

فرمایا 'میں نخر و مباہات کے طور پر نہیں کتنا، اظہارِ شکر کے طور پر کہتا ہوں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے ایسا علم دیا ہے کہ اگر کوئی بندہ میل کے فاصلے پر آ رہا ہو تو مجھے اس کا عقیدہ باطنی معلوم ہو جاتا ہے،^۲

فرمایا 'جب تک اعتقاد درست نہ ہو فقیر بھی کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔

فرمایا 'میرے ساتھ اگر تعلق رکھنا چاہتے ہو تو دل کو صاف رکھو اگر تمہارا دل صاف ہوگا تو معرفت کی شعاعوں کا اثر تمہارے دل پر پڑے گا۔

فرمایا 'منافقانہ طور پر شیخ کی خدمت میں رہنا گناہ ہے۔ قدم بوسی اگر محبت و شوق سے ہو تو ثواب ہے ورنہ گناہ ہے، سلام و مصافحہ ہی کافی ہے۔^۳

فرمایا 'مرشد کو دنیوی کار و بار کے لئے مت پکڑو - خدا کی رحمت اور صراطِ مستقیم حاصل کرو۔

^۱ شیخ کے دربار میں غلامانہ حیثیت سے رہنا ہی مفید ہے۔ وہاں بیکار بیٹھنا تکبر کی علامت ہے۔ وہاں دنیوی خواہش لے کر جانا رشتہ ارادت کی توہین ہے۔ نیز مردِ کامل تو بہت کچھ دے سکتا ہے پھر صرف دنیا پر اکتفا کیوں کی جائے۔ شیخ کی اجازت کے بغیر آنا سخت میوہ ہے۔ یہاں تو سدا پائے تسلیم و رضا بننے سے فائدہ ہوگا۔

^۲ اس لئے کہ مردِ مومن نورِ خدا سے دیکھتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے اَلْقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ يُنْظَرُ بِسُوْرِ اللّٰهِ عَمْرَوْهٖ (جامع صغیر ج ۱) حضور قبلہ عالمِ قدس سرہ کا یہاں میل کے فاصلے کی بات کرنا محض کس نفسی کے طور پر ہے ورنہ آپ قطبِ مدار تھے اور بحمدہ تعالیٰ خدا کے نور سے ساری زمین آپ کے پیشِ نظر تھی۔

^۳ کیونکہ یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے خداوندِ کریم اور حضورِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے وہ ہر چیز جانتے ہیں لہذا اتفاق سے اتفاق نقصان ہی ہوگا

فقر و درویشی

فرمایا: فقیری بہت مشکل ہے۔ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو شاید میں ادھر رجوع نہ کرتا۔

فرمایا: درویشی بہت مشکل ہے، تصور باندھ کر ذکر کرنا چاہئے۔
فرمایا: جو کم کھاتے، کم سوتے اور کم بولے اس کا نفس مرجاتا ہے۔
فرمایا: درویش کے لئے گفتگو میں الجھنا مایوس ہے۔
فرمایا: شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے مرشد نے انہیں دو نصیحتیں کیں۔

۱۔ اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھیں۔

۲۔ کسی کو اپنے آپ سے حقیر نہ جانیں۔

فرمایا: آدمی کو جب ہر طرف سے مایوسی ہو جاتی ہے تو پھر درویشی اختیار کرتا ہے اور اہل اللہ کے پاس جاتا ہے، اگر پہلے رجوع کرے تو کیا ہی اچھا ہو۔

آپ کے نزدیک دنیا کی حقیقت وہی تھی جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اطہار کے فرمان سے آشکارا ہے۔ کبھی آپ نے یہ تعلیم نہیں دی کہ کاروبار دنیا چھوڑ دو۔ ہاں وہ دنیا جو ذکر الہی اور فرائض شرعی کی انجام دہی میں حائل ہو، وہ آپ کے نزدیک بہت مذموم تھی، چنانچہ

فرمایا: اللہ کے بندوں کے نکتے ہوتے ہیں، دنیا کے فرائض پکڑے اور دین کے مستحب بھی نہ چھوڑے۔ پھر فرمایا: سمجھے ہو میں (یعنی غلام قادر صاحب ساکن پوہا) نے عرض کیا 'نہیں' فرمایا: مثلاً دنیا کا ایک فرض تو ہے بدن ڈھانپنا، اگر زیادہ خرچ کرے تو بھی یہ فرض ہی ادا ہوگا مگر سوچا جائے تو سادگی سے بھی یہ کام چل ہی جاتا ہے۔

۱۔ شیخ سعدی نے ان دونوں باتوں کو شعروں کا لباس دیا ہے۔ حضور شاہ لاثانی (قدس سرہ) یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے۔

مرا پیر دانا تے مرشد شہاب دوانداز سرمد بر دئے آب

بچے آنکھ بر خویش خود ہیں مباش دگر آنکھ بر غیر ہیں مباش

(ایک دفعہ آپ آگ تاپ رہے تھے اور چند دوست بھی حاضر خدمت تھے۔ آپ نے) فرمایا دنیا سے اسی طرح کام لینا چاہئے جیسے میں اس وقت آگ سے لے رہا ہوں یعنی اسے تاپنے کی بجائے اگر جھولی میں عرص کر کے ڈال لوں یا اس میں ہاتھ اور کپڑا ڈالوں تو کیا یہ جل نہ جائے گا۔ یہی مثال دنیا کی ہے جس نے زیادہ عرص کی اس نے اپنا دین برباد کیا۔ فرمایا کرتے ہیں دنیوی کام جو بمنزلہ فرض کے ہیں وہی کرتا ہوں یعنی جن کے بغیر گزر ناممکن ہے،

فرمایا ”مال اور مرتبہ دو بڑے بت ہیں۔ فرشتہ انسان پر تین وقت ہنستا ہے۔ (۱) جب کوئی زمیندار کسی دوسرے زمیندار کی زمین میں ہل چلا کر اپنی زمین کو وسعت دیتا ہے۔ (۲) جب زانی زنا کر کے غسل کرتا ہے (۳) جب کوئی عشا کے بعد باتیں کرتا ہے۔“ فرمایا ”دل کو پاک و صاف رکھو اور خواہشات دنیا کو جہان تک ہو سکے کم کر دو کیونکہ جہاں دنیا اپنے پورے طمطراق سے آتی ہے، دین وہاں سے اٹھ جاتا ہے۔“

فرمایا ”دنیا ایک زہریلا سانپ ہے، لہذا پہلے اس کا منتر سیکھو پھر پاپس رکھو۔“

فرمایا ”اکل حلال تلاش کرو، حلال رزق سے حلال خون

پیدا ہوتا ہے۔“ (جو عزیز بھی بیعت کے لئے حاضر ہوتا اُسے)

فرمایا کرتے ”رزق حلال تلاش کرنا، محنت سے کنارہ کش نہ ہو جانا اور حق گوئی اپنا شعار رکھنا۔“

حاجی علم دین صاحب (چاہ میراں لاہور والے) بیان کرتے ہیں حضور قبلہ عالم کی مجلس

۱۰ قرآن کریم میں سرمایا گیا یَا أَيُّهَا الرَّسُولُ كُلُّ مَنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً

إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ اے پیغمبر کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور اچھے کام کرو

بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں، حدیث پاک میں ہے کَسْبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ

بَعْدَ الْفَرِيضَةِ فرض کے بعد حلال کمانا بھی فرض ہے۔

میں تھا کہ دل میں خیال آیا۔ آپ کے مال میں برکت بہت ہے شاید پاک پانی کی وجہ سے ہو کیونکہ موئینا تاج الدین صاحب فرمایا کرتے تھے، ہمیشہ پانی کا خیال رکھو کیونکہ پاک پانی میں برکت ہوتی ہے۔ حضور قبلہ عالم نے میرے قلبی خیال پر تبصرہ یوں فرمایا کہ ”مستری صاحب! اگر پانی زمزم کا ہو اور پکانے والی بی بی بھی صالحہ ہو مگر جب تک آنا حلال نہ ہو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔“

فرمایا ”جو شخص حرام کھاتا ہے اور عبادت کرتا ہے تو اس کو کچھ نفع نہیں ہوتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آٹا تو حلال لائے اور حرام پانی سے گوندھ کر پکائے تو تمام کھانا حرام ہو جاتا ہے۔“

فرمایا ”مہمان خواہ ایک روٹی ہی کھائے مگر اس کے آگے بہت سی روٹیاں رکھنی چاہئیں کیونکہ جتنی زیادہ رکھو گے اتنا ہی ثواب ہوگا۔“

مہمان نوازی

فرمایا ”اگر خدا کی راہ میں تم روٹی دو گے وہ تمہیں روٹی دے گا اور اگر جان دو گے، وہ تمہیں جان دے گا۔“

انفاق فی سبیل اللہ

فرمایا ”ضرورت کے وقت بخل نہ کیا کرو، میں نے ایک دفعہ نماز کے لئے آٹھ آنے کو مٹی کا لٹا خریدا تھا۔“ جبکہ اُس وقت وہ ایک دوپٹے میں آجاتا ہوگا۔

فصلتِ علم کے متعلق حضور کا وہی نقطہ نظر تھا جو بزرگانِ دین کا رہا ہے علم آپ نیکر کے لئے جہالت کو زہرِ قاتل سمجھتے تھے خصوصاً علمِ دین و تصوف کے بہت شیفۃ تھے چنانچہ فرمایا ”کتبِ تصوف کا مطالعہ کرتے رہا کرو، ان سے کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے۔“

علم

۱۔ اس میں مہمان کی عزت ہے اور سرکارِ دد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جِوَاللّٰہِ اور قیامت پر ایمان رکھے اسے چاہئے اپنے مہمان کی عزت کی۔

۲۔ کیونکہ یہ اکثر اہلِ حال کی تصانیف ہیں جن کی تاثیر روحانیت ان میں شامل ہے۔

فرمایا : اپنے حسب و نسب پر فخر نہ کرو ، علم و ادب سیکھنے کی کوشش کرو کہ فضیلت علم سے ہے ۔ اکثر گدی نشینوں کی اولاد حسب و نسب کی عظمت پر نازاں ہو کر فیضِ بانی سے محروم رہ جاتی ہے ۔

فرمایا : ختمِ سادہ طریق پر کیا کرو ۔ اس طرح معاملہ نیک سر انجام ہوتا ہے ۔

سادگی و اعتدال

فرمایا : ہر ایک کام میں اوسط مد نظر رکھو خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا

فرمایا : دلی اللہ کی مثال بارانی زمین کی طرح ہے ۔ وہ ایک ساعت بھی فضلِ رحمانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ۔ بارانی زمین بھی ہر وقت

متفرقت

بارش کی محتاج ہے ۔ اگر دو چار روز بارش نہ ہو تو فصل سوکھ جاتی ہے ۔

فرمایا : لا طامع ، لا جامع ، لا مانع پر عمل کرنا چاہئے ۔ پیری کو ذریعہ معاش نہ بنانا چاہئے ، کسبِ حلال سے روزی پیدا کرنی چاہئے ۔

فرمایا : حرص بُری بلا ہے ، اس کو چھوڑنا جہادِ اکبر ہے ۔

فرمایا : جو چیز بغیر مانگے ملے تو وہ اللہ کی طرف سے سمجھے اور جو حرص سے مانگ کر لے وہ حرام ہے ۔

فرمایا : وہ گناہ جو انسان کو خدا کی رحمت تک پہنچا دے ، اس نیکی سے بہتر ہے جو متکبر بنا کر خدا کی رحمت سے ہٹا دے ۔

فرمایا : سنت سے رائی کے برابر بھی اپنے خرچ میں نہ لائے کیونکہ منت ادا نہیں ہوتی ، تبرکات کا گھر میں عزت کے ساتھ رکھنا باعثِ برکت ہے ۔

۱۵ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

۱۶ بنی آدم از علم یا بدکمال نہ از حشمت و جاہ و مال و مال

عظمت و خلافتِ آدم علیہ السلام کو قرآن نے علم و وسیع کے حوالے سے پیش کیا ہے ۔

فرمایا: "تندرستی خداوند تعالیٰ کی بہت رحمت ہے، شکر کیا کرو۔"

فرمایا: "مرشد کی خدمت میں مرید کا سوال کرنا منع ہے۔"

فرمایا: "جس کو اللہ پاک اپنی طرف بلائے، اس کو خود بخود آداب سکھا دیتا ہے۔"

فرمایا: "ہر وقت با وضو رہنا باعث برکت ہے۔"

فرمایا: "بندہ جس وقت وضو کرتا ہے، فرشتے پردہ کر لیتے ہیں اور جب وضو میں

گفتگو کرے تو پردہ اٹھا لیتے ہیں۔"

فرمایا: "بخیل کی دعوت بیماری ہے اور سخی کی دعوت علاج۔"

۱۔ حضور اکرم نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الْوُضُوءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ** یعنی وضو مومن کا ہتھیار ہے۔

۲۔ وضو کی روح دراصل مختلف اعضا کی گناہوں سے توبہ ہے لہذا پوری توجہ اور اہتمام سے کرنا چاہئے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب دھل جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کرتا ہے تو ناک کے گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب دھل جاتے ہیں اور جب پیسہ دھوتا ہے تو اس کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ پلوں کے بھی اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے بھی اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ یہاں تک کہ کانوں کے اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ چھوٹے بڑے سب دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بشارت عظیمہ دے کر فرمایا: **لَا تَغْتَرَوْا** یعنی اس پر مغرور نہ ہو جانا کہ گناہوں کا از رکاب شروع کر دو یہ سمجھتے ہوئے کہ وضو میں سب دھل جائیں گے۔

منقول ہے کہ حضرت امام اعظم اور حضرت علی خواص علیہما الرحمہ لوگوں کو وضو کرنے دیکھتے تو ان گناہوں کو پہچان لیتے جو دھل کر پانی کے ساتھ گرتے تھے۔ ۳۔ حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند علیہ الرحمہ کے حالات میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص کھگر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیکھ میں مارتا، آپ اس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے، اس میں برکت نہیں کیونکہ اس میں نفس و شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ بخیل کے کھانے کی یہی کیفیت ہوتی ہے (برعکس سخی کے کھانے کے)

فرمایا: پچھلے پر سفر کرنا چاہئے کیونکہ قدرت الہی سے زمین سمٹ جاتی ہے۔

فرمایا: جس کے گھر کا پانی بھی پیا جائے، اس کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

فرمایا: دربار پر جو چیز آتی ہے خواہ وہ ایک پیسہ ہی کی ہو مجھے آگاہ کئے بغیر۔

استعمال نہ کیا کرو، کیونکہ مجھے اس کے لئے کچھ محنت کرنی پڑتی ہے۔

فرمایا: اللہ پاک کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔

فرمایا: لین دین کے معاملہ میں تحریر وغیرہ ضرور ہونی چاہئے اگرچہ باپ بیٹا

بھی کیوں نہ ہوں۔

فرمایا: ولی اللہ جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے

تلوار میان میں اور جب دنیا سے سنا کر جاتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے تنگی تلوار

جس نے مدد چاہی اسی کا مقصد پورا ہوا۔

فرمایا: خوش طبعی کسی کے ساتھ بھی کی جائے، اگر وہ خوش ہو تو جائز ورنہ ناجائز۔

فرمایا: جو کوئی بندے کا احسان نہیں جانتا، وہ خدا کا بھی احسان نہیں جانتا۔

فرمایا: کسی کے گھر مہمان جاؤ تو وقت پر جاؤ تاکہ اسے بوجھ معلوم نہ ہو۔

فرمایا: اوپر والی چادر کو بطور تہ بند استعمال کرنا منع ہے۔

فرمایا: جس کے بدن پر کپڑا موٹا ہے اس کا ایمان بھی موٹا۔ جس کے بدن پر کپڑا

باریک اس کا ایمان بھی باریک۔

فرمایا: میں تو تہجد کے وقت سب عزیزوں کے لئے دعا کرتا ہوں (جب کبھی مختلف

طریقوں کا ذکر ہوتا تو)

فرماتے یہ سب طریقے اور سلسلے ایک ہی ہیں اَلْفَقْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ "نیز یہ بھی

منقول ہے جس کمرے میں سامان خورد و نوش ہوتا، اس میں فضول و نبوی باتوں سے منع فرماتے

۱۔ کہ حدیث پاک میں آیا ہے لَا تَكُونُوا كَعَلَاءِ النَّاسِ لوگوں پر بوجھ نہ بن جاؤ۔

اور بے ضرورت آمد و رفت سے روکتے :-

فرمایا 'جس گاؤں کی مسجد آباد ہے' وہ آباد ہے :-

اور جس گاؤں کی مسجد برباد ہے وہ خود بھی برباد ہے :-

(موضع بچھوٹے میں اذان غلط کہی گئی تو)

فرمایا

اگر غلطی بانگ دی اُجرِ جاوے پسنڈ

۵

مُداں و اکبہ جادنا، یا بغلی یا سُنڈ (پنجابی شعر)

(ایک تباہ شدہ مکان کو دیکھ کر) فرمایا 'رب تعالیٰ فرماتا ہے' جس مکان میں

رنا کاری ہوتی ہے، میں اس کی بنیادیں ہلا دیتا ہوں :-

فرمایا 'لو لکیاں مرد سے نہ پڑھائی جائیں، اگرچہ وہ بوڑھا ہی (کیوں نہ) ہو :-

(جہانیاں میں) فرمایا 'پہلے بزرگ اپنے خلفاء کو دور دراز کے مقامات پر متعین فرماتے

تھے۔ آج کل لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ہمارا کام بھی بن جلے اور باہر بھی نہ جانا پڑے :- (اس

وقت شاہ صاحب جہانیاں والے حضرت مولانا محمد مسعود اور بابا محمد علی علیہم الرحمۃ موجود تھے)

(چو ڈھری کریم بخش علیہ الرحمۃ نے دروازہ وسیع کرنا چاہا کہ بوریاں لدی لدائی اندر

آسکیں تو) فرمایا 'یونہی رہنے دو۔ حدیث پاک میں ہے خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا،

فرمایا 'اولیاءِ ربین طبقوں کے ہوئے ہیں۔ حضرت یازید بسطامی علیہ الرحمۃ پہلے طبقے

سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ بہت بڑے دلی اللہ ہوئے ہیں :-

فرمایا 'تین چیزیں کسی خوش نصیب ہی کو ملتی ہیں ۱۔ نیک بیوی' ۲۔ بے عیب

گھوڑی' ۳۔ برکت والی جگہ :-

(موضع فتوچک میں ایک ملنگ جو رنگین کپڑے پہنے تھا، حاضر خدمت ہوا تو) فرمایا

'مادروں را بنگریم و حال را مابروں را بنگریم و قال را'

فرمایا : اگر پوری محفل میں ایک شخص بھی متبکرانہ انداز میں بیٹھا ہو تو کسی کی دُعا قبول نہیں ہوتی ۔

فرمایا : اللہ تعالیٰ ، انگریزی تار سے بھی پہلے ، اپنے بندوں کو (ان کے متوسلین کا یا تقدیر کے آئندہ پروگرام) کا پتہ بھیج دیتا ہے ۔

ایک صاحب لنگر کے لئے لکڑی پھاڑ رہے تھے ، انہیں) فرمایا : کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ کام بادِ ضرورت سے کرتے ۔

(سرسند شریف کے سفر میں) فرمایا : صبح صادق سے پہلے اگر سفر کیا جائے تو خدا زین سکیڑ دیتا ہے ۔

(موضع لنگاہ سے موضع مقام کی طرف جانا تھا ۔ حضور ہمراہیوں کے بعد پہنچے تو دیر کی وجہ بتاتے ہوئے)

فرمایا : ایک بڑھیا نے مجھ سے کہا تھا اگر میں دودھ لے آؤں تو قبول فرمائیں گے (مجھے جلدی تھی مگر) خدا سے ڈرتے ہوئے ' ہاں ' کر بیٹھا اسی لئے دیر ہو گئی ۔

(چند عورتوں نے ایک بار عرض کیا : حضور ہم آپ کو رسم یاد کرتے ہیں) فرمایا : میں تمہیں یاد کرتا ہوں اسی لئے تم بھی کرتی ہو ۔ (شیخ عبد الواحد نے غربت کی شکایت کی تو)

فرمایا : پچھلے پہر اٹھ کر نہایا کرو ۔ رب تعالیٰ فضل فرمائے گا ۔

(عبدالحق صاحب بٹالوی مسترض سے پریشان تھے ۔ دربار شریف میں حاضر ہوئے تو ان کے عرض کرنے سے پہلے ہی)

فرمایا : جو کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے

کا عادی ہو خداوند کریم اُسے قرض سے نجات عطا فرما دیتا ہے ۔

چند اشعار

جو کبھی کبھی حضور شاہِ لاثانی قدس سرہ کی زبانِ حق ترجمان سے سنے گئے
(باقی اشعار معمولات کے باب اور دوسرے ابواب میں آگئے ہیں)
۱۔ ے تو مشو مغرور بر علم خدا دیر گیر و سخت گیر و مر ترا

راوی۔ میاں غلام قادر صاحب

۲۔ ے آنچہ گویند ہست آن قہوہ کوارِ فتح النائم تطیع الشہوہ

راوی۔ میاں نظام دین صاحب

۳۔ ے ہم اس دیس کے رہنے والے جتنے ذاتِ جسم نہ کو
ہماری بولی وہ سمجھے جو اس دیس کا ہو !

راوی۔ میاں غلام قادر صاحب۔ میاں محمد اسحاق صاحب

۴۔ ے لادن اوہ نیتیں جہاندے روندے لادن نوں
لگیاں ہو یاں توڑ دے لوگ ہسا دن نوں

راوی۔ میاں محمد اسحق صاحب

کرامات و تصرفات

مسلمانے کہ داندِ مزدیں را نہ ساید پیش غیر اللہ جیس را
اگر گردوں بکام او نہ گردد بکامِ خویش گرداندِ زیریں را

کرامات و تصرفات کا مسئلہ مردِ کامل کی عظمت کے تصور سے وابستہ ہے۔
بالفاظِ دیگر، آپ اولیاء اللہ کے روحانی کمالات کا فلسفہ جاننا چاہیں تو پہلے یہ دیکھیں کہ
(دینِ حق یعنی) اسلام نے آدمی کو کیا مقام بخشا ہے۔ اسے سمجھنا یوں بھی ضروری ہے کہ
کائنات بھر کے مسائل کا حل اسی پر مبنی ہے۔ یہ وہ نازک بنیادی مسئلہ ہے جس کی لپیٹ
میں زمان و مکان کے سارے مسائل ہی آگئے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے جو شخص اپنا
تعارف بھی صحیح طور پر نہیں کر دے، اسے علم و آگہی کا کوئی دعویٰ بھی زیب نہیں دیتا۔
پھر بظاہر یہ مسئلہ جتنا آسان نظر آتا ہے، حقیقت میں اتنا ہی مشکل ہے۔ دنیا بھر کے
فلسفی، سائنسدان اور ماہرینِ نفسیات نے اپنے اپنے علم و فضل کے بل بوتے پر اسے
سمجھانے کی بہت کوشش کی، متقدمین میں افلاطون و ارسطو اور متاخرین میں ڈارون
اور فرائڈ جیسوں نے بہت سہارا مگر نتیجہ ڈھاک کے وہی تین پات۔

یہ صرف اور صرف حضورِ رحمتہ للعالمین (علیہ افضل الصلوات و اکل التسلیمات) ادم
التحیات کا کرم ہے جس نے انسان کو کائنات کی ذیل ترین پستیوں سے نکال کر اُسے

لے جو مسلمان مزدین سے واقف ہے وہ غیر خدا کو سجد نہیں بناتا اور اگر آسمان اس کی مرضی کے مطابق
بہ پھرے تو کم از کم زمین کو تو حسبِ مشاہیر ہی لیتا ہے۔

اس کے مقامِ خلافت سے آگاہ کیا اور بندہ مولا، بنا کر خواجہ کائنات بنادیا۔

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی

کھلتے ہیں عسلا موں پر اسرارِ شہنشاہی

مقامِ خلافت | یہ خلافت ہے کیا، اسے سمجھنے کے لیے قصہ آدم (علیہ السلام) کا
سہارا لیجئے۔ قرآن حکیم یہ واقعہ یوں بیان فرماتا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ۖ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ

(پ البقرہ)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا 'میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں' بولے 'کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلانے کا اور خونریزیاں کرے گا۔ اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور پاکی بولتے ہیں' فرمایا 'مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے' اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء) کے نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا 'سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ' بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا 'اے آدم! بتا دے انہیں سب (اشیاء) کے نام' جب اس نے (یعنی آدم نے) انھیں سب کے نام بتا دیے فرمایا 'میں نے کہا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے تھے'۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”یعنی بیشک میں زمین میں ایک ایسا خلیفہ بنانے والا ہوں جو میری نمائندگی کرے اور زمینی اشیاء میں تصرف کرے (اختیار برتے) اور چونکہ آسمانی

اسباب میں تصرف کے بغیر زمینی اشیاء میں تصرف کا تصور بھی نہیں ہو سکتا
 اس لیے خلیفہ کے عناصر زمین سے پیدا ہونے اور عالم کون و فساد میں اس
 کے ساکن ہونے کے باوجود اس میں آسمانی روح بھی پھونکوں گا۔ تاکہ اس
 (آسمانی) روح کے باعث آسمان کے ساکنوں اور ستاروں کے موکلوں پر بھی
 حکمرانی کرے اور انھیں اپنے کام میں لائے۔ . . . اور اس خلیفہ کو خلافت
 دینے کا طریقہ یہ ہوا کہ خدا نے اُس کی روح کو اپنی صفات کا نمونہ عطا فرمادیا۔
 یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت سے
 نوع انسانی کی خلافت بھی مقصود ہے (شاہ صاحب فرماتے ہیں: منظور خلافت حقیقت
 وحدانیت مشترکہ در جمیع افراد ایں نوع است والا خلفاء می فرمودند)
 مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترجمانی حضرت اقبال کی زبان سے کی جائے انھوں
 نے ایک نظم لکھی ہے جس کا عنوان ہے 'روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے' اس میں
 فرماتے ہیں۔

میں تیرے تصرف میں بادل یہ گھٹائیں یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فضا میں
 یہ کوہِ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں! تمہیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادیں
 آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

ظاہر ہے ایسے انسان جو کفر و طغیان کی راہ اختیار کریں اور فسق و فجور میں مبتلا ہو
 جائیں اس منصبِ عظیم کے اہل نہیں ہو سکتے (کیونکہ انہیں تو اُولٰٓئِكَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ
 هُمْ اَضَلُّ کی وعید ہے) لا محالہ اس رتبہ بلند کے سزاوار اپنے اپنے مرتبہ و مقام کے
 مطابق دو گروہ ہی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور

۲۔ وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔

۲۔ ان کے سچے متبعین یعنی اولیائے عظام علیہم الرحمۃ

انبیائے کرام کو خلافت دینے کی حکمت، علامہ بیضاوی کی زبان سے سُنیے فرماتے ہیں
”اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین کی آباد کاری، انسانوں کی سیاست، ان کے نفوس کی تکمیل اور
ان میں اپنے امر کے نفاذ کے لیے انبیاء علیہم السلام کو خلیفہ بنایا۔ خدا تعالیٰ کو ان کی نیابت
کی ضرورت نہیں تھی البتہ عام مخلوق جن پر انھیں خلافت بخشی گئی، بلا واسطہ خدا تعالیٰ سے
فیض لینے اور اس کے امر کے وصول کرنے سے قاصر تھی۔“

شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا نظریہ قیومیت | یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کا نظریہ قیومیت ان کے فرزند ارجمند حجۃ الاولیاء عروۃ الوثقی
حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں پیش کیا جائے۔
آپ اپنے مکتوب ۸۶ جلد اول، میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ: قیوم اس عالم میں خدا جل و علا کا خلیفہ اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔
اقطاب اور ابدال اس کے ظلال کے دائرے میں مندرج ہیں اور افراد
اوتاد اس کے کمال کے محیط میں داخل ہیں۔ عالم کے سب افراد اس کی
طرف متوجہ ہیں۔ وہ جہان والوں کی توجہ کا قبلہ ہے جانیں، نہ جانیں بلکہ جہان
والوں کا قیام اس کی ذات سے ہے۔ اس لیے کہ عالم کے افراد چھوٹے
اسماء و صفات کے مظاہر ہیں، کوئی ذات ان کے درمیان نہیں پائی جاتی،
وہ سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کے لیے
ذات اور جوہر کا ہونا ضروری ہے تاکہ ان کا قیام ان کے ساتھ ہو عادت اللہ
یوں جاری ہے کہ ازمنہ دراز کے بعد ایک عارف کو ذات سے ایک نصیب
عطا کیا جاتا ہے اور اس کو ایک ذات دی جاتی ہے تاکہ وہ نیابت و خلافت
کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جائے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوں۔

(مترجم حضرت نور بخش توکلی علیہ الرحمہ)

معجزہ اور کرامت | اس تمام تفصیلی بحث کا لب لباب یہ ہے کہ خلافت کائنات میں تصرف اور رب تعالیٰ کی رضا و منشا کے مطابق حاکمانہ اختیارات استعمال کرنے کا نام ہے۔ آنا اور سمجھ لیجئے کہ نبی اپنی عظیم خداداد طاقت سے جو تصرف کرتا ہے اُسے معجزہ کہا جاتا ہے اور ولی اپنے نبی کے اتباع میں جس قوت کا مظاہرہ کرتا ہے اُسے کرامت کہتے ہیں۔ معجزے کا قرآنی نام آیت 'یا آیتہ بینہ' (یعنی روشن نشانی) ہے کیونکہ راہ ہدایت کے متلاشی کو اس سے حقیقت و صداقت کی نشاندہی ملتی ہے۔ اسے معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ دوسرے اس کا جواب دینے سے عاجز و قاصر ہیں۔ کرامت کا معنی ہے عزت۔ اس کے پس منظر میں یہ تصور کارفرما ہے کہ اگر کوئی شخص خدا اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری بجالائے تو قدرت اسے بزم کائنات میں معزز کر دیتی ہے۔

رَکِیۡوَنَکُمْ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰیہُ

طاقت بقدر لطافت | اب دیکھنا ہے کہ انسان اور پھر انسانِ کامل کی طاقت کا راز کیا ہے۔ سو اس بارے میں یاد رکھیے کائنات میں جتنے عناصر ہیں ان میں قوت و ضعف یکساں نہیں اور اس کا نشان ان کی لطافت یا کثافت ہے۔ یعنی جو جتنا لطیف ہے اتنا ہی قوی ہے اور جتنا کثیف ہے اتنا ہی ضعیف و کمزور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لطافت وصف کمال ہے اور ہر کمال کا سرچشمہ ذاتِ خداوندی ہے اس لیے بقدر لطافت ہر لطیف شے اس کی بارگاہ کے قریب ہے اور جتنی قریب ہے اتنی ہی قوی و غالب ہے کیونکہ خدا کا قرب اسے صفات کمالیہ کا مظہر بنا جائے گا۔ اس کے برعکس کثافت کو اس کی بارگاہ میں رسائی نہیں ہو سکتی۔ لہذا ہر کثیف شے بقدر کثافت ضعیف کا شکار ہوگی۔ اب اس معیار پر دیکھتے جائیے۔

سب سے پہلے مٹی کو لیتے ہیں۔ یہ مادہ صورت بلکہ طبع میں بھی کثیف ہے اس لیے ضعف و ذلت میں کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ قرآن پاک نے اسے ذلیل نہیں بلکہ ذلول

یعنی زیادہ ہی ذلیل، فرمایا۔ (هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا) پہاڑوں کی مٹی یعنی ریت میں کچھ صفائی آئی تو ان میں اتنی ہی طاقت بھی آگئی۔ پھر پتھر دیکھئے۔ جوں جوں صفائی اور جلد بڑھتی گئی ان کی قیمت اور معنوی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا، سنگ خارا، سنگ مرمر، جواہرات، لعل و یاقوت اور ہیرا لطافت ہی کے مختلف مظاہر ہیں مگر ان سے زیادہ لوہے میں قوت ہے کیونکہ مستقل ہو سکنے کی بنا پر لطافت میں ان پر بازی لے گیا۔

لوہے اور آگ کا مقابلہ ہو تو آگ لوہے کو جلا کر پانی کی طرح بہا دیتی ہے کیونکہ یہ لطافت میں مستقل شدہ لوہے (یعنی آئینے) سے ایک درجہ آگے ہے وہ زیادہ سے زیادہ شکل قبول کرتا ہے تو یہ جسم بھی، وہ جہاں ہوتا ہے اتنی ہی جگہ گھیرتا ہے مگر اس کے اثرات باہر تک جاتے ہیں۔ پھر آگ اگر لطیف المادہ ہے تو پانی لطیف صورت بھی۔ یہ کسی چیز کی ذات بھی قبول کرتا ہے صورت بھی دکھا دیتا ہے، نگاہ بھی اس کے آر پار جا سکتی ہے اور مسامات میں بھی آسانی سے گھس سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ خواہ اسے آگ پر گرا دو خواہ اسے اس پر، دونوں صورتوں میں آگ کی خیر نہیں۔ مگر ہوا کے آگے پانی بھی بے بس ہے۔ اس کے مھکڑ بڑے بڑے سمندروں میں ہوجان بپا کر دیتے ہیں۔ وجہ وہی شدت لطافت ہے جس کی بنا پر یہ آگ کی حرارت اور پانی کی نمی سے بھی زیادہ نافذ العمل ہے کہ جہاں ذرا خلا ہوا یہ پہنچ گئی اور رنگ روپ تو کجا، نگاہ انسانی کو بھی قبول نہیں کرتی۔

انسان کی لطافت و طاقت | ان تمام عناصر کے جامع، انسان پر غور کیجئے، لوہا ہو کہ آگ، پانی ہو کہ ہوا، سب اس کے آگے بے بس ہیں بلکہ ان کی اپنی قوتوں کا ظہور بھی اس کے ارادے پر موقوف ہے۔ یہی کدالیں بنا کر پتھر توڑتا، بھٹیوں میں لوہا جلاتا، پانی سے آگ بجھاتا اور ہوا سے پانی اڑاتا ہے۔ اسی نے آگ اور پانی کو لڑا کر بھاپ اور

پانی کو پانی سے ٹکرا کر برق تیار کی پھر ان دونوں سے کیا کیا کام نہیں لیے۔ اس بے پایاں طاقت سے اس کی لاجواب لطافت کا اندازہ ہوتا ہے مگر یہ لطافت جو دراصل دُنیا بھر کی لطافتوں کا مجموعہ ہے، اس کے بدن میں نہیں، روح میں ہے۔ اس کی آنکھیں آئینے سے بہتر طور پر تصویر لیتی ہیں، آگ کا تار شعاع اس کے تارِ نظر کے سامنے پہنچ ہے (جس کے ذریعے سب چیزیں دل پر روشن ہو جاتی ہیں)، پانی سے ٹھنڈک ملتی ہے تو روح سے زندگی، بے رنگ و بونہر ہونے میں یہ ہوا کی طرح ہے۔ اسے اس بے نظیر لطافت کی بنا پر صفاتِ باری کا منظر کہا جائے تو ناروا نہیں کہ اس سے عرفانِ حق کی راہیں کھلتی ہیں، مختصر اُدیکھئے۔

۱۔ جیسے ہمارا بدن تدبیرِ روح کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا حالانکہ روح نظر نہیں آتی اسی طرح کائنات بھی تدبیرِ خداوندی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اگرچہ اس کا مدبّر (خدا) بھی نظر آنے سے پاک ہے۔

۲۔ بدن میں ایک ہی روح ہو سکتی ہے تو کائنات کا خدا بھی ایک ہی ہو سکتا ہے ورنہ نظام بگڑے۔ (لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا)

۳۔ روح بالوں کی سیاہی، دانتوں کی سفیدی اور جسم کے رنگ میں موجود ہو کر بھی خود بے رنگ و بے جہت ہے۔ خالق کائنات کا نور بھی رنگارنگ جلوؤں میں بزمِ آرائی فرما کر، خود کیف و کم اور جہت و رنگ سے بالاتر ہے۔

۴۔ جس طرح تمام جسم میں موجود ہونے کے باوصف، روح کا سب سے زیادہ تعلق دل سے، پھر دماغ سے، پھر جگر و معدہ سے اور پھر باقی اعضا سے ہے، اسی طرح تجلیاتِ ربانی کا ظہور، کائنات بھر کو منور کرنے پر بھی سب سے زیادہ عرشِ اعظم، بیت المعمور، کعبہ حرمِ نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام)، اور بیت المقدس سے متعلق ہے۔

۵۔ بدن کو روح کی ضرورت ہے مگر روح کو کسی اور روح کی ضرورت نہیں۔ اس سے بے حد زیادہ عالین کو خدا کی ضرورت ہے مگر اسے کسی اور خدا کی ضرورت نہیں۔

غرض مادی شناس کے یہ سب کثمے روح کے مرہون منت ہیں جس کی اپنی لطافتوں کی کوئی نظیر نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان سائنسی شعبہ بازیوں سے خود اس روح کو کیا فائدہ پہنچا۔ کیا روح کی لطافتوں اور قوتوں کو بدن کے لیے وقف کر دینا، اس کی تلمیہیں نہیں اور روح کو آب و گل میں بھنسا کر اس مسجود ملائکہ کو بندہ اسباب بنا کے رکھ دینا کہاں کی حقیقت شناسی ہے۔ بقول اقبالؒ

تو مردِ میداں، تو میرِ لشکر نوری حضوری تیرے سپاہی

کچھ دست در اپنی تو نے نہ جانی یہ بے سواد می، یہ کم نگاہی!

ہونا تو یہ چاہیے تھا برق و بخارات کو کام میں لانے کے باوجود، روح، خود ان کی دست نگر نہ ہوتی۔ اگر آواز پہنچانا چاہتی تو آلے کی احتیاج کے بغیر مشرق سے مغرب تک پہنچا سکتی، دیکھنے پر آتی تو کسی گوشہ تاریک میں بیٹھ کر بھی عرشِ معلیٰ کا مشاہدہ کر سکتی، چلنے کا قصد کرتی تو طویل ترین مسافتیں بھی قلیل ترین وقت میں طے کر باہتی۔ یاد رہے، جہاں بھی روح کو نشوونما کا موقع ملا ہے۔ اس نے ایسے ہی کمالات دکھائے ہیں۔ صرف وضاحت کے لیے چند مثالیں حاضر ہیں۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر حج کے لیے آواز دینا اور دنیا کے گوشے گوشے میں بلکہ ماؤں کے رحموں میں بچوں تک کو اس کا سنائی دینا۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کا ہوا پر اڑنا اور ہواؤں کا ان کے حکم پر چلنا۔

۳۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے خطبہ جمعہ کے دوران نہادند
(عراق) کی پہاڑیوں میں متعینہ اسلامی فوج کے سپہ سالار کو یاساریۃً الجبل کہہ کر
ہدایات جاری کرنا۔

۴۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان 'اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب
میں' اور اس کا پردہ کھلے تو ڈھانپ دوں گا۔ (ہجۃ الاسرار)

۵۔ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کا ایک نانبائی کے اصرار پر اسے بالکل ہمشکل
دہم رنگ بنا دینا یہاں تک کہ کپڑوں پر بھی اس ہمرنگی کا پورا پورا اثر ہو جائے۔

میں نے یہاں جان بوجھ کر سید عالم نور محسب صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مثال نہیں
دی کہ سرکار والا تبار و دولت مدار (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذات اقدس ان
سب سے جدا و الودا ہے۔ مقدس سے مقدس فرد کی لطیف ترین روح سے بھی حضور
اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سرایا نور کا جسم اقدس زیادہ لطیف ہے۔ شب معراج
بدن نورانی کا ان لامکانی بلندیوں تک آن واحد میں پہنچ جانا غایت لطافت ہی
کی دلیل ہے۔ آپ کے لاتعداد معجزات اور وسیع اختیارات کو بھی اسی لطیف
پس منظر میں لائیے۔

مختصر یہ کہ روح کی اپنی ترقی و عروج، مادیت سے گلو خلاصی پر منحصر ہے۔ جوں جوں

۱۔ اس سلسلہ میں سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا نقطہ نظر ملاحظہ ہو۔

دچوں وجود آں سہ در علیہ السلام از عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں باشد ناچار اورا سایہ
نہود و نیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف است وچوں لطیف تر از دے در عالم نباشد۔
اورا سایہ چہ صورت بندد (حضرت مجدد الف ثانی در مکتوبات دفتر ۳)

ترجمہ: اور چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک عالم ممکنات نہیں ہے، بلکہ اس سے بالاتر ہے، اس لیے
سایہ کیونکہ ہوا پھر یہ کہ ہر شخص کا سایہ اس سے لطیف ہوتا ہے اور حضور سے دنیا بھر میں کوئی شے
لطیف نہیں، اس لیے آپ کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے عالم شہادت میں۔

روحانی اخلاق اپنا کر، صفات خداوندی کے پر تو سے متصف ہوتی جائے گی، لطافت و قوت میں بڑھتی جائے گی۔ غور کیجئے تو روحانی اخلاق کی بنیاد فضائلِ نفس کے ان چار اصولوں پر ہے، ایثار، تواضع، اخفا، قناعت اور ان کا عمل اظہارِ انفاق فی سبیل اللہ (یعنی صدقہ وغیرہ) سے ہوتا ہے۔ صدقہ، غنا صرارِ ربعہ مٹی، آگ، پانی اور ہوا کے جلی اخلاق، بخل، غرور، انتشار و شہرت پسندی اور حرصِ ہوا کی کدو تر میں نکال کر دل کو غنا و طہارت سے بھر دیتا ہے۔ جب یہ دل ہر طرح سے غنی اور پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس کی دستوں میں عالم شش جہات بھی سما جاتا ہے، ملکوت سے لاہوت تک اس پر منکشف ہو جاتا ہے۔

۱۔ چرخ است حلقہ در دولت سرِ دل عرش است پردہ حرم کبریاے دل
گر گے کہ زیرِ پوست بخون تو تشنه است یوسف شود ز پر تو نور صفائے دل
ما خود چہ ذرہ ایم کہ نہ محلِ سپہر !! رقص الجبل کنند با بگ درائے دل
پھر اس پاک دل کو دنیا بھر میں کسی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اب سنیے حدیثِ شریف

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْأَرْضَ
جَعَلَتْ تَمِيذُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَبَجَّتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ
الْجِبَالِ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ

۱۔ یہاں حکمائے متقدمین کے اصول پر غنا صرارِ ربعہ کی اصطلاح لائی گئی ہے درجہ موجودہ نفس کے مطابق عنصر کی یہ تعریف نہیں۔ بہر حال عنصر کا تصور پرانا لیس یا نیا، لطافت و طاقت کا قانون اسی طرح رہے گا۔ دورِ حاضر کے ایٹم اور اس کی قہرانی قوتوں کو پیش نظر رکھیے۔

۲۔ ترجمہ: آسمانِ دل کے دولت سرا کے دروازے کا حلقہ (یا کڑی ہی تو ہے) اور عرشِ دل کے حرمِ ربانی کا پردہ (ہی تو) ہے۔ وہ بھیڑیا (نفس) جو در پردہ تیرے ہی خون کا پیاسا ہے، قلبی نورِ صفا کے پر تو سے یوسف جمال بن جائے گا۔ ہم خود تو ذرہ ناچیز ہیں، مگر سب آسمان اس حجرِ دل کی آواز پر رقص الجبل کرتے ہیں (یعنی اونٹ کی طرح متانہ وار ناچتے ہیں)

قَالَ نَعَمْ الْحَدِيدُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيدِ
 قَالَ نَعَمْ النَّارُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ
 الْمَاءُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمْ الرِّيحُ
 فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الرِّيحِ قَالَ نَعَمْ ابْنُ آدَمَ
 تَصَدَّقْ صَدَقَةٌ بِمِثْلِهِ يُخَفِّفُهَا مِنْ شِمَالِهِ - (ترمذی شریف)

ترجمہ: حضور نبی غیب واں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے زمین
 کو پیدا فرمایا وہ کانپنے اور ڈولنے لگی، تب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا
 فرمایا اور انھیں زمین پر جم جانے کا ارشاد کیا تو فرشتے (ان) پہاڑوں کی
 شدت (دقت) پر حیران رہ گئے اور پوچھنے لگے اے پروردگار! کیا
 تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی قوی ہے؟ فرمایا 'ہاں' لوٹے
 عرض کیا 'پروردگار! تیری مخلوق میں کون سے بھی قوی تر کوئی چیز ہے؟
 فرمایا 'ہاں آگ ہے' عرض کیا 'الہا! کیا تیری مخلوق میں آگ سے بھی کوئی
 چیز زیادہ قوی ہے؟ فرمایا 'ہاں پانی ہے' عرض کیا 'اے پروردگار!
 تیری مخلوق میں پانی سے بھی کوئی قوی ہے؟ فرمایا 'ہاں' ہوا ہے۔ پھر
 عرض کی 'یارب کیا تیری مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ قوی کوئی ہے؟ فرمایا
 'ہاں آدم کی اولاد ہے جو دائیں ہاتھ سے اس طرح چھپا کر صدقہ دے کہ
 بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہو۔'

مقررین پر خدائی نوازشات | اوپر یہ ثابت کیا گیا کہ انسان کامل، لطافت روحانی
 میں کتنا ہونے کی بنا پر کائنات کی ہر مخلوق سے قوی تر ہے (اور منصب خلافت کی
 رُوسے ویسے بھی زمین کا انتظام و انصرام اس کے ذمہ ہے) اب بخاری شریف کی

لے چنانچہ حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ایک حدیث قدسی پیش کی جاتی ہے جس کے مضمون کا لب لباب یہ ہے کہ
 مردانِ خدا، خدا نباشند لیکن خدا، خدا نباشند
 الفاظِ مبارکہ حسبِ ذیل ہیں۔

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ
 تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا
 تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا
 يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَقُّلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ
 سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَيَصْرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي
 يَبْطِشُ بِهَا وَرَجُلَهُ الَّتِي يُمَشِّي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي أُعْطِيتُهُ وَلَئِنْ
 اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سید العالین حضور رسول
 اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے
 کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں
 اور میرے بندے لے کر ان سے زیادہ محبوب چیز کے ساتھ میری
 نزدیکی نہیں ڈھونڈی۔ اور میرا بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب ڈھونڈتا
 رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور

بقیہ حاشیہ اس لیے کہ ادیانِ الہی مدبران ملک اور احوالِ عالم کے خبردار اور تمام عالم کے والی ہوتے ہیں
 اور نظامِ عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہر قسم کے صل و عقد ان سے وابستہ ہوتے ہیں اور احکامِ عالم میں
 ان کا تصرف ہوتا ہے۔ (ترجمہ کشف المحجوب از علامہ ابوالحسنات ص ۱۱۴) پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں ”اہل
 طریقت میں مشہور ہے کہ اوقاتِ ہر شب میں تمام جہان کی سیر فرماتے ہیں اور جو جگہ ان کی سیر سے رہ جاتی ہے
 وہاں لازمی طور پر صل و عقد واقع ہو جاتا ہے تو وہ اسی وقت قطب مدار کو حکم کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی ہمت اور
 توجہ اس طرف مبذول کرے اور خلل و نقصان اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے رائل فرمادے۔“

پھر جب اسے محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی شنوائی
 بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس
 سے کہ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے
 اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے
 سوال کرے تو میں اسے عطا کر دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو
 البتہ میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔

امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب خدا کا نور جلال بندہ محبوب کے کان میں
 آجاتا ہے تو وہ قریب و دور کی ہر آواز کو سنتا ہے اور جب خدا کا نور جلال اس کا بصر بن
 جاتا ہے تو وہ قریب و دور کی ہر چیز دیکھتا ہے۔ خدا کے نور سے دیکھنے والے کو
 کسی آلے کی ضرورت کیوں ہو، وہ تو تحت و بالا اور شرق و غرب کو اسی روشنی
 سے ملاحظہ فرما رہا ہے، خدا کے نور سے سننے والا برق و بخارات کا ممنون کیوں ہو،
 وہ تو سننے میں آواز، تک کا بھی محتاج نہیں ضمیر کائنات اس کے روبرو ہے اور
 اسے فرصت ہو تو حقائق اشیا اُس سے محو گفتگو۔ عارفِ روم (مرحمۃ القیوم) فرماتے ہیں
 ۔ نطق آب و نطق باد و نطق گل

ہست محسوسِ حواسِ اہل دل

یعنی اہل دل تو پانی، ہوا اور مٹی کی باتیں ریا فریادیں، بھی سنتے ہیں۔

معجزہ و کرامت کا فائدہ | مندرجہ بالا بیان سے یہ سمجھنا مشکل نہیں رہا کہ خدا کی

دی ہوئی یہ کائنات گیر طاقتوں کا ظہور انبیاء کرام علیہم السلام سے ہو تو معجزہ ہے
 اور اولیاء الرحمن سے ہو تو کرامت۔ دونوں کی بنیاد خرقِ عادت پر ہے یعنی چشمِ ظاہر دنیا
 کو جن اسباب و قوانین کے زیرِ نگیں دیکھتی ہے، نبی و ولی کی قوت انھیں توڑ کر
 مسبب الاسباب اور فاطرِ مہستی (خدا کی ذات) کی طرف عقیدہ و ایمان کا رخ موڑ دیتی

ہے۔ ظاہر ہے جب ایک بت پرست، بتوں کو بھی نبی کا کلمہ پڑھتا دیکھے گا۔ شمس و کوکب کو موثر حقیقی ماننے والا انہیں نبی (یعنی خدا کے محبوب بندے) کے اشارہ ابرو پر رقص کرتا دیکھے گا اور زمانے ہی کو سب کچھ سمجھ لینے والا (دہریہ) اسے نبی کے سامنے مجبور و بے بس پائے گا تو لامحالہ خدائے واحد و قادر کی خالقانہ عظمتوں کا قائل ہو جائے گا بشرطیکہ فطرت سلیم کا کچھ نہ کچھ حصہ اسے ملا ہو۔ اسی طرح جو شخص خدا کو مانتا ہے نہ اس کے رسول کو جانتا ہے۔ رسول کے مطیع و فرمانبردار کی طاقت کا کرشمہ اسے خدا کا بھی قائل کر دے گا رسول کا بھی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

دور حاضر میں کمالات و ولایت کے انکار نے بہت سے فتنوں کو ہوا دی ہے۔ یہ عام تجربہ ہے کہ جو لوگ ولی کے مذکورہ بالا کمالات سے منہ پھیرتے ہیں وہ نبی میں بھی وحی کے سوا کسی کمال کے قائل نہیں۔ پھر ان کی کم نظری نے ان کمالات کو تسلیم کرنے کے ڈانڈے شرک سے جا ملائے تاکہ انہیں ماننے کی کوئی گنجائش نہ رہے پھر اسی فتنے نے ترقی کی تو خدائے ذوالجلال کی عظمت و قدرت کا انکار بھی ہونے لگا۔ چنانچہ صوفیائے کرام کی رشد و ہدایت سے بے نیاز ہوئے تو انکار حدیث کی منزل آئی اور جب یہ لوگ یہاں تک پہنچے تو کرامات و معجزات کا ہی انکار نہیں کیا بلکہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ خدائے وحدہ لا شریک کو چند بندھے ٹکے قوانین فطرت کے سامنے مجبور و بے بس سمجھ لیا گیا۔ ان ترقی یافتہ منکرین کے نزدیک زندگی بدنی قوی کی گارنٹی اور موت اس گارنٹی کے ختم ہونے کا نام ہے، گویا موت و حیات کو خدا کے ارادے سے کوئی تعلق نہیں جب 'ان کا خدا' بھی اپنی مرضی کرنے سے معاذ اللہ عاجز ہے تو اس کا خلیفہ کیا کر سکتا ہے۔ ہاں مومن اللہ ذوالجلال والا کرام کو قادر مطلق، موثر حقیقی اور تمام طاقتوں کا آفریدگار مانتا ہے تو اس کے محبوبوں کی خداداد عظمت و رفعت کا بھی قائل ہے۔

جن لوگوں نے انبیار اور اولیاء کے کمالات کو شرک سے تعبیر کیا ہے، انھوں نے جدید سائنسی کمالات پر غور نہیں کیا۔ اگر ریڈیو اور ٹیلیوژن دُور تک آواز پہنچا سکتے اور شکل دکھا سکتے ہیں تو آخر خود نورِ خدا میں اتنی بلکہ اس سے بھی بے حد زیادہ قوت کیوں نہ ہوگی حیرت ہے برقی لہروں کی قوت پر یہ ایمان اور خدا کے نور کی پادری سے وہ انکار۔

خامہ انگشت بنداں ہے اسے کیا لکھئے

ناطقہ سرِ بگریباں ہے اسے کیا کہئے

مقبولانِ بارگاہ سے بغاوت نے انہیں نورِ توحید سے محروم کر دیا ہے ورنہ جو

چیزیں خود دلائلِ توحید ہیں، ان سے کیوں پھرتے۔ غور کیجئے ایک آدمی چند گز تک دیکھ سکتا ہے دوسرا چند فرلانگ تک، تیسرا اس سے بھی آگے اور ایک وہ ہے جس کی نظر کائنات کی سرحدیں چھو رہی ہے۔ چند گز یا چند فرلانگ تک دیکھنے سے شرک نہیں ہوا تو کفارۂ عالم تک دیکھنے سے کیسے شرک ہوا۔ سوچئے شرک کا فتویٰ دیکھ سکنے پر ہے یا فاصلے پر۔ کتنی عجیب بات ہے ایک ہی کام ایک فاصلے تک تو توحید کے منافی نہ ہو، ذرا آگے بڑھے تو منافی ہو جائے۔ یاد رہے اگر مطلقاً دیکھنا شرک نہیں تو دور دور تک دیکھنا بھی شرک نہیں۔ شرک اس صورت میں ہوگا جب یہ دیکھنا، سُنا، خدا کے فضل و قدرت کے بغیر مانا جائے اور ہمارے نزدیک تو محبوبانِ حق کے تمام کمالات کا باعث، خدا کا نور، ارادہ اور لطف و کرم ہے۔

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے

ترے دماغ میں بتخانہ ہو تو کیا کہیے

حیرت ہے جس انسان کو قرآن وَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا فرما رہا ہے دورِ حاضر کے مفتی اس کی سماعت و بصارت کے درپے ہیں۔

اب یہاں کتابِ علم جدید کا چیلنج، جسے ایک ضروری اقتباس نقل کیا جاتا ہے

تاکہ یار لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ شرک تک پہنچنے کی بجائے انسان کامل کی عظمت کا اندازہ کر سکیں۔

” پھر یہ مخصوص ذرائع ادراک صرف مشینی آلات تک محدود نہیں بلکہ جانوروں کا مطالعہ بتاتا ہے کہ فطرت نے خود ذی حیات اشیاء کے اندر ایسی طاقتیں رکھی ہیں۔ بے شک عام انسان کے حواس بہت محدود ہیں مگر جانوروں کے حواس کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ کتا اپنی تجسس ناک سے اس جانور کی بوسونگھ لیتا ہے جو راستہ سے نکل گیا۔ چنانچہ کتے کی اس صلاحیت کو حیرت انگیز کی تعریف میں استعمال کیا جاتا ہے، چور جس تالے کو توڑ کر کمرے میں گھسنا ہے، اس تالے کو جاسوسی کتے (SCOTT DOG) کو سونگھایا جاتا ہے اور اس کے بعد اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ وہ سینکڑوں انسانوں کے درمیان ٹھیک اس شخص کو تلاش کر کے اس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے جس نے اپنے ہاتھ سے تالے کو چھوٹا تھا۔ کتنے جانور ہیں جو ایسی آوازیں سنتے ہیں جو ہماری قوت سماعت سے باہر ہیں۔

تحقیق سے معلوم ہوا کہ جانوروں میں اشراق (TELEPATHY) کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ایک مادہ پتنگے (MOTH) کو کوٹھے میں کھلی کھڑکی کے پاس رکھ دیجئے وہ کچھ مخصوص اشارے کریگی یہ اشارے اسی نوع کے پتنگے حیرت انگیز فاصلے سے سن لیں گے اور اس کا جواب دیں گے جھینگرا اپنے پاؤں یا پریک دوسرے پر رگڑتا ہے۔ رات کے سناٹے میں آدھے میل دور تک یہ آواز سنائی دیتی ہے، یہ چھ سوٹن ہوا کو ہلاتا ہے اور اس طرح اپنے جوڑے کو ہلاتا ہے۔ اس کی مادہ جو بظاہر بالکل خاموش ہوتی ہے مگر پراسرار طریقہ پر کوئی ایسا بے آواز جواب دیتی ہے جو نہ تک پہنچ جاتا ہے۔ نراس پراسرار جواب کو جسے کوئی بھی نہیں سننا حیرت انگیز طور پر سن لیتا ہے اور ٹھیک اسی

سمت میں اس کے مقام پر جا کر اس سے مل جاتا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک معمولی ٹڈے (mosquito) کی قوت سماعت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ ہائیڈوجن کے ایٹم کے نصف قطر کے برابر کی حرکت تک کو وہ محسوس کر لیتا ہے۔“

قرآن پاک اور کرامت | کتاب حکیم میں معجزات تو بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کے مذکور ہیں اور توحید کے استدلال میں ایسا ضروری بھی تھا، تاہم اولیاء کرام کی کرامتوں کا واضح بیان بھی اس میں موجود ہیں۔ مثلاً سیدہ مریم (رضی اللہ عنہا) کے لیے بے موسم کے پھل آنا وغیرہ۔ یہاں صرف ایک کرامت پر اکتفا کیا جاتا ہے جسے قرآن حکیم میں بڑے اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے۔

پس نظریہ ہے کہ سبا کی ملکہ جناب بلقیس، دربار سلیمانی میں حاضر ہونے کے لیے اپنی راجدھانی سے روانہ ہو چکی ہیں۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خواہش ہے کہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کا تخت یہاں موجود ہو۔ چنانچہ آپ اپنے ارادے کا اظہار فرماتے ہیں تو

قَالَ عَفَرْتُ مِنَ الْجِنِّ ————— قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي هَذَا الْقَلْبُ

ترجمہ: ایک بڑا غیبت جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخواست کر دیں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں (پھر) اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے حضور میں حاضر کر دوں گا آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے، پھر جب سلیمان نے تخت اپنے پاس رکھا دیکھا، کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں ایک مہینے کی راہ سے حشم زدن سے پہلے ساتویں ایران متصل میں سے یہ تخت لانے والے حضرت آصف بن برخیا تھے جو گویا حضرت سیدنا

سیمان علیہ السلام کی امت کے ولی تھے۔ اسی پر قیاس فرمائیے کہ سید الانبیاء حضرت
محمد مصطفیٰ علیہ التَّحِیَّۃُ وَالتَّنَاکِی اُمّت جو خیر الامم ہے، کے ولی کی شان کیا ہونی چاہیے۔
سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں فرمایا 'اے ابن آدم! میں
اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں کسی چیز کو کہتا ہوں کن یعنی
ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے، تو میری اطاعت کر، میں تجھے یہ شان دے
دوں گا کہ تو بھی کسی چیز کو کن کہے گا تو وہ ہو جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام علیہم الرحمۃ کی
خدا داد قوتیں دراصل اطاعت الہی کے ثمرات ہیں۔ جو لوگ ان کی مخصوص قوتوں کا انکار
کرتے ہیں۔ انھیں گویا ایمان، نبوت اور اطاعت الہی میں کوئی فضیلت نظر نہیں آتی،
اور اگر غور کیا جائے تو عقل و دین کے دشمن اپنے اپنے بغض کے مطابق حُصْمٌ بَکُم
عَمَّیٰ فَهَمْ لَا یَرْجِعُونَ کے مصداق ہے۔

داتا صاحب کا فیصلہ | یہاں اس ساری بحث کو کشف المحجوب کے اس
ایمان افروز اقتباس پر ختم کیا جاتا ہے۔

”اور اللہ تعالیٰ نے برہان نبوت کو آج تک باقی رکھا ہے اور اولیائے کرام کو
اس برہان کے اظہار کا سبب بنایا ہے تاکہ مسلسل آیات و حجت صداقت محمدی علی
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پیوستہ طریق پر ظاہر و باہر رہیں۔ . . . ان چار ہزار اولیائے
کرام میں جو اربابِ حل و عقد ہیں، جنہیں سرسنگانِ درگاہ حق تعالیٰ کہا جاتا ہے وہ تین
سوفوس قدسی ہیں جنہیں اصطلاح تصوف میں اختیار کہتے ہیں اور چالیس وہ ہستیاں
ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں اور سات وہ ہیں جنہیں ابرار کہتے ہیں۔ چار وہ ہیں جنہیں
اوتاد کہتے ہیں۔ تین وہ ہیں جنہیں نقیب کہتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو قطب کہلاتا ہے

اسے غوث بھی کہتے ہیں۔

اس طویل تہید کے بعد اب حضور شاہ لاثانی علیہ السلام کی کرامات پیش کی جاتی ہیں۔

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانیؒ کی کرامات

اولیائے کرام علیہم السلام اتباع شریعت کو اولین فوقیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكِرَامَةِ (استقامت کرامت سے افضل ہے) کے مطابق سنت پاک کی پیروی اس حد تک کرنا کہ شرع مطہر کے باریک ترین تقاضے بھی ملحوظ رکھے جائیں، خود سب سے بڑی کرامت ہے۔ حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ کے اوراقِ سیرت، اس سب سے بڑی کرامت کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ آپ نے اتباع شریعت میں جس بے مثال استقامت و عزیمت کا مظاہرہ فرمایا، اُس کے اپنے ہی نہیں، دوسرے لوگ بھی قائل ہیں۔ محترمی و مکرمی صوفی غلام حسین صاحب خطیب گوجرہ کی روایت کے مطابق مشہور دیوبندی عالم و رہنما جناب عطاء اللہ شاہ بخاری کو ایک مرتبہ وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر آپ کی زیارت کا اتفاق ہوا تو انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا، میں نے پنجاب کے بڑے بڑے صوفی دیکھے ہیں مگر یہ کچھ اور ہی ہیں، (یا بالفاظِ دیگر، لاثانی ہیں) کسی غیر مقلد اور آزاد خیال لوگ اسی پہلو کو دیکھ کر اپنے عقائد اور آزادانہ روش سے تائب ہو گئے۔

تاہم اب چند کرامات بھی ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

عرفانی کرامات | سند الاولیاء والاصفیاء حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الصمدانی فرماتے ہیں۔

”خوارق کی دو قسمیں ہیں، قسم اول علوم و معارف الہیہ ہیں جو ذات و صفات و

افعال واجب تعالیٰ سے متعلق اور نظر عقلی کے طریقے سے الگ اور عرف و عادت جاریہ کے خلاف ہیں؛ اسی قسم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ممتاز فرمایا ہے قسم دوم کشف صور مخلوقات اور اشیائے قائمہ کی خبر دینا ہے جو عالم کون سے متعلق ہیں (مکتوب اول دفتر اول) پھر آپ نے تفصیل سے ان پر بحث فرمائی ہے اور قسم اول کو ترجیح دی ہے جن علوم و معارف کو آپ نے خود ظاہر فرما کر تصوف میں انقلاب بپا کیا ہے، ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

’اے فرزند! یہ علوم و معارف کہ جن پر اہل اللہ میں سے کسی نے صراحت نہ اشارت لب کشائی کی ہے، اشرف معارف اور اکمل علوم سے ہیں جو ہزار سال بعد ظاہر ہوئے ہیں اور خدا کی تیزی و تقدیس اور ممکنات کے حقائق کو جیسا کہ ممکن و لائق ہے بیان کرتے ہیں، نہ کتاب و سنت کے مخالف ہیں اور نہ اہل حق کے اقوال سے مخالفت رکھتے ہیں حضرت نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا اللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ کَمَا هِيَ (یا اللہ حقائق اشیاء ہم کو دکھا جیسا کہ وہ ہیں) جو آپ نے گویا امت کی تعلیم کے لیے دعا فرمائی ہے، شاید یہی حقائق مراد ہیں جو ان علوم کے ضمن میں آئے ہیں۔ (دفتر اول مکتوب ۲۲) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

’یہ معارف ولایت کے احاطہ سے خارج ہیں۔ (باب ولایت علمائے ظواہر کی طرح انہیں سمجھنے سے عاجز ہیں اور اس کی دریافت میں قاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت کی مشکوٰۃ سے اقتباس کیے گئے ہیں۔ (باب نبوۃ پر درود و سلام و تحیۃ ہو) (مکتوب دفتر ۲) طریقت و تصوف کی دنیا میں آپ نے ’وحدت الوجود‘ سے اگلی منزل دکھا کر اُسے ’وحدت الشہود‘ کا نام دیا۔ جو لوگ ’وحدت الوجود‘ سے مانوس ہو چکے تھے یا جنہوں نے

حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ نے عام فہم انداز میں ان دونوں مقامات کی تشریح یوں کی ہے کہ دن کے وقت آفتاب کی شعاع کے سامنے تارے نظر نہیں آتے (باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

سلوک مجددیہ کو اختیار نہ فرمایا، وہ اہل نظر ہو کر بھی عرفان کی ان بلندیوں کو نہ چھو سکے جن کی نشاندہی شیخ مجدد نے فرمائی تھی، اس عاجز کے نزدیک، سالکانِ طریقت وجودی ہوں یا شہودی سب واجب الاحترام ہیں اور کسی بزرگ کی شان و عظمت میں چون و چرا کرنا خلافِ ادب ہے۔

تاہم تقابلی جائزے میں جب ایک فریق ایک منزل پر قناعت کر رہا ہو اور دوسرا گروہ اگلی منزل پہنچ کر اور سینکڑوں کو پہنچا کر ان سے تصدیق بھی کروا رہا ہو تو اس دوسرے فریق کی فوقیت میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ پھر یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ وحدت الشہود ادب و شرع دونوں سے وحدۃ الوجود کی نسبت قریب تر ہے۔ جب حضرت مجدد اپنے نظریہ توحید کے بیان میں اس قسم کے اشعار لکھتے ہیں تو عرفان و ایمان جھوٹے لگتے ہیں۔

اتصالے بے تکلف بے قیاس ہست رب الناس ابا جانِ ناس

حالانکہ موجود ہیں۔ اسی طرح ادب الہیہ کو آفتابِ الہی کے نور کے سامنے کثرت نظر نہیں آتی۔ کامل نظر لوگ وہ ہیں جو کثرت میں وحدت کو دیکھیں جیسا کہ کوئی شخص دن میں آفتاب کو بھی دیکھے اور ستاروں کو بھی۔ فرمایا کہ بعض ادب الہیہ کو عین سمجھتے ہیں حالانکہ عکس عین نہیں ہے چنانچہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں

عکس روئے تو در آئینہ جام فتاد عارف از پرتوئے ے در طمع خام افتاد

فرمایا کہ حافظ شیرازی بھی شہودی تھے کیونکہ وہ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ خدا کے نور کا عکس جب عارف کے دل کے پیالے میں چمکا تو اس نے جانا کہ میں نے اصل مشاہدہ کیا ہے حالانکہ وہ عکس ہے فرمایا کہ وحدت الوجود والے اس دید میں معذور ہیں۔ مجنوں حامری کو دیکھئے کہ ایک سانولی بیل کے عشق میں ایسا مستغرق ہوا کہ ہر شخص کو حتیٰ کہ اپنے والد کو بھی لیلے ہی گمان کرتا تھا۔ غرض اولیائے وجودی عکس کو عین سمجھتے ہیں مگر وہ معذور ہیں اور اولیائے شہودی عکس کو عکس جانتے ہیں اور یہی حق ہے اور یہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مشربِ رب ہے۔

(۱) ذات باری کو لوگوں سے اس قسم کا اتصال ہے جو کیف و قیاس سے بالاتر ہے۔

اے بروں! از دہم وقال وقیل من خاک بر فرق من و تمثیل من

حضرت میرزا منظر جان جاناں علیہ الرحمۃ کے خواب میں حضور سید کون و مکاں سرور ہر دو جہاں حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے تو سلسلہ گذارشات میں آپ نے یہ بھی عرض کیا ”یا رسول اللہ! حضرت مجدد الف ثانیؑ کے بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں“ سرکار نے فرمایا ”ان کی مثل میری امت میں دوسرا کون ہے؟ عرض کیا ان کے مکتوبات آپ کی نظر مبارک سے گزر رہے ہیں، فرمایا ”اگر تمہیں کچھ یاد ہے تو پڑھو“ فرمایا ”مکتوبات آپ کی یہ عبارت پڑھی اِنَّہٗ تَعَالٰی وَاِنَّہٗ الْوَرَاءُ ثَقْوَرَاءُ الْوَرَاءُ حضور نے بہت پسند فرمائی اور مخطوط ہوئے فرمایا کہ پھر پڑھو میں نے پھر بھی عبارت عرض کی حضور نے اور زیادہ تعریف فرمائی اور یہ حالت دیر تک رہی۔ صبح کے وقت ایک بزرگ نے آکر کہا ”میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے کہ تم نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے، فقیر نے سنایا تو بہت متعجب ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کئی دن تک مجھے بھوک اور پیاس محسوس نہ ہوئی۔“

(ملفوظات میرزا منظر)

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے جو روحانی رابطہ تھا، اس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ آپ کے چاروں سلسلے حضرت مجدد سے ہو کر گزرتے ہیں۔ پھر جن بزرگوں کا درمیان میں واسطہ ہے وہ اپنے اپنے دور کے نمایاں ترین مجددی تھے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے بعد کے تینوں قیوم بھی ان میں شامل ہیں۔ اس لیے حضرت شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ کہنا بالکل درست ہے

۱۔ اے ذات باری تو میرے دہم اور قیل وقال سے باہر ہے، تیرے عرفان کے سامنے میں خود بھی عاجز ہوں اور میری تمثیل و تشریح بھی ناکارہ ہے۔

صدا یعنی سناغریں میں۔

کہ آپ فیضانِ مجددی سے پوری طرح سیراب ہوئے اور اس سلوک میں جن بلند مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے، آپ ان پر بفضلِ تعالیٰ حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت سے فائز بھی ہوئے۔ آپ مخصوص حلقہٴ احباب میں بیٹھ کر مکتوبات شریف کے انکشافات کی جس انداز میں تصدیق فرمایا کرتے تھے وہ آپ کے قطب مدار اور قیومِ دوراں ہونے کے قیاسات کو یقینی بنا دیتے تھے۔ خود سرہند شریف کے سجادہ نشین علیہ الرحمۃ نے آپ کو جو خراج عقیدت پیش کیا ہے، اس کا ذکر اسی کتاب کے مضمون 'ثانی سے لاثانی تک' میں کر دیا گیا ہے انھیں (یعنی سرہند شریف کے موجودہ بزرگوں کو) حضرت سے ایسی مخلصانہ ارادت تھی کہ کوئی ان سے بیعت کے لیے مشورہ طلب کرتا تو وہ آپ ہی کا اسم شریف لیتے تھے۔ سرہند شریف کے اہل سجادہ میں سے بعض صاحبزادے خود آپ سے بیعت تھے چنانچہ یہ بات بھی عام لوگوں کے علم میں نہیں ہے کہ حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے روضہ شریف کے جنوب میں جو چند قبریں ہیں، ان میں سے ایک میں سرہند شریف کے ایک صاحبزادہ صاحبِ محوِ استراحت ہیں۔

ایک مختصر سی بات کو اتنی تفصیل سے بیان کرنے کا سبب یہ ہے کہ دورِ حاضر میں بعض ایسے اہل علم و فضل بھی ہوئے ہیں جنہیں سلوکِ مجددیہ سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے ولایتِ کبریٰ کے ان مرحلوں سے گزرنے کا اتفاق نہ ہو سکا۔ اس لیے انہوں نے نہایت ادب کے ساتھ اپنے مشاہدات کی بنا پر وحدتِ وجود کے حق میں فیصلہ دیا مگر ان کے مریدین انھیں 'اور تو اور' خود حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی فضیلت دینے سے نہیں ہچکچاتے۔

شاہ لاثانی کی دوسری کرامات | حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے خوارق کی دوسری قسم کا ذکر فرمایا ہے، اس کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ القوی کے علمِ حقیقت رقم سے سنیے، آپ القول الجلیل میں فرماتے ہیں۔

(از مولوی غفر علی مترجم القول الجلیل) اور نقشبندیوں کے عجائب تصرفات ہیں۔
ہمت باندھنا کسی مراد پر پس ہوتی ہے وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا
اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرف
کرنا کہ وہ محبوب اور معظّم ہو جائیں یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تا ان میں واقعات
عظیمہ متّصل ہوں اور آگاہ ہونا اہل اللہ کی نسبت پر زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے
خطرات قلبی پر اور جوان کے سینوں میں خلجان کرنا ہے اس پر مطلع ہونا اور واقعہ متحدہ
کامشوف ہونا اور بلائے نازلہ کو دفع کرنا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بحث فرمائی ہے
اور ان کمالات کے حصول کے طریقے بیان کئے ہیں مگر ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی
ہے کہ یہ اصول و قواعد متوسطین کے لیے ہیں۔ مہتمی حضرات جو فنا فی اللہ اور بقا بابا اللہ سے
مشرف ہیں، ان (طریقوں) سے بے نیاز ہیں (اور وہ گویا صرف ارادے سے سب
کچھ کر لیتے ہیں)۔

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ مہتمی تھے اور آپ کا انداز تصرف بھی اہل فنا
بقا جیسا تھا اس لیے آپ کو مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے لمبے لمبے وظائف
کا اہتمام اور ان کے اثرات کے انتظار کی ضرورت نہیں تھی، آپ کا ارادہ خود نشائے
ایزدی کا مظہر بن جاتا تھا۔

آپ کی کرامات اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کا احاطہ ناممکن دکھائی دیتا ہے۔
آپ کتمان حال کا بہت خیال رکھتے تھے، پھر بھی دیکھنے والے لمحہ بہ لمحہ آپ کی کرامات
و تصرفات کا مشاہدہ کرتے تھے۔ پھر آپ کی ایک ایک کرامت خود کسی کرامات کی جامع

۱۔ یہ صاحب ہندوستان کے ادین دہایوں میں سے ہوئے ہیں۔ غور کیجئے آج کل کے دہابی ان سے کتنا آگے
نکل آئے ہیں، ان کے نزدیک تو یہ گیارہ باتیں ہی صریحاً شرک ہیں (بلکہ خود گیارہویں بھی ایسی ہے)

ہوتی تھی، دیکھنے والے اپنے اپنے رنگ میں اسے لیتے۔ یہ بندہ عاجز جن کرامتوں کو یہاں لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے، اُن کے متعلق حیران ہے کہ کس عنوان کے تحت لکھی جائیں مثلاً ایک ہی کرامت میں کشف کا پہلو بھی ہے، دفع بلا کا بھی اور اس طرح دفع مرض کا بھی، اور ساتھ ہی اس میں خبر مستقبل بھی ہے۔ تاہم (توکل علی اللہ) محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمتِ کاملہ پر نظر رکھتے ہوئے، اپنی عقل ناقص کے مطابق، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسرفات کی جو گیارہ اقسام دی ہیں، انہیں کو عنوانات بنا کر، مشتبہ نمونہ از غروار کے مصداق، تبرک کے طور پر صرف چند کرامات کا ذکر خیر کر دیا جاتا ہے۔ ان پر دو عنوان بڑھا دیتے گئے ہیں۔

۱۔ کسی مراد و مقصد کے لیے ہمت باندھنا

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہمت باندھنے سے مراد ہے۔ قلب و ذہن کی پوری کیسوئی سے حصول مقصد کے لیے ذکر و فکر کرنا چنانچہ بعض شیوخ نفی و اثبات کے ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے الفاظ سے وہ یہ مراد لیتے ہیں کہ مثلاً آفت ٹالنے والا کوئی نہیں سوائے اللہ کے یا (رزق مقصود ہو تو) رازق کوئی نہیں سوائے اللہ کے۔ منتهی حضرات چونکہ پہلے ہی ان حقائق کے انوار سے سرشار ہوتے ہیں، لہذا انہیں وقتی طور پر اس قسم کے ذکر کی ضرورت نہیں ہوتی، ان کی سرسری توجہ ڈوبتوں کو پار لگانے، اور مصیبت زدگان کے مصائب دور کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اب حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کی حیات طیبہ سے چند مثالیں حاضر ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا فضل الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنا رہائشی مکان بنایا تو شمال کی طرف دروازہ رکھا اور ہوا کے لیے مشرق کی جانب ایک کھڑکی تجویز کی مگر اس کی طرف ایک زمیندار کا کھیت تھا لہذا اس نے کھڑکی بند کر دی۔ میں نے یہ

واقعہ حضور والا سے عرض کیا تو فرمایا ”دیکھو خداوند کریم کیا کرتا ہے“ ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ اس زمین پر ایک دوسرے زمیندار نے دعویٰ کر دیا اور مقدمہ بھی جیت گیا۔ خدا کی قدرت اس نے وہ قطعہ زمین ہی مجھے دے دیا۔

۱۔ نیشتر بر قلب درویشاں مزن

خویش را در آتش سوزاں مزن

۲۔ انہی کا بیان ہے کہ میرے رہائشی مکان کے درمیان سے ایک محلے کا پانی

گزر رہا تھا جس سے بہت نقصان ہوتا تھا۔ میں نے ایک دفعہ اس پانی کا رخ اپنی

طرف سے ہٹا کر ساتھ کی گلی میں کر دیا جس میں کسی کا نقصان بھی نہیں تھا مگر جس زمیندار

کا مکان ساتھ تھا اس نے پانی بند کر دیا۔ میں نے ہر چند منت سماجت کی اور لوگوں نے

بھی سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ میں نے حضور قبلہ عالم سے یہ سارا واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا

انشاء اللہ پانی کا رخ بدل جائے گا چنانچہ میں حضور کے ساتھ دربار شریف چلا آیا۔ ہوا یہ

کہ میری غیر حاضری میں کسی شخص نے ایک زمیندار کی بکری مار کر اس کی لاش پانی بند کرنے

والے زمیندار کی حویلی میں پھینک دی۔ بکری کا مالک تلاش کرتا ہوا ادھر آنکلا تو اسے

مردہ پا کر تھانے کی طرف چل پڑا۔ اب حویلی والے کو ہوش آیا اس نے بکری کے مالک کی

بہت منت سماجت کی مگر وہ نہ مانا تھا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ بکری کی قیمت مبلغ نو روپے

ادا کر دو نیز مولوی صاحب کا پانی کھول دو۔ چنانچہ اس نے قیمت بھی دی اور اپنے

ہاتھوں سے پانی بھی کھول دیا۔

۳۔ حضرت مولانا عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرا کوئی روزگار نہ تھا۔

نہایت تنگدستی سے گزراوقات ہوتی تھی حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیت

سے مشرف بھی ہوا اور اپنی تکلیف بھی عرض کی۔ آپ نے فرمایا ”فکر نہ کرو“ خدا کا ساز

ہے، چند دنوں کے اندر اندر ایک ناواقف شخص مٹھی مٹھی برکت علی صاحب نے مجھے

بلا بھیجا اور ان کی وساطت سے مجھے ملازمت بھی مل گئی اور حضور کی نظر کیمیا اثر سے میرے دین و دنیا بھی بہتر ہو گئے۔

۴۔ محترم مرزا اللہ رکھا صاحب ساکن ایریاں آپ بتی سناتے ہیں کہ میں نہایت مفلسی کی حالت میں گاؤں چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا کہ حضور تشریف لے آئے میں نے معاہل و عیال حاضر خدمت ہو کر اپنی داستان غم سنائی۔ آپ میری عرض سن کر آنکھیں بند کر کے کچھ عرصہ تک خاموش رہے۔ دیکھتے دیکھتے آپ کا جسم مبارک پسینے سے شرابور ہو گیا۔ پھر اپنی محمور آنکھیں کھول کر پوچھا ”یہیں رہنا چاہتے ہو یا کہیں اور“ میں نے عرض کیا ”اسی جگہ رہنا چاہتا ہوں“ فرمایا ”میرا بھی یہی خیال ہے“ اور پھر تین دفعہ ارشادِ عالی ہوا ”اچھا فکر نہ کرو“ اللہ رحم فرمائے گا ”چنانچہ آہستہ آہستہ میری مالی حالت اچھی ہونی شروع ہو گئی اور اب بے غم بالکل ٹھیک ہے۔

۵۔ اپریل ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے آپ سرہند شریف جاتے ہوئے امرتسر میں چھوٹی محمد علی صاحب ذمہ نویس کے ہاں رونق افروز ہوئے۔ انہوں نے عرض کی حضور! فلاں جگہ ہم نے ایک مسجد بنوانی شروع کی تھی مگر کیٹی والے بننے نہیں دیتے۔ مقدمہ جاری ہے اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ لہذا اب آپ ہی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی سے نوازے۔ حضور نے دعا فرمائی اور مسجد سال کے اندر اندر ہی مبنی شروع ہوئی اور نہایت اچھے انداز میں مکمل ہوئی۔

۶۔ منشی غلام دین صاحب سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ موضع چندر کے (راجپوتانہ) میں تشریف فرما تھے اور شیر حق حضرت میاں شیر محمد صاحب شریوری علیہ الرحمۃ مکان شریف آئے ہوئے تھے۔ حضرت ان کی ملاقات کے لیے وہاں جانا چاہتے تھے چنانچہ مجھ سے دریافت فرمایا ”منشی صاحب! ان کے لیے نذرانہ کیا لے جانا چاہیے“ میں نے عرض کیا حضور بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا ”شہبازاں

ہو تو بہتر ہے، میں نے عرض کیا آپ کا خیال مبارک ہے تو انشاء اللہ مل ہی جائے گا۔ چنانچہ آپ نماز تہجد کے لیے اٹھے تو اچانک ایک شخص نے باہر سے آواز دی مجھے کا دروازہ کھولا گیا تو ایک شخص خالص شہد کی بٹول لیے اندر حاضر ہوا اور کہنے لگا حضور عشا کے وقت مجھے مجبور کیا گیا کہ خالص شہد کی بٹول لے کر نفلوں سے پہلے پہلے حاضر ہوں۔ چالیس میل کا فاصلہ چند گھنٹوں میں طے کیا ہے، یہ سب آپ کی برکت ہے۔ میں نے وہ بٹول سائیں مہر شاہ صاحب کے حوالے کر دی اور حضور مکان شریف کے لیے چل پڑے قافلہ دریائے راوی کے کنارے پہنچا تو دیکھا کہ اس میں طغیانی ہے اور ایک گھڑ سوار غوطے کھاتا ہوا آ رہا ہے۔ حضور نے فرمایا اگر کشتی نہیں تو ہم بھی دریا کو پیدل ہی عبور کریں گے۔ پانی بڑھتا جا رہا تھا مگر حضور نے پروانہ کی اور توکل بخدا دریا میں قدم رکھ دیا، سب درویش آپ کے پیچھے تھے۔ خدا کی قدرت پانی کہیں گھٹنوں سے اوپر نہیں تھا۔ پار اترتے ہی آپ نے ستر احوال (پردہ پوشی) کے طور پر فرمایا 'نماز عصر حلدی پڑھو نماز سے فارغ ہوئے تو پانی کناروں تک بہ رہا تھا۔

۷ تو ہم گردن از حکم داور پیچ

کہ گردن نہ پیچید ز حکم تو پیچ (شیخ سعدی)

۸۔ صوفی تاجدین صاحب کھاریاں والے بیان کرتے ہیں کہ ریاست جموں میں حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رشتہ دار ملازم تھا جو کسی وجہ سے برطرف کر دیا گیا تین ماہ کی تنخواہ اور جمع شدہ روپیہ بھی ضبط ہو گیا۔ حکیم صاحب قبلہ کی وساطت سے وہ حضور کے پاس آیا اور التجائے دعا کی حضور کی برکت سے وہ پھر بحال ہو گیا نیز ضبط شدہ رقم بھی مل گئی بلکہ تنخواہ میں بھی بیس روپے کا اضافہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ آدمی مبلغ پانچ روپے اور کچھ مصری بطور نذرانہ لے کر حاضر خدمت ہوا، مگر آپ نے نذرانہ قبول نہ فرمایا۔

۸۔ چودھری کریم بخش مرحوم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ موضع جوئیاں تحصیل شکرگڑھ میں تشریف فرما تھے مجھے دیں سے دربار شریف پیغام بھیجا کہ جلدی آؤ۔ میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا مرزا پور میں چودھری گل محمد کے پاس جاؤ اور اس سے بھینسا خرید لاؤ۔ میں اسی وقت روانہ ہو گیا۔ دریائے راوی کے کنارے پر پہنچے تو دیکھا چودھری گل محمد صاحب انتظار میں کھڑے ہیں وجہ پوچھی تو بولے تمام رات حضور قبلہ عالم نے سونے نہیں دیا۔ برابر فرماتے رہے کہ گھاٹ پر جا کر کریم بخش کو ساتھ لے آؤ۔

۹۔ مقرب بارگاہ سائیں مہر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ موضع پہاڑو چک ضلع گورداسپور کے لوگ اس قدر مفلوک الحال ہو گئے تھے کہ ان کی تمام زمین ایک جابر سا ہوکار کے قبضے میں چلی گئی تھی اور وہ لوگ چٹائیاں وغیرہ بنا کر گذر بسر کرتے تھے۔ آپ اس علاقے میں تشریف لے گئے تو ایک کنوئیں پر ڈیرہ لگایا۔ وہی سا ہوکار ادھر سے گذرا تو اس نے اس محفل پاک کو بڑی حقارت سے دیکھا، خیر آپ نے ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ چند دنوں بعد ہی مقدمہ شروع ہو گیا اور وہ تمام زمین اس سا ہوکار کے ہاتھ سے نکل کر دوبارہ زمینداروں کے قبضے میں آ گئی۔

۲۔ طالب میں اثر کرنا

(التأثیر فی الطالب)

اس سے مراد یہ ہے کہ طالب تاثیر حاضر ہو یا غائب، شیخ کامل اُسے توجہ دے اور اس کے روحانی مدارج میں ترقی کا باعث بنے حضور قبلہ عالم نے اپنی کیمیائی توجہ سے جس طرح ہزاروں خوش نصیب افراد کے اندر کی دنیا بدل کر رکھ دی، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ کی توجہ شبانہ روز اپنے متوسلین کے شامل

حال ہے، جو نہی کسی نے حضور کو دل سے یاد کیا، اُسی وقت اُس کو جواب ملا، 'نزدیک والا محروم ہے نہ دُور والا۔ گویا اُدھر رابطے کا بُن دبایا، اُدھر فیض کی روشنی آگئی۔'

۱۔ در راہِ عشقِ مرحلہٴ قرب و بُعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

آپ کی اس دوامی توجہ کے سلسلے میں وہ مضمون ملاحظہ فرمائیں جو شاہِ لاثانی شیخِ کاملؒ کے عنوان سے گذشتہ ابواب میں آچکا ہے اور پھر آپ اُن کا ملین کے کمالات دیکھیے جن کے حالات آپ کے خلفاء کی حیثیت سے آگے آرہے ہیں۔

'طالب میں تاثیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے ذہن کی مخصوص الجھن دُور کرنے کے لیے اس پر مخصوص حالات وارد کئے جائیں جس طرح حضرت شیخِ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے مولانا جمالِ ملوی نے لاہور میں سوال کیا کہ مسئلہ وحدت وجود شرعِ مطہر سے پسند یا موافقت نہیں رکھتا پھر بھی بہت سے اولیائے کرام کا یہ مشرب ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو حضرت نے ان کے کان میں چند کلمات کہے جن کو سن کر مولانا رونے لگ پڑے، اہلِ حال کی طرح چہرہ متغیر ہوا اور وہ آپ کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگا کر اسی حالت میں عجز و انکسار کے ساتھ زحمت ہو گئے، کسی کو اس گفت و شنید کا علم نہ ہو سکا۔

۲۔ ندانم چہ گفتی، چہ انگشتی کہ گفتی و از دیدہ خوں ریختی

اسی طرح کا ایک واقعہ مجھے میاں جمالِ دین صاحب مرحوم (ساکن موضع آڈھا) سنایا کرتے تھے کہ میں اس حدیثِ پاک کے بارے میں حیران تھا جس میں مذکور ہے کہ شہید کو شہادت کے وقت ذبح ہونے میں ایک کیف و سرور ملتا ہے، چنانچہ حضور قبلہ عالم شاہ

۱۔ راہِ عشق میں قرب و بُعد ایک جیسا ہے، اے دست میں تجھے (گویا دُور ہو کر بھی) دیکھ رہا ہوں اور دعا و سلام عرض کر رہا ہوں۔ ۲۔ میں نہیں جانتا تو نے کیا کہا اور کیا آگ سی بھڑکا دی ہے کہ (اُدھر) تو نے کہا اور (اُدھر) آنکھوں سے خون پڑا۔

لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ میرے خواب میں تشریف لائے، اور میں نے دیکھا کہ کسی نے مجھ پر (خواب ہی میں) تلوار چلائی ہے۔ میں شہید ہوتا جا رہا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ ایک ایسے کیفیت و سرور میں ڈوب رہا ہوں جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ گویا حضور نے ایک خاص انداز سے وہ کیفیت خواب کے عالم میں طاری کر کے میرا سوال حل کر دیا۔

۷ نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے

وہ کیوں نہ خوبی قسمت پہ اپنی ناز کرے

اسی تاثیر کا آسان سا پہلو ایسے ہزار ہا واقعات سے بھی ظاہر ہے جن میں سے ایک

واقعہ جناب حضرت قبلہ پیر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن رامداس جو حضرت شاہ حبیب دانا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے نیز حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے خلیفہ مجاز اور امام سفر و حضر تھے بیان فرماتے ہیں کہ میری انتہائی کوشش تھی کسی نہ کسی طرح مجھے قرآن کریم پڑھنا آجائے مگر حافظے کی کمزوری کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ آخر حضور قبلہ عالم سے عرض کیا تو آپ نے توجہ کی اور فرمایا 'مولوی عبدالرحمن سے جا کر پڑھو' میں نے تعمیل ارشاد کی اور آپ کی برکت سے بہت جلدی قرآن مجید پڑھ لیا۔

۸ در فضل حق بند جب تمھا، نہ اب کچھ

فقروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ (حالی)

حضور قبلہ عالم شاہ لاٹانی علیہ الرحمۃ کی تاثیرات ظاہری و باطنی کا کامل ترین محبہ، زبدۃ السالکین، قدوة الکاملین، سیدی و سندی حضور پر نور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ قدسی صفات کے پیکر شریف میں پوشیدہ ہے۔

۹ حقیقت کی آنکھوں سے دیکھو اسے

بشر کا بشر، نور کا نور ہے

۱۰ حضرت مولانا روم اپنے مرشد شمس تبریزی علیہما الرحمۃ کی شان میں لکھتے: "شمس تبریزی کہ نور مطلق است"

۳۔ دفع امراض (بیماریاں دور کرنا)

اولیاء اللہ، نظر سے دعا سے اور توجہ سے مریضوں کو بیماریوں سے نجات دلاتے ہیں بلکہ یہ حضرات جو نگاہ کرم سے دل کی بیماری تک دور کر دیتے ہیں، انہیں جسمانی امراض دور کرنے میں کیا وقت ہو سکتی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہاں مکتوبات اہم رہانی رحمت اللہ علیہ سے ایک دو خوبصورت جملے نقل کر دیے جائیں جن میں اہل اللہ کی نظر و صحبت کا بیان ہے۔

وَلَا يُخَيِّبُ مَيْسِرُهُمْ وَهُمْ جُلُوسَاءُ اللَّهِ وَهُمْ إِذَا رُؤُوا ذَكَرَ
اللَّهُ وَمَنْ عَرَفَهُمْ وَجَدَ اللَّهَ، نَظَرُهُمْ دَوَاءٌ وَكَلَمَتُهُمْ
شِفَاءٌ وَصَحْبَتُهُمْ ضِيَاءٌ وَبَهَاءُهُمْ مَنْ رَأَى ظَاهِرَهُمْ
خَابَ وَمَنْ رَأَى بَاطِنَهُمْ بَنَى وَافْلَحَ۔

خوش گفت آنکہ چو گفت الہی حیست اینکہ دوستان خود را
کردی کہ ہر ایشانرا شناخت ترا یافت و تا ترا نیافت ایشانرا شناخت
یعنی شناخت ایشان و یافت تو از یک دیگر منفک نیستند (مکتوب دفتر ۱)
ترجمہ: (حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اس گروہ اولیاء کی محبت پر استقامت نصیب نہ پائے،
اور انہیں کے ساتھ قیامت میں اٹھائے (اور رکھے) یہ وہ ہیں جن کا ہمیشہ
(بفرمان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) بخت نہیں اور ان سے انس رکھنے
والا محروم نہیں، اور انہیں چھو جانے والا بھی نامراد نہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ
کے ہم نشین ہیں۔ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے جس نے ان کو پہچان لیا
خدا کو پایا، ان کی نظر و اور ان کا کلام شغلبے اور ان کی صحبت رکشہ اور

رونق دیں) ہے۔ جو ان کے ظاہر تک رہا، غائب و خاسر رہا اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا نجات و فلاح پا گیا۔ کسی بزرگ نے کیا ہی اچھا کہا ہے اے اللہ! تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے کہ جس نے انہیں پہچانا، تجھے پایا، اور جب تک تجھے نہ پایا انہیں نہ پہچانا یعنی ان کی شناخت اور تیری یافت باہم جدا نہیں ہیں۔

اب سنیے شاہ لاثانی کی چارہ گری کا حال

۱۔ حضرت پیر محمد شریف صاحب رامداسی کا بیان ہے اللہ بخش ولد ویر و کھار ساکی موضع لنگاہ بڈھیوالا ایک مرض ہلک میں مبتلا تھا۔ بہت جگہ سے علاج کروایا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، حتیٰ کہ ایک دن شدت مرض کے سبب اہل خانہ اس کی زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے۔ حسن اتفاق سے حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ بھی اس روز مذکورہ گاؤں میں جلوہ افروز تھے۔ کچھ لوگوں نے حاضر خدمت ہو کر امداد کے لیے التجا کی چنانچہ آپ مرض کے گھر تشریف لے آئے، اپنی چادر مبارک اس پر ڈالی اور بارگاہ الہی میں دعا کی۔ خدا کی قدرت اسی وقت مریض اٹھ کر بیٹھ گیا اور ایک دو روز تک پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔

۲۔ میاں نظام الدین صاحب ساکن بوعبدیان کرتے ہیں کہ میری بہو برکت بی بی ایک سخت بیماری میں مبتلا رہنے کی بنا پر نابینا ہو گئی۔ بہت سے علاج کروائے مگر بے سود آخر تنگ آ کر قبلہ عالم سے عرض کیا حضور اپنی بہو کا علاج کر لیں، آپ نے گھر آ کر دوہین دفعہ لعاب دہن مبارک اس کی آنکھوں میں لگایا اور روشنی لوٹ آئی۔

۳۔ نورنگاہ تیرے لعاب دہن میں ہے

سامانِ زندگی تیرے سازِ سخن میں ہے

۳۔ علی پور شریف کے ترکھان کا واقعہ یوں ہے کہ اس کی بیوی بچہ پیدا نہ ہونے

سے سخت بیمار ہو گئی۔ لاہور لے جا کر بھی علاج کروایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ ایک دن معاملہ اتنا بگڑ گیا کہ ڈاکٹروں نے قریب الموت سمجھ کر جلد از جلد واپس گھر پہنچ جانے کا مشورہ دیا۔ وہ بے چارہ ہر طرف سے مایوس ہو کر حضور قبلہ عالم کی بارگاہ بکس پناہ میں حاضر ہوا اور دعا کی التجا کی۔ آپ کی دعا سے وہ مریضہ بھی رو بصحت ہو گئی اور تین روز بعد بچہ بھی پیدا ہو گیا۔

۴۔ اللہ بخش صاحب راوی ہیں کہ ایک دفعہ آپ موضع مالو کے تشریف فرما تھے آپ کے پاس ایک آنکھوں کی مریضہ آئی۔ آپ نے اپنے مرتبان سے تمام کا تمام ہلید اس عورت کو دے کر فرمایا، جاننا اللہ اب تیری آنکھیں کبھی خراب نہ ہوں گی۔

اللہ بخش صاحب کا بیان ہے کہ وہ مرتبان دھو کر میں پی گیا تو آپ نے فرمایا، تو انشاء پیٹ کی بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔ سو الحمد للہ آج تک معدہ وغیرہ کے امراض سے مامون ہوں۔

خدا کے فضل سے فیض و عطا تقسیم کرتے ہیں

نظر کو نور دیتے ہیں، شفا تقسیم کرتے ہیں

۵۔ اللہ بخش ولد الہی بخش ساکن چندر کے بیان کرتے ہیں کہ جن ایام میں مرض طاعون کا زور تھا، میری بیوی بھی اس کی زد میں آ گئی، حسن اتفاق سے حضور بھی ہمارے گاؤں میں رونق افروز تھے۔ ایک روز آپ مسجد سے خود بخود ہمارے گھر تشریف لائے، میری بیوی کو دم کیا تو وہ بالکل تندرست ہو گئی۔

۶۔ شیر پنجاب مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی اپنے والد ماجد علامہ زماں حضرت مولانا نور الحسن صاحب سیالکوٹی (علیہما الرحمہ) کے حوالے سے یہ واقعہ روایت کیا کرتے تھے کہ ایک بار میں حضور شاہ لاثانی قدس سرہ کی بارگاہ میں موجود تھا کہ ایک شخص اپنے بیمار بچے کو لے کر حاضر ہوا اور اس نے دعا کے لیے التجا کی۔ حضور پر نور نے پانی کا گلاس منگوایا اور اس میں سے کچھ نوش فرما کر باقی اسے دے دیا کہ بچے کو پلائے۔ سائل نے

ادب سے عرض کیا 'حضور آپ نے دم نہیں فرمایا' ارشاد ہوا 'مومن کا جھوٹا مومن کے لیے شفا ہوتا ہے۔ بچے کا مومن ہونا تو ظاہر ہے۔ اپنے ایمان کا پتہ بھی چل جائے گا؛ چونکہ میرے ذہن میں بھی یہی خیال تھا کہ دم ہونا چاہیے۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا 'کیوں مولوی صاحب حدیث پاک یوں نہیں ہے۔ میں نے بھی تائید کر دی۔ اتنے میں دیکھا کہ بچہ مکمل طور پر تندرست ہو چکا تھا۔

حضرت مولانا محمد یوسف مرحوم یہ واقعہ بیان کر کے بڑے جزم سے فرمایا کرتے تھے کون ہے جسے اپنے ایمان کامل کا ایسا یقین ہو؟

۷۔ صوفی تاج دین صاحب (کھاریاں والے) بیان کرتے ہیں 'میرے لڑکے کا پیشاب بند ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے دیا تو میں دربار اقدس میں حاضر ہوا مگر یہاں بھی خاموش رہا۔ بوقت نصیحت حضور نے فرمایا 'تاج دین؛ بچوں کا کیا حال ہے' میں نے عرض کیا 'حضور راضی ہیں' آپ نے جذبے سے فرمایا 'کیا راضی ہیں؟' عرض کیا 'حضور! چھوٹا لڑکا بیمار ہے' آپ نے کچھ وقفے کے بعد فرمایا اسے زہر باد ہو گیا ہے۔ فلاں فلاں درخت کے پتے شہد میں ملا کر اسے کھلاؤ، یہ علاج کیا گیا تو دو گھنٹے کے بعد اسے آرام آگیا۔

۸۔ حافظ وہاب الدین ساکن موضع منڈی کے بیان کے مطابق بچپن ہی سے ان کی آنکھ پر ایک ایسی رسولی تھی جو ساٹھ سال کے طویل عرصے میں کئی علاج کروانے کے باوجود ٹھیک نہ ہوئی تھی۔ آخر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی۔ آپ نے رات کو دم کیا اور صبح رسولی غائب تھی لوگ حیران تھے کہ حافظ صاحب کی رسولی کہاں گئی۔

۹۔ جناب عبدالعزیز صاحب ساکن موضع سوکاسن (آزاد کشمیر) کے لڑکے کی ٹانگ پر ضرب آگئی بلکہ ہڈی ٹوٹ گئی اور پھر گھمیر ہو گیا۔ پورے تین سال تک یہی صورت حال رہی۔ علاج کروائے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ بیان کرتے ہیں آخر میں نے حضور قبلہ عالم

رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا آپ نے فرمایا ہلدی کی گندھی پیس کر اور مکھن میں ملا کر کھلا دو۔
 حسب الارشاد عمل کیا تو آرام آگیا۔

۱۰۔ ہمارے اپنے گھر کا واقعہ سنئے۔ ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ کی بات ہے، میری والدہ ماجدہ کے پہلو میں سخت درد کے دورے پڑتے تھے۔ بہت علاج کروائے مگر آرام نہ آیا، آخر ایک ماہر طبیب سے مشورہ کیا تو اس نے ستر روپے کا نسخہ تجویز کیا، والد صاحب کی تنخواہ ان دنوں صرف چھتیس روپے تھی۔ خدا کی قدرت، حضور قبلہ عالم شاہ لاٹانی علیہ الرحمۃ ہمارے غریب خانے میں (جو موضع مکنور تحصیل پٹانکوٹ میں تھا) تشریف لے آئے۔ والدہ درد سے سخت بے چین تھیں۔ حضور قبلہ عالم نے یہی ایک دو لفظ فرمائے کہ ”دیکھو جی، درد کو یہی گھر نظر آیا ہے۔ لڑکے کی تنخواہ چھتیس روپے اور نسخہ ستر روپے کا“ بس یہ فرمانا تھا کہ درد ختم ہو گیا اور خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لطف و کرم اور قبلہ عالم کی برکت سے وہ درد آج تک نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ حضور کے فرمائے ہوئے یہ لفظ اور ادو وظائف سے تعلق نہیں رکھتے مگر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان یاد کریں کہ رب تعالیٰ اپنے بندہ مطیع کو یہ شان عطا فرماتا ہے کہ وہ کُن (ہو جا) کہہ دے تو کام بن جاتا ہے۔

۴۔ عاصی (گناہگار) پر توبہ کا فائدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افاضۂ توبہ (یعنی توبہ کرنے) کا طریقہ یہ ہے کہ صاحب نسبت اپنی ذات کو وہ گناہگار خیال کرے بعد اس کے کچھ اس میں تاثیر کرے اس طرح پر کہ گویا اس کی ذات اس کی ذات سے مل گئی اور دونوں ذاتوں میں اتصال ہو گیا پھر از سر نو استعاضہ شروع کرے سو اس معصیت پر نام

اور شرمندہ ہو اور حق تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ عاصی جلد توبہ کرے گا (رب الفاضل)
مگر یہ طریقہ درجہ اوسط کے صاحبان نسبت کا ہے۔ منتہی حضرات کی تلقین زبانی
بلکہ صرف نگاہ سے کام بن جاتا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالکریم راولپنڈی والوں کے اس قول کا ذکر ہو چکا ہے کہ جوانی کے
عالم میں بھی (حضور قبلہ عالم) شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کو جو شخص دیکھ لیتا تھا اس پر گریہ طاری
ہو جاتا تھا۔

جہاں آپ مجسمہ مہر و محبت اور پیکر شفقت و رافت تھے وہیں انوارِ جلال نے
آپ کو بہت پر ہیبت بنا دیا تھا۔ ایک طرف مسکین طبع لوگ آپ کو غنوار و غمگسار
سمجھتے ہوئے اپنی مصیبتیں بیان کرتے تھے تو دوسری طرف بڑے بڑے کروڑ والے،
آپ کو دیکھتے ہی مرعوب ہو جاتے تھے۔ مانے ہوئے باتونی دم بخود اور جابر و قاہر،
مجبور و مقہور نظر آتے تھے۔

میاں رحمت علی صاحب غازی پور والے بیان کرتے ہیں مجھے ایک شخص
نے اپنی آپ بیتی سناتے ہوئے بتایا کہ میں پہلے ڈاکہ زنی کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ علی پور
سیداں شریف کے قریب سے گزر رہا تھا کہ ایک سفید ریش بزرگ جو ایک کھیت کے
کنارے بیٹھے ہوئے تھے مجھے دُور سے آوازیں دینے لگے۔ میں قریب گیا تو فرمانے
لگے 'میاں یہ بڑے کام چھوڑ دے' میں نے عرض کیا حضرت یہ تو میرا پیشہ ہے، میں اس کے بغیر روزی
کیسے کماؤں؟ اپنے فرمایا 'کاشتکاری کیا کریں؟' میں نے عرض کیا 'مجھے آتی نہیں' اس وقت ساتھ ہی
کھیت میں ہل چل رہے تھے۔ آپ نے مجھے ایک ہل کی ہتھی کر لیا اس کے پیچھے
چلنے کو کہا، میں نے تعمیل کی فرمایا تم تو بہت اچھا ہل چلاتے ہو، میں نے عرض کیا 'میرے
پاس کوئی جانور نہیں ہے، آپ نے اپنی طرف سے ایک یاد دہانی دیے اور مجھے
گھڑ بھج دیا، یہی میری توبہ کا دن تھا۔

حضور کے خلیفہ اول حضور قبلہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ انہی مخمور آنکھوں کا شکار

ہوئے تھے۔ آہ !

۵۔ آنا کہ چشم مست بصد حیلہ واکند
سنگ را ولی کند، گس را ہما کند

۵۔ دلوں میں تصرف کرنا

۶۔ عقل و فہم میں تصرف کرنا

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ ”بقوت ہمت طالب
کے نفس سے بھڑجاوے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کر لے پھر محبت یا واقعے کی
صورت کو خیال کرے اور ان (مطلوبہ افراد) کی طرف متوجہ ہو اپنے دل کی جمیعت سے
تو اس میں اثر ہوگا جس کی طرف متوجہ ہو اور اس میں محبت ظاہر ہو جائے گی اور واقعہ
اس کے ذہن میں صورت پکڑ جاوے گا“ (ترجمہ از مترجم کتاب)

شاہ صاحب نے اس اہتمام کے دو مقصد بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ تصرف کرنا لوگوں کے دلوں میں تا ان میں محبت آجاوے

۲۔ ان کے محل ادراک (عقل و فہم) میں تصرف کرنا تا ان میں واقعات متماثل

ہو جاویں۔ (ترجمہ بالفاظہ)

پہلے مقصد میں جتنی بھی خوبی ہو، حضور قبلہ عالم جو ہر حال میں اپنے حالات و
کوائف کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کرتے تھے اور حیلہ ہائے ذات میں
مستغرق رہتے تھے۔ اپنی محبت کے لیے لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا آپ کی

شانِ عظمت سے فرور نظر آتا ہے۔ آپ کے پیش نظر تو اُسوۂ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کا ایک حسین عنوان یہ ہے۔

ع مصطفیٰ راضی نہ شد الا بذات

یعنی حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام رب کی ذات کے سوا کسی چیز پر بھی راضی نہ ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اعراض عین الخلق (یعنی خلق سے منہ پھیر لینے) کے باوجود لوگوں کا ایک ہجوم ہمیشہ اکثر آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ آپ دربارِ اقدس میں نئی نئی فرزز ہوتے بھی تو سائلین کی بھڑنگی رہتی اور سفر میں ہوتے تو بھی لمبی لمبی قطاریں آپ کے آگے پیچھے ہوتیں۔ اس کی وجہ وہی تھی جو حدیث قدسی میں مذکور ہے مختصراً یہ کہ بندہ خدا کا محبوب بن جائے تو ملائکہ اعلیٰ میں فرشتوں کو بھی اس سے محبت کرنے کی تلقین کر دی جاتی ہے اور اہل زمین کے دلوں میں بھی اُس سے اُنس پیدا کر دیا جاتا ہے۔

خادمانِ درگاہ بتاتے ہیں کہ حضور آدمی رات کو بھی بغیر کسی اطلاع کے سفر کرتے تھے تو لوگ تار یک راہوں میں کھڑے آپ کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کسی ہمسفر کے دل میں خیال آیا کہ آخر اس وقت لوگوں کو کون یہاں راستے میں بھیج رہا ہے تو اس کے زبان پر لائے بغیر خود ہی جواباً فرمایا سائیں تو کل شاہ صاحب کی سوانح عمری پڑھنی چاہئے۔ انہوں نے پڑھی تو وہی وجہ تھی جو حدیث مذکور میں موجود ہے۔

روگیا لوگوں کے قلب و ذہن اور عقل و فہم میں تصرف کرنا کہ واقعاتِ عظیمہ رُونا ہوں اس کے لیے حضور کو کسی اتہام کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ایک ہلکی سی توجہ یا اشارہ ہی کسی بے نوا کا کام بنا جاتا تھا۔ ایک دو واقعات پیش کئے جاتے ہیں درنہ سب کے سب کسے معلوم ہیں اور جو معلوم ہیں ان سب کی بھی گنجائش یہاں نہیں ہو سکتی۔

۱۔ طوطی ہندوستان بابا صوفی محمد علی صاحب ٹرپی کے ایک راجپوت گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ اُن پڑھتے تھے اس لیے محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتے تھے۔

حضور قبلہ عالم سے بیعت تھے۔ ایک دفعہ دربار شریف میں حاضر ہوئے تو باہر کھلیان کی کہانی کے لیے چلے گئے۔ وہاں یونہی کچھ گارہے تھے کہ ان کی بے خبری میں حضور تشریف لائے۔ صوفی صاحب نے آپ کو دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ مگر ادھر دریاے رحمت جوش میں آیا ہوا تھا فرمایا 'کوئی نعت خواں معلوم ہوتا ہے' بس یہ دوہیں لفظ تھے جو ان کی قسمت بنا گئے۔ پھر کیا تھا برصغیر کے گوشے گوشے تک ان کی نعت خوانی کا چرچا ہوا اور طوطی ہند لقب ٹھہرا۔ بقول اقبال

فیصلہ دل کا اگر مد نظر ہے تجھ کو!

مرد مومن کی نگاہ غلط انداز ہے بس

ایک بار جالندھر میں ایک بہت بڑی تقریب میں مدعو تھے وہاں پورے ملک سے بڑے بڑے نعت خواں آئے ہوئے تھے مگر ان کے سامنے کسی کا رنگ نہ جم سکا، ایک دو راتوں کے لیے گئے تھے۔ جالندھروالوں نے مہینہ بھر وہیں رکھا۔

میں نے انہیں بڑھاپے کے عالم میں دیکھا ہے مگر بایں ہمہ پیری، آواز جوان تھی۔ بدن نہایت نحیف و لاغر تھا، آواز بغایت سرلی اور جوشیلی تھی، ان پڑھ ہو کر فارسی میں حافظ و خسرو سعدی و جامی (علیہم الرحمہ) جیسے اساتذہ کا کلام بصحت تلفظ ادا کرنا کرامت در کرامت تھی۔ مجھے ایک دفعہ فارسی کی دوہیں غزلیں لکھوائی تھیں جن میں سے ایک کا مطلع یہ ہے۔

اے قصہ بہشت زکویت حکایت

حُسن و جمال حور ز رویت روایت

میں شکر گڑھائی سکول میں میٹرک کا طالب علم تھا، اس زمانے میں ایک دن صبح سویرے سکول گراؤنڈ میں 'بزم ادب' کا اجلاس جاری تھا کہ یہی بابا صاحب، سکول کے قریب سے گزر رہے تھے، ہیڈ ماسٹر صاحب بڑے باذوق تھے، انہوں

نے دو تین اساتذہ کو بھیج کر ان کو بلایا، یہ تشریف لائے تو نعت پڑھنے کی استدعا کی گئی۔ باباجی نے اس اجلاس میں جہاں زیادہ سے زیادہ دس منٹ نعت کو دیے جا سکتے ہیں، پورا گھنٹہ نعت خوانی کی اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ آج میں کچھ بیمار ہوں، زیادہ نہیں پڑھ سکتا۔ حاضرین میں ایک زبردست قسم کے عالم دیوبند بھی موجود تھے، انہیں بھی مرد خدا کے تصرف کا اقرار کرتے ہی بن پڑی۔

یہ ہے محلِ ادراک میں تصرف کی روشن مثال

۲۔ آفتاب ہند حافظ ظفر علی صاحب (پسروری) رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں فکر و نظر اور قال و حال کے اعتبار سے جو انقلاب آبادہ الگ داستان ہے اور ان کے حالات میں اس کا بیان آجلے گا، یہاں صرف ان کے فن خطابت کے متعلق عرض کیا جاتا ہے جو ان کے باقی اوصاف کی طرح حضور کی خصوصی نگاہ کرم کا فیضان تھا۔ حافظ صاحب اپنے فن میں ایسے یکتائے روزگار تھے کہ برصغیر کے طول و عرض میں آپ کے تبلیغی خطبات کی ہجوم مچ گئی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک بار خطاب فرمایا تو 'آفتاب ہند' کے لقب سے ملقب ہوئے۔

۳۔ حکیم محمد شفیع صاحب (اکھنوری) جو آج کل پسرور میں طبابت کر رہے ہیں، آپ ہی کے فیض دعا کے اثر سے اپنے فن میں اس کمال کو پہنچے کہ بعض بڑے بڑے واکٹر بھی مریض ہوئے تو ان سے علاج کروا کر رو بصحت ہوئے۔

۴۔ میرے والد ماجد جناب قبد منشی محمد مقبول صاحب مرحوم کو حضور کی ایک ہی نگاہ سے فارسی میں ایسی مہارت حاصل ہو گئی تھی کہ بڑے بڑے فاضلوں کو ان کی علمی فوقیت کا لوہا ماننا پڑا۔ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ نے صرف اتنا فرمایا تھا "کون کہتا ہے اسے فارسی نہیں آتی"۔

۷۔ اہل اللہ کی نسبت پر اطلاع

حضور قبلہ عالم شاہِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے علوِ ہمت کے سامنے زندہ یا اہل قبور کی نسبت پر اطلاع حاصل کرنے کا اہتمام (غیر ضروری) تھا۔ آپ کتابی اصول و قواعد میں اُلجھے بغیر ہی فوراً دست سے سب کا ذہنی پس منظر جان لیتے تھے۔

البتہ اہل قبور کے ساتھ آپ کے رابطے کی کچھ جھلکیاں یہاں پیش کی جاتی ہیں (اس کا اہم حصہ ایک عظیم سفر کی روداد میں دیکھئے)

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اہل قبور اور اولیاء سے رابطہ بالکل ایسا ہی تھا جس طرح زندہ کا زندہ سے ہوتا ہے۔ تکلف تھا اور نہ حجاب، ہاں آپ ہر ممکن حد تک ان مذاکرات کو صیغہ راز میں رکھتے تا آنکہ کوئی بات یوں نہ رہے ساختہ حکمتِ خداوندی سے زبانِ مبارک پر آجاتی۔ چنانچہ ایک دو روایات حاضر خدمت ہیں۔

۱۔ میاں حسین بخش صاحب اور بعض دوسرے ثقہ حضرات کے بیان کے مطابق حضور قبلہ عالم ایک بار تصور میں حضرت پیر سید تہیہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے تو فاتحہ و مراقبہ وغیرہ کے بعد واپس آگئے۔ ابھی احاطے کی ڈیوڑھی میں پہنچے کہ پھر مزار شریف کے اندر چلے گئے اور کچھ قرآن پاک (غالباً ایک پارے کا ربع) پڑھ کر اُٹھے۔ باہر آئے تو فرمایا: ”بتھے شاہ ہوراں زور مال قرآن پاک سنیا، گویا شاہ صاحب نے باصرار آپ کو ڈیوڑھی سے واپس بلایا تھا۔“

۳۔ بستری نظام الدین صاحب رساکن موضع بھٹے کی وساطت سے ایک شخص کا بیان یوں سنا ہے کہ میں حضور لاثانی کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوا اور اپنا تاثر جانے یا آدھانے کے لیے عرض کیا ”حضرت امام علی الحق یا کوئی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔“

آپ نے جلال میں آکر فرمایا ”میاں انھوں نے تجھے بھیجا“ مجھے تو کچھ نہیں کہا، اسی موقع پر یا ایک اور موقع پر فرمایا ”میں اور امام صاحب کوئی دو ہیں؟“

۳۔ غالباً میاں جمال دین مرحوم نے یہ روایت سنائی تھی کہ آپ پاکپٹن میں حضرت باوا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ کے مزار پر گئے تو بعد میں فرمایا ”سخت ریاضتوں سے باوا صاحب کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے۔“

۴۔ حضرت قبلہ صوفی محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ ایک دفعہ عالم پور کوئلہ تشریف لے گئے رجوع عارف پنجاب فخر الشعراء حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف فہم الحسین کا مولد و مدفن ہے، وہاں ایک اور بزرگ ہوئے ہیں حضرت محمد طاہر علیہ الرحمۃ جو پیشے کے اعتبار سے حجام تھے اور ولایت کے ادنیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ ان کے مزار پر دیر تک بیٹھے رہے۔ آخر کسی نے عرض کیا کہ حضور وقت زیادہ ہو گیا ہے اور ہمیں دور جانا ہے، حضور قبلہ عالم نے فرمایا ”کیا کریں حضرت صاحب اجازت ہی نہیں دیتے“

۵۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر فرمایا ان کا حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے جیسا حضرت مجدد الف ثانی کا حضرت خواجہ باقی باللہ سے۔ (علیہما الرحمۃ)

۶۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے مزار پر سے ہو کر آئے تو فرمایا عجیب بارش انوار و کیفیات ہے کہ جانور تک حتیٰ باہو کہتے ہیں۔

۸۔ دلی خطرات و ساوس پر مطلع ہونا

اسے کشف القلوب بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ

نے متوسط درجے کے سالکوں کے لیے طریقہ کشف القلوب بھی درج فرمایا ہے مگر

یہاں اسے غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ كُنْتُ بَصْرَةً الَّذِي يُبْصِرُ بِہ کے مصداق نور خدا سے دیکھتے تھے اس لیے کوئی چیز بھی آپ سے پوشیدہ نہیں تھی اور آپ کا یہ وصف گویا نمایاں ترین تھا۔ محفل میں جتنے آدمی بیٹھے ہوتے۔ ہر ایک کے ذہنی سانس کا جواب اس کا نام لیے بغیر دیے جاتے۔

اب یہاں چند واقعات درج کئے جلتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ لاجپت دیں ساکن بھوجو (جو حضور کے درباری حجام تھے، گو نسبت گورۃ شریف سے تھی مگر ان کے فرمان کے مطابق ساری عمر حضور کی خدمت سرانجام دی، بیان کرتے ہیں۔ میں ایک دن حجامت بنا رہا تھا کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مبلغ پانچ روپے بطور نذر پیش کئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص اجازت لے کر چلا گیا۔ بعد ازاں آپ بھی اٹھے اور کچھ دور چلے گئے۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آپ اگر یہ پانچ روپے مجھے عطا کر دیں تو بہت ہی برکت کا باعث ہوں۔ آپ جب واپس آئے تو وہ روپے مجھے دے دیے اور فرمایا اے لڑکے برکت والے ہیں۔

۲۔ مرزا عظیم بیگ تھانیدار ایک دفعہ حضور کی زیارت کے لیے آ رہے تھے کہ راہ میں خیال آیا کہ حضور آج مرغ کا گوشت کھلائیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ وہ دربار شریف پہنچے تو آپ انہیں مل کر کافل میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد واپس تشریف لے آئے تو تھانیدار صاحب سے فرمایا کہ مرغ تو نہیں مل سکا۔ یہ انڈے حاضر ہیں۔

۳۔ آپ ایک دفعہ موضع لنگاہ میں رونق افروز تھے کہ ایک عورت نے آپ کے خلیفہ سائیں مقصود شاہ صاحب کی خدمت میں کسل پیش کیا۔ سائیں نے اس سے کہا کہ فی الحال رہنے دو۔ جاتی دفعہ ہم لے لیں گے کچھ وقت کے بعد اس عورت کا خیال بدل گیا اور کسل کو ایک برتن میں چھپا کر مشہور کر دیا کہ چوری ہو گیا ہے۔ حضور نے سنا تو اس عورت کو بلا کر فرمایا دیکھ بی بی! اس درویش نے تجھ سے کسل مانگا نہیں تھا۔ تو نے خود

پیش کیا تھا، اب فلاں برتن میں چھپا کر تو کہتی پھرتی ہے کہ چوری ہو گیا ہے، یہ سن کر وہ بہت شرمندہ ہوئی۔

۴۔ محترم المقام حضرت قبلہ صوفی محمد الدین صاحب بیان کرتے ہیں ایک دفعہ آپ سرہند شریف جاتے ہوئے ہماری التجا پر رامداس بھی تشریف لائے اور چار پانچ روز تک قیام فرمایا، حسب الارشاد میں بھی آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا مگر دل میں خیال آیا کہ گھر میں اور کوئی آدمی موجود نہیں۔ میرے بعد اہل خانہ کو تکلیف ہوگی چنانچہ امر سے جب ریل پر سوال ہونے کا وقت آیا تو اکثر عقیدتمندوں کو واپس جانے کی اجازت ملنے لگی۔ میرے دلی خیال کے پیش نظر آپ نے مجھے بھی فرمادیا، محمد الدین تمہارے گھر میں کوئی آدمی نہیں لہذا تم بھی واپس چلے جاؤ مگر میں نے دل ہی دل میں اس خیال سے توبہ کر لی تو معاً فرمایا اچھا تم بھی ساتھ چلو، گھر کا خدا حافظ ہے۔

بندگانِ خاص علام الغیوب در جہانِ جاں جو میں اقلوب
۵۔ انہی کا بیان ہے کہ ماہ رمضان المبارک کا آخری جمعہ تھا۔ میں دربار شریف میں حاضر تھا، حضور قبلہ عالم لیٹ گئے یہاں تک کہ وقت جمعہ قریب آ گیا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج جمعۃ الوداع ہے اور حضور نے کوئی انتظام وغیرہ نہیں فرمایا، یہی سوچ رہا تھا کہ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے بلا کر فرمایا محمد الدین آخری جمعہ ہے جاؤ تجروں سے سب دوستوں کو بلا لاؤ۔ اسی طرح آپ بار بار فرماتے رہے گویا میرے قلبی خطرے پر اطلاع تھی۔

۶۔ سید شمشاد حسین مرحوم لہذا ہی بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپ مکان شریف میں جلوہ افروز تھے، میں نے حاضر ہو کر عرض کیا حضور ہمارے ہاں رامداس میں بھی تشریف لے چلیں، آپ نے فرمایا، اچھا دیکھا جائے گا، مگر وعدہ لے کر مجھے خیال آیا اگر آپ تشریف

ترجمہ علام الغیوب (خدا) کے خاص بندے جان کی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

لے جائیں گے تو آپ کا استقبال کون کرے گا اور گھوڑیوں کو چارہ کون ڈالے گا کیونکہ میں اکیلا تھا چنانچہ اسی پریشانی میں تھا کہ اگلی صبح آپ نے نگاہ جانے کی تیاری فرمائی۔ میں نے عرض کیا حضور نے تو میرے ساتھ رامداس جانے کا وعدہ فرمایا تھا، آپ نے میرے خطرہ قلبی کو صاف لفظوں میں ظاہر فرمادیا ”شاہ جی ہمارا استقبال کون کرے گا اور گھوڑیوں کو چارہ کون ڈالے گا، کیونکہ آپ تو اکیلے ہیں۔“

۷۔ حاجی علم دین صاحب چاہ میراں لاہور بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار دربار عالی میں حاضر تھا حضور کے پاس ایک مریضہ حاضر ہوئی۔ آپ نے مولوی فضل الہی صاحب کو فرمایا کہ اسے فلاں شربت کا نسخہ اور تعویذ دے دو۔ میرے دل میں خیال آیا شاید حضرت صاحب بھی طب پڑھے ہوئے ہوں گے کیونکہ مولوی تاج دین صاحب لاہوری طب میں ماہر تھے اور وہ نسخے وغیرہ لوگوں کو بتایا کرتے تھے۔ حضور نے اسی وقت مسکرا کر فرمایا ”مستری صاحب، ہاں مولوی تاج الدین صاحب طب پڑھے ہوئے تھے مگر آپ کیسے جانتے ہیں کہ وہ طب پڑھے ہوئے تھے میں نے کہا وہ لوگوں کو نسخے وغیرہ دیا کرتے تھے۔“

۸۔ میرے افکار ہیں میں کی زبان سے تعالیٰ اللہ کیساتر جہاں ہے

۹۔ مستقبل کے اوقات کا انکشاف

وہ مردان باصفا جن کی نگاہ لوح محفوظ پر ہو، ان کے لیے ماضی و مستقبل برابر ہیں۔ حضور قبلہ عالم کی نگاہ دور ہیں سے کچھ بھی عجوب (چھپا ہوا) نہیں تھا چنانچہ چند نکات عرض کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا اور وہ حضور قبلہ علیہ الرحمہ سے اس کا نام پوچھتا آپ کبھی ایک اور کبھی ایک سے زیادہ بھی نام بتا دیتے۔ جتنے نام آپ بتاتے اتنے ہی

بچے پیدا ہوتے تھے۔ مثلاً علامہ الحاج صوفی غلام حسین صاحب رامداسی (خطیب اعظم گوجرہ) پیدا ہوئے تو ان کے والد ماجد قبلہ الحاج صوفی محمد الدین صاحب نے حضور قبلہ عالم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نام پوچھا تو آپ نے فرمایا، 'غلام حسین، غلام مصطفیٰ، غلام مرتضیٰ، دوسرے حاضرین تو اس اشارے کو نہ سمجھ سکے البتہ خود قبلہ صوفی صاحب سمجھ گئے کہ حضور نے بعد میں ہونے والوں کے نام بھی بتا دیے ہیں۔ ان کے میرے صاحبزادے وفات پا گئے تھے۔ بڑے دو الحمد للہ مجالس وعظ و نعت کی رونق ہیں۔

میرے (مؤلف کے) والد ماجد بھی 'میری پیدائش بہرہ (میرا) نام پوچھنے کے لیے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، حضور نے دو نام ارشاد فرمائے تھے محمد حسین، محمد حسن، چنانچہ میری ولادت سے تین چار سال بعد محمد حسن پیدا ہوا جو شیرخوارگی ہی میں فوت ہو گیا۔

اس قسم کے بے شمار واقعات ہوئے

۲۔ حاجی علم دین صاحب نے ۱۹۲۱ء میں کلکتہ میں ایک ٹھیکہ لیا۔ حالات مخدوش نظر آنے لگے تو گھبرا گئے۔ فرماتے ہیں میں اسی فکر میں تھا کہ حضور نے خواب میں تشریف لا کر تسلی دیتے ہوئے فرمایا، گھبراتے کیوں ہو اس میں چھ ہزار کا فائدہ ہے۔ چنانچہ کام کے اختتام پر حساب لگایا تو واقعی پورے چھ ہزار کا نفع ہوا۔

۳۔ انگریزوں کے برصغیر سے انخلا سے قریباً آٹھ سال پہلے حضور کا وصال شریف ہوا اور اس سے بہت قبل ایک رات تہجد کے وقت آپ نے ملکی آزادی کی پیش گوئی فرمادی تھی۔

۴۔ ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حلقہ یاران خاص میں بہ انداز شفقت و رحمت تشریف فرما تھے۔ بعض دوستوں نے موقعہ دیکھ کر جرات کی اور پوچھا حضور آج دربار اقدس کا یہ عالم ہے کیا یہ لنگر وغیرہ بعد میں بھی اسی حال میں

جاری رہے گا، قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا 'یونہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر' چنانچہ اس ارشاد گرامی کی صداقت کا مشاہدہ ایک عالم کر رہا ہے۔

ہر طرف ان کی تجلی ہے ابھی
ہیں وہی رونقِ محفل گویا !

۱۰۔ آفات و بلیات روکنا

اولیائے کرام اپنی نگاہِ کرم اور تصرف و توجہ سے مصائب و بلیات روک دیتے ہیں، اس سلسلے میں اسی باب کے تیسرے عنوان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کے مکتوب شریف کا اقتباس پھر پڑھ لیجئے۔

یہاں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر مقصود ہے آپ کی مشکل کشائی کے چند شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالرشید صاحب ضلع گورداسپور میں حضور کے ہمراہ تھے۔ ان کا بیان ہے کہ آپ نے ایک گاؤں میں قیام کیا اور فرمایا 'یہاں سانپ بہت ہیں بچ کر رہنا'رات کو ایک ٹیلے پر ڈیرا تھا چنانچہ آپ نے ایک گول لکیر کھینچ کر فرمایا 'اس کے اندر سوجاؤ' جب صبح اٹھے تو دیکھا لکیر کے باہر سانپوں کے رنگنے کے بہت سے نشانات تھے اور ہم آپ کی برکت سے محفوظ رہے۔

۲۔ ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ موضع بھٹے میں مستری نظام دین صاحب کے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ کے ہمراہ صوفی تاج الدین بھی تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور مسجد کے اندر سانپ ہے، فرمایا کچھ فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا کوئی چیز گزند نہیں پہنچا سکتی۔ صبح نماز کے بعد چٹائی اٹھائی گئی تو سانپ مرا ہوا پایا گیا۔

۳۔ منشی غلام الدین صاحب (ساکن موضع تھوبہ) کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ موسم گرما میں پاپیادہ ہی دربار شریف کی طرف چل پڑا، عشق چلا رہا تھا اور میں چل رہا تھا زفار تیز تھی اور گرد و غبار کی وجہ سے راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اچانک ایک دریا کے کنارے جہاں پانی خوب بہ رہا تھا، جانکلا، عقل ڈرتی تھی کہ کہیں پانی گہرا نہ ہو، شوق دلیر تھا کہ اپنے آقا کے حضور جا رہا ہوں۔ خدا کی قدرت پانی ایک فٹ سے گہرا کہیں بھی نہ آیا۔ خیر دربار شریف پہنچا اور حضور کے نیاز حاصل ہوئے۔ اگلے روز واپسی کی اجازت لی تو فرمایا 'منشی صاحب! درویش کو زیادہ آزمائش میں نہ ڈالنا چاہیے' اس سے پردہ فاش ہو جاتا ہے، دریا کسی کے ساتھ عبور کرنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے مجھے وہ معاملہ فراموش ہو چکا تھا۔

۵۔ دل جب سے گرفتار ہے اس زلف دوتا کا

گرداب کا خطرہ ہے نہ ڈر موج بلا کا

۴۔ منشی برکت علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت باولی شریف میں جلوہ افروز تھے تنہائی میں حضور سے کچھ گزارشات کرنا چاہتا تھا مگر وقت نہ مل سکا۔ آخر تین دن کے بعد نصرت لینے کے لیے حاضر ہوا تو خود فرمایا 'منشی صاحب مجھے اللہ کے فضل سے سب کچھ معلوم ہے' روانگی سے ایک روز پیشتر میرے پاس آنا، لہذا میں دوسری بار چپک آگرے میں مع اہل و عیال حاضر خدمت ہوا۔ تہجد کے وقت باریابی ہوئی، حضور نے میری گزارشات کو بڑی توجہ سے سنا۔ اپنا پیراہن مبارک آمار کر میرے سر پر رکھ دیا اور فرمایا 'یہ ہماری نشانی اپنے پاس رکھنا اور سفر میں ٹرنک میں بند کر کے لاری کے اوپر رکھنا' با وضو (لاری میں) سوار ہونا اور تحفیف کا خیال نہ رکھنا، 'منشی صاحب کے محکمے میں تحفیف ہو رہی تھی اور یہ پریشان تھے، حضور نے بچوں پر بھی دست شفقت پھیرا اور فرمایا 'خدا حافظ! تم لوگوں کی خدمت

کرتے ہو، خدا تعالیٰ تمہارے کام بنائے گا، خیر نصبت لے کر روانہ ہوئے، پہاڑی سفر تھا اور راستہ نہایت دشوار گزار۔ تین دفعہ لاری پھسلی جسے لکانے میں کئی کئی گھنٹے لگتے تھے تاہم کوئی جانی نقصان نہ ہوا۔ ڈرائیور اور ہم سفر حیران تھے یہ کس کی برکت ہے حالانکہ ہمارے پیچھے آنے والی لاری الٹ گئی تھی اور پانچ چھ جانوں کا نقصان بھی ہو گیا تھا۔ ہم منزل مقصود پر بخیر وعافیت پہنچ گئے۔ انہی ایام میں میں نے خواب میں دیکھا کہ لاری پر سوار ہوں حضور اسے روحانی قوت سے دھکیل رہے ہیں اور تحفیف کے سلسلے میں یہ ہوا کہ بعض پرانے لوگ بھی اس کی زد میں آگئے مگر مجھے مستقل کر دیا گیا۔ یہ سب آپ کی دعا اور پیراہن مبارک کی برکت تھی۔

۵۔ حاجی علم دین صاحب (چاہ میراں والے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دربار شریف حاضر ہونے کے لیے سیالکوٹ والا راستہ اختیار کیا اور قلعہ سوہا سنگھ کے ریلوے اسٹیشن پر اتر گیا۔ رات کا وقت تھا، کچھ لوگوں نے چوری وغیرہ کے خطرے سے رک جانے کی نصیحت کی مگر میں رکا۔ ذہن میں یہ خیال تھا کہ اگر حضور نے اس دنیا میں دستگیری نہ فرمائی تو قیامت کے دن کیا امید ہو سکتی ہے۔ رات بارہ بجے کے قریب دربار شریف پہنچا، صبح حضور کی زیارت ہوئی تو آپ نے سینے سے لگا کر فرمایا، اس طرح آزمائش نہ کیا کرو۔

۶۔ چودھری چراغ الدین ساکن آڈھا کا بیان ہے کہ میرے والد صاحب فوت ہو گئے تو چچاؤں نے الگ رہائش اختیار کر لینے پر مجبور کیا۔ میں نے دربار شریف میں حاضر ہو کر حضور قبلہ عالم کے سامنے رونا دیا، آپ کی نظر عنایت سے چچا صاحبان نرم ہو گئے اور مجھے دس سال تک پرانے رہائشی مکانوں میں رہنے کی اجازت مل گئی۔ اس مدت کے اندر اندر میں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کی شادی بھی کر لی اور مکان بھی گاؤں سے باہر تعمیر کر لیا۔ نئی جگہ سکونت اختیار کی تو تین قسم کی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔

۱۔ میرے بڑے بیٹے بشیر کو جس کی عمر چار پانچ سال تھی، کوئی غیبی چیز نہ دے
گھنچھوڑتی اور کبھی زمین پر ٹٹخ دیتی، کئی دفعہ اسے شدید چوٹیں آئیں، دو دفعہ تو اس کا
بازو بھی اتر گیا۔

۲۔ صحن میں جگہ جگہ چیونٹوں کے بل تھے جو بچوں کو کاٹتی تھیں اور اشیائے خوردنی
میں گھس جاتی تھیں، بچے تنگ آچکے تھے میری بیوی نے بھی دوسری جگہ مکان تعمیر کرنے
کا مشورہ دے دیا۔

۳۔ رات کے وقت کوئی چیز مکان کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے کی طرف جاتی
دکھائی دیتی پکڑنے لگتے تو ردپوش ہو جاتی، اکثر بلی یا بندر کی شکل میں نمودار ہوتی تھی رات
کی تاریکی میں کبھی تھوڑی تھوڑی روشنی بھی دیتی تھی اور ادھر ادھر پھرتی ہوئی شر شر کی
آواز نکالتی۔ میں عرض کرنے کے لیے دربار شریف حاضر ہوا تو کھیت میں کام شروع تھا۔
میں بھی شامل ہو گیا۔ عصر سے کچھ قبل واپسی کا حکم ہوا، میں نے جلدی سے قدمبوسی کی اور
گھر کو چل پڑا۔ پسور پہنچا تو اپنی پریشانیاں یاد آئیں اور اس بات پر صدمہ ہوا کہ حضور سے
ان کی بابت عرض نہ کر سکا۔ وقت کی کمی کے باعث پھر اسی روز دربار شریف جانا مناسب
نہ سمجھا اس لیے کسی آئندہ حاضری تک عرض و فریاد کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ رات دیر
سے گھر پہنچا تو ہر طرح سے امن و امان تھا اور پھر بحمدہ تعالیٰ آج تک یہ شکایت نہیں ہوئی۔

۴۔ انہی کا بیان ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک بڑا درخت تھا جو کبھی کبھی اس
طرح ہلتا تھا جس طرح ہلانے سے ٹہنی ہلا کرتی ہے۔ شام کے بعد اس کے نیچے سے
گزرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کبھی یہاں بکرا، دُنبہ حتیٰ کہ بھینس تک غائب ہو جاتی۔
دن کے وقت یہاں کوئی مویشی چرانے لگتا تو کسی درخت سے بندھا نظر آتا۔ حضور قبلہ عالم
رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گاؤں میں پہلی تشریف آوری کے دوران ادھر سے گزرے تو بڑے
اسی طرح ہلا۔ آپ نے میاں جمال دین سے وجہ پوچھی تو انہوں نے تمام مذکورہ واقعات سنا

دیئے۔ چند لمحے بعد، حضور نے ادھر نگاہ اٹھائی اور فرمایا، 'میاں یہ درخت کیوں بلایا ہے؟
 اوپر سے آواز آئی، 'جناب! جانور وغیرہ بیٹ کر دیتے ہیں، انہیں اڑانے کے لیے'
 فرمایا، 'تم جو اتنے جانوروں کو تکلیف دیتے ہو، خود ہی کہیں کیوں نہیں چلے جاتے؟'
 اچھا کہاں کا حکم ہے۔ فرمایا دو تو کوہ قاف کو نکل جاؤ۔ اور ایک یہیں مگر اب یہاں کسی
 کا نقصان نہ ہو عرض کیا، بہت بہتر! چنانچہ پھر کوئی حادثہ نہ ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔
 (معلوم ہوا کہ یہاں تین جن تھے)

۸۔ چودھری خان محمد صاحب ساکن قطر و وال بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار چٹا
 میں گیا اور وہیں رہنے کا اتفاق ہو گیا۔ رات کو سویا تھا کہ حضور سیدنا شاہ لاثانی قدس
 نے خواب میں آکر فرمایا، 'اٹھ کھڑا ہو، میں آپ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا
 'حضور اس دربار کو چھوڑ کر کہاں جاؤں، آپ نے میرے اوپر سے لحاف آمار کر پھینک
 دیا، جس سے میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چور میری گھوڑی کو کھول رہا
 ہے چنانچہ مجھے کھڑا دیکھ کر وہ بھاگ نکلا۔

۹۔ ماسٹر چودھری مظفر احمد بہاولپوری، اصل میں تحصیل ڈسکہ کے رہنے والے تھے۔
 یہاں ان کی حالت بہت پتلی تھی حضور قبلہ عالم کی اجازت سے تحصیل نیرمان ضلع بہاولپور
 کے ایک چک میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہ ۱۹۶۳ء کے وسط کی بات ہے جب اقم لہروں
 سے متعارف ہوئے۔ انہوں نے دوران ملاقات برکات شیخ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا
 'آج کل ہماری زمین قریباً تیرہ مربع ہے۔'

۱۱۔ قلیل طعام میں برکت

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے

کہ آپ کی برکت سے تھوڑی سی چیز کو بہت سے لوگ سیر ہو کر کھا سکتے تھے۔ وہ لوگ جو اسباب کے بندھنوں میں کئی طرح گرفتار ہوتے ہیں اور ان سے آگے قدرتِ خداوندی ان کے نزدیک 'معاذ اللہ' 'وہم' کے سوا کچھ بھی نہیں، اس قسم کا مشاہدہ انہیں عبرت و نصیحت کا تازیانہ بن سکتا ہے بشرطیکہ انہیں خلوص طلب کی دولت میسر ہو۔ سوچئے ایک کھانا جو دس آدمیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے اسے پورے ایک سو آدمی اگر کھا جائیں اور ایک سیر دودھ بیس بھوکے آدمیوں میں اس طرح تقسیم ہو سکے کہ سب سیر ہو جائیں، آخر اسباب کے کس ٹکڑے کی رو سے ممکن ہے۔ یقیناً یہاں عقلِ بڑبانی، دم بخود ہے اور اس مقام پر سائنس مہربلب ہے۔ اس مشاہدہ کی توجیہ فلسفہ و حکمت کے حدود سے باہر ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ثنوی شریف میں لکھا ہے کہ ایک بار صحرائے عرب کی تپتی ہوئی ریت پر ایک بے یار و مددگار قافلہ پانی نہ ہونے کی بنا پر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ

د ناگہانی آں مغیث ہر دو کون

مصطفیٰ پیدا شد از بہر عون

یعنی، اچانک دونوں جہانوں کے فریادرس حضور سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ النجۃ والنا ان کی امداد کو پہنچ گئے۔ آپ نے ان تشنہ لب انسانوں اور حیوانوں کی روح فرسایت کو ملاحظہ فرمایا تو حکم دیا کہ اس ٹیلے کے دوسری جانب ایک حبشی اپنے اونٹ پر پانی کی مشک رکھے اپنے مالک کی طرف جا رہا ہے۔ کچھ دوست جاؤ اور اسے لے آؤ، چنانچہ تعمیل ارشاد میں کچھ افراد گئے اور اسے جوں توں کر کے لے آئے۔ اب سرکارِ مآر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کو فرمادیا کہ خود پی لو اپنے جانوروں کو پلاؤ نیز ذخیرہ کر کے رکھ لو۔ یہ سب کچھ ہو چکا تو اس غلام سے فرمایا 'میاں دیکھ لو تمہارا پانی کم تو نہیں دیکھا

تو شک میں قطرہ بھری نہیں آئی تھی۔

یہ معجزہ محض برکت کے لیے لکھا، آب آئینے حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کی بعض کرامات کی طرف جو اس عنوان سے متعلق ہیں۔ یاد رہے یہ وصف جمیل حضور میں بدرجہ کمال موجود تھا اور اس کے گواہ عینی سینکڑوں افراد ہیں۔ یہاں بغرض نمونہ دو بینات تھیں۔ تحریر کر دیے جاتے ہیں۔

۱۔ حکیم عبدالعزیز صاحب سو جان پوری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور شاہ لاثانی موضع 'پوہا' میں تشریف فرما تھے۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا 'حضور! بندہ نوازی ہوگی اگر صبح کا کھانا اس فقیر کے ہاں سو جان پوری میں تناول فرمایا جائے' نیز یہ بھی عرض کیا کہ موضع پوہا والے تمام افراد بھی وہاں کھانا کھائیں تو بڑی برکت کی بات ہے۔ مگر میاں محمد اور دوسرے اصحاب نے کہا کہ ہم گھر سے کھا کر آئیں گے۔ لہذا میں نے جا کر ستر آدمیوں کا کھانا تیار کر لیا۔ چٹنی تیار ہو رہی تھی کہ حضور نے دریافت فرمایا کیا کھانا تیار ہے؟ میں نے عرض کیا 'حضور تیار ہے' اتنے میں پوہا اور گرد و نواح کے تین سو آدمی تشریف لے آئے آپ نے تمام اشیاء کو نظر حمت سے ملاحظہ فرمایا اور کھانے پر اپنی چادر ڈال کر تقسیم کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ تمام اصحاب کے سیر سو جانے کے بعد تبرک محلے بھر میں تقسیم ہونے پر بھی کچھ گیا جو ہم نے شام کو کھایا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر کئی غیر مقلد مانجھے۔

۲۔ مولانا اس کے بعد فرماتے ہیں وہ غلام حیران ہو گیا اور وہ اس معجزے کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا سرکار پر انوار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو

شد سپید آں زنگی زادۂ حبش
پہو برد و روز روشن شد شبش
یعنی۔ زنگ اس زنگی کا گورا ہو گیا
نور اس کی شب نے پایا چاند کا

(ترجمہ از علامہ سیاب اکبر آبادی)

واپس گیا تو اس نے بڑی مشکل سے اپنے مالک کو اپنی شناخت کروائی۔ اور کہا
دیدہ ام صدے دبدے گشت ام
صاحب فضلے و قدرے گشت ام

۲۔ بھائی اشد بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک بار موضع چند کے تشریف لائے تو دعوت کا انتظام میں نے کیا جس میں صرف ایک پانی (تقریباً چار سیر) گندم کا آٹا اور ایک پانی چاول پکائے گئے۔ کھانے کے وقت حاضرین کی تعداد ایک سو چالیس تک پہنچ گئی، حضور قبلہ عالم نے کھانے پر اپنی چادر مبارک ڈال کر تقسیم طعام شروع کرادی۔ نتیجتاً سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

۳، ۴۔ سلطان محمد کے بیان کے مطابق حضور موضع لنگاہ میں چودھری کیسرخاں کے ہاں رونق افروز تھے۔ کھانے کے وقت آدمی زیادہ ہی آگئے تو چودھری صاحب کچھ پریشان سے ہو گئے۔ حضور نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا 'فکر نہ کرو' رب کریم برکت ڈالے گا، اور مولوی فضل الہی کو تقسیم طعام پر مقرر فرمایا۔ چنانچہ سب احباب نے سیر ہو کر کھایا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ منشی گوہر کے ہاں بھی ہوا۔

۵۔ موضع کھرکڑا تحصیل سپرو میں حضور قبلہ عالم کی دعوت چودھری احمد دین صاحب کے گھر تھی اور صرف پچاس آدمیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ مگر یکے بعد دیگرے ایک سو آدمی جمع ہو گئے۔ آپ نے چودھری صاحب کے اطمینان کے لیے کھانے پر نگاہ مبارک ڈالی تو وہی کھانا سب کے لیے کافی ہوا۔

۱۲۔ نظرِ رحمت برائے اولاد

صرف چند واقعات عرض خدمت ہیں۔

منشی نبی احمد ساکن لنگر کے تحصیل نامہ وال بیان کرتے ہیں میری شادی ہوئے ایک عرصہ گزر گیا مگر اولاد نہ ہوئی۔ ۱۹۳۳ء میں حضور پُر نور ایریاں تشریف لائے تو فقیر یہ خیال لیے حاضر خدمت ہوا۔ آپ اس وقت سنگت روچس رہے تھے۔ مجھے بھی حضور نے

درپھائیکس عطا فرمائیں۔ ایک میں نے خود چوس لی اور دوسری جا کر اپنی بیوی کو دے دی۔
آپ کی دعا سے خداوند کریم نے اولاد مرحمت فرمائی۔

(الحمد لله والصلوة والسلام علی رسول الله)

۲۔ منشی محمد عبداللہ صاحب (ساکن موضع سکھترہ) کا بیان ہے کہ میں ۱۹۱۵ء میں داخل
سلسلہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے دل میں دوسو سو پیدا ہوا کہ استفادہ نہیں ہوا لہذا کسی اور
بزرگ سے ملنا چاہیے چنانچہ میں سیالکوٹ میں مہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا،
انہوں نے فرمایا گھر میں سمندر چھوڑ کر ادھر ادھر کس کی تلاش کرتے ہو تو میں روتا ہوا علی پور
شریف حاضر ہوا۔ بہت ڈانٹ ڈپٹ ہوئی۔ حضور نے فرمایا کسی اور پیر کی تلاش کرو۔
بڑی معذرت کے بعد معافی ہوئی۔ حضور نے فرمایا اپنی ہی ماں بچے کو دودھ دیتی ہے۔
پھر ایک جگہ رشتے کے لیے عرض کیا، فرمایا 'جاؤ' اللہ رحم فرمائے گا۔ کچھ دنوں کے
بعد رشتہ ہو گیا تو بیوی نے بتایا مجھے ایک بزرگ نے خواب میں آکر فرمایا تھا تمہارے لیے
منشی صاحب تجویز کیے گئے ہیں۔ اس بیوی سے تین چار بچے پیدا ہو کر ضائع ہو گئے۔ میں
نے حضور کی خدمت میں عرض کیا 'شاید اٹھراہ ہے' فرمایا اٹھراہ نہیں، چنانچہ اب تین
بچے زندہ ہیں۔ (فالحمد لله والصلوة والسلام علی حبیبہ)

۳۔ صوفی محمد صدیق صاحب آہل لال والے جو آج کل صوبہ سندھ میں سکونت پذیر
ہیں۔ راقم الحروف سے بیان کرتے تھے کہ میرے والدین کو نکاح کے عرصہ دراز گزر گیا مگر
کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آخر ایک بار تہجد کے وقت حضور شہنشاہ لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار
میں حاضر ہو کر زار و قطار رونے لگے۔ خوش قسمتی سے یہ بارہ ریح الاول شریف کی رات
تھی۔ حضور نے فرمایا آج تو رحمت کی رات ہے۔ کائنات کی ہر چیز پر راحت و مسرت
چھائی ہوئی ہے، تم کیوں روتے ہو۔ خیر آپ نے تسلی دی اور اولاد کی بشارت بھی۔
چنانچہ ان کے ہاں تین فرزند ہوئے ان میں سب سے بڑا میں ہی تھا۔

۴۔ چودھری چراغ دین صاحب (یعنی صوفی احمد دین صاحب بھٹی کے والد) بیان کرتے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی مہر الدین کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ اس نے بہت زیادہ علاج کر دیا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ پانچواں بچہ بھی راہی ملکِ عدم ہو گیا۔ مجھے دکھ تو بہت ہوتا تھا مگر برادرِ موصوف کی ناراضی کے سبب بے بس تھا۔ آخر لوگوں نے اسے سمجھایا کہ اپنے بڑے بھائی (یعنی مجھ) سے معافی مانگنی چاہیے اور اس کے ساتھ دربارِ عالی میں حاضر ہو کر التجائے دعا کرنی چاہیے۔ خیر وہ راضی ہو گیا اور میں اُن دونوں افراد کے ساتھ دربارِ اقدس میں حاضر ہوا۔ چنانچہ حضور کی دعا و نگاہ کی برکت سے اب ان کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں بخیر و عافیت زندہ و سلامت ہیں۔

۵۔ سیدی و مرشدی حضرت سجادہ نشین درگاہِ لاثانیہ مدظلہم راوی ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت جب اکثر درویش آرام فرماتے اور حضور شاہِ لاثانی بلخ میں جلوہ افروز تھے۔ ایک بڑھیا اپنی جوان بہو کے ساتھ حاضر خدمت ہوئی۔ پوچھنے پر بڑھیا نے اپنی آنکھوں کے بے نور ہو جانے اور اپنی بہو کے بے اولاد رہنے کی شکایت کی۔ حضور قبلہ عالم کے حکم سے ہم نے رسیٹ چلایا تو انہیں جلالی انداز میں حکم ہوا کچھ پانی پی لو۔ کچھ آنکھوں پر مل لو۔ حضرت فرماتے ہیں قریباً ایک سال بعد ہم نے دیکھا وہ بڑھیا اپنی بہو کو لے کر پھر حاضر ہوئی، اسکی آنکھیں روشن تھیں اور بہو کی گود میں بیٹا تھا۔

۱۳۔ چند مزید مکاشفات

گزشتہ صفحات میں مختلف عنوانات کے ضمن میں بہت سے مکاشفات آ گئے ہیں جن سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے آئینہ قلب میں دور و نزدیک کے واقعات، قلب و جاں کے خطرات اور ضائر

کے خفیات کس طرح منعکس ہوتے تھے۔ یہاں بھی ایک دو مکاشفات ملاحظہ فرمائیے۔
۱۔ میاں لا بھدین ساکن بھوجو کا بیان ہے، میرا بھائی سمتی ساون ایک دفعہ حضور
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ زیارت کرنے کے بعد اس نے عرض کیا، حضور! میں غریب
ہوں، میرے لیے کائنات رزق کی دعا فرمائیں، حضور نے فرمایا، بھائی ساون! بیان
کو حاضر کر کے بتاؤ، کیا تم گھریں دو صد روپے دفن کر کے نہیں آئے ہو، وہ یہ سن کر
شرمندہ ہوا۔ کیونکہ واقعی ایسا ہی ہوا تھا۔

۲۔ سیالکوٹ چھاؤنی سے محترمہ الحاجہ غلام آمنہ بی بی بیان کرتی ہیں حضور شاہ لاثانی
ایک دفعہ سیالکوٹ میں صوفی تاج الدین صاحب کے ہاں جلوہ افروز تھے۔ ہم چند عورتیں
زیارت کرنے چلیں تو برقعے باہر اتار گئیں کیونکہ آپ تعویذ کو فیشن کی بنا پر اچھا نہیں سمجھتے تھے
(اور آپ کو حدیث شریف کی رو سے سیلی کچلی چادریں زیادہ پسند تھیں) جب حاضر خدمت ہوئیں
تو سب نے سیلی چادریں اوڑھ رکھی تھیں حضور نے بی بخش صاحب کو آواز دے کر فرمایا، جاؤ
فلاں جگہ سے ان بیبیوں کے برقعے اٹھا لاؤ تاکہ کہیں چوری نہ ہو جائیں۔

۳۔ قبلہ محترم صوفی محمد دین صاحب علیہ الرحمہ کا بیان ہے میں ایک دفعہ چند
نوجوانوں کو حضور سے بیعت کروانے چلا تو ان میں سے ایک نے خود مجھ سے بیعت
ہونے کی خواہش ظاہر کی مگر میں نے اسے حضور کی بیعت پر بظاہر آمادہ کر لیا۔ جب ہم
آستان عالی پر حاضر ہوئے اور بیعت کا وقت آیا تو حضور نے اس نوجوان کے متعلق مجھے
فرمایا، محمد الدین اس سے تم بیعت لے لو کیونکہ یہ تمہی سے بیعت ہونا چاہتا ہے اور
باقی نوجوانوں کو خود بیعت فرمایا۔

۴۔ ننگل سادھاں (نزد مرید کے) کے عبدالرحیم خاں صاحب حضرت پیر سید ظہور علی
شاہ صاحب گجراتی کے مرید تھے۔ بعض لوگ سمجھتے تھے کہ آپ سید نہیں کشمیری ہیں۔
عبدالرحیم خاں صاحب پریشان تھے اور حقیقت الامر کی تحقیق کر دانا چاہتے تھے۔ اس

غرض سے وہ دربار شریف آئے مگر اس خیال سے کہ حضور کو ذبیحہ کر دے نفرت ہے، اپنا کلمہ دربار اقدس کے قریب ہی کما دے ایک کھیت میں رکھ آئے۔ حاضر بارگاہ ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا 'میاں اگر میرے ڈر سے ہی کلمہ کما دیں چھوڑ آئے ہو تو کیا فائدہ' اگر چھوڑنا ہے تو خدا کے ڈر سے چھوڑو تاکہ فائدہ بھی ہو۔ عبدالرحیم صاحب عرض کرنے لگے حضور کلمہ بعد میں سمجھالا جائے گا پہلے یہ بتائیں کہ ظہور شاہ صاحب سید ہیں یا کشمیری۔ حضور نے فرمایا وہ سید ہیں، کشمیر سے آنے کی بنا پر ان کی سیادت میں کیا فرق آیا۔ کیا کشمیر میں سید نہیں ہوتے۔

۵۔ بابا اللہ داما شکی کا کرد تحصیل اجالہ کے رہنے والے تھے۔ بیعت ہونے کے لیے آئے تو کسی سے دو روپے بھی ادھار لے آئے تاکہ نذرانہ پیش کیا جائے۔

بیعت ہوتے وقت انہوں نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں سے حضور بیعت لینے لگے ہیں اس لیے لامحالہ سب کو دامن پکڑوا کر بیعت لینا ہوگی مگر میں تو ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہتا ہوں ورنہ میں اپنے بارے میں بیعت سے مطمئن نہ ہوں گا۔ خدا کی قدرت دیکھئے باقی سب کو حضور نے پکڑا پکڑوایا مگر میرا ہاتھ اپنے دست اقدس میں لے لیا بیعت کے بعد جب میں وہ دو روپے پیش کرنے لگا تو فرمایا 'جس سے قرض لیے ہیں' اسے ادا کرو دینا۔

وصال اور مابعد وصال

موت کا اسلامی تصور

ہر شے مُسَلَّم، ہر چیز راہی
کیا چاند تارے، کیا مُرغ و ماہی (اقبال)

دُنیا اور اس کی ہر چیز عارضی، فانی اور تغیر و تبدل کی زد میں ہے۔

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرفِ محرمانہ
جاندار ہو کہ بے جان، انسان ہو کہ حیوان، کسی کو کسی حالت پر قرار نہیں۔ وقت کی تیز روند
آندھی نے مہکتے ہوئے گلزاروں کو آن کی آن میں ریگزاروں میں تبدیل کر کے رکھ دیا اور کبھی یوں
بھی ہوا کہ تپتے ہوئے صحرا کے سینے سے آبِ رواں کے سوتے پھوٹے جو بیاباں کو رشکِ گلستاں
بنا گئے۔ آج جہاں شہر ہیں کبھی دیرانے تھے اور جہاں عیش و نشاط کی محفلیں گرم ہوتی تھیں وہاں
سناٹا طاری ہے۔

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

غور کیا جائے تو خالق و مخلوق میں یہ بھی ایک حد امتیاز ہے۔ یعنی جو تغیر سے پاک ہے،
وہ خالق اور جو تغیر پذیر ہے وہ مخلوق ہے۔ (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ
رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ) (سورہ الرحمن) گویا مخلوق ہونے کا مطلب فنا پذیر ہونا ہے
اور جہنیا مرنے کی تمہید ہے۔

ح ترجمہ:۔ زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارا رب کی ذات جو عظمتِ جلال والا ہے

انسان — خصوصاً آج کا انسان۔ بزعم خوش اپنے تئیں کتنا کامیاب سمجھتا ہے۔ برق و بخارات سے نوکروں کی طرح کام لے رہا ہے، ہوا کے دوش پر سواری کر رہا ہے، چاند کے بعد مریخ پر کمندیں ڈال رہا ہے، کوہ و کمر اور بحر و بر میں اس کا شور بپا ہے مگر یہی اَنَا وَلَا غَيْرِي کا نعرہ لگانے والا انسان موت کے سامنے آج بھی اتنا ہی بے بس ہے جتنا کل تھا۔ سانس نے زندگی کے لئے کیا آسائشیں فراہم نہیں کیں مگر خود زندگی کو بچانے کے لئے اس کے پاس حرمت و ناکامی کے سوا اور کیا ہے؟ انتہا یہ ہے کہ سانس و حکمت اس عروج پر پہنچنے کے باوجود زندگی اور موت کی گتھی کا کوئی اطمینان بخش حل بھی پیش نہیں کر سکی۔ الغرض آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن نے جو اعلان کیا تھا، آج بھی اپنی ابدی صداقتوں کے ساتھ کائنات میں گونج رہا ہے۔

آيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشِيْدَةٍ (النَّاسِۃ)

ترجمہ: تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آئے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو۔

ایک اور جگہ یوں عبرت دلاتا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفْتَرُوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهُ مُلَقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عَالَمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورة الحجۃ)

ترجمہ: تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

جہاں پہلی آیت موت کی مضبوط گرفت کی نشاندہی کرتی ہے وہیں دوسری آیت موت کے بعد

ڈاکٹر الکس کیرل نے اسی مسئلے پر زمان داخل (INWARD TIME) کے عنوان سے

لمبی بحث کی ہے اور اس سلسلے کی کوششوں کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انسان بقا کی تلاش اور جستجو سے کبھی نہیں اکتانے کا مگر اس کو کبھی یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی

کیونکہ وہ جسمانی ساخت کے چند قوانین کا پابند ہے۔ وہ عضلانی زمان (PHYSIOLOGICAL TIME)

کو روکنے اور غالباً ایک حد تک اس کو پیچھے ہٹانے میں (یعنی جوانی کی مدت بڑھانے اور بڑھاپے کو

توخر کرنے میں) کامیاب ہو سکتا ہے لیکن وہ موت پر کبھی مستغنی نہیں پاسکتا۔

علم جدید کا چیلنج (MAN THE UNKNOWN - P. 175 کے حوالے سے)

کا پروگرام پیش کر کے حقیقتِ موت و حیات کی طرف بھی لطیف سا اشارہ کر رہی ہے یعنی موت
 فنائتے محض نہیں بلکہ اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے زندگی کے ایک نئے سفر کا نقطہ آغاز
 ہے گویا حیاتِ دنیوی کا اختتام حیاتِ برزخی کی ابتدا ہے۔ اس کے بعد ایک اور انقلاب آئے
 گا جب انسان اپنے دنیوی اعمال کے محاسبے کے لئے پہلے کی طرح مکمل طور پر زندہ ہو کر اپنے
 خالق و مالکِ حقیقی کے حضور حاضر ہوگا اور جزایا سزا کے لئے جنت یا دوزخ میں بھیجا جائے گا۔
 یہ حیاتِ اخروی کبھی ختم نہ ہوگی (وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ ۝ - القرآن)
 انصاف سے دیکھیں تو موت و حیات کا یہ تصور اسلام کا معجزہ بھی ہے اور دنیا پر اس
 کا احسان بھی۔ دینِ برحق نے انسان کو اپنے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرا کر اسے ایک لایعنی شے
 نہیں رہنے دیا بلکہ منصبِ خلافت کے تقاضے پورے کرنے کے لئے ایک زندہ و تابندہ
 حقیقت بنا دیا۔ اب اگر وہ غفلت کے پردے چاک کر کے موت اور مابعد الموت کو مد نظر
 رکھتا ہے تو اس کی زندگی کا نقشہ یقیناً دوسروں سے مختلف اور بہتر ہوگا۔ اس کا رُواں دُواں
 یا دِخدا سے سرشار ہوگا اور لمحہ لمحہ نیکی و امن کا علمبردار۔ وہ حرص و ہوا کے فریب میں آئے گا
 نہ عیش و طرب کا دلدادہ ہوگا۔ تخت و تاج میں اس کے لئے کشش ہوگی نہ تختہ دار میں خوف و
 ہراس۔ موت کی یاد اُسے ہر لذت سے بے نیاز کر دے گی۔ حضور رحمة للعالمین صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

أَكْثَرُ ذَاهِمٍ اللَّذَاتِ الْمَوْتِ (ترمذی شریف)

ترجمہ: لذتوں کو ختم کرنے والی یعنی موت کو اکثر یاد کیا کرو۔

طالع معجزہ اس لئے کہ جو لوگ اس تصور کو محال و بعید از عقل خیال کرتے تھے، اُسے یوں
 ماننے لگے جیسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ دورِ جاہلیت کا ایک عربی شاعر اس
 عقیدے پر یوں تبصرہ کرتا ہے۔ حیاة "شَمَّ مَوْتُ شَمَّ بَعَثُ"۔ حَیْثُ خُرَافَةُ یَا أُمَّ عَمْرُو
 مگر اسی عرب میں ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کسی کو کوئی اشکال نہیں رہا
 احسان اس لئے کہ نیکی کی بقا اور فردغ کے لئے آخرت کا عقیدہ نہایت اہم ہے۔

چنانچہ انسان کے اعمال کا احتساب محشر ہی میں نہیں ہوگا بلکہ موت کے ساتھ ہی کچھ نہ کچھ شروع ہو جائے گا۔ نکیرین کے جواب میں کامیابی و ناکامی کا تصور احساسِ ذمہ داری میں شدت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کے تسلسل کو بھی ثابت کرتا ہے۔ دوسری قوموں کی طرح انسان کو فنائے محض (یا مکمل فنا) مان لیا جائے تو نیکی و بدی کا امتیاز بے جان سا ہو جاتا ہے۔ برزخی زندگی میں کیا وسعتیں ہیں، اس کا جواب کتاب و سنت کی روشنی میں تلاش کیا جائے تو ایک بات ایسی ہے جو کافر و مومن میں کسی حد تک مشترک نظر آتی ہے اور وہ ہے اس کی سماعت یعنی سُننے کی قوت۔ گویا مُردہ مومن ہو یا کافر، بہر حال سُنتا ہے۔ زیادہ سُننے یا کم یہ فرق تو دُنیا میں بھی ہوتا ہے (یعنی کوئی کم سُنتا ہے، کوئی زیادہ)۔

مومن اور کافر کی برزخی زندگی میں فرق کیا ہے اسے جاننے کے لئے درج ذیل حدیث نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر غور کیجئے۔

الدُّنْيَا سَجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: دُنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔

تفصیل یہ کہ کافر دُنیا میں ربانی ہدایت سے آزاد رہ کر من مانی کرتا ہے اور یہ زندگی اُس کے لئے گویا جنت ہے مگر جو نہی دُنیا سے نکلا، عذاب و عقاب کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور اس کی قبر بھی دوزخ کا گڑھا بن گئی۔ اس کے برعکس مومن اپنی ایمانی و آئینی پابندیوں کی بنا پر یہاں گویا قید خانے میں ہے مگر جو نہی و م نکلا، وہ آزاد ہوا۔ عرش و فرش کی پہنائیاں اُس کی

۱۔ مومن کے متعلق تر فرمایا کہ دفن کرنے والے جب اُسے قبر میں لٹا کر واپس جانے لگتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آواز بھی سُنتا ہے (اِنَّهُ لَيَسْمَعُ حَتَّىٰ رِجَالِہُمْ)۔ بخاری شریف

کافروں کی سماعت (بعد از موت) کے متعلق جنگِ بدر کا واقعہ روشن دلیل ہے۔ ہوا یہ کہ جنگ کے بعد جب مشرکین کی لاشیں ایک گڑھے میں پھینک دی گئیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر انہیں مخاطب فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے سُننے پر تعجب ظاہر کیا تو فرمایا مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعُ مِنْهُمْ۔ تم ان سے زیادہ سُننے والے نہیں (بخاری)

ترانیوں کی جولانگاہیں بن گئیں، اب وہ طائرِ زیرِ دام نہیں بلکہ جہاں جی چاہے، جاتے، جو جی چاہے کرے، اُس کی قبر بھی جنت کا ایک باغ بن گئی۔

حضرت شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ النورانی جن کی سیرت نگاری قلم کی آبرو بڑھا رہی ہے کا ایسا ہی ارشادِ ملفوظات میں گزر چکا ہے۔ (جس کی رُوسے مومن کامل دُنیا میں ایسی تلوار کی مانند ہے جو نیام میں ہو مگر وفات کے بعد وہ اپنی غیر محدود قوتوں کے باعث گویا تیغِ بے نیام بن جاتا ہے) بن جاتا ہے

مندرجہ بالا حقائق کی رُوسے مومن کے لئے موت کا مفہوم عام نقطہ نظر سے کس قدر مختلف اور بلند ہے۔ حدیثِ مذکور کے مبارک الفاظ پر غور کریں تو ادیائے کرام کی یہ خصوصی شانِ عظمت اُن کے ایمانِ کامل ہی کا ثمرہ نظر آتی ہے۔ ہم سیہ کار مومن کہلانے کے باوجود چونکہ یقینِ محکم سے پوری طرح متین نہیں ہوتے اس لئے ہماری زندگی و موت کو مومنِ کامل کی مثالی زندگی و موت کے رنگ میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ ہم خود بھی قبر و حشر میں محفوظ رہیں تو غنیمت ہے اور محض ان کا صدقہ۔ مگر وہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کا بیڑا پار کر سکتے ہیں۔

وہ اپنی برزخی زندگی میں کس مخصوص شان کے حامل ہیں، اس کا اندازہ کچھ یوں بھی ہوتا ہے کہ ان کی وفات کو انتقال یا وصال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انتقال کا تصور تو درج ذیل حدیثِ پاک سے ملتا ہے۔

إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ بَلْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ (تفسیر کبیر)
ترجمہ: بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں۔

لفظ وصال کا ماخذ غالباً حضرت حبان بن الاسود کا یہ فرمان ہے۔

الْمَوْتُ جَسْرٌ يُوصِلُ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ (شرح الصدور)

ترجمہ: موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

چنانچہ سید العشاق مودن رسول سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت آیا تو بقول

گفت زوجه الْفِرَاقُ الْفِرَاقُ گفت نئے نئے الْوِفَاقُ الْوِفَاقُ

یعنی اہلیہ نے کہا ہاتے ہاتے جدائی پڑ گئی، آپ نے فرمایا نہیں یہ تو وصال (یا ملنے) کا وقت ہے۔

دیکھا وہ موت جس کے آگے انسان بے بس نظر آتا تھا، انسان کامل نے خود اُسے کتنا بے بس کر دیا۔ یہ ہے فیضانِ انسان کے محسنِ اعظم اور غمخوارِ اعظم محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا جن کی اطاعت کا نورِ فنا کی ظلمتوں کا علاج اور جن کے عشق کی شیرینی موت کی تلخیوں کا تریاق ہے۔

خیال رہے کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَالِقَةٌ لِّلْمَوْتِ (ہر نفس موت چکھنے والا ہے) سے دوامِ موت کا مفہوم نہیں نکلتا جیسا کہ بہت سے مُردہ دلوں کو غلط فہمی ہے۔ اگر اس سے وہی بے بسی، بے بسی اور فنا سے محض مراد لی جاتے تو شہداء کو کیونکر زندہ مانا جاسکتا ہے حالانکہ اُن کی زندگی تو قرآنی نص سے ثابت ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام جن کے صدقے شہداء کو زندگی ملی اور صدیقین (یعنی اولیائے کرام جنہوں نے نفس سے جہاد کیا) کی زندگی کا عقیدہ اور بھی وزنی ہے۔ دراصل ان زندہ حضرات کے موت چکھنے کا صحیح مفہوم وہی ہے جو علاءِ اقبال کے ان دو شعروں سے واضح ہے۔

لحد میں بھی وہی کیفیت و حضور رہتا ہے اگر ہو زندہ تو دلِ ناصبور رہتا ہے
فرشتہ موت کا چھوٹا ہے گو بدن تیسرا ترے وجود کے مرکز سے دُور رہتا ہے
مختصر یہ کہ مردانِ کامل قبروں میں زندہ ہیں اور دُنیوی زندگی سے بڑھ کر خدا کے فضل سے
متصرف و مختار ہوتے ہیں۔

وصال شریف کے بعد آخر کرتے کیا ہیں؟ اس کا جواب حدیث و تفسیر اور عقائد و تاریخ کے چہاروں صد سالہ اسلامی علمی ذخیرے سے تلاش کیا جاتے تو ہزاروں دلائل و شواہد سے ثابت ہوگا کہ

- ۱۔ ادیائے کرام اپنی قبروں میں نماز و تلاوت اور اوراد و وظائف میں مشغول ہوتے ہیں۔ حصولِ ثواب کے لئے نہیں بلکہ طبعی تقاضے کے طور پر۔
- ۲۔ حسبِ ضرورت جہاد میں شریک ہوتے ہیں اور غازیانِ اسلام کی پشت پناہی کرتے ہیں۔
- ۳۔ زائرین و متوسلین کے لئے بارگاہِ رب العزۃ میں دعائیں کرتے ہیں اور حُجۃ اداء نصرت سے اُن کا کام بناتے ہیں۔
- ۴۔ خواب میں آکر اپنے غلاموں کو ہدایات و بشارات دیتے ہیں اور بعض اوقات حسبِ ضرورت سرزنش بھی کرتے ہیں۔
- ۵۔ جن میں طلبِ صادق ہو انہیں ظاہری آنکھوں سے اپنا جلوہ و جمال بھی دکھاتے ہیں۔ اب سلطانِ الوقت، غوثِ الاغیاث، قطبِ الاقطاب حضورِ شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کے وصال شریف کا حال قلمبند کیا جاتا ہے اور بعد ازاں انہی امورِ خسرہ کے ضمن میں کچھ واقعات بھی پیش کئے جائیں گے۔

حضورِ شاہِ لاثانی قدس سرہ کا سانحہ وصال

اے زہجرا نیتِ زمین و آسماں بگریستہ
دل میانِ خویشِ شستہ، عقلِ دجاں بگریستہ
در حقیقت صد جہاں بُودی، نبودی یکسی
دوشِ دیدم آں جہاں بر این جہاں بگریستہ
گزشتہ سطور میں کسی قدر وضاحت سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ مردِ کامل کی وفات

در اصل 'وصل محبوب' کا پیش خیمہ ہوتی ہے اسی لئے اسے لفظ وصال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضور
سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے غالباً اسی تصور کو ذہن نشین کروانے
کے لئے فرمایا تھا۔

تُخَفُّهُ الْمَوْتُ یعنی مومن کا تحفہ موت ہے (جامع صغیر)

یہی وجہ ہے اہل شوق دل ہی دل میں موت کے آرزو مند رہتے ہیں، دنیوی آلام و مصائب
سے نجات پانے کے لئے نہیں (کہ یہ منع ہے) بلکہ دیدارِ یار کے لئے (کہ یہی اُن کا مقصد حیات
ہوتا ہے)۔

علاوہ ازیں یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ مردانِ کامل جن کی نگاہ لوح محفوظ پر ہوتی
ہے، اپنے وقت وصال سے باخبر ہوتے ہیں۔ لہذا اُن کا اشتیاق انتظار کی صورت اختیار
کر جاتا ہے اور وہ بڑے اہتمام سے 'وصلِ جاناں' کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔
حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ الصمدانی کے متعلق ایسی کثیر روایتیں موجود ہیں کہ
آپ وصال سے ایک مدت پہلے ہی اُن اہل محبت کو اپنی الوداعی ملاقات کا اسٹارٹ
احساس دلا دیتے تھے جنہیں اس کے بعد ظاہری زیارت سے محروم رہنا ہوتا تھا۔

'انوارِ لاثانی' کے مطابق، وصال شریف سے کئی ماہ قبل بلکہ ۱۹۳۹ء کے قریباً آغاز ہی سے
حضرت والا کی طبع مبارک ناساز سی رہنے لگی تھی، اس کے باوجود آپ صاحبِ فراش نہیں
ہوئے بلکہ بہت مردانہ پہلے سے بھی زیادہ جذبہ و جوش کے ساتھ سلسلہ تلقین و ارشاد کی طرف
متوجہ ہو گئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تبلیغ و اشاعتِ دین کا عظیم کام جو آپ کے ذمہ قدرت کی
طرف سے لگایا گیا تھا اُسے سمیٹ رہے ہیں۔ یعنی دریائے رحمت پہلے سے بھی زیادہ جوش پر
تھا اور مقصود یہ تھا علم و عرفان کا کوئی پیاسا تشنگی بجھاتے بغیر نہ رہے۔ صحت کے کمزور ہونے
کے باوجود آپ کے اوراد و وظائف میں کوئی کمی نہ آنے پائی۔ ان (آخری) ایام میں آپ
اولیائے کرام خصوصاً اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے فضائل و اوصاف کثرت سے سُنتے۔

مولانا الحاج محمد عبدالرشید سیالکوٹی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے ”ایک دن میں حاضر دربار تھا۔ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ مجھے باہر لے گئے اور زمین پر تین لکیریں ڈال کر فرمایا ”تم بڑے دل بنے پھرتے ہو، بتاؤ ان کا مطلب کیا ہے؟“ اُس وقت تو میں کیا سمجھتا اور کیا عرض کرتا، تیسرے دن حضور کا وصال ہوا تو پھر راز کھلا“

آپ یوم وصال سے صرت تین دن قبل صاحب فرماش ہوئے۔ پانچ شنبہ کے روز معاً فرمایا ”ایک، دو، تین“۔ دو دفعہ یہی پُر اسرار الفاظ ارشاد فرماتے اور پھر خاموش ہو گئے۔ وصال شریف کے روز، آپ کچھ دن چٹھے کھیتوں کی طرف تشریف لے گئے اور واپس آئے تو کمرے میں داخل ہو کر فرمایا ”مجھے کئی نہ جلاتے اور ذکر بالجہر میں مشغول ہو گئے۔ دوپہر کے وقت عرض کیا گیا ”حضور! کھانا حاضر ہے مگر عوجہاں یار نے قطعاً توجہ نہ فرمائی۔ ظہر کے وقت نماز کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے پاک مٹی طلب فرما کر تسیم کیا مگر بدستور استغفران میں رہے۔ غروب آفتاب کے بعد پھر ذکر بالجہر میں مشغول ہو گئے اور وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد، اللہ اللہ کا ورد شروع کیا اور کچھ دیر بعد خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ پھر آپ کو جذبہ ہوا اور اسم ذات اللہ اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے رات کے نو بج کر پانچ منٹ پر واصل ہو گئے (إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۝) آہ! صد بار آہ! ہزار بار آہ!

ہند کے سارے جاہر جس کے آگے ماند تھے

آہ! وہ انمول وہ لامانی گوشت چل بسا

وہ کہ جس کی ہر ادا تجسیدِ شانِ رفت تھی

سیرتِ بنطامی و بُرذرا کا منہ چل بسا

اتوار کا دن، پیر کی رات، شعبان المعظم (۱۲۵۵ھ) کی سولہویں، اکتوبر (۱۹۳۹ء)

کی پہلی اور اسوچ (۱۹۹۹ء) کی سترہ تاریخ تھی، اُفق سے سفیدی زائل ہو چکی تھی جب

ذاتِ واحد کی عظمتوں اور سنتِ رسول کی برکتوں کا عمر بھر گیت گانے والا، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
حریمِ جاناں کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ جو رُخ چھپا کے چلے گئے تو دل اُن کے ساتھ رواں ہوا
نہ وہ دل رہا نہ وہ دستان، رہی زندگی سو وہ بار رہے
شاہِ لاثانی علیہ الرحمہ کا ساتھ ارتحال قیامتِ صغریٰ سے کم نہیں تھا۔ کوئی سینہ نہیں تھا جو
نگار نہ ہو، کوئی آنکھ نہ تھی جو اشکبار نہ ہو، جسے دیکھو غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا، جسے پوچھو
حال سے بے حال۔

جیسے شمس و قمر اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ تاریک ہو گئے ہوں
جیسے زندگی اپنی حرارت سے محروم کر دی گئی ہو
جیسے گرد و پیش کی دنیا کسی آتش فشاں کی زد میں آ گئی ہو
جیسے ارمانوں اور آرزوؤں کی بستی ٹٹ گئی ہو
جیسے امیدوں کے جگمگاتے چراغ گل ہو گئے ہوں
جیسے عیش و آرام اپنی ساری لذت کھو چکا ہو
جیسے راحت و فرحت کا مفہوم بدل گیا ہو اور سرخوشی و مسرتی دہر سے عنقا ہو گئی ہو۔
عقل ششدر تھی، ہوش گم تھے، فکر دم بخود تھی۔ یوں لگتا تھا
گویا علم و عرفان ماتم کناں ہے
زہد و تقویٰ آنسو بہا رہا ہے
اخلاص و احسان رخصت ہو رہا ہے
مہر و مروت کرمینہ آ گئی ہے
جو د و سخاوت نے آنکھ بند کر لی ہے
لطفِ حیات نے ہم سے منہ پھیر لیا ہے اور

ذوقِ حیات ہم سے رُوٹھ گیا ہے۔
ایسا کیوں نہ ہوتا، یہ جانے والا کوئی عام انسان نہیں تھا اس نے تو نورِ عرناں سے
ہزاروں دل منور کئے تھے۔

زہد و تقویٰ کی عملی تفسیر پیش کی تھی
یہ تو اخلاص و احسان کا ایک حسین پیکر تھا
مہر و مروت کی منہ بولتی تصویر اور
جو دو سخاوت کا دھنی تھا
زندگی یعنی حقیقی زندگی کی ترجمانی کر کے لطفِ حیات کی ضیاء بکھیرتا تھا اور
گویا ذوقِ حیات اُسی سے وابستگی کا نام تھا
آج بزمِ عالم سے وہ رخصت ہو رہا ہے جو
یتیموں کا غمگسار
ضعیفوں کا مددگار
بیواؤں کا حامی
بے سہاروں کا سہارا اور
اسیرانِ غم کے لئے پیغامِ رستگاری تھا۔

وہ معرفتِ خداوندی کا بحرِ ناپیدا کنار تھا اور ہزاروں تشنہ کام اُس کی ایک ایک بوند
سے سیراب ہوتے تھے
وہ نورِ بعیتیں کا مہرِ درخشاں تھا اور ہزاروں تاریکِ دل اُس کی ایک ایک کرن سے
ضوگیر و ضوِ پائش ہوتے تھے

وہ وارثِ رسول اور منظرِ رسول تھا اور اس کی زندگی بھٹکے ہوئے لوگوں کو عظمتِ رسول
کے آستانے پر بھکانے کے لئے وقف تھی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورحمۃ اللہ علیہ)

وہ فقرِ غیور کا دلکش نمونہ تھا جو زمانے کے اسکندر و دارا سے ہمیشہ بے نیاز رہا اور جسے دیکھ کر بڑے بڑے سرکش سرنگوں ہو جاتے تھے۔

وہ نگاہ کا مشاق تھا جسے دیکھتا بدل کے رکھ دیتا تھا

وہ خدا آگاہ بھی تھا، خود آگاہ بھی اور جو خدا آگاہ تھے نہ خود آگاہ، انہیں اُس نے خدا آگاہ بھی کیا، خود آگاہ بھی۔

اُس کا دربار مرجعِ خلق تھا

اُس کی بارگاہ منبعِ فیض تھی

اُس کا نام باعثِ تسکین تھا

ہاں آج اپنے بھی رو رہے ہیں اور بیگانے بھی غمگین ہیں کیونکہ وہ خویش پرور بھی تھا اور بیگانہ نواز بھی

ہاں ہاں رونے والی آنکھوں سے پوچھو، اس کا دامنِ کرم کتنا وسیع تھا اور اس کا اندازِ عطا کس کس کے لئے زندگی کا سرمایہ تھا

دیکھنے والو! دیکھ لو۔ خوب دیکھ لو اور محبوب کے رُخِ روشن سے دیدہ و دل کا دامن بھر لو پھر یہ موقعہ کہاں نصیب ہوگا

وہ گلزارِ ہاشمی کا گلِ سرسبد، نگاہوں سے اوجھل ہو رہا ہے

لو، وہ شہیدِ کربلا کا نورِ نظر، نظر سے غائب ہو رہا ہے

جنابِ عابد حسین برہقوی نے اپنے سُلگتے ہوئے جذبات کا اظہار یوں کیا

دریغ! زیں دلازاری درعیف دریغ! زیں بگر خواری دریغ

نخواہم بے جمالش زندگی را بملکِ جادواں پائندگی را

نہالِ عمر بے برگ است بے او حیاتِ جادواں مرگ است بے او

بقانونِ دفانس کو نباشد کہ من باشم بگیتی او نباشد

نمی خواہم کز دیک سونشینم جہاں را بے جبال او سینم
چہ آسائش در اں گلزار ماندہ
کز و گل رخت بند حسنار ماندہ

جناب تاج الدین صاحب طیش منجوی ایچ پی نے اپنی کیفیت درد نہاں کی تصویر یوں پیش کی۔
اٹھ گیا ساقی ہے بیدل بزم عرفان و یقین چشم تر ساغر کہیں ہے سرنگوں مینا کہیں
بجھ گئی آخروہ شمع انجمن و قست سحر ماند تھے جس کی ضیاء سے انجم عرش بریں
کیا کہیں اے مہرباں! کیفیت درد نہاں شرح درد و غم کی اپنے لب پہ آسکتی نہیں
آہ وہ چشم و چہرہ رخ دو دمانِ نخب تن یادگارِ مرتضیٰ و سبطِ ختم المرسلین
فخرِ ملت، فخرِ دنیا، فخرِ ساداتِ جہاں رہبرِ راہِ طریقت، ہادیِ دینِ متین
جن کا سینہ رشکِ صد طورِ تجسّلی زار تھا روکشِ خورشیدِ عالم تاب تھی جن کی جبیں
ہو گئے افسوس اب وہ راہی ملکِ بقا جن کی فرقت میں ہے اشکِ افشاں گردِ وہ نہیں
مادرِ گیتی کا غم سے ہو گیا دل پاشش پاش چھوڑ کر رخصت ہوا جب اس کا فرزندِ حسین
وہ گلِ رعنا کہ تھا جس سے چمن مہکا ہوا دستِ بیدادِ خزاں سے اب ہے پیوندِ نہیں
کون پھونکے گا دلوں میں پھر سے روحِ زندگی چھپر کر اک گوشہِ عزلت میں سازِ دلنشیں

ایسا ہادی اور مرشد بن کے اب آئے گا کون؟
سادگی سے سببِ معنی ہم کو سمجھائے گا کون؟

بزمِ فقر و دروغ کا روح رواں جاتا رہا
رہنمائے شہراہِ سالکاں جاتا رہا
عالمِ علمِ لدنی، واقفِ سببِ نہاں
رُوشناسِ عالمِ کون و مکان جاتا رہا

بایزید وقت و سلاں ثانی و ذوالنون عصر

وہ فرید الدہر و جُنید زماں جاتا رہا

محرم راز حقیقت، کاشف اسرار حق

شاہدِ معنی کا تھا جو راز داں حب تارہا

دستگیرِ بیکیاں، پیرِ ہدائے ناکاں

نقشبندی سلسلے کا پاسباں جاتا رہا

کون اب نخلِ طریقت کی کرے گا تربیت

بوستانِ معرفت کا باغِ بیاں جاتا رہا

جس کی معنی خیز باتوں میں تھی صد گونہ کشش

آہ وہ شیریں بیاں، رطب اللساں جاتا رہا

جس سے اہل معرفت کرتے رہے نورِ اقتباس

حسرتا وہ قبیلہ روحانیاں حب تارہا

یاس و حسرت سے نہ گھبرا لے دلِ حراماں نصیب

ہر کہ دمہ کا اگر وہ مہرِ بیاں حب تارہا

اہلِ دل ہم سے کسی صورتِ جُدا ہوتے نہیں

گُشتگانِ عشقِ حقِ مرکزِ فنا ہوتے نہیں

نمازِ جنازہ

اگلی صبح (مورخہ، اشعبان المعظم، بروز پیر) سانحہ ارتحال کی دنگداز اور جانکاہ خبر ملک کے

دُور و دراز گوشوں تک پھیل گئی چنانچہ متوسلین و معتقدین کا ایک سیلابِ عظیم تھا جو ہر طرف سے برابر مٹا چلا

آتا تھا اور صوفیاء و علما کا ایک جم غفیر تھا جو آستانِ عالی پر جمع ہو گیا تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا!
 آفتابِ معرفتِ رُدِ پوشش ہو جانے کو ہے

گویا شمعِ زندگی خاموش ہو جانے کو ہے
 جس کے قدموں میں میسر تھا سکونِ جان و دل

اُس کی فرقت کر رہی ہے آج سب کو مضحل
 جس کے جلووں سے منور تھا شبستانِ کرم

عازمِ خلدِ بریں ہے آج وہ حبانِ کرم
 جس کا ہر فرمان تھا عقدہ کشا تدبیر کا

آج ہے عزمِ سفر اس عارفِ تقدیر کا
 مرجعِ شاہِ دگدا تھا جس پیا کا آستان

ہو رہا ہے آج وہ چشمِ ارادت سے نہاں
 جس کے در پر داد پاتے تھے اسیرانِ الم

اس کی فرقت کا تصور ہے پیما رنج و غم
 اُسوۂ رحمت تھی جس کی داستانِ زندگی

زندگی کو کھا رہی ہے آگ اس کے ہجر کی
 آہ جس کا نقشِ پا تھا قبلہ اہلِ نظر

آج تربت کو سدھارے ہے دُہی عالی گہرا
 جس کی خاکِ پا کا ذرہ رشکِ مہرِ دماہ تھا

ہے رواں وہ نورِ والا سوتے استلیم بقار
 جس کا ہلکا سا تبسم چہرہ رنج و محن

اپنی فرقت میں رلاتے ہے وہ حبانِ انجمن

جس کا نظارہ فروغ دیدہ بیدار ہے

ہاں، اسی محبوب کا یہ آخری دیدار ہے

جب ایک عالم برحق کی موت کو عالم کی موت قرار دیا گیا ہے تو ایک عارف ربانی کی رحلت کو کیا کہا جائے اور بالخصوص جو اپنے دور کا مردِ لاثانی ہو۔

غرض! غسلِ مسنون کے بعد، انبؤہ کثیر کی بنا پر نمازِ جنازہ تین بار ادا کی گئی۔

سب سے پہلے، حضورِ والا کے خلیفہ مجاز حضرت پیر سید چراغ علی شاہ صاحب مراڑوی

نے امامت کی (علیہما الرحمہ)

دوسری مرتبہ حضور قبۃ عالم کے رفیق خاص حضرت قبلہ مولانا مولوی پیر محمد حسین صاحب

پسروری نے نماز پڑھائی (رحمۃ اللہ علیہما)

آخر میں حضور اقدس کے برادرِ طریقت، امیر ملت حضرت الحاج الحافظ حضرت پیر سید

جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کو یہ سعادت نصیب ہوئی (قُدَسَ سِرُّهُمَا الْعَزِیزِ)

اس کے بعد جسدِ انور کو لحدِ مفتدس میں اتارا گیا۔

میں سچائے زماں پہنچا فلک پر، چھوڑ کر سب کو

لحد میں چھپ گیا اے داتے قسمت ماہِ لاثانی

آخری ارشادات

حضور شاہِ لاثانی قدس سرہ نے اپنے آخری ایام میں مختلف مواقع پر، مختلف نیاز مندوں

کو جن خاص و اہم ارشادات و ہدایات سے نوازا، قیمتی جواہر پاروں کی حیثیت سے انہیں درج ذیل

کیا جاتا ہے۔ کاش 'ہم' روشنی کے ان میناروں سے اپنی زندگی کی ظلمتیں دور کر سکیں۔

ط مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ ط

۱۔ مولوی فضل الہی اور حافظ غلام مرتضیٰ شاہ علیہما الرحمہ خدمت میں حاضر تھے۔ حضور نے آیہ کریمہ
 نَحْنُ قَسَمًا بَيْنَهُمْ مَعِيشَةٍ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
 (پا زخرف) تلاوت فرمائی۔ پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا، خداوند پاک نے روزی لوگوں میں تقسیم
 فرمادی ہے لیکن انسان کو قناعت کسی طرح حاصل نہیں۔ حالانکہ تمام بزرگان دین اور علمائے دین
 متین حرص چھوڑنے اور قناعت اختیار کرنے کی تلقین فرما گئے ہیں اور فرما رہے ہیں۔

۲۔ حضرت مولوی فضل الہی صاحب علیہ الرحمہ حاضر خدمت تھے۔ ارشاد ہوا ”مولوی صاحب!
 شریعت کی پابندی کو مقدم سمجھنا۔ خواہ اہل دنیا اس سے ناراض ہو جائیں کیونکہ خداوند پاک اور رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی سب سے بڑی سعادت ہے۔“

۳۔ فرمایا ”جموعہ شریف کا دین نہایت اہتمام سے بسر کیا کرو۔ اس میں ایک ایسی سعادت ہے
 جس میں خداوند پاک اپنے بندوں کی درخواستیں کثرت سے منظور فرماتا ہے۔“

۴۔ حضرت مولوی فضل الہی علیہ الرحمہ سے فرمایا ”مولوی صاحب! حلال کی روکھی سوکھی روٹی پر تکلف
 شکوک کھانوں سے بدرجہا بہتر ہے۔“

۵۔ سیالکوٹ کا ایک نوجوان جو غالباً ایم۔ اے پاس تھا، حاضر ہوا اور بے روزگاری کی شکایت
 کی۔ حضور نے اُسے تسلی دی اور کوئی ذلیفہ تلقین فرمایا۔ پھر فرمایا ”اگر دین کا علم سیکھتے تو کیا اچھا ہوتا۔
 دُنیا اور عاقبت دونوں سنور جاتیں۔“

۶۔ متری نظام الدین صاحب روشندان بنارہے تھے۔ ارشاد فرمایا ”میاں نظام الدین!
 افسوس دنیوی کام کے لئے آپ کو بلانا پڑا۔ اگر دینی کام کے لئے بلانے کا موقع ملتا تو آپ کو بھی فائدہ
 پہنچتا اور مجھے بھی اجر حاصل ہوتا۔“ (سمجھنا یہ مقصود تھا کہ دین کی خاطر جمع ہونا ثواب عظیم
 کا موجب ہے)

ط زجرہ : ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دُنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے
 پر درجوں بلندی دی۔

گہائے عقیدت

ذیل میں چند شعرائے کرام کا مدحیہ کلام پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ کے سانحہ وصال پر اظہارِ عقیدت کے طور پر لکھا۔ سب سے پہلے اُستاذی المکرم حضرت سید محمد صدیق شاہ صاحب بھوپری (ایم۔ اے) مدظلہ، صحیح کتاب ہذا کے دروہرے اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)

کیوں اراد مند ہیں آتے نظر سب بے قرار
لب پہ مہر خامشی، آنکھوں سے جاری سیلِ اشک
سرد آہیں بھر رہے ہیں، چہرہ ہے اُترا ہوا
یاس و حسرت کا سماں ہے کس لئے چھایا ہوا
ہے خبر آئی، ہوا شاہِ دلایت کا وصال
لے کے اپنی مشکلیں جاتے تھے واں اہل سلوک
کون ہے جس کو نہیں یاں ان کی فرقت کا ملال
جو مُریدان کا تھا حاصل اس کو تھا ایسا فراغ
نورِ یزدانی تھا اُن کے رُونے انور سے عیاں
حریت کا ایک دم ملت تھا پروانہ اُسے
گرچہ تھے شمسِ دلایت اور فخرِ اولیاء
جذب و محویت میں رہتے تھے سدا ڈوبے ہوئے
تھے دلی کامل وہ قطبِ وقت اور غوثِ زمان

کیوں وہ دوڑے جا رہے ہیں سب کچھ باحالِ زار
کس کی فرقت نے کیا ہے ان کی حالت کو زار
پیڑیاں ہونٹوں پہ ہیں، بھٹولے ہیں سارا کاروبار
روتے سب خرد و کلاں ہیں کس لئے زار و قطار
جن کے دم سے تھی جماعت شاد کام و کامگار
جو گدا تھے بن کے آتے تھے وہاں سے تاجدار
کون ہے جو اُن کے احساں سے نہیں ہے زیر بار
رشتک تھا شاہوں کو اس پر اور اس کو اُن سے عار
کون تھا گھائل نہ ہو جب آنکھیں ہو جاتی تھیں چار
ہو چکا ہوتا تھا جو اس نفسِ ملعون کا شکار
پر طریقہ آپ کا تھا سادگی اور انکار
عرصۂ لاہوت کے تھے بنے نگہاں وہ شہسوار
سارا عالم بھیجتا ہے اُن پر رحمت بار بار

اے علی پور کی زمیں تو کیوں نہ ہو رشکِ جناب
پھوٹتا پھلتا رہے حضرت کا سارا حنا نداں
دفن ہوتا ہے تری مٹی میں شاہِ نامدار
متفق ہو کر کریں سب کشتیِ ملت کو پار

کیوں نہ ہو صدیقِ نازاں نجست پر اپنے بھلا
جب غلاموں میں ہے حضرت کے ہوا اس کا شمار

— (۲) —

ہو گیا روتے منور حیف آنکھوں سے نہاں
گو نہیں آتا نظر آنکھوں کو وہ بدرِ منیر
جس کی برکت سے منور تھا یہ اندھیرا جہاں
نفس اور شیطان کے ہاتھوں سے جو نالاں ہے
پر ہراک دل میں یقیناً ہے کیا اس نے مکاں
معرفت کے راز سے عالم کیا اک روشناس
ان کو بس حضرت کے در پر ہی ملی آکر اماں
فیض سے حضرت کے اک عالم ہوا ہے مستفید
باتوں باتوں میں ہوتے جاہل بھی دانائے زماں
مولد و مکن تھی حضرت کا، اور اب مدفن بنی
کیوں نہ بھیجیں رحمتیں اُن پر زمین و آسماں
ہیں جماعت میں کہیں شاہِ جماعت جلوہ ریز
اہلِ دل سب جانتے ہیں کیا چنیں کسی چنناں
روحِ حضرت کا یقیناً ہے جماعت میں شمول
کیوں کھڑے ہیں دُردوہ سب آئیں بایں درجواں
داخلِ مجلس ہوں اُن کے فیض سے ہوں فیضیاب
کیوں نقشِ کمر میں نظر آئیں نہ صا جزا دگاں
ذمہ داری کا ہے اک بارِ گراں سر پر پڑا
متحد اور متفق جبکہ ہے سارا حنا نداں
پرچمِ اقبال لہراتا رہے گاتا ابد
پھوٹتا پھلتا رہے ان کا ہمیشہ گلستاں
یا الہی فیض حضرت کا رہے جاری سدا

بارشِ فیضان ہر صدیق پر ہوتی رہے
واقفِ اسرار ہو جائیں سبھی خرد و کلاں

— (۳) —

حضرت سید عبد المجید شاہ صاحب ریاست جموں مقیم لاہور نے حسب ذیل پنجابی نظم میں اپنے

حضور قبیلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کے چہلم شریف کے موقع پر پڑھی گئی تھی۔

جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔

سوہنا پیر علی پور والا ثانی جس نوں کہندے
کامل، اکمل، دمع ولایت کاشانی، ادہ ثانی
صدق، صفادا ادہ عجمہ، حسن خلق، دمع پورا
پاس شریعت، اس طریقت، طے حقیقت کیتی
دیسارہ شریعت والا، خلقت رستے پائی
گھر گھر چائن لایا حضرت، دور کیتی گمراہی
نظر کرم دی جتوں پاوے، کوٹ کفر دے توڑے
سوہنا سورج چندوں دھکے، مسٹھے بول سناوے
غلبہ شوق لقا الہی دُنیا تھیں دل چپایا
اک دن بیٹھے یاراں اندر مجلس خوب بجائی
سال اٹھونجہ ہجرت والا، ہجرت واسپینامی
اک دو تن فرمایا حضرت، منہ تھیں دو ترے ماری
پردہ پوش ہوئے ہن حضرت، ساتھیں مکھ چھپایا
لے پر سوہنی صورت زیبا آوے یاد جب اہیں
ہر دم دل دچ فکر رکھیندا اس غلاماں کارن
یار ب صبر دے نوں دیویں بے صبر نہ تھیاں
کر دُعائیں رُل بل سارے دچ درگاہ الہی
مُرشد کامل دُنیا اندر دامن جو پکڑایا

شاہ جماعت شمس ہدایت چکیا چڑھدے لہند
زہد، ریاضت دچ سخاوت کرتی نہ اسد ثانی
رہن نہ دتا دچ شریعت، کوئی کم ادھوا
غوطہ معرفت دے دچ لایا پایا قرب حقیقی
بدکاراں اشراراں کتیاں گردن آن نوائی
ظلمت دچوں کڈھ خلقت نوں بخشیا نور صفائی
شرک کفر نوں کڈھ دلاں تھیں رتی میل نہ چھوڑے
شکدلاں نوں نظر کرم تھیں پل دچ موم بناوے
ہو فنا دچ ذات حقانی، دل دامقصد پایا
تیراں سی شعبانوں اس دن تے پنجشنبہ سانی
بھیس دما اسرار ازل دا ہو یا آن سلامی
راز نہ پایا یاراں اس دا، ایہہ کلھے اسداری
وعدہ کُلّ نفس والا پورا کر دکھلایا
بے دس ہو کے زور ازوری باہر آون آہیں
مٹھیاں گلان ڈونگیں مزاں یاد دے نوں آون
صدمہ درد جدائی والا کوڑا گھٹ کر پیواں
حشر دہاڑے حضرت ساڈے ہو دن پشت پناہی
اوہو دامن روز قیامت بن جائے رحمت سایہ

بس مجید کریں مَن اگرں کافی ایہہ نشانی
رہندی دُنیا تیکر یاراں پڑھنی ایہہ کہانی

یک نفس غافل نہ شد از ذکر و دوست ہر زمان پیہم رداں در فکر و دوست

چند تاریخی قطعات

(۱)

برفت از جہاں آں علی پور ثانی
بیکشنبہ تاریخ شش شدہ بود
شب وصل با ستم تاریخ اولی
بگفت ہاتھ غیب تاریخ رحلت
بوقت عشا سوتے غفدان گاہ
بہ شعبان شدہ اوصیب
مُریداں گریاں بحال تباہ
کہ گلزار معنی جماعت علی شاہ قدس سرہ

۱۳۵۸ھ

نتیجہ فکر مخدوم ملت غازی کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات
سید محمد احمد علیہ الرحمہ (سابق خطیب مسجد وزیر خان لاہور)

(۲)

چوں بکلم حنائی بالا و پست
ہست در الفنا ط سال حلتش
شاہ لاثانی ز دنیا رخت بست !!
یک ہزار و سہ صد و پنجاہ و ہشت

۱۳۵۸ھ

از قلم قدوۃ الحکماء و العرفا حضرت مولانا حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

(۳)

امینِ جنتِ پیشِ لاثانی

۱۳۵۸ھ

سجدہ گاہ عاشقانِ خاکِ علی پور ان سہے
یہ زمینِ روح پرور خطہ نور ان سہے

شاہِ لاثانی کے مرتد پر ہزاروں رحمتیں یہ فضائے پاک اقدس غیرتِ طوٰان ہے
(فخر الشعراء جناب خلیقِ تشریفی صاحبِ مرحوم)

(۴)

ثنائی صاحبِ آں امامِ منتفتیں رہنمائے عابدین و زاہدین
چوں بعقبۂ انقل از دُنیای نمود جملہ احبابِ شش شدہ اندوگہیں
گفت ہاتھ بروصالتش از سما کعبہ اہل فہم در حسلہ بریں

۱۳۵۸ھ

از رئیس الخطاطین حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب محبوب الرقم عادل علیہ الرحمۃ

قصیدہ تاریخیہ در مرحِ شاہِ اولیا

ہر نفس تیغ و سرِ تختہ دار عشقِ آسان نہیں ہے اے یار
جادۂ شوق کا مطلب یہ ہے موج و گرداب و شبِ تیرہ و تار
شریتِ وصل سے پہلے لازم تلخیِ سحر سے ہونا دوحِ پار
نہ کہ کوہِ زمین جسے کہتے ہیں ! وہ ہے تہید وصالِ دلدار
بنو یہ آنکھ نہ جب تک کہ ہو گی کب نظر آئے گی شکلِ دیدار
اُن کو محبوب کہاں ملتا ہے اپنی ہستی کا جنہیں ہوا ستار
بادۂ عشق کے چکھنے والے بھول جاتے ہیں دیار و امصار
یادِ جاناں کا تصرف یہ ہے یاد رہتا نہیں کچھ بھی زہار
مرد وہ جس میں ہے طلبِ مولیٰ طالبِ دُنیا ہے سگ، یہ مردار

طالبِ حق ہے زمانے سے بلند
حیّ و قیوم ہے ذاتِ باری
تاجِ داورنگِ فنا کی زد میں
پہنچ گئے نام پہ مرنے والے
ذکرِ محبوب جلاتے جس کو
عشقِ محبوب اٹھاتے جس کو
تو نے ہر چیز سے بیگانہ کر لیا
یاد آئے شہِ لاثانی مجھے
آہ وہ فانی و باقی باللہ
کیوں نہ اس شاہ کی توصیف لکھوں

آپ کے خوانِ کریمانہ سے
یہ ہے اک نذرِ عقیدتِ ورنہ
وہ اسے حقِ نمک ہی جانیں
منظرِ جلوة ذاتِ غفار!
زمرۂ مستحقِ اہلِ دل میں!
مصلح و محسن و مخدوم و مکرم
دورِ حاضر کا وہ غوثِ الاغیاث
کیوں نہ مستیومِ زمانہ کہتے
تھا وہ خوبو میں عِزِّ اللہ جلّی کا پر تو
علم و ہمت میں حسنِ علیہ السلام کا مظہر

اس کی دنیا میں نہیں سیل و نہار
اس کے بندوں کو نہیں خوفِ بوار
گوشتِ ذکر پہ مستی ہے نشا
جینے والوں پہ رہی موت سوار
موت کا اس پہ چلے گا کیسا وار
کیا اُسے پائیں بمبائے افکار
آہ انے لذتِ ذکرِ دلدار
آہ وہ فخرِ گروہِ ابرار
آہ وہ حنا زینِ گنجِ اسرار
میں کہ ہوں ادنیٰ گدا گئے دربار
میں ہوں ناچپینہ سارینہ بردار
میں کجا اور کُجبا وہ سرکار!
پیش کرتا ہوں جو یہ چند اشعار
نائبِ دو نورِ رسولِ محنتار
سید و سرور و سند و سالار
درد و آلام میں سب کا غمخوار
قطبِ نہایتیں جسے قطبِ مدار
یہ کہ تھا وقت کا خیرِ الاخیار
وہ کہ اللہ کا شیرِ کھار
جس نے کی صلح بجائے پیکار

فقرِ سلمان و ابو ذر کا میں
 وہ تھا انوارِ محبّت کا میں
 شاہِ چور اسی تھتا اس پہ نازاں
 زہد و اخلاص میں سب کا رہبر
 جس کی صورت پہ محاسن تھے خدا
 چشمہٴ لطف تھا جس کا احساق
 جس کا ہر فعل مندرغِ سنت
 اُن کے دربار میں آجباتا تھا
 اس کو دیکھا ہے فلک نے کبشہر
 آہ وہ فرخ و فرخندہ جہیں
 مدتوں بے خود و پُر کمین رہا
 یہ تھا انفاکسِ کرمیہ کا اثر
 نقشِ پا جس کا سراغ منزل
 چارۂ دل تھی زبانِ شیریں
 دور و نزدیک اُجالے پہنچے
 آہ وہ نور کہ دل تک چمکے
 یہ تھی اندازِ نظر کی برکت
 آگے آگے وہ قدمِ رحمت
 آگے آگے وہ جمالِ زیبا
 پیچھے پیچھے تھی عنایات کی فوج
 ادیا جس کے رہے مدح سرا

خونِ شبیبیؑ کی غیرت کا نکھار
 شیخِ سرسبز کا مشعل بردار
 وہ تھا اس شان کا یکتا شہکار
 ذوقِ عرفاں میں وہ سب کا سردار
 جس کی سیرت پہ محامد تھے نشان
 صبحِ بے داغ تھا جس کا کردار
 جس کا ہر قول تھا کشفِ اسرار
 جس کو ہوتی تھی محبت درکار
 راہِ مولیٰ میں کٹاتے گھر بار
 آہ وہ روتے سعادت آثار
 دیکھ لی جس نے وہ طلعت اک بار
 ہو گئی ملتِ بیضا بیدار
 خاکِ پا جس کی تھی محلِ لایبصار
 رُوحِ پرور تھی وہ طرزِ گفتار
 جب ہوا مہرِ علی پورِ ضو بار
 آہ وہ جلوہ کہ تسکین و ستار
 بن گئے خار بھی رشکِ گلزار
 پیچھے پیچھے تھی مگر فصلِ بہار
 پیچھے پیچھے تھی احبابِ لوں کی قطار
 آگے آگے تھتا مراشا سوار
 اصفیا جس کے ہیں گرمِ تذکار

سب نے اس دور کا لاشافی کہا دستِ قدرت کا ہفت ایسا شہکار

نفس و شیطان سے بچانے والا	غیرتِ عشق کی عسریاں تلوار
اپنے مولا سے ملائے والا	داصل و موصل و ایصالِ شہار
اپنے رندوں کو پلائے والا	شریتِ لذت و کیمیفِ دیدار
بزمِ دُنیا میں رہا وہ بن کر	فیض و اکرام کا بحرِ زخار
جب چلا عسازمِ عقبی ہو کر	کونسا دل تھا ہوا جو نہ فگار
عیشِ سرگشتہ فرطِ کُلفت	زیست تھی دیدۂ خوننا بہ بار
آہ وہ وقتِ رحیلِ جاناں	اپنے بیگانے تھے غم سے سرشار
ہوش پہ جوشِ جنوں تھا طاری	عقل تھی سن کر دُخرو سے سیراز
آرزو جیسے ہو لفظِ مہمل	جستجو جیسے ہو سعیِ بیکار
ہمت و حوصلہ سر سے پاتک	غرقِ بحرِ غمِ ناپیدا کسار
یوں وہ دُنیا سے گتے ہیں جیسے	بوئے گل چھوڑ دے صحنِ گلزار
ہر طرف اسی دُھاتی تھی یہی	چل بسا جید و غوثِ احرار

مناقب حضرت قبلہ عالم جناب لاثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(از حضرت مولانا بنی بخش حلوائی علیہ الرحمۃ)

حضرت پیر علی پور دالا انور نجم ہدایت
غوثِ جہاناں قطبِ زمانہ قبلہ اہل صفائی
شبلی وقتِ جنید زمانہ مصدق فیض حقانی
لہندے چڑھدے بارشِ انگوں کھلے فیضِ سلانی
کتے اس دے دروازے دے کشفِ کرامتِ شالے
گلشنِ شاہِ رسل دے چوں کھڑیا پھل نورانی
سیفِ لسانِ ایہن جو موہوں سخنِ عارفانِ دان
خلقِ عظیمِ حلیمِ طبیعتِ ہنس مکھ چہرہ ولیِ دا
بخشِ کرمِ سخاوتِ اندرِ شہرتِ جگتِ ولیدی
سیر فی اللہ تے سیرالی اللہ سیر عن اللہ کر کے
صورتِ پاکِ اسدی پُر معنیِ عجبِ جمالِ خدائی
چشمِ سخنِ دے خادمِ سچے لوکیں باہجہ شماراں
جو اس دلبردیاں زلفاں دے وجہِ اپنی جانِ پساں
نوری مکھوں پردہ چاکرِ بخشِ دیدارِ ساتیں
پاکِ نظر کوئی دیکھن لائقِ چہرہ دلبروالا !
پونچ نہ سکاں وصلِ سجنہ دے مقصدِ عالی تائیں
اے عاجزِ حلوائی آیا حضرت پاسِ تاساٹے

تارکِ دنیا عارفِ کاملِ اکملِ وجہِ ولایت
کعبہ اہل یقینِ مریداں دریا فیضِ الہی !
لا غوطہ وچہ بجرِ امواجاں لعلِ کڈ ہے لاثانی
کٹ زنگارِ بیمارِ دلاندے کر صیقلِ چمکاندے
مہمانِ ندیِ عزتِ کر دے ویریاں کرنِ نوالے
خوشبوِ جسدی رچے دماغیں مست کرے لاثانی
کرے قبولِ خدا خود فضلوں حلِ مطلبِ ہوجاؤں
موتی دندِ مبارک چمکنِ عجبِ جمالِ سنجیدا
محتاجاں مسکیناں شفقتِ داہِ دالِ نبیدی
دریا قربِ سخنِ دیوں پیندے کا سے وحدتِ بھرکے
ہے جامعِ حسناتِ صفاتاں منبعِ فیضِ الہی
وچہ عشقِ ماہیدے سگرِ سیلے قیدِ سچے اقطاراں
نہیں امید جے پھر اودہ جھاتی دنیائے دل پاوے
رات ہوتی جن جیہا مکھ ڈٹھانہ اسائیں
یاد آدے رب ڈٹھیاں جسدے بھلے غیرِ مقالہ
ہاں جے مہربانی دی ہوئے پاوے فیضِ نگاہیں
نظرِ مہرِ دی کر کے حضرت بخشو فیضِ افادے

(یہ نظم حضور کی حیاتِ ظاہری میں لکھی گئی تھی)

پیکرِ نور (شاہِ لاثانی) کا حلیہ مبارک

نہ فرق تا بعد ہم ہر کعب کہ می نگرم!

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا بست

قدِ زیبا: حضور قبلہ عالم شاہِ لاثانی قدس سرہ النورانی کا قدم مبارک بلند و بالا تھا اور
حسن و موزونیت کا مرتع۔

رنگِ انور: باطن ہی میں صبغۃ اللہ کا اثر نہیں تھا، ظاہر میں بھی خواجہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم
کے منظرِ کامل تھے۔ اس لئے رنگ بھی حضورِ ملیح عربی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا نمکخوار، گندم گون
مائل بہ سفیدی تھا۔

پیشانی مبارک: کشادہ اور منور تھی۔ گویا آسمانِ معرفت پر خورشیدِ حقیقت تاباں و درخشاں ہو
جس کی نورانی شعاعیں چشمِ یقین کو روشن کر رہی ہوں۔

مردحتانی کی پیشانی کا نور

کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

ابروئے مقدس: باریک تھے جیسے محرابِ حرم میں قدسیانِ معصوم کی قطار کھڑی ہو۔

آنکھیں: خوشنما دُلرِ با، سرمۂ مازاغ سے فیضیاب و پُر نور اور نشہِ وحدت سے چور۔

لئے حاضر میں میکش دیدۂ نرگس کے پیمانے

تری آنکھیں کہاں ہیں یہ تو ہیں وحدت کے میخانے

بینی مبارک: دراز و بلند تھی گویا عزت و عظمت کا شاہکار۔

صلی اللہ علیہ وسلم

علیٰ حضرت فرماتے ہیں:

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم وہ ملیح دلارِ ہمارا نبی

لبیں: سُنّتِ مقدسہ کے مطابق کتری ہوئیں جیسے کوثر کے کنارے نرم دنازک سبزہ اگا ہوا ہو۔

لب اقدس: سُرخ جیسے ورقِ گلاب دامنِ دل کھینچ رہا ہو۔

دہنِ عالی: معتدل و متوسط جس پر حُسن و زیبائی نثار ہوتی ہو۔

ریشِ مبارک: مسنون حد تک دراز اور پُر نور جیسے چاند کے گرد ہالہ ہو۔

ہاتھ: برکتوں سے معمور اور کشادہ، کیوں نہ ہو، یہ اس کا حسن و جمال (علیہ افضل

الصلوات و اکمل التحیات) کا گوہرِ شاداب ہے جس کے متعلق اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

ہے لبِ عیسیٰ سے حباں بخشی نرالی ہاتھ میں

سنگریزے پاتے ہیں شیریں ممتالی ہاتھ میں

(خود قرآنی محاورے کے مطابق بھی ہاتھ کا کھلا ہونا، بخئی و کریم ہونے کے مترادف ہے)

انگلیاں: باریک جیسے طوئی کی نرم و گداز شاخیں۔

سینہ فیضِ گنجینہ: اسرارِ معرفت کا امین اور انوارِ حقیقت کا مہرِ مہیں۔

وجودِ مقدس: ہیبتِ حق سے مملو، نگاہِ عقابی، آواز میں رعب و صفائی، گفتار میں

تاثیر اور سادگی اور رفتار میں بلا کی تیزی جیسے بجلی برقی جسم و جاں کو چلا رہی ہو۔

شانِ جمالی میں نظریں دیدار سے سیر نہ ہوتیں گویا بقول شاعر

چہ حسنت آنکہ در یکدم رخت را صد نظم بہیم

ہنوز آں آرزو باشد کہ یک بار دگر بہیم

جلالی کیفیت میں گویا مہرِ نیمروز کی طرح نظارہ سوز، عرض کرنے کی طاقت نہ دیکھنے کی ہمت۔

ہنستے بہت ہی کم تھے مگر کبھی تبسم فرماتے تو دل سے ظلماتِ یاس و الم نکال دیتے۔

دہ مسکراتے حباں سسی کلیوں میں پڑ گئی

یوں لب کشا ہوئے کہ کُلستاں بنا دیا

کبھی کبھی مزاح بھی فرماتے مگر اُسی حد تک جو مناسب ہے یعنی

الْمَرْحُ فِي الْكَلَامِ كَالْمَرْحِ فِي الطَّعَامِ

(یعنی گفتگو میں مزاح اتنا ہی ہونا چاہیے جتنے کھانے میں نمک)

حضورِ رفیقِ القلب تھے اور سوز و گداز کا پسِ کمرِ جمیل۔

دستِ مبارک دہری اور سادہ انداز میں باندھتے۔

سفید کپڑے کی ٹوپی کو زینت بناتے۔

دستِ مبارک میں عصا رکھتے۔

چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھتے،

گویا ایک نورِ مجسم تھے،

اور ایک لطافتِ مشعل تھے۔

شاہِ لاثانی کی آخری آرامگاہ

نہ کیوں آئے نسیم گلشنِ سر دوس مرقد میں

کہ آسودہ ہے اس میں لاڈلا خاتونِ جنت کا

دربارِ عالی (جسے اب پرانی حویلی کہا جاتا ہے) کے متصل ہی جنوب کی طرف نہایت سرسبز و شاداب قطعہ زمین تھا جس میں سبزیاں کاشت کی جاتی تھیں۔ اس کے قریب وسط میں کبھی کبھی حضرت والا استراحت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق وصال سے کچھ پہلے تو حضور نے یہاں اپنا عصا تے مبارک گاڑ کر بڑی وضاحت سے فرمایا تھا یہ جگہ بہت اچھی ہے۔ چنانچہ ان اشارات کی بنا پر اسی آرام گاہ کو حضرت اقدس کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف دیا گیا۔ گویا جو پہلے سبزہ زار تھا، آفتابِ طریقت کی تجلیوں کا این بن کر حبلوہ زار بن گیا۔

یوں تو علی پور شریف کی ساری فضا انوار و تجلیات سے معمور ہے مگر شاہِ لاثانی کا مزار پر انوارِ حسن و جمال کا ایک ایسا بقعہ نور ہے جو دور دور تک اپنی مثال آپ ہے۔ دن کی روشنی میں روضہ مقدسہ کا سفید گنبد اور اس کے اوپر کے سنہری کلس کی آب و تاب دور ہی سے نظر آ جاتی ہے جو قریب کی شاہراہ پر سے گزرنے والوں کو ابھرا بھر کر ان کی اصل منزل مقصود کی یاد دلاتی ہے۔ اس کا ہر منارہ مینارِ نور بن کر غفلت کے پردے چاک کر دیتا ہے اور دل و دماغ میں احساس و شعور کی بجلیاں بھر دیتا ہے۔ شب کے سناٹے میں یوں

اے میں نے عرض کیا ہے ۛ روضے کے ترے پر نور ستوں دیتے ہیں پیام امن و سکون
گویا ایک ایک سے پوچھتے ہوں کیوں جی کیا صدہ پہنچا ہے؟

لگتا ہے جیسے درودیوار ذکر و تسکیر کی سرستیوں میں گم ہو گئے ہیں اور گویا یہاں کا ذرہ ذرہ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی زندہ تفسیر بن گیا ہے۔ کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ماہتاب کی چاندنی اور ستاروں کی روشنی قیومِ دوراں کی بارگاہ میں سلام عرض کر کے اجالے سمیٹ رہی ہے۔ کبھی رات کے سناٹے میں بالکل 'ہو' کا عالم ہے اور یہ احساس ہوتا ہے جیسے کریم اپنے گدایانِ ارادت کیش میں بڑی خاموشی و پردہ داری سے امرارِ وحدت کی لازوال دولت یوں تقسیم فرما رہا ہے کہ

۵ جھولیاں سب کی بھڑی جاتی ہیں
دینے والا نطشہ نہیں آتا

ظاہری محاسن کے اعتبار سے عمارت کو جس پہلو سے بھی دیکھیں
۵ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

والا معاملہ نظر آتا ہے۔ حُسنِ توازن اور لطافتِ فن کا نادر نمونہ ہے۔ کہتے ہیں اولاً جب تعمیر کا لائحہ عمل طے پایا تو جنابِ مستری حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی تجویز ہوا۔ مستری صاحب موصوف اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی خوب سمجھتے تھے اور فنِ تعمیر میں مختلف زبانوں کا لٹریچر ان کے زیرِ نظر رہتا تھا۔ بیعتِ توان کی بللہ شریف تھی مگر حضور شاہ لاثانی قدس سرہ سے خصوصی عقیدت تھی۔ اس لئے حضرت والا کی خدمت کو زندگی کی ایک اہم سعادت خیال فرماتے تھے۔ یہ اسی عقیدت و ارادت کا کرشمہ تھا کہ روضہ شریف میں ایک اینٹ بھی بغیر وضو کے نہیں لگائی۔ رابطے کا یہ عالم تھا کہ سیدی و سندی حضرت سجادہ نشین الحاج پیر علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی جب کبھی اُن سے نقشہ پہلے سے تیار کر رکھنے کا ارشاد فرماتے تو جواباً کہتے 'جناب والا! میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا۔ رات کو جو حکم ہوتا ہے، دن کو اسی کی تعمیل ہو جاتی ہے۔' غرض روضہ مقدسہ کی آرائش و زیبائش، آیات و احادیث کی خوشنما تحریر، اسمائے حسنیٰ کے حسینِ دیزائن

سب ان کی خداداد ذہانت و فطانت کی داد دے رہے ہیں۔ روضۃ مقدسہ کے باہر چاروں طرف چھت پر حضور پر نور شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور اس کے نیچے بیضوی جالیوں میں درود شریف جو عجیب روح پرور انداز میں بہشتِ نظر بننا ہے، یہ بھی انہی کی سعی مشکور کا نتیجہ ہے۔ عمارت تکمیل کے آخری مراحل میں تھی یعنی دیواریں گنبد وغیرہ سب کچھ مکمل ہو چکا تھا، صرف میناروں کی تیاری ہونے والی تھی کہ اس حسین عمارت کا لاثانی معمار داعی اجل کو لبیک کہہ گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ لہجہ پال سخی کی عنایت دیکھتے موت کے بعد بھی اپنے عاشق زار کو دور نہ جانے دیا چنانچہ ضلع کیمبل پور سے تعلق رکھنے والے ان مستری صاحب کی قبر بھی حضور پر نور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے قدموں میں ہی چند گز کے فاصلے پر جنوب میں بنی۔

بقول بیدم اسی کا نام خلوصِ محبت ہے۔

۷۔ مر کے بھی میکدے سے ہم باہر نہ جائیں گے
میکش ہماری خاک کے سونو بنائیں گے

ظاہر ہے مستری صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں متعدد عمارات کی تعمیر میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہوگا۔ مگر کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ انہیں زندگی جاوید بخشنے والا وہی ذوق و شوق ہے جو شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے روضۃ مقدسہ کی تعمیر میں ان کے حُسنِ کارکردگی کو نکھارتا رہا۔ خدا کے فضل سے جس طرح یہ عمارت لافانی ہے اسی طرح اس کا بنانے والا بھی فنا کی زد سے باہر ہو گیا ہے

۸۔ مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ سند و غ

عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام

مستری صاحب مرحوم کے بعد لاہور کے ایک اور صاحب اس کام پر مامور ہوئے۔ روضۃ پاک کے اندر اور برآمدے میں سنگ مرمر کا فرش، برآمدے کی دیواروں کی آرائش

وغیرہ مختلف مرحلوں میں ہوتی رہی۔ یہ سعادتیں مستری نظام دین صاحب ساکن بھٹے کلاں اور مستری محمد اقبال فیصل آبادی اور مستری محمد خالد کے حصے میں آئیں۔ دروازوں کے اوپر اشعار کی تحریر کا شرف مشہور خوش نویس جناب غلام عباس وزیر آبادی کو ملا۔ ان کے اوپر دیواروں میں جو خوشنما کتبے ہیں، لاہور سے تیار کروائے گئے۔

تعمیر و تکمیل مسجد

روضہ پرنور کے شمال اور پرانی حویلی کے جنوب میں مسجد ضیائے لاثانی واقع ہے۔ شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے دورِ مقدس

میں یہاں نماز کے لئے ایک چبوترہ ہوتا تھا۔ حضرت کے وصال شریف کے کئی سال بعد مسجد کی تعمیر کا آغاز ہوا مگر ابھی چھت نہیں ڈالی گئی تھی کہ کام رک گیا۔ آخر سیدی و مرشدی حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب سجادہ نشین خداتعالیٰ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر بقیہ کام شروع کر دیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں یہ حسین و جمیل مسجد وجود میں آگئی۔ دیوار پر سال تکمیل شوال ۱۳۸۸ھ بمطابق دسمبر ۱۹۶۸ء تحریر ہے۔ مشرقی دیوار کے وسط میں برآمدے کے اوپر تکمیل کنندہ کی حیثیت سے قبلہ موصوٰتِ مظلہ کا اسم شریف مرقوم ہے۔

دائرنگ

میری یاد کے مطابق یہ ۱۳۹۵ھ (بمطابق ۱۹۷۵ء) کا واقعہ ہے جب دربار شریف میں بجلی بھی آگئی۔ سیدی و مولائی حضرت سجادہ نشین

مظلّم نے سب سے پہلے شاہ لاثانی قدس سرہ کے مزار پر انوار اور مسجد ضیائے لاثانی میں دائرنگ کا اہتمام کیا۔ جناب عبدالرشید صاحب فیصل آبادی جو اس فن کے امام ہیں اپنے ساتھیوں سمیت آئے اور انہوں نے قریباً ایک مہینے میں نہایت ہی حسین و جمیل انداز میں اس فرض کو پاتہ تکمیل تک پہنچایا۔

جس شام روضہ مقدسہ میں بجلی کے فانوس اور قمقمے پہلی بار روشن ہوئے، بہجت و مسرت کا عجیب عالم تھا۔ سیدی و مرشدی حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب

مسجد ضیائے شاہ لائٹانی علی پور سیدال شریف



مَد ظہمُ العالی و دامت برکاتہم القدسیہ جو اس تربت نورانی کی خدمت و پاسبانی کو زندگی کی متاع عزیز بناتے ہوئے ہیں اپنے غلاموں کے ساتھ اپنے جدِ امجد اپنے پیر و مرشد اپنے شیخ و ہادی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر آتے اور مسرتوں کے ہجوم میں فرمانے لگے۔

’اب چاہے جب بھی موت آئے پروا نہیں
دل کی حسرت پوری ہو گئی ہے۔‘

مسجد کے ساتھ ہی شمال کی طرف وضو اور غسل کا بہترین
انتظام ہے۔ آبائی کنوئیں پر موٹر فٹ کر دی گئی ہے تاکہ

زائرین و حاضرین کو پانی کے حصول میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔ تین غسل خانے، اتنے ہی طہارت خانے اور متعدد ڈونٹیاں روز و شب نمازیوں کی خدمت پر مستعد رہتی ہیں۔ عرس مقدس پر لاکھوں زائرین کا ہجوم ہوتا ہے جس میں ظاہر ہے، ضعیفوں اور معذوروں کی بھی ایک تعداد ہوتی ہے۔ ان کی سہولت کے پیش نظر طہارت خانوں میں فلش سسٹم لگا دیا گیا ہے جو سال بھر سرائے والے کے کام آتا ہے۔ گزشتہ سال، سیدی حضرت سجادہ نشین مدظلہ نے انہیں بھی ناکافی خیال فرماتے ہوئے، ملحقہ باغ کے ایک گوشے میں کئی اور طہارت خانے بنوا کر ان میں بھی فلش سسٹم لگا دیا ہے۔ چنانچہ گزشتہ عرس (منعقدہ ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۹۸۱ء) کے موقع پر نئے اور پرانے سب طہارت خانے زائرین کے استعمال میں رہے۔

دربار عالی سے مغرب کی طرف چند گز کے فاصلے پر کھلی سے چلنے والا ایک ٹیوب ویل بھی سیدی حضرت سجادہ نشین مدظلہ نے نصب کروایا ہوا ہے۔ اس سے کچھ آگے شمال میں ’دہ دروہ‘ کے شرعی اصول پر ایک حوض بھی بنوایا گیا ہے۔ یہ دونوں (یعنی ٹیوب ویل اور حوض) خلق خدا کو سیراب کرتے ہیں۔

روحانہ مقدسہ سے متعلق مختلف منصوبوں کی تکمیل کے لئے چار دیواری

ناگزیر تھی چنانچہ سال رواں (۱۴۲۸ھ، ۱۹۸۲ء) میں حضور قبلہ عالم

چار دیواری

حضرت سجادہ نشین مدظلہ نے اس طرف بھی توجہ دی اور تھوڑے ہی دنوں میں روضہ مقدسہ سے ملحقہ ساری زمین کے گرد اگر دو چار دیواری بھی زیرِ کثیر صرف کر کے بنوادی۔ پھر اس کی پوری جنوبی دیوار اور قریباً $\frac{1}{2}$ مشرقی دیوار کے ساتھ ساتھ ایک وسیع برآمدہ بھی تعمیر کرا دیا۔ یاد رہے مسجد کے جنوب اور روضہ مقدسہ کے مغرب میں دیوار کے ساتھ ساتھ جو خوبصورت برآمدہ ہے وہ حضرت والا مدظلہ نے آج سے چند سال پہلے مسجد کی تکمیل کے دوران ہی بنوایا تھا۔ چار دیواری میں دُخولِ بصورت گیٹ اور عین وسط میں ایک خوشنما ڈیوڑھی بھی بنا دی گئی ہے۔

باغیچہ

جن منصوبوں کی حفاظت کے لئے چار دیواری وجود میں لائی گئی ان میں ایک باغیچے کی تشکیل و تکمیل ہے۔ حضرت والا مدظلہم العالی نے اس سال اس کا پروگرام پیش کیا تو ماہرین نے اپنے اپنے مشورے دیئے۔ چنانچہ ان مشوروں کے مطابق بنگالی گھاس اور دیگر خوش رنگ اور خوشبودار پودوں کی فراہمی جناب رانا جماعت علی خاں لائبریرین گورنمنٹ کالج لاہور نے اپنے ذمے لے لی۔ بابو محمد بخش صاحب (محکمہ صنعت لاہور) جو دربار عالی کے خاص انخواص خدام سے ہیں بھی ان کے ساتھ شامل تھے۔ چنانچہ رانا صاحب موصوف نے اپنے ساتھیوں کے تعاون سے مطلوبہ پودوں کو فراہم کیا اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ چند ہفتوں کے اندر اندر چار پلاٹوں پر مشتمل ایک حسین و جمیل باغیچہ تیار ہو گیا۔ جو گویا شاہِ لاثانی کے حضور ہر وقت پیش رہنے والا رنگ و نگہت کا ایک حسین گلدستہ ہے حضور قبلہ عالم مدظلہ نے نگرانی اور باغبانی کے فرائض پروفیسر غلام احمد صاحب کے سپرد کئے ہیں جو پانی ہی سے گلزارِ لاثانی کے ان نونہالوں کو نہیں سینچتے بلکہ خونِ جگر سے بھی لالہ و گل میں رنگ بھرتے ہیں۔

برآستانِ توہرس رسید مطلب یافت

اگر بوسہ بر خاک مرداں زنی بر دی کہ پیش آیدت روشنی

مزارات کی زیارت و حاضری خیر القرون ہی سے جاری ہے

خود سرور کائنات اصل موجودات سید کل ختم رسل حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ السلام ہر سال کے آغاز میں شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور یہی خلفائے راشدین کا معمول تھا۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین، تبع تابعین،

بہیقی نے واقعی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبور کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے۔ جب گھاٹی پر پہنچتے تھے تو باوازمند فرماتے 'سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ' (یعنی تم پر سلام ہو اس لئے کہ تم نے مصائب پر صبر کیا اور دارِ آخرت انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے) اور یہی معمول ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا رہا۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آکر دعا کرتی تھیں۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی آکر سلام کرتے اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے کہ ان حضرات کو سلام کرو جو تمہارے سوال کا جواب دیتے ہیں (شرح الصدور)

ایک اور حدیث پاک میں ہے 'میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا (مگر اب اجازت ہے) سوال کی زیارت کیا کرو' (ابوداؤد عن بریدہ)

گویا زیارت قبور مشروع بلکہ سنت ہے اور اس کے لئے سفر کرنا اتباع سنت کے لئے سفر کرنا ہے ایک حدیث پاک میں ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کہیں سفر نہ کرو، مسجد حرام، مسجد رسول، مسجد اقصیٰ، بعض کو اس سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ مزارات کا سفر بھی ممنوع ہے۔ حالانکہ یہاں مسجدوں کی بات ہے۔ قبروں کا نام تک نہیں یعنی ان مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف زیادتی ثواب کی نیت سے سفر نہ کیجئے گا جیسا کہ اس کی مزید وضاحت ایک اور حدیث پاک میں یوں ہے 'کسی نمازی کو کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر نہیں کرنا چاہئے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے' (مسند احمد) غور فرمائیے اگر مسکین زیارت کی یہ دلیل درست ہو تو طلب علم، وعظ و تبلیغ اور تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنا بھی ناجائز ہو جائے گا۔ متعدد روایات سے ثابت ہے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر انوار پر حاضری دیتے، جنت البقیع میں (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اولیاء، اصفیاء، فقہاء، محدثین سب نے اسے مستحسن اور باعثِ برکت سمجھا اور اس پر عمل پیرا ہے۔

اسی باب کے مقدمے میں یہ بات تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔ کہ اللہ ولے اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اختیارات اور خدا داد کمالات میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ زائرین کی نیت و غرض پہچانتے ہیں۔ ان کے ظاہری و باطنی مصائب

(حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ) سنت رسول علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کے مطابق تشریف لے جاتے۔ کسب فیض ان کے لئے اولیاء اللہ کا اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضر ہونا بھی سینکڑوں روایات سے ثابت ہے مثلاً حضرت امام شافعی حضرت امام اعظم کے مزار پر، حضرت ابوالحسن غرقانی حضرت بایزید بسطامی کے ہاں، حضرت خواجہ اجیر داتا گنج بخش کے روضہ پر نور پر حضرت مجدد الف ثانی کا خواجہ اجیر کی تربت پر، شاہ لاثانی کا مختلف مزارات پر حاضر ہونا (رضی اللہ عنہم) سوچیں، زیارتِ قبور کو شرک یا بدعت قرار دے کر کس کس کی عظمت پر چھری چلائی جاتی ہے۔

رہ گیا ان سے مدد مانگنا تو اگر انہیں رب تعالیٰ کی امداد کا منظر سمجھ کر مدد مانگی جائے تو بالکل جائز ہے۔ یہ بات بڑی تفصیل سے گزر چکی ہے کہ بندہ مقرب خدا کے نور سے بولتا، سنتا، دیکھتا اور پکڑتا ہے (بحوالہ حدیث قدسی) پھر یہ طاقت چونکہ خدا کے نور پر منحصر ہوتی ہے اس لئے دنیا سے جانے کے بعد بھی قائم رہتی ہے بلکہ حدیث پاک کی رو سے آزاد ہونے کی بنا پر اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس طرح ہم بزرگوں کے ہاں ان کی دعا، توجہ اور برکت کے لئے ان کی ظاہری زندگی میں درخواست کرتے ہیں ویسے ہی قبر پر حاضر ہو کر بھی عرض کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ زندہ ہیں اور مزید قوتوں سے آراستہ ہیں۔

فتاویٰ سیدی جمال مکی قدس سرہ میں ہے کہ شیخ الاسلام شہاب ربیع علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ عوام جو مصیبتوں میں انبیاء و مرسلین اور اولیاء سے مدد مانگنے کے لئے پکارتے ہیں یا شیخ فلاں یہ جائز ہے کہ نہیں تو انہوں نے جواب ارشاد فرمایا: **الْإِسْتِغَاثَةُ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ الصَّالِحِينَ جَائِزَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ** (انبیاء و مرسلین اور اولیاء سے ان کے وصال کے بعد مدد مانگنا جائز ہے)

جانتے ہیں۔ ان کا خلوص و ادب دیکھتے ہیں، ان کی فریاد و فغاں سنتے ہیں اور اپنی دعا
توجہ اور تصرف سے ان کی امداد فرماتے ہیں۔ جو دنیا میں غوثِ اعظم ہے، قبر میں جا کر بھی
غوثِ اعظم ہے۔ اسی طرح داتا گنج بخش اور خواجہ غریب نواز اپنی اپنی قبروں میں بھی
اپنے اپنے منصب پر قائم ہیں اور مشکک شائی کرتے ہیں۔ انہیں دنیا سے سدھارے
صدیاں بھی بیت جاتیں۔ ان کی قبریں زندہ بلکہ زندگی بخش رہتی ہیں۔ اپنے بیگانے سب
ضرورت کے وقت ان کے ہاں جاتے اور ان کی عنایات سے دامن مراد بھر کر لوٹتے ہیں۔
محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی حضورِ پیرِ سیدِ جماعت علی شاہ صاحب
لاٹانی قدس سرہ النورانی بھی ایسی ہی نادر الوجود مقدس بستیوں میں سے تھے جن کے متعلق
بجا طور پر یوں کہا جاسکتا ہے۔

۷۔ قرنہا باید کہ تا یک مردِ صاحبِ دل شود

بایزید اندر حسرا ساں یا ادیس اندر قرن

اور قبر میں بھی جن کا تصرف ان کی زندگی کی کھلی دلیل بن جاتا ہے۔

ذیل میں چند ایسے واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے حضور شاہ لاٹانی علیہ الرحمۃ
کے تصرفات کی ایک جھلک پیش کرنا مقصود ہے ورنہ کون ہے جو ان کی حیات و اختیارات
کی دستوں کو سمجھ سکے۔ یہ تو ہے بحرِ ناپید اکنار سے محض ایک بوند یا مسریم روز کی
محض ایک شعاع۔

صوفی محمد سعید صاحب خادم دربار شریف کی روایت
سنئے، فرماتے ہیں۔

قبر میں ذکرِ حق

” بڑے عرصے کی بات ہے، میں ابھی بیعت بھی نہیں ہوا تھا کہ مجھ سے

صوفی غلام محی الدین مرحوم ساکن دھریالہ جالپ ضلع جہلم نے جو خود
سلسلہ عالیہ چشتیہ سے انتساب رکھتے تھے فرمایا، میں دورِ حاضر کے

بہت سے اکابر کے مزارات پر حاضر ہوا ہوں مگر جو کیفیت حضرت
لاٹانی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر دیکھی ہے، کہیں نہیں دیکھی۔ یہاں میں
نے قبر شریف کے اندر سے اللہ ہو کی آواز آتی سنی ہے۔“

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب سیالکوٹی علیہ الرحمۃ
(متوفی ۱۴۱۵ھ) نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ حضور

شرف زیارت

قبلہ عالم شاہ لاٹانی علیہ الرحمۃ کے وصال شریف کے بعد اسی اور افسردگی گویا میری
طبیعت پر چھا گئی تھی اور جدائی کا احساس شدت سے ملول و غمگین رکھتا تھا۔ سکونِ قلب
کے لئے آپ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر مراقبہ کیا تو حضور کی زیارت ہو گئی۔ اس مکاشفے
میں آپ نے بکمال نوازش معانقہ فرمایا نیز پوچھا ”منشی آگیا ایں، آپ اس وقت نیلاتہ بند
پہنے، قمیص اتارے گویا غسل کی تیاری میں تھے۔ بعد ازاں میں حضرت سجادہ نشین مدظلہ
کی زیارت کے لئے دربار میں حاضر ہوا تو آپ نے بھی معانقہ فرمایا اور وہی جملہ دہرایا نیز
آپ بھی قمیص اتار کر، نیلاتہ بند پہنے غسل کی تیاری میں تھے۔ اب میں سمجھا کہ شاید
لاٹانی قدس سرہ کا مکاشفے میں اپنے نورِ نظر کے لباس و انداز میں اس لئے ملے ہیں کہ
تسلی رہے ان کا ملنا آپ ہی کا ملنا ہے۔

ماسٹر شاہ محمد خاں صاحب بی۔ اے ساکن چک نمبر ۳۲ ضلع
فیصل آباد اپنی روداد یوں سناتے ہیں :-

برص سے شفا

”میرے چہرے پر برص کے سفید داغ پڑ گئے تھے اور میں بہت پریشان
تھا۔ آخر کار حضور شاہ لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر ہوا اور کرم
کی التجا کی نیز آپ کے توسل سے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ کچھ دن بعد
سرکار لاٹانی خواب میں رونق افروز ہوئے، آپ کے ساتھ سیدی و مرشدی
حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی بھی تھے حضور

قبلہ عالم علیہ الرحمہ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا 'علی حسین بیٹا! اس کا علاج کرو'۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں پھلہری کے داغ غائب ہو گئے۔

جناب محمد رمضان صاحب ساکن علی آباد نزد قصبہ
جسٹ تحصیل نارودال کا بیان ہے :-

ٹیکس معاف

”میں اپنے گاؤں میں پرچون کی دکان کرتا تھا۔ ایک دن کسی کو ادھار نہ دیا تو اس نے محکمے سے جھوٹی شکایت کر کے بہت زیادہ ٹیکس لگوادیا جو میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ میں نے حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر عرض کی، حضور یہ ٹیکس ناجائز لگایا گیا ہے، غلام تو بہت غریب ہے، چند روز کے بعد تحصیلدار صاحب نے جسٹ کا دورہ رکھ لیا، میں اس روز دکان کے لئے سودا سلف خریدنے نارودال آیا ہوا تھا۔ میری غیر حاضری میں سپاسی میرے والد صاحب کو بلا کر تحصیلدار صاحب کے پاس لے گیا، جنہوں نے پوچھنے پر والد صاحب کو کہا 'تمہارے بیٹے نے ٹیکس معافی کے لئے درخواست دی ہے، اسے تاریخ کو میرے پاس نارودال بھیج دینا، میں گھر پہنچا تو والد صاحب سخت ناراض ہوئے کہ مجھ سے پوچھے بغیر درخواست کیوں دی ہے (حالانکہ میں نے تو ہرگز ایسا نہیں کیا تھا) میں حسب ہدایت دو تین تاریخوں تک تحصیل میں جانا رہا مگر تحصیلدار صاحب غیر حاضر ہوتے۔ آخر میں نے جانا بھی چھوڑ دیا اور اسی طرح بغیر کسی ٹک دو کے خود بخود ٹیکس بھی معاف ہو گیا۔

یہ برکت تھی شاہ لاثانی کی نظرِ کرم کی

جناب محمد صدیق صاحب ساکن بھٹیاں تحصیل
شکر گڑھ کی آپ بیٹی یوں ہے۔ فرماتے ہیں:-

مقدمے میں کامیابی

” عرصہ یک صد سال سے ایک زمین ہمارے قبضے میں تھی مگر لوگوں نے ہمارے والد ماجد سے جھگڑا کر کے اُسے روک لیا۔ میں نے تنگ آکر ۱۹۲۳ء میں افسر مال گورداسپور کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا۔ ایک دفعہ قصبہ کوٹ نیناں میں تاریخ تھی جس میں افسر مذکور کا رویہ سخت مایوس کن تھا۔ گھر آکر والد صاحب سے عرض کیا تو بولے دگھراؤ نہیں! اب کے کچہری جاؤ تو مل کے جاؤ۔ مارچ ۱۹۲۴ء کی کوئی تاریخ تھی۔ تین بجے صبح والد صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ وہ تہجد سے فارغ ہوئے تو والدہ صاحبہ کو بلا کر فرمانے لگے ”تم ابھی علی پور شریف چلی جاؤ اور دو بجے دن تک وضہ اقدس پر حاضر رہنا۔“ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”کچہری میں پیشی کے وقت فریق مخالف سے اوپر کی طرف کھڑے ہونا، چنانچہ میں سلام کر کے گورداسپور کو روانہ ہو گیا۔ وکیل صاحب سے ملا تو انہوں نے کہا ”افسر مال کے دروازے پر بیٹھ جاؤ، جب وہ بلائیں، مجھے اطلاع دے دو“۔ میں دروازے پر آ گیا۔ اب یہ صورت حال تھی کہ اوپر سامنے جس طرف دیکھتا تھا، مجھے حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی ہی نظر آتے تھے۔ آواز پڑی تو وکیل مذکور کو اطلاع دیتے بغیر خود ہی بھاگ کر اندر چلا گیا اور حسب ارشاد اوپر کی طرف کھڑا ہو گیا۔ اب میں نے دیکھا کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے عصائے مبارک کو اپنے جسم اقدس کے ساتھ کھڑا کر کے ایک دست اقدس ہماری مسل پر رکھے ہیں اور دوسرا افسر مال کی پشت پر۔ افسر مال کے پوچھنے پر میں نے اپنا مدعایا تو انہوں نے فوراً فیصلہ میرے حق میں دے دیا۔ پھر انہوں نے فریق مخالف والوں سے پوچھا تو وہ بولے

’زمین تو آپ نے دے دی‘ اب ہم کیا کہیں؟ پھر افسر مال نے کہا ’ہاں

زمین تو میں نے دے دی ہے‘ آپ جو کرنا چاہیں کریں۔‘

صوفی محمد سعید صاحب کشمیری محلہ صدیق پورہ

(نارودال) اپنی داستان بیان کرتے ہیں۔

تنگدستی دور فرمادی

”۱۹۷۲ء کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔ گردشِ ایام کی چکی نے مجھے پس

کے رکھ دیا تھا۔ آخر ہر طرف سے مایوس ہو کر حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی

رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ انور پر حاضر ہوا اور اپنا ماجرا عرض کیا۔

گھر لوٹا تو رات کو حضور والا خواب میں تشریف لے آئے اور فرمانے لگے

’جو کچھ تم نے عرض کیا، ہم نے سن لیا۔ قریباً ۱۴ گز لٹھالے کر پھر دربار

شریف میں آؤ۔ چنانچہ فرمانِ عالی کے مطابق فقیر حاضر ہوا۔ واپسی پر آبا جی

جن کے پاس اب تک میں ایک مزدور کی حیثیت سے کام کرتا تھا معاً بولے

’سعید بیٹا‘ آج میں نے تمہیں گھر بار کا مختار بنا دیا ہے، جس طرح چاہو

کاروبار سنبھالو، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ کرم کا اثر یہ ہوا کہ ہمارا

مکان جو پانچ ہزار میں گروی تھا۔ قریباً دو ماہ میں چھڑا لیا گیا اور اب

ایک بجمہ تعالیٰ گزر بسر بڑے سکون سے ہو رہی ہے۔

غالباً ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ کا واقعہ ہے۔ قربانی

قربانی کا انتظام

کے دن قریب آئے تو اپنے پاس بیس بیس روپوں کے

سوا کچھ بھی نہ تھا اور دو قربانیوں پر چار پانچ سو روپے کی ضرورت تھی۔ حضور سیدی

الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم سفر میں تھے۔ فقیر روضۂ لاثانی پر

حاضر ہوا اور اپنے خیال کے مطابق جو کچھ پاس تھا، درِ اقدس پر نذر گردانا حتیٰ کہ

کرائے کیلئے بھی کچھ نہ رہا۔ ساتھ ہی عرض کی ’حضور شربانی کا انتظام اب آپ کے سپرد

ہے۔ حضرت اقدس کی رحمت یوں ہوتی کہ باہر آتے ہی حیرت انگیز طریقے سے خاطر خواہ انتظام ہو گیا۔

جناب محمداحمد ولد اللہ دین ساکن مرالی تحصیل نارووال
پانی کی فراہمی
 کی ایمان افروز حکایت خود ان کی زبانی سنئے۔

اکتوبر، نومبر ۱۹۷۲ء کا واقعہ ہے۔ مجھے سب سڈی ٹیوب ویل اسکیم کے
 تحت ایک ٹیوب ویل دیا گیا۔ محکمہ زراعت کی طرف سے بورکر دانے کے آرڈر
 موصول ہوئے تو احباب کے پرزور مشورے پر ایک ماہر سینکے کو پانی کی
 نشاندہی کے لئے بلایا گیا۔ جب اس کی ہدایت کے مطابق نلکے کا ٹسٹ بور شروع
 کیا تو پورے ستر فٹ تک ریت نہ مل سکی۔ دوسرے سینکے کو بلایا گیا تو اس
 نے غور و فکر کے بعد فرمایا کہ یہاں بور کرنا فضول ہے کیونکہ گرد و پیش کہیں
 ریت نہیں ہے۔ اس پر سب اہل کنبہ گھبرا گئے۔ میں نے انہیں تسلی دی کہ گھبرانے
 کی کوئی بات نہیں۔ میں صبح اپنے پیر و مرشد حضرت الحاج پیر سید علی حسین
 شاہ صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لئے عرض کر دوں گا
 اور انشاء اللہ تعالیٰ کام بن جائے گا۔ چنانچہ اگلے روز دربار شریف حاضر ہوا۔
 حضرت اقدس چورہ شریف جاچکے تھے اور معلوم ہوا داپسی میں کافی دن لگ
 جائیں گے۔ کیونکہ پردگرام کے مطابق خواجہ خواجگان شیخ چورہی قبلہ حضرت
 بادا جی علیہ الرحمہ کے عرس سراپا قدس میں شمولیت کے علاوہ اور بھی بہت اعراس
 مقدسہ میں شرکت مطلوب ہے۔ پھر حسب معمول میں حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمہ
 کے مزار اقدس پر حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کی:-

’حضور آپ فرمایا کرتے تھے خدا تعالیٰ کا بندہ دنیا میں ہو تو
 یوں ہے جیسے تلوار نیام میں اور وصال کے بعد یوں ہے جیسے

تین بے نیام - آپ کے دربار شریف سے کوئی خالی نہیں پھرتا۔

یہ گنہگار بھی امداد کا طالب ہے۔ اگر اس عاجز کا کام بن گیا

تو عرس مبارک پر ایک بکر اخدا کے نام پر پیش کرے گا۔“

دوایں گھر پہنچا تو رات کو نماز عشا کے بعد سو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک

نورانی بزرگ چار پائی کے پاس سے گزر رہے ہیں۔ کھیت کے مشرقی کنارے پر

شرقاً غرباً پانی کی نہر جاری ہے اور لوگ پل پر سے گزر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ پہلا

بور کھیت کے مغربی حصے میں کیا گیا تھا۔ آنکھ کھلی تو خوشی کی انتہا نہیں تھی حسب

اشارہ بور کو دایا گیا تو ۲۲ فٹ سے ۲۴ فٹ تک ریت ہی ریت تھی جو بہت

باریک تھی۔ سڑیوں کے اندازے کے مطابق ایسی ریت سے پانی کم ہی نکلتا ہے مگر

مجھے یقین تھا حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمہ کی نظر کرم سے ہماری تقدیر بدل

چکی ہے۔ ۲۵، ۲۶ مارچ ۱۹۷۵ء کو محکمے کی طرف سے انجن ملا تو چلائے ہی ۴

پانی کی نال DELIVERY بھر کر نکلی۔ حاضرین کے نعرہ ہائے تکبیر و

رسالت سے فضا گونج اٹھی۔ شکرانے میں شکر اور چاول پکا کر تقسیم کئے۔ اسی

سال ۱۸، ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ (ستمبر ۱۹۷۵ء میں مرالی میں حضور والا کا

عرس زیر صدارت حضرت سجادہ نشین سیدی و مرشدی حضور پیر سید

علی حسین شاہ صاحب منعقد ہوا تو نذر پوری کی گئی۔

۱۳۹۳ھ یا ۱۳۹۴ھ کی بات ہے ایک بار مجاہد ملت علامہ

عبد التارخاں نیازی مدظلہ اپنے احباب سمیت دربار شریف

آئے تو ان کی نشست کا انتظام مخدوم اہل طریقت حضرت الحاج پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ

صاحب دامت برکاتہ کی رہائش گاہ کے شمال کی طرف درختوں کے نیچے جہاں اب صاحبزادہ

بلند ہمت پیر سید غلام نقشبند صاحب کی رہائش ہے کیا گیا۔ نیازی صاحب قبلہ بیٹھتے ہی

انوارِ روضہ

فرمانے لگے۔ روضہ اقدس کے انوار بیان تک محسوس ہوتے ہیں۔

سفر شش کام بنا گئی | ۱۳۸۹ھ (بمطابق ۱۹۶۹ء) کا واقعہ ہے۔ راقم الحروف

کو دربار شریف میں حاضر ہوئے سات آٹھ دن ہو

گئے تھے کہ ایک صبح سیدی و مرشدی حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب امت
برکاتہم العالیہ جلالی کیفیت میں تھے اور بہت سے زائرین کو رخصت فرما رہے تھے۔ میں سہا
ہوا روضہ اقدس پر اماں طلب ہوا اور سلام کے بعد یوں التجا کی کہ حضور! وہ آپ کے نورِ نظر
ہیں اور اس عاجز کے آقا و مولا! بھیجیں تو جلال کی کیفیت میں نہ بھیجیں، چند لمحات ہی گزرے
ہوں گے کہ حضور پیر و مرشدِ مظلوم نے ایک درویش کے ذریعے بلا بھیجا، اور پھر آپ نے بڑی نوازش و
تبسم کے ساتھ میں اجازت بخشی۔

منوسلین کو بشارت | حاجی محمد شفیع صاحب ڈسکوی بیان فرماتے ہیں:-

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی

کے وصال شریف کی خبر کسی وجہ سے مجھ تک نہ پہنچ سکی۔ یہی وجہ تھی جنازہ مبارک
میں شمولیت سے محروم رہا۔ تیسرے روز معلوم ہوا تو گھر سے بصد رنج و غم، افسانہ
خیزاں، گریہ و فریاد کرتا ہوا روضہ مقدسہ پر حاضر ہوا۔ شدتِ کرب سے
قبرِ نور کی خاکِ نورانی کے ذرے چومتا تھا اور کبھی اپنے سر درخ پر ملتا تھا کہ
معاذ اللہ لگ گئی۔ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ خواب میں تشریف لا کر دلجوئی کرتے
ہوئے فرمانے لگے:-

”گھبراؤ مت! میں تمہارا انتظام کرنے کیلئے ہی تو پہلے یہاں

آگیا ہوں۔“

حاجی صاحب فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے رونا نہ آسکا۔

ایک صاحب اپنا واقعہ یوں سناتے ہیں :-
 ایک دفعہ عطلے فیض کے لئے روضۃ انور

ضرورتِ ظرف

پر بڑی بے قراری سے عرض کر رہا تھا کہ اونگھ آگئی۔ حضور قبلہ عالم خواب میں جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک بالٹی تھی جس میں مٹی بھری ہوئی تھی۔ مجھ سے فرمایا اس بالٹی میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! مٹی، فرمایا تو کیا مٹی میں دودھ ڈال دوں؟ گویا اپنا دل پاک کرنے کی تلقین فرمائی گئی۔

خواب اور انوارِ جمال

۵ دیکھا گیا نہ ان سے کسی کا عینمِ فراق
 وہ آئے اور خواب میں جلوہ دکھا گئے

عارفِ ربانی کی زیارت چشمِ جسمانی سے ہو تو ظاہر ہے بڑی سعادت ہے۔ اس سے دل جلا پاتے ہیں، روح کو تسکین ملتی ہے، مشکلیں دور ہوتی ہیں، مسائل حل ہوتے ہیں، مرادیں پوری ہوتی ہیں، گناہ بخشے جاتے ہیں، قسمت نکھرتی ہے اور گویا دین و دنیا کی سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور پر نور، شافعِ یوم النشور، خواجه کل نعم الرسل امام الانبیاء محمد مصطفیٰ علیہ السلام والثناء اگر کسی خوش بخت کو خواب میں آکر نوازیں تو وہ حضور خود ہی ہوتے ہیں کیونکہ شیطان بعینِ اس جان نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کا مثل اختیار کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ اتنی بات تو نص حدیث سے ثابت ہے۔ رہ گیا ولی کامل کا معاملہ۔ سلطان الاولیاء محبوب سبحانی غوثِ جیلانی قدس سرہ الصمدانی اپنی تصنیف منہج سر الاسرار میں وضاحت فرماتے ہیں کہ بندہ حق بھی اگر خواب میں آئے تو وہی ہوتا ہے کیونکہ شیطان ظلمت ہے اور بندہ حق نورِ ظلمت نور نہیں بن سکتی۔ اس طرح

شیطان ولی کی شکل میں بھی نہیں آسکتا۔

حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ بھی اپنے خدام اور عشاق کو خواب میں آکر حمال بالکمال کے دیدار سے نوازتے ہیں اور ان خوابوں میں کبھی اصلاح و ارشاد کا رنگ ہوتا ہے تو کبھی تنبیہ و توبیخ کا۔ کسی پریشان حال اسیرِ غم کی زنجیریں کاٹتے ہیں تو کسی بیمارِ الم کے لئے نسخہ ہی تجویز نہیں فرماتے، دوائی بھی پلاتے ہیں۔ یہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلام ہیں جو قبرِ منور میں جا کر بھی سراپا رحمت ہیں اور فقیرانِ بے نوا کے دکھ درد دور کرنے میں برابر مصروف ہیں۔ اب بھی اُن کی نگاہ شرق و غرب کو دیکھ رہی ہے اور ان کا کرم دور و نزدیک والوں کے کام آ رہا ہے۔

ہاں ہاں شاہ لاثانی اب بھی طبیبِ دل و جاں اور محرمِ رازِ نہاں ہیں۔

وہ اب بھی سراپا شفقت اور محسن و مربی ہیں۔

وہ اب بھی ہادیِ گم گشتگاں اور چارہ بے چارگاں ہیں۔

درجِ ذیل چند واقعات سنئے جو عالمِ خواب سے متعلق ہیں اور حضرت اقدس کی

چارہ سازی پر شاہد ہیں۔

چودھری محمد الدین صاحب ساکن آڈھان ضلع

سیالکوٹ فرماتے ہیں۔

موت نہیں زندگی

”حضور سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وصال فرمائے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا

کہ ایک رات میرے خواب میں تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا حضور!

آپ تو زندہ ہیں لوگ کچھ اور کہتے ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا لوگوں

کو دھوکا لگا ہے۔

صوفی خان محمد مرحوم آف قندھار فرمایا کرتے تھے

غوثِ دوراں حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ وصال

ایصالِ ثواب

کے بعد میرے خواب میں تشریف لائے۔ میں نے پوچھا، حضور اگر کسی چیز کا ثواب پہنچایا جائے تو کیا میت کو پہنچتا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا خان محمد! ذرہ بھر کی خیانت نہیں ہوتی۔

مولانا الحاج العونی عبد الرشید صاحب خطیب
جامع مسجد نور سیالکوٹ کا بیان ہے :-

حق سے نفرت

میں نے اپنی مسجد میں ہر جمعرات کو ختم خواجگان پڑھنے کا پروگرام بنایا۔ ایک دن مسجد کے بعض حقہ نوش نمازی کہنے لگے، ہمیں بھی اس میں شامل ہونے کی اجازت دیجئے۔ میں نے ازراہ مروت ایسا کر لیا۔ ایک دوبار ختم پڑھ لینے کے بعد حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ خواب میں تشریف لا کر فرمانے لگے میں تو حقہ نہیں پیتا۔ مجھے حقہ نہ پلایا کرو۔ چنانچہ مجھے تنبیہ ہو گئی اور میں نے پھر ایسا نہ کیا۔

اسی ضمن میں مولوی شکر دین صاحب آف دیوبلی کا بھی جو سیدی مرشدی علیحضرت الحاج السید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے خلیفہ مجاز بھی ہیں، واقعہ آتا ہے۔ خود ان کی زبانی سنئے۔

”۱۹۶۵ء کی جنگ سے متاثر ہو کر میں اپنے کنبے سمیت صادق آباد چلا گیا وہاں ایک رئیس نے میری بڑی آد بھگت کی۔ میں جب بھی اس کے پاس جاتا وہ مجھے درویش و مہاجر سمجھ کر بڑی عزت سے پیش آتا۔ اُس کے ہاں حقہ کا دور بہت چلتا تھا۔ میں نے بھی ایک دوبار، ایک دوکوش لگا لئے۔ رات کو ایک نورانی بزرگ نہایت جلالی کیفیت میں خواب میں تشریف لائے اور گرج کر فرمانے لگے۔ ”اد، تو جیسا تھا ویسا کر دوں۔“ یہ جملہ انہوں نے دو تین بار شدید غصے کے عالم میں فرمایا۔ میں نے آخر دبی زبان

سے عرض کیا، حضور آپ کون ہیں، فرمایا، 'میں جماعت علی شاہ لاثانی ہوں'۔

صوفی محمد علی صاحب نقشبندی مدرس دارالعلوم جامعہ
حقہ نوشی سے توبہ کرائی

حنفیہ دور وازہ سیالکوٹ اپنا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

”یکم ستمبر ۱۹۵۵ء کو نمازِ ظہر کے بعد اپنے گاؤں موضع آڈھا میں اپنے مکان کی چھت پر چار پائیوں کے سائے میں بیٹھ کر حقہ پی رہا تھا کہ معاً خیال آیا انوار لاثانی میں حقہ نوشی کی مذمت میں جو بیان ہے کیوں نہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

یاد رہے جب سے سنا تھا کہ حقہ نوش کو ختم خواجگان شریف میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی، اس کے ترک کا تو غم صمیم کر چکا تھا مگر کسی نامعلوم وجہ سے کسی خالص وقت کا انتظار تھا۔

غرض انوار لاثانی مسنگوائی اور دُور شوق میں کئی صفحات پڑھ گیا۔ اسی اثنا میں اذگھ سی آگئی۔ میرا چہرہ جانبِ شمال تھا اور میں نے دیکھا کہ میرے دائیں کندھے سے متصل ہی حضور شاہ لاثانی قدس سرہ جلوہ افروز ہیں۔ میں نے کتاب میں پڑھے ہوئے حلیہ مبارک سے آپ کو پہچان لیا اور مجھے یقین تھا کہ یہ حضور لاثانی ہی ہیں۔ حضرت اقدس نے حقہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، 'چھٹ دے ہاں ایبھوں۔ ایدھے بغیر توں بچ نہیں سکدا، چھٹ دے ایبھوں۔'

اس کے بعد اذگھ ختم ہو گئی اور ارشادِ عالی پر کجمدہ تعالیٰ اب تک عمل جاری ہے۔

تصحبہ گٹالہ تحصیل شکر گڑھ میں اذان سے قبل و بعد درود شریف پڑھنے پر جھگڑا تھا۔ ایک دن مسکین درود نے ہمارے برادرِ طرقت

آخری فتح

محمد یوسف کو لزور سمجھتے ہوئے لاکھٹیوں سے اتنا مارا کہ بظاہر بچنے کی کوئی امید نظر نہ آتی تھی (جرم صرف یہ تھا کہ ان کا لختِ جگر اذان کے ساتھ ساتھ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں ہدیہ درود و سلام عرض کرتا ہے) رات کو گھر میں بے ہوش پڑے تھے

کہ خواب میں سرکارِ لاثانی قدس سرہ کے روضہ پر نور پر حاضر ہوئے۔ حضرت والا درجت مزار پر انوار سے نکلے اور آگے آگے چل پڑے۔ یہ جھپے جھپے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں حدنگاہ تک انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا۔ کسی نے بتایا۔ حضور شافع یوم النور مولائے کل ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم دربارِ لگائے ہوئے ہیں۔ ان کا پہنچنا تھا کہ کسی نے انہیں متوجہ کر کے بڑے زور سے اعلان کیا 'گھبراؤ نہیں' پریشانی کے دن تھوڑے ہیں۔ آخری فتح انشاء اللہ تمہاری ہوگی۔

شکر گڑھ (ضلع سیالکوٹ) میں ایک ملک صاحب مسلمی بہ
زخم دور کر دیا
 اللہ دبا مرحوم بہت نیک تھے اور اکثر رمضان پاک میں مسجد نور میں
 (شکر گڑھ) معتکف رہتے تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ حافظ نذیر احمد صاحب اور حافظ غلام سرور
 صاحب کی موجودگی میں سنایا تھا۔ فرماتے تھے۔

”چند روز قبل میں رات کو اپنا کھانا تیار کر رہا تھا کہ اچانک ہاتھ توڑے کے ساتھ
 چپک گیا اور سخت زخمی ہو گیا۔ عشا کے لئے وضو بڑی مشکل سے کیا۔ نماز ادا کی
 اور حضور اصل نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں کچھ یوں التجا و فریاد
 کی 'اے میرے آقا صاحبہ کرام زخمی ہو جاتے تھے تو آنجناب سے فریاد کرتے تھے میں
 کس سے کروں۔ آپ دور نہیں، اس عاجز کے حال سے محرم ہیں۔ حضور رحمت
 فرمائیے میرے لئے تو اب وضو کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے، ایک طویل سی فریاد کے
 بعد جب سویا تو خواب میں دیکھا ایک بہت بڑا ہجوم ہے غلطی سے سمجھا شاید
 اس مجمع میں میرے آقا و مولا سب کے غمخوار حضور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرق
 افراد میں مگر کسی نے بتایا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تو نہیں البتہ آپ ہی کی
 ایک شعاع نور، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی علی پوری ہیں
 میں بھی اس ہجومِ اہل شوق کو چیرتا ہوا حضرت تک پہنچ گیا اور مصافحہ و دست

بوسی کی کوشش کی۔ حضرت والا نے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے
اس طرح ملا کہ ملتے ملتے سارا زخم اچھا ہو گیا۔ یہ خواب کا معاملہ تھا۔ صبح اٹھا
نورات کے روضہ کی تکلیف یاد آگئی۔ آہستہ آہستہ ہاتھ سے پٹی (جو خود باندھی
تھی) ہٹائی تو زخیم بالکل مندمل اور مٹھیلی بالکل صاف ہو چکی تھی۔

نواب دین عرف بابو ولد میاں غلام محمد صاحب

موضع علی حسین آباد بیان کرتے ہیں۔

دوائی پلائی اور ٹھیک کر دیا

”تقسیم ملک کے بعد کی بات ہے ایک بار مجھے ایک رات کے ساتھ نائی کی حیثیت
سے جانا پڑا۔ مصیبت یہ تھی کہ بازو کو سخت درد تھا اور ایک بھاری بھر کم
عسندوق اٹھانا تھا۔ دل ہی دل میں رو رہا تھا کہ ہمارے بھی کیا مقدر ہیں۔ منزل
مقصود پر پہنچ کر ذرا لیٹا تو نیند آگئی اور خواب میں حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ تشریف
لے آئے۔ آپ پیلیے رنگ کی گولیاں اور پانی کا ایک گلاس لئے ہوئے تھے۔
مجھے فرمایا یہ دوائی پی لو اور یہ گولیاں پہچان لو، جب کبھی یہ درد ہو ان کے استعمال
سے افادہ ہو جایا کرے گا۔ حضرت کے خواب میں دوائی پلاتے ہی درد ختم ہو گیا۔
صوفی محمد رفیق صاحب لکھتے ہیں۔

بیعت کا ارشاد

”محمد حسین ولد پیراں دتہ قوم ارائیں ساکن کوٹلی لوہاراں مشرقی
کا واقعہ یوں ہے کہ اسے خدا کی راہ میں سفر کرنے کے لئے رہبرِ کامل کی جستجو تھی۔ شب بیداری اور
یادِ الہی میں تو سرگرم رہتا مگر کہیں داخلِ سلسلہ نہ تھا۔ ایک دو بزرگوں کی طرف متوجہ ہوا مگر تشنگی
نہ سمجھی۔ آخر اس نے حکیم خادم علی صاحب (علیہ الرحمۃ) سے بھی مشورہ طلب کیا کہ میں کس بزرگ
سے توسل کروں اور عرض کیا کہ حضرت قبلہ عالم شاہِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت تھی مگر وہ تو
اب دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں حکیم صاحب نے مشورہ دیا کہ حضرت صاحبزادہ (پرسید)
علی حسین شاہ صاحب (دامت برکاتہم القدسیہ) کے وجودِ بابرکت کو غنیمت سمجھو۔ محمد حسین

کا بیان ہے کہ :-

’میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے ہیں اور پاس ہی حضرت صاحبزادہ (سیدنا و مرشدنا و مخدومنا) پیر سید علی حسین شاہ صاحب (مظلّم العالی) کھڑے ہیں۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب سے بیعت ہو جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ میرا ہاتھ بابا جی کے ہاتھ میں دے دیں۔“

لہذا محمد حسین علی پور شریف میں حاضر ہوا اور بیعت سے مشرف ہوا۔“
مفکر اہل سنت، صوفی محمد علی صاحب نقشبندی سیالکوٹی کا بیان ہے -

بیعت کی تصدیق

”میں نے ۱۹۶۲ء میں خواب میں دیکھا کہ گندم منڈی سیالکوٹ کے بازار میں سے گزر رہا ہوں کہ کسی نے بتایا ’حضور شاہ لاثانی قدس سرہ لہائی بازار کے اندر فلاں گھر میں رونق افروز ہیں‘ حسب اطلاع وہاں حاضر ہوا تو دیکھا سرکارِ دالاتبار برآمدے میں ایک چھوٹی سی چارپاتی پر بیٹھ کر اپنی نگرانی میں مہمانوں کو کھانا کھلا رہے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو جواب سلام کے بعد فرمایا ’روٹی کھائے‘ میں نے عرض کیا ’حضور کھا آیا ہوں‘ تو فرمایا ’بزرگاں سامنے انکار نہیں کریں‘۔ تبرک لے لے۔“ ارشادِ عالی کی تعمیل کی اور پھر عرض کیا حضور! بندہ آپ کے نبیرہ مقدس سیدی و سندی حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مظلّم العالی سے بیعت ہے۔“ اس پر نہایت جوشِ مسرت سے فرمایا ”ٹھیک اے، ٹھیک اے، اودھی بیعت میری بیعت اے ساڈی اکو ای گل اے۔“

پریشانی دور فرمادی | چودھری طالب حسین فوڈ انپیکٹر جڑانوالہ بیان کرتے ہیں

”بندہ ایک دفعہ سخت پریشانی سے دوچار ہو گیا۔ اپنے پیر و مرشد حضور پرنور حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے تصورات میں کھو کر سو گیا۔ رات کو سلطان الاولیاء شیخ المشائخ حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ خواب میں تشریف لے آئے۔ میں نے اپنی پریشانی عرض کرنا چاہی تو فرمایا ہم تمہارے پاس ہی ہوتے ہیں۔ گھبرا یا مت کہ دو، نیز درود تاج شریف پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ صبح اٹھا تو پریشانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔

سرکار لاثانی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت میاں محمد اسحق صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ

کمال خلافت

”ہمارے موضع بھڑتھ کے نزدیک ہی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جسے رسول پور کہتے تھے۔ حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ جب بھی یہاں تشریف لاتے، ایک مخصوص کمرے میں قیام فرماتے۔ آپ کے وصال شریف کے بعد حضرت سجادہ نشین (سیدی و مرشدی حضور پرنور پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی یہاں رونق افروز ہوئے تو اسی کمرے میں بھڑتھے۔ میں بھی اس سفر میں ہمراہ تھا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ سرکار لاثانی اس گاؤں (رسول پور) میں جلوہ فرما ہیں یہ بھی خواب ہی میں دیکھا کہ تہجد کا وقت ہے اور حضور نفلوں فارغ ہو کر اسی کمرے میں ایک خاص جگہ، خاص انداز سے بیٹھ کر چراغ کی روشنی میں کسی کتاب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ بیدار ہوا تو یہی وقت تھا۔ اسی وقت اس کمرے میں جا کر دیکھا تو حضرت سجادہ نشین مدظلہ العالی اسی جگہ ایسے ہی چراغ کی روشنی میں ایک ایسی ہی کتاب ہو ہو اسی انداز میں بیٹھ کر ملاحظہ فرما رہے ہیں جو خواب میں سرکار

لَا تَانِي قَدَسَ سِرِّهِ النُّورَانِي كَا دِيكْهَاتْهَا ۱۵

۱۵ اس سے پہلے بھی حضرت مولانا عبدالرشید مرحوم (سیالکوٹی) کا بیان کردہ ایک ایسا ہی واقعہ گزر چکا ہے۔ یہ دونوں مخدومی و سیدی حضرت الحاج میر سید علی حسین شاہ صاحب مظلّم العالی کے کمالِ خلافت کی روشن دلیلیں ہیں۔ انہیں سمجھنے اور ان سے مخطوط ہونے کے لئے درج ذیل روایت پر غور فرمائیے۔

”حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام محراب سے ٹبک کر بیٹھ گئے۔ پھر ایک عورت کھجوروں کا طباق لے کر آئی اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھ دیا۔ آپ نے اس میں سے ایک کھجور اٹھالی اور فرمایا اے علی کھاتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے اپنا دست مبارک دراز کر کے کھجور میرے منہ میں دی۔ پھر ایک کھجور اٹھائی اور پھر یہی فرمایا کہ اے علی کھاتے ہو؟ (رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا جی ہاں! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے یہ کھجور بھی میرے منہ میں دے دی۔ پھر (میں بیدار ہو گیا) وضو کر کے مسجد میں آگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر آپ محراب سے ٹبک کر بیٹھ گئے۔ میں نے چاہا کہ خواب بیان کر دوں لیکن قبل بیان کرنے کے ایک عورت آئی اور مسجد کے دروازے پر کھڑی ہو گئی جو کھجور کا ایک طباق لے کر آئی تھی طباق لے کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ آپ نے ایک کھجور اٹھا کر کھا دے علی کھاتے ہو؟ (رضی اللہ عنہما) میں نے کہا ہاں، آپ نے یہ کھجور میرے منہ میں رکھ دی۔ پھر دوسری کھجور اٹھا کر آپ نے یہی کہا کہ اے علی کھاتے ہو؟ میں نے کہا ہاں، پھر آپ نے یہ کھجوریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں لٹا دیں۔ میں چاہتا تھا کہ ان کھجوروں میں سے کچھ اور لیتا۔ آپ نے کہا ’برادرِ من! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو زیادہ دیتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔ میں نے تعجب کیا اور دل میں کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے خواب سے مطلع کر دیا جو میں نے آج ہی دیکھا ہے۔ اپنے میری طرف دیکھ کر فرمایا ’مومن نور ایمان سے دیکھتا ہے میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ نے سچ فرمایا میں نے ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور وہی لذت پائی جو آنحضرت پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے پائی تھی۔“

(ازالۃ التحف۔ شاہ ولی اللہ مترجم ص ۳۴۱)

تھانیدار کو ہدایت [حضرت سید خادم حسین مدظلہ خطیب اعظم
جلو موڑ ابن عارف ربانی حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ
صاحب خلیفہ مجاز حضور سرکار لاثانی علیہما الرحمۃ گھر کی بات یوں سناتے ہیں ۔

”۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے۔ میری شادی ہونے ہی والی تھی۔ سامان وغیرہ خریدا جا چکا تھا کہ گھر میں چوری ہو گئی اور چور سارا سامان لے گئے۔ صبح لوگوں نے والد ماجد کو بہت کہا کہ جناب ریٹ درج کروا دیجئے۔ آپ فرماتے تھے مجھے جن کے ہاں درخواست دینا تھی دے چکا ہوں۔ ہوا یہ کہ چور سامان لے جا رہے تھے کہ پکڑے گئے۔ تھانیدار نے والد صاحب سے پوچھا کہ ایک بزرگ جن کا یہ حلیہ ہے بار بار مجھے جگا کر فرماتے تھے اٹھو اور فلاں چور ہے میں میں پہنچ جاؤ۔ میں تفتیش میں مصروفیت کی بنا پر خود تو نہ جاسکا لیکن تین چار سپاہی وہاں بھیج دیئے۔ چنانچہ چوروں کو اسی چور ہے سے پکڑ لیا گیا۔ خواب میں تشریف لانے والے یہ بزرگ حضرت پیر شاہ لاثانی تھے جیسا کہ تھانیدار کے بتائے ہوئے حلیے سے ظاہر ہوتا تھا۔“

بیداری میں زیارت

۵ کیوں نہ ہو آتشی سند اس دیدہ بیدار پر

جس نے بیداری میں دیکھا وہ جمالِ بالماں

چہار دہ صد سالہ تاریخ ملت کی ورق گردانی کیجئے تو ایسے واقعات سینکڑوں کی تعداد

میں مل جائیں گے جن میں مردانِ با خدا کی زیارت بعد از وصال کا ذکر ہوگا۔ حضرت شاہ لاثانی

۱۷ بیان مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جسے حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نے بیان فرمایا اور ان کے فرزند نامور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بستان العارفین میں درج فرمایا ہے

آپ فرماتے ہیں ”اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد کے درس سے واپس آ رہا تھا کہ راہ میں ایک لمبی گلی آئی۔ میں اس وقت

شیخ سعدی کے یہ ابیات پڑھتا تھا اور لذت لیتا تھا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

علیہ الرحمۃ اپنے دور میں اسی طائفہ مولا صفات کے سرخیل تھے یہی وجہ ہے کہ

عاشقوں کو اب بھی ملتے ہیں وہ اکثر بے نقاب

چشمِ بینا کے لئے ہرگز نہیں کوئی حجاب

ذیل میں چند ایسے واقعات درج کئے جاتے ہیں جن میں حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی

قدس سرہ الصمدانی نے اپنے مخصوص مشتاقانِ جمال کو اپنے دیدارِ جمال سے نوازا ہے۔

صاحبزادہ بلند شان حضرت والا مرتبت
قبلہ الحاج پیر سید غلام مصطفیٰ (برادرِ اصغر

اپنے نورِ نظر کو بیعت فرمانا

حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ

جز یادِ دوست ہرچہ کنی عرضائع است جز ترشش ہرچہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوی لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق

چوتھا مصرع میرے دل سے جاتا رہا جس کے باعث مجھے بہت دکھ ہوا ناگاہ ایک مرد سیاہ و سپید بالوں والا

نقیر وضع، طبعِ زرد میری داہنی جانب سے نکلا اور کہنے لگا

ع 'علی کہ راہِ حق ننماید جہالت است'

میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجسزائم نے کس قدر قلق و اضطراب میرے دل سے دور کیا ہے میں

نے پان کی ڈبیہ کھول کر ان کی خدمت میں پیش کی۔ انہوں نے تبسم کیا اور فرمایا 'یہ یاد دلانے کی اجرت ہے

میں نے کہا 'نہیں! بلکہ شکریہ ہے، فرمانے لگے 'میں نہیں کھاتا، میں نے کہا 'آپ شریعت کی رو سے پرہیز کرتے

ہیں کہ طریقت کی رو سے؟ کچھ بھی ہو بیان فرمائیں تاکہ آئندہ میں بھی رک جادوں فرمایا، ایسی کوئی وجہ نہیں تاہم

میں نہیں کھاتا، پھر فرمایا 'مجھے جلدی جانا ہے' میں نے کہا 'میں بھی جلدی چلتا ہوں' فرمایا 'میں زیادہ جلدی چلنا

چاہتا ہوں چنانچہ انہوں نے قدم اٹھایا اور کوچے کے سرے پر رکھا۔ میں سمجھ گیا روحِ مجسم ہے۔ میں نے آواز دی کہ آپ

مجھے نام سے نہ مطلع فرمائیں تاکہ فاتحہ پڑھتا رہوں' فرمایا 'سعدی ہمیں نفیر است (سعدی یہی نفیر ہے)

علی حضرت عظیم البرکت حضور پر نور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہما العالی (اپنی بیعت کا واقعہ یوں فرماتے ہیں۔

”حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا عہد کرامت مہم تھا کہ میرے دل میں حضرت اقدس کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو جانے کا شوق پیدا ہوا۔ بلا واسطہ عرض کرنے سے ادب مانع تھا اس لئے مقربانِ بارگاہ کی وساطت سے ایک دوبار گزارش کی مگر منظوری نہ ہوئی۔ حسن آرزو پورے جوہن پر تھا کہ حضرت والا وصال فرما گئے۔ طبیعت سخت بے چین و مضطرب تھی ایک تو جدائی کا صدمہ جس کی کیفیت بقول غالب کچھ یوں تھی۔

۵ دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز

پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

اور دوسرے نمبر پر بیعت سے محرومی گویا

۵ دل کی دل ہی میں رہی، بات نہ ہونے پائی

مجھ سے ادراُن سے ملاقات نہ ہونے پائی

بس یہی دہرا غم تھا جو جان کو کھاتے جا رہا تھا کہ رحمتِ بندہ نواز جوش میں آگئی۔ ہوا یہ کہ ایک روز اچانک دوپہر کے وقت جب کہ آفتاب نصف النہار پر تھا، میری قسمت کا ستارہ بھی چمک اٹھا یعنی حضور قبلہ عالم قدس سرہ الاکرم جلووں کے ہجوم میں رونق افروز ہوئے اور پرانی حویلی میں اس نیازمند کو بیعت میں قبول فرمایا (بعد ازاں طریقت کے قواعد و ضوابط کے مطابق میں نے حضور پر نور سیدی و سندی، مرشدی و مولائی علی حضرت عظیم البرکت حضرت الحاج قبلہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہ العالیہ سے تجدید بیعت بھی کی“)

داتا صاحب کے عرس میں شمولیت

محترم المقام جناب بابو صاحب
(جو جناب غلام محمد صاحب حجام کے

لختِ جگر ہیں اور) جن کے ایک دو خوابوں کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور قبلہ عالم شاہِ لاثانی علیہ الرحمۃ کو امام الاولیاء فخر الاصفیاء حضرت ابوالحسن علی ہجویری عرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مقدس میں دوبارہ دیکھا ہے (اور دونوں بار کا تعلق، حضرت اقدس کی حیاتِ برزخی کے دور سے ہے۔)

چودھری نذر محمد صاحب ساکن موضع چندر کے راجپوتان
(ضلع سیالکوٹ) بیان فرماتے ہیں۔

”آج سے قریباً نو سال قبل (یعنی ۱۳۹۳ھ بمطابق ۱۹۷۳ء میں ہمارے گاؤں میں ایک بیوہ عورت مسماۃ سلطان بی بی بڑی عسرت و کلفت سے زندگی کے دن پورے کر رہی تھی۔ ایک روز نمازِ عشا کے بعد حضور شاہِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ جسمِ ظاہر سے تشریف لائے اور موصوفہ کو چارسی اٹھنیاں عطا فرما کر بڑی تسلی دی۔ پھر گھوڑی پر سوار ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔“

بیکسوں کو نوازنے والے

اس ہم بھی لگائے بیٹھے ہیں

درج ذیل واقعہ بھی موضع چندر کے سے متعلق ہے، اسے بھی چودھری نذر محمد صاحب ہی کی زبانی سنئے۔

سایہ دور کر دیا

”حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف کو ابھی چار سال ہوئے تھے کہ ہمارے گاؤں میں چراغِ ولد بوٹا چمڑنگ کاڑ کا کسی جن وغیرہ کے سائے میں مبتلا ہو گیا۔ میاں حسین بخش جو اس وقت وہاں موجود تھے بتاتے ہیں کہ اس (سائے

کے دوران ایک بار اچانک اسم ذات اللہ کا ایسا غیبی نعرہ بلند ہوا کہ
مریض گر پڑا اور سایہ جاتا رہا۔ غائبانہ آواز سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ کون
ہیں تو جواب ملا علی پور بھول گئے ہو؟
یاد رہے کہ اہل مجلس خود بھی لمحے سے پہچان گئے تھے کہ آواز حضرت شاہ لاثانی
علیہ الرحمۃ ہی کی ہے۔“

۵ دستِ پیر از غائبان کوتاہ نیست

دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست مولانا روم علیہ الرحمۃ

برادرِ طریقت جناب میاں عبدالغفر نے حضرت
الحاج پیر مولانا محمد سلیم صاحب فیصل آبادی کو اپنا
سکھر میں جلوہ افروزی
واقعہ یوں سنایا۔

”میرا چھوٹا بھائی ایک تانگہ خرید لینے پر مُصر تھا۔ مجھے نا تجربہ کاری کی بنا پر
نقصان کا خدشہ تھا، اس لئے انکار کر دیتا تھا۔ ایک دن گھر کے باہر کھلے
میدان میں کھڑا تھا کہ اچانک حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ سامنے تشریف
لاتے دکھائی دیتے۔ میں آداب بجالایا تو پوچھا چھوٹا کیا چاہتا ہے، عرض کیا،
تانگہ خریدنے کا آرزو مند ہے۔ فرمایا ’لے دو کوئی بات نہیں، رب تعالیٰ برکت دے گا،
پھر فرمایا ’فلاں محلے میں فلاں شخص سے ملو اور اس کے ذریعے تانگہ خریدو، میں حسبِ ارشاد
اس سے ملا تو معلوم ہوا کہ حضور اُسے بھی میری امداد کی تلقین فرما گئے ہیں۔ چنانچہ اس کے
توسط سے نہایت سستا سودا ہاتھ آیا اور حضرت سرِ پا برکت کی توجہ سے
مفید و بابرکت بھی ثابت ہوا۔“

برادرِ طریقت جناب محمد صدیق ساکن موضع بھٹیاں
(تحصیل شکر گڑھ) کا واقعہ، روضہ شریف کی برکات
کچری میں جلوہ دیدار

کے باب میں تفصیل سے آچکا ہے جس کے حاصل میں یہ بھی شامل ہے کہ راوی نے مقدمے کا فیصلہ سنتے ہوئے حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کی زیارت دن کی روشنی میں کھلی آنکھوں سے کی۔

۵ ایک وہ جن کو دکھاتے ہیں وہ روئے روشن
ایک ہم حسرت دیدار لئے بیٹھے ہیں!

خطیب پاکستان مولانا افتخار الحسن فیصل آبادی
فرماتے ہیں۔

قلعہ لاہور میں رونق افروزی

”اسلامی جمہوریہ پاکستان کی صوبائی اسمبلی نے ۱۹۶۳ء میں ایک غیر اسلامی بل پاس کیا۔ میں نے اس کے خلاف کلمہ حق بلند کرنے کی کوشش کی۔ حکومت نے میری تقریر کو باغیانہ قرار دے کر گرفتار کر لیا اور شاہی قلعہ لاہور میں بھیج دیا۔ تفتیش ہوتی رہی حتیٰ کہ رہائی کے تمام راستے مسدود نظر آنے لگے۔ امیدوں کا رشتہ کٹ گیا تو ایک دن آدھی رات کے وقت قسمت کا ستار چمک اٹھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی جگہ رہا ہے۔ گہرا کراٹھا تو کیا دیکھتا ہوں میرے مرشد لاثانی رحمۃ اللہ علیہ عصا مبارک کی ٹیک لگائے سامنے تشریف فرما ہیں اور دائیں جانب آپ کے لخت جگر غوثِ زماں قطبِ جہاں سیدی و مولائی حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحبِ رونق افروز ہیں۔ میں نے آدابِ غلامانہ کے ساتھ سلام عرض کیا تو حضرت والانے رہائی کا ثرہ سنایا۔ چنانچہ اگلے روز گیارہ بجے تک رہائی کا باقاعدہ آرڈر بھی مل گیا۔“

فللہ الحمد والصلوہ والسلام علی رسولہ الکریم

شاہِ لاثانی تہذیبِ نیک کی اولادِ نرینہ

ربِ منعم کے بے شمار احسانات میں اولادِ صالح کا وجود ایک اہم عظیم نعمت ہے اولادِ نیک نام ہو تو والدین کے لئے دنیا میں بقائے دوام کا سبب ہے اور عقبے میں باعثِ نجات یا بلندی درجات حضورِ مجربِ صادقِ محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقاتِ جاریہ میں شمار فرمایا اور اس کے ثواب میں والدین کو حصہ دار ٹھہرایا، اسی لئے متعدد احادیثِ مبارکہ میں اولاد کی اچھی تربیت و تادیب پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اچھی تربیت دینے کے سلسلے میں اہم ترین ضرورت خود مربی کے حسنِ کردار کی ہے۔ اگر والدین اس سرمایہٴ حیات سے محروم ہوں تو اولاد کے لئے کہاں سے فرائیم کریں بلکہ اگر وہ نیکی کی راہ سے ہی بنزار ہوں تو اولاد کو کیونکر اس پر ڈال سکتے ہیں۔ اسی طرح اس کے برعکس اگر والدین خود ذوقِ عبادت سے سرشار ہیں تو اولاد کو بھی یہ دولت لازماً ورثے کے طور پر ملنے کی بجائے طور پر توقع ہو سکتی ہے اگر مربی (یا والدین) خدا تعالیٰ سے لو لگا کر خدائی بھر سے بے نیاز ہوں تو یقیناً اولاد بھی اس نعمتِ خداداد سے مالا مال ہو سکتی ہے اگر ان (والدین) کی زندگی اطاعتِ رسول میں بسر ہوتی ہے تو اولاد کے شبِ روز کا نقشہ بھی ضرور اس سے متاثر ہوگا۔ اگر والدین رزقِ حلال کو اولین اہمیت دیتے ہوں تو اس سے تیار ہونے والا خونِ یقیناً اولاد کے اندر بھی صلاحیت و صالحیت کا نور بھروسے کا اسی لئے فرمایا گیا ہے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لَا يَبِيْهُ لِعَيْنِيْ بِثِيَابٍ كَا دَا ز

ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھئے۔

راکب دوش رسول سیدنا امام حسن کے علم و مروت اور جگر گوشہ رسول سیدنا امام حسین کے صبر و استقامت میں ان کی تربیت فرمانے والوں یعنی حضور رحمۃ للعالمین، مولائے کائنات بشیر خدا اور سید نساء العالمین حضرت بتول زہرا (صلی اللہ تعالیٰ علیہا وعلیہم وبارک وسلم) کی تابش کردار صاف طور پر چھلکتی ہے۔

امام الاولیاء حضور سیدنا غوث اعظم کی داستان عظمت کا اولین عنوان اُن کے آبا و اجداد کی بلند ہمتی ہے (صلی اللہ تعالیٰ علی جَدِّہِم وعلیہم اجمعین) قطب المجددین شیخ العارفین حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزندانِ ارجمند میں ان کا اپنا فیض تربیت تاریخ میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد آئیے حضور شاہِ لاثانی کے صاحبزادگان والا شان کی طرف جنھوں نے 'لا ثانی' والد کا سایہ عاطفت دیکھا۔

'لا ثانی' والدہ کی آغوشِ محبت میں آنکھ کھولی۔

'لا ثانی' دربار کی بہارِ آفریں فضاؤں میں پُرش پائی۔

سوچئے، ان کی فطرت کتنی لاثانی عظمتوں کی امین ہوگی۔

خداوند کریم نے، اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل ہمارے حضرت اقدس کو تین فرزند عطا فرمائے تھے اور یہ تینوں شہزادے آسمانِ ولایت کے چمکتے ہوئے ستارے تھے۔ ان کی صورت و سیرت میں اپنے عظیم والدِ کریم کے انوارِ جمال و جلال جھلکتے تھے۔ تینوں حضرات گویا جو دو سخا کی ہنریں تھیں جو ایک لاثانی چشمے سے برابر سیراب ہو رہی تھیں۔ ان کے آئینہ کردار میں اخلاصِ عمل کی شعاعیں منعکس تھیں۔ صدق و صفا اور صبر و رضا جیسی صفات ان کی گھٹی میں داخل تھیں۔ شب بیداری نے ان کی لوحِ جبیں کو چمکار رکھا تھا۔ خدا و رسول (جل و علا نصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا

عشق ان کا قبلہ اور ذکرِ نوشتہ تھا۔

ارشاد نبوت کے مطابق عظیم لوگوں کے امتحانات اُن کی عظمتِ شان کے اعتبار سے دوسروں کی نسبت زیادہ ہی سخت ہوتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم شاہِ لائانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے امام الاولیاء تھے، اس لئے آپ کو بڑے بڑے خاراگہ از مرحلوں سے گزرنا پڑا اور بڑے بڑے جانکاهِ صدمات سے حضرت کو آزمایا گیا مگر قربانِ جانیں اس بلند ظرفی اور عالی ہمتی کے، کہ ہر آزمائش میں پورے اترے۔ یہ تینوں جگہ پارے بھی عین عالمِ شباب میں باری باری عالمِ آخرت کو سدھار گئے مگر حضرت اقدس سے تسلیمِ رضا کا دامن نہ چھوٹا اور اُسوۂ شبیری کا یہ وارث خندہ پیشانی سے ہر مصیبت برداشت کرتا رہا۔ مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ اسی کا نام ہے اور یہ دولت انہی کو ملتی ہے جن کا مقدر بہت بلند ہو۔

حضرت اقدس تینوں حضرات کی سعادت مندی سے بہت خوش تھے ان کی زندگی میں تو انھیں صاحبِ جزاءہ صاحب بھی نہ کہلوانے دیا کہ یہی حسنِ تربیت کا تقاضا تھا مگر وصال

حَدَّثَنَا النَّاسُ بِلَا عِلَالٍ نُبِيَّائِهِ ثُمَّ الدَّالْحُونَ ثُمَّ الْآلَاءُ مَثَلُ خَالٍ مَثَلُ

خدا کی طرف سے جو مصائب نازل ہوتے ہیں وہ سب سے زیادہ انبیاء پر پھر نیک لوگوں پر پھر درجہ بدرجہ (کنوز الحقائق، جامع ضعیج ج ۱۔ ص ۱۴۱) ایک طویل حدیث پاک کا ترجمہ ہے کہ حضرت مصعب بن سعد سے روایت ہے۔ اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کن لوگوں پر زیادہ مصیبت آتی ہے فرمایا انبیاء پر پھر نیک لوگوں پر پھر درجہ بدرجہ۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کو دین کے اندازے کے مطابق آتی ہے۔ اگر اس کے دین میں سختی ہے تو اس کی مصیبت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اس پر مصیبت بھی ملتی آتی ہے اور اللہ کے بندے پر مصائب نازل ہوتے رہتے ہیں اور یہ بوجھ وہ کندھوں پر اٹھائے چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔

(حلیۃ الاولیاء مسند احمد)

کے بعد تحدیثِ نعمت کے طور پر اکثر فرمایا کرتے زندہ رہتے تو تینوں دلی تھے۔ اب اختصار کے ساتھ تینوں کا ذکر الگ الگ کیا جاتا ہے۔

حضرت سید فدا حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جنور شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر اور خلق و خلاق میں آپ کے منظر اتم تھے۔ پاکیزہ کردار، شستہ اطوار، کم گفتار، ادب شعار و حیا دار تھے۔ جنور قبائے عالم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں کمالِ تعظیم سے حاضر ہوتے اور حاضری کے دوران پس پشت کھڑے رہتے۔

دربار کے خدمت گاروں اور درویشوں پر بہت نوازش فرماتے۔ عفو و درگزر میں خاندانی روایات کے حامل تھے اور کسی درویش سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی تو فوراً نظر انداز فرمادیتے ان کے بارے میں اکثر فرماتے مجھے ان کی تادیب کا کوئی حق نہیں کیونکہ یہ جنور قبلہ عالم کے درویش ہیں۔

پہلے پہل آپ نے موضع چک قریشیاں میں سلسلہ زراعت شروع کیا اور وہیں مرزا گوہر بیگ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سلسلہ درس و تدریس شروع کیا۔ علم و فضل سے فطری لگاؤ تھا چنانچہ شریعت و طریقت کی محفل میں رونق افروز ہوتے تو جانِ محفل ہوتے تبلیغ و اشاعتِ اسلام سے گہری دلچسپی تھی۔ بابا جمال دین مرحوم کی روایات کے مطابق حضرت باطل فرقوں کی تردید اور اہل سنت کی تائید بڑے مدلل اور پُر زور انداز میں فرماتے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے اسلام کی خدمت و اشاعت کے لئے اپنے وصال سے ایک سال قبل (۱۳۳۹ھ میں) جماعتِ رضائے مصطفیٰ کی بنیاد رکھی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد، فتنہ ارتداد نے سراٹھایا تو مذکورہ

جماعت نے اس کے خلاف بڑے مصائب جھیل کر سخت بے سرو سامانی کے عالم میں اسلام کا دفاع کیا۔ جماعت کی ۱۳۴۲ھ کی روئداد (میرے پاس موجود ہے۔ اس) میں اسمائے گرامی حضرت مصطفین و مقررین کے عنوان سے بر عظیم کی نمایاں ترین اسلامی شخصیتوں کے مبارک نام درج ہیں۔ ہمارے ممدوح کا ذکر یوں ہے۔

محب دین و سنت، عدو کفر و بدعت، حضرت پیرید فدا حسین شاہ صاحب خلع رشید حضرت قدوة السالکین عالی جناب پیرید جماعت علی شاہ صاحب ثانی علی پوری دامت فیوضہما۔

حضور قبلہ عالم کی خصوصی تربیت کے زیر اثر علم باطن میں بھی بلند مقام پر فائز تھے صاحب حال اور صاحب کرامت تھے

بہر حال یہ مہتاب ولایت ابھی شباب کی منزل میں تھا کہ کچھ عرصہ مرض استفا میں مبتلا رہ کر ۱۳۴۴ھ کو جمعرات کے دن غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

حیف در چشم زون صحبت یار آخر شد
رفٹے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
آپ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے چھوڑے۔

- ۱۔ حضرت پیرید علی اکبر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ اپنے والد ماجد کے فرزند اکبر تھے، سادگی اور علم کا مرقع تھے نہایت متورع اور متشرع تھے۔ آپ نے منازل سلوک اپنے جدا مجد علیہ الرحمۃ ہی کے زیر سایہ طے کیں اور خلافت بھی حاصل کی جنک ستمبر ۱۹۶۵ء کے کچھ دن بعد فوت ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ آپ کے تین فرزند آپ کی یادگار ہیں جن میں سب سے بڑے مخدوم و محترم جناب الحاج پیر محمد اسلم شاہ صاحب مدظلہ ہیں
- ۲۔ حضرت سید علی اصغر شاہ صاحب مدظلہ۔ آپ حضرت سید فدا حسین شاہ صاحب

علیہ الرحمۃ اللہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ صورت میں وجیہ سیرت میں بلند، علم و فضل سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ آپ کا فیض بھی جاری ہے۔

۴۔ حضرت سید قطب نثار شاہ صاحب۔ آپ اُردو و فارسی میں وسیع دسترس رکھتے ہیں۔ حافظِ قرآنِ پاک بھی ہیں اور قدرت نے شعر و شاعری کا مذاقِ سلیم بھی بخشا ہے۔

حضرت سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضور قبلہ عالم شاہِ لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اوسط تھے۔ عمر عزیز کا بیشتر حصہ اپنے ننھیال (موضع چک قریشیاں) میں جہاں حضور کی زمین تھی، گزارا اور وہیں خدام کے ساتھ کھیتی باڑی اور اراضی کی نگہداشت میں مصروف رہے۔ از حد فرض شناس، مجنتی، متوکل علی اللہ، مودب اور معاملہ فہم و دور رس تھے ہر کام میں حضور قبلہ عالم کے اشارہ ابرو کو قبلہ عمل بناتے۔ حضرت والا بھی، جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا، انہی کو مشورے کے لئے طلب فرماتے۔

نہایت خوش خلق، منکسر المزاج، مہمان نواز اور دریا دل تھے۔ غریبوں و فقیروں کی خدمتِ اعانت خفیہ طور پر فرماتے۔ ہر کس و ناکس آپ کی تواضع اور حسنِ اخلاق کا مدارج و معترف تھا۔ از بس وفا شعار و اطاعت گزار تھے جو کچھ کہتے حضور قبلہ عالم کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ حضور بھی اکثر فرماتے، خادم حسین نے اپنے لئے کچھ نہیں کمایا یعنی جو کچھ کمایا، دربار میں لا دیا۔ خصائل و شمائل میں حضور قبلہ عالم کے منظر اتم تھے، سادگی، بے نفسی، غریب پروری اور پھر ساتھ ہی باطن میں عظیم الشان وسعت سے مزین تھے۔

آخر حیات دبرکات کا ایک گنج گنا نما برسمیٹ کر جوانی ہی کے ایام میں اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

ع خدا رحمت کن دایں شہسوارِ پاک طینت را

مزار شریف رعلی پور سیداں شریف میں شمال مشرقی قبرستان کے اس گوشے میں واقع ہے

جس میں اس قدسی خاندان کے دوسرے مزارات و مقابر بھی ہیں لوح مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۝

مدیخ وفات حسرت آیات حضرت صاحب سید خادم حسین شاہ مرحوم و مغفور

ابن حضرت غوثِ زماں، قیومِ دوراں، قطبِ الاقطاب عالیجناب قبلہ عالم حضرت اقدس سید

جماعت علی شاہ دام برکاتہ علی پور مغربی مورخہ ۲ شعبان ۱۳۴۲ھ بروز جمعرات

قدرتِ کاملہ نے آپ کو چار فرزند انِ صالح سے نوازا۔

۱۔ حضرت پیر سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ

کے فرزندِ اکبر تھے۔ خوش وضع، خوبصورت، متواضع، مدبر، معاملہ فہم اور صاحب توفیق و ہمت

انسان تھے۔ علومِ باطنی کے علاوہ علومِ ظاہری میں بھی وسیع دسترس رکھتے تھے۔ ربیع الاول

۱۳۹۷ھ میں چند ہفتے بیمار رہ کر وفات پائی اور خاندانی مقابر کے احاطے میں دفن ہوئے

۲۔ حضرت پیر سید مظہر حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ۔ نہایت خوش خلق، بلند ہمت اور

فرض شناس تھے اپنے وقت میں لنگر کا انتظام و انصرام گویا انہی کے ذمہ تھا۔ حضور قبلہ عالم

شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ ان پر از حد مہربان اور خوش تھے آغازِ شباب ہی میں چند روز بیمار رہ

کر رہی بقا ہو گئے غرّ آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

۳۔ عالی جناب، فیض مستطاب، معالی القاب سیدنا و مرشد حضرت پیر علی حسین شاہ

صاحب مدحنا اللہ بقیۃ حبہ الی یوم المیزان

آپ حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے محبوب ترین نبیرہ مقدس ہیں۔ صوفی

محمد رفیق صاحب لکھتے ہیں: ۱۔ جس طرح چاند سارے ستاروں میں ایک ہے

ویسے ہی میرا شیخ ہزاروں میں ایک ہے

آپ نے تمام مشاغل دنیوی ترک کر کے حضور کی خدمت ہی کو اپنا فرض اولین بنایا اور حضور نے بھی جملہ اسرار و معارف کے عطا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ آغاز ہی میں آپ کی مبارک پیشانی سے انوارِ رشد و ہدایت روشن ہو پیدا تھے۔ آپ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حینِ حیات میں خفائی ایشخ تھے آپ نے حضور کی زندگی میں خلعتِ خلافت سے سرفراز ہو کر سلسلہٴ تلقین و ارشاد شروع کیا مگر آفتابِ ولایت کے سامنے یہ ہمتاب ماند رہا لیکن حضور کے وصال کے بعد یہ ہمتاب آفتاب بن کر عالم میں ضیا پاشی کر رہا ہے۔۔۔ حضور شاہِ لاثانی نے اتحادی توجہ کی مثال دنیا کے سامنے عملی رنگ میں پیش فرمادی اور حضرت بایزید بسطامی حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہم الرحمۃ کی روایات کو از سر نو زندہ کر دیا۔۔۔ آپ کی شخصیت میری توصیف سے بالاتر ہے (تفصیل اگلے باب میں)

۴۔ حضرت پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب مدظلہ :- ابتدا ہی سے اپنے برادرِ اکبر حضور سجادہ نشین دامت برکاتہم کے ساتھ شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ کی خصوصی تربیت کفالت سے مشرف ہو گئے۔ استعدادِ وسیع تھی اس لئے موردِ الطاف و عنایات رہے۔ پہلے حضور شاہِ لاثانی نے اپنے وصال شریف کے بعد جلوہ افروز ہو کر بیعت سے نوازا پھر حضرت سجادہ نشین مدظلہ نے۔ انہی سے خلافت پاکر ایک عالم کو سیراب فرما رہے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ادب و وفا، خلوص و صفا، دوام ذکر اور اصابت فکر میں ایک اونچے مقام پر فائز ہیں انتظامی و تعمیری امور میں آپ کی رائے عالی خصوصی اہمیت کا درجہ رکھتی ہے اور حضور نقشِ لاثانی مدظلہ اعتماد و تحسین سے نوازتے ہیں۔

قبلہ حضرت پیر سید غلام رسول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضور شاہِ لاثانی قدس سرہ کے تیسرے اور آخری فرزندِ ارجمند تھے۔ صاحب فضل و کمال، آئینہٴ حسن و جمال، خوبصورت و بلند سیرت، صاف دل و پاک ضمیر، صابر و عرصہ مند،

حلیم الطبع اور زاہد تھے۔ سخی ایسے کہ پاس اگر کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر بھی غریب و مساکین کی داد رسی و حاجت روائی فرماتے حتیٰ کہ کبھی ضرورت محسوس فرماتے تو بدن کے کپڑے بھی محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔ اہل دل کی جس محفل میں رونق افروز ہوتے، شمع محفل ہوتے اسی رسم و راہ، اور ربط و ضبط، کا نتیجہ تھا کہ آپ نے مجاذیب سے بھی فیض پایا۔ کسی بزرگ یا مزار کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنے تعارف سے ساتھیوں کو روک دیتے۔

۲۶ محرم ۱۳۳۹ھ کی بات ہے آپ موضع چک قریشیاں تشریف لے گئے اور وہاں ہر ایک سے ملاقات بھی کی اور سائلوں کے سوال بھی پورے کئے۔ اگلے روز بخیر و عافیت تشریف لے آئے اور حسب معمول اہل حاجت کی حاجت روائی میں مشغول ہو گئے۔ غسل کر کے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر اسی طرح نماز عصر بھی نہایت سکون سے سرانجام دی چہرہ اقدس پر بیماری یا پشمردگی وغیرہ کے کوئی آثار نہیں تھے۔ البتہ جب گھر تشریف لے گئے تو بازو پر درد ظاہر کیا اور اس پر مالش کی مگر ساتھ ہی فرما دیا میں ایک دو گھڑی کے بعد مسافر ہوں، چنانچہ قبل از مغرب ہی میں ۳۳ سال کی عمر میں ۲۷ محرم ۱۳۳۹ھ کو جام وصل نوش فرمایا۔ (إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ)

اولادِ نرینہ | حضرت قبلہ سید غلام رسول شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے دو فرزند تھے۔

۱۔ حضرت پیر سید زین العابدین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ اپنے والد گرامی کے

بڑے صاحب زادے تھے اُن کے وصال کے وقت ان کی عمر ۹ برس تھی پھر اپنے

جد امجد حضور شاہ لا ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ پرورش پائی اور تعلیم حاصل کی

(غالباً) ۱۹۷۹ء میں دار فنا سے رخصت ہو گئے (إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ)

۲۔ حضرت سید باقر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ اپنے والد ماجد کے

سانحہ ارتحال کے وقت ابھی گود ہی میں تھے۔ بہت مودب، سلیقہ شعار دیار اور باہمت

تھے۔ پندرہ برس کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ)

قدوة العارفين زبدة الواصلين اسوة الكاملين، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت زیدنا و مرشدنا

حضور پرنور الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

سجادہ آراتے دربار لاثانی علی پور سیداں شریف

منعم مکن از عشق وے اے مفتی زماں

معذور دارمت کہ تو او را ندیدہ (خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ)

حضور قبلہ عالم شہ لاثانی قدس سرہ کے تینوں فرزندان والا شان (علیہم الرحمۃ) جیسا کہ گزشتہ اوراق سے واضح ہے، آپ کی حیات ظاہری ہی میں واصل بحق ہو چکے تھے (انا للہ وانا الیہ راجعون) لہذا آپ کے وصال پر خلافت کبریٰ (یا سجادہ نشینی) آپ کے محبوب ترین بھیرہ اقدس فخر سادات کریم الصفات سیدی و مولائی حضور پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے مزین و مشرف ہوتی۔

حضرت سجادہ نشین مدظلہ، حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے فرزند اوسط سند اکرام، عظیم النقام حضرت پیر سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ فی الدارین کے ہاں ۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ (۱۱ فروری ۱۹۱۷ء) کو رونق افروزائے گیتی ہوئے۔ چند ہی سالوں میں والدین کریمین کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا تو خود جدا مجد (حضرت شاہ لاثانی قدس سرہ) نے ولایت کے اس در پیتیم کی کفالت و تربیت کا ذمہ سنبھال لیا۔

حصولِ علم | ابتداءً آپ کو مقامی لوٹرڈل سکول میں داخل کر دیا گیا۔ ابھی دوسری

یا تیسری جماعت ہی میں تھے کہ حفظِ قرآن کریم کی خاطر مفسرِ قرآن حضرت مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں لاہور بھیج دیئے گئے۔ ابھی چودہ پارے ہی حفظ کئے تھے اور فقہ کی کچھ بنیادی کتابیں ہی پڑھی تھیں کہ آپ کے برادرِ اکبر (اور حضرت پیر سید خادم حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزندِ ثانی) پیر سید مظہر حسین شاہ صاحب سخت بیمار ہو گئے لہذا ان کی تیمارداری کے لئے پھر آپ کو واپس بلایا گیا اور سابق سکول میں دوبارہ داخل کر دیا گیا اور بار عالی میں شدید مصروفیات کی بنا پر حضرت بڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے اور وہاں سے جلدی ہی نوٹ آئے۔ مگر مبدیاض کی قدرت کا رنگ دیکھئے، اس بے نیازی کے باوجود کہ بستے تک کا تکلف طبع نازک پر بار تھا، نتیجے کے وقت اول یا دوم آئے رہے۔ حضرت کے برادرِ اصغر حضرت پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب مدظلہ العالی اُس دور پر نازاں ہیں کہ لاہور سے واپسی پر یہ بھی آپ کے ہم جماعت ہونے کا شرف پاس کے۔ مگر یہ دور بھی بہت مختصر ثابت ہوا۔ حضرت پیر سید مظہر حسین شاہ صاحب طویل علالت کے بعد ملکِ بفا کو سدھار گئے تو اب دربارِ شریف کی روز افزوں مصروفیات پھر حضرت کو سکول سے بھی کھینچ لائیں۔ اس طرح گویا چوتھی یا پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد تعلیم کا یہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔

یہ تو سب ظاہر کی باتیں ہیں ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ علم و عرفان سے ایک عالم کو منور کرنے والے جدا مجد نے اپنے نو نہال کو کس کس علم سے آراستہ فرمایا (وہ شخصیت جس کے آستانے سے وقت کے جلیل القدر فضلا و علماء علم کی بھیک مانگنے کے لئے جھولیاں پھیلاتے ہوں خود اس سے محروم کیونکر رہ سکتی ہے) حضرت مولائے روم رحمہم القیوم نے بھی تو اکتسابِ علم کا ایک خاص طریقہ بتایا ہے۔ وہ یہ کہ

سرکہ کن در چشم خاک اولیاء لے
نابہ بیستادانا انتہا

نیز فرماتے ہیں :-

عقل دو عقل است اول مُکسبی
از کتاب و استاد و فکر و ذکر
کہ در آموزی چو در مکتب صبی
عقل دیگر بخشش یزدان بود
از معانی و از علوم خوب بکر
چشمہ آل در میان جاں بود لے
روایت ہے کہ ایک بار حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ نے اپنے نورِ نظر سے فرمایا بچے ناری
سیکھ لے پھر خود ہی فرمایا ”اچھا بھلا نہ سیکھ دیکھیں نہ سیکھ کر کیا ہوتا ہے“ (یعنی کونسی کمی رہ

لے یعنی اے انسان اولیاء اللہ کی خاک پا کر اپنی آنکھ کا سرکہ بن لے تاکہ تجھے ابتدا سے انتہا
تک ہر چیز نظر آئے۔

لے عقل دو طرح کی ہے ایک عقل کسی جس کو تم اس طرح حاصل کرنے ہو جس طرح بچہ مدرسے
میں کتاب کے مطالعہ استاد کو تعلیم اور خود اپنے غور و فکر سے علوم و معانی اور دیگر عمدہ و
تازہ علوم سیکھتا ہے۔ دوسری قسم کی عقل حق تعالیٰ کا انعام ہے جس کا سرچشمہ روح
کے اندر ہے۔

حضرت مولائے روم علیہ الرحمۃ نے یہ نکتہ مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے سیکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ الْعَقْلَ عَقْلَيْنِ
وَلَا يَنْفَعُ مَسْمُوعٌ
فَمَطْبُوعٌ وَمَنْعُوعٌ
إِذَا لَمْ يَكُ مَطْبُوعٌ
وَصَوْنُ الْعَيْنِ مَمْنُوعٌ
كَمَا لَا يَنْفَعُ الشَّمْسُ

(احادیث ثنوی)

جاتی ہے، فی الواقع حضور کی نظر نور نے اپنے نورِ نظر کے علم میں کوئی کمی نہ رہنے دی اور قلب و روح کو بیدار کر کے علوم و معارف کا سرچشمہ بنا دیا۔

اے ایسا سرچشمہ جس سے وقت کے حیدرِ علما و فضلا سیراب ہو رہے ہیں۔ استادِ العلما حافظ محمد عالم سیالکوٹی الحاج پیر محمد سلیم صاحب فیصل آبادی حضرت مولانا غلام رسول صاحب (سمندری والے) اور قبلہ حافظ محمد اجمل صاحب (پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور) جیسے اکابر سے جنہیں حضرت والا کے تضرعات علمی کا گہرا تجربہ ہے، پوچھتے، آپ کی توجہ قلب و ذہن پر انوار و اسرار کے کیا کیا دروازے کھولتی ہے۔ یاد رہے اولیائے کرام کی عظمتوں کے جلوے صدق و اخلاص کے آئینوں میں نظر آتے ہیں، بغضِ انکا کے اندھیروں میں نہیں۔ جس دل میں جتنا عجز و انکسار ہوگا، اتنا ہی ان کے ہاں قرب ملے گا اور جس قدر قرب میسر ہوگا، اسی قدر پرے اٹھیں گے گویا جو سب سے زیادہ مقرب ہے، وہی سب سے زیادہ، رازدار ہے۔ چنانچہ حضور اکرم نورِ عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو بھی جس حد تک کلیم طورِ نبوت جناب سیدنا صدیق اکبر سمجھتے تھے، اور صحابہ کرام نہیں سمجھتے تھے (رضی اللہ عنہ و عنہم اجمعین) وہ کیا ہے؟ وہی کمال عجز و کمال قرب۔ مختصر یہ کہ اہل ظاہر کے علم کا پتہ ان کی تقریروں، تصنیفوں یا مناظروں سے چلتا ہے مگر اہل باطن کے باطنی علوم اپنے ہی نورِ باطن سے کھلتے ہیں۔ اس مہید کو مزید طول دینے کے بجائے اب نقشِ لاثانی حضور قبلہ عالم حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی کی وسیع علمی دسترس کے ایک دو شواہد ان کے نیاز مندوں کی زبانی پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ عزیز مکرم صوفی محمد اعجاز صاحب بی۔ ایس سی ایگریکلچر جو آج کل گوجرانوالہ میں مقیم ہیں، بیان فرماتے ہیں: "۱۹۷۰ء میں میں نے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں تھرو ڈائیر کا امتحان دیا۔ فارغ ہو کر دربارِ عالی میں حاضر ہوا۔ حضرت اقدس نے استفسار فرمایا، پرچے کیسے ہوتے؟ میں نے عرض کیا نباتات کے سوا سب اچھے ہوتے، اس وقت میری زبان پر لفظ باٹانی BOTANY آئے

(حاشیہ نقیہ صفحہ گذشتہ) آتے اس لئے رک گیا کہ حضرت تو انگریزی پڑھے نہیں ہیں۔ رات سویا تو خواب میں دیکھا حضور فصیح انگریزی میں اسی مضمون پر ایسا لکچر دے رہے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سے نہ سنا تھا۔ اس واقعے کے بعد میں نے کبھی غیر ملکی زبان کے الفاظ بولنے سے بھی پرہیز نہیں کیا اس لئے کہ حضور جانتے ہی تو ہیں۔

۲۔ ایک اور عزیز محمد بلال (محلہ غرایاں، سیالکوٹ) کا بیان ملاحظہ ہو۔

”۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے کہ ہمارے محلے کے ایک اور دوست (جنہیں راقم الحروف بھی جانتا ہے) مسجد محلہ غرایاں میں موزن کے فرائض سرانجام دیتے تھے کسی وجہ سے ناراض ہو کر تین چار دن اس سعادت سے محروم رہے۔ اس دوران میں نے خواب دیکھا کہ حضور قبلہ عالم مدظلہم العالی اسی مسجد میں جلوہ افروز ہیں اور دوست مذکور کو سامنے بٹھا کر پوچھتے ہیں کیوں بھتی اتنے دن کہاں رہے اور اذان کیوں نہ کہی انہوں نے اپنے معروف غیر ذمہ دارانہ انداز میں جواب دیا ”حضرت میں تو یہیں ہوں اور اذان بھی کہتا ہوں“ حضور جلال میں آگئے اور فرمایا ”رب تعالیٰ نے مجھے پانچوں علم عطا فرمائے ہیں میں سب کچھ جانتا ہوں۔ یہ دنیا میرے لئے ایک کتاب کی مانند ہے۔“

یہ سب کچھ جانتا تو وہی لوح محفوظ کا علم ہے جس کی طرف مولانا روم نے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے

لوح محفوظ است پیشِ اولیا از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

اور پانچوں علوم سے مراد ہمارے نزدیک غیوبِ خمسہ (قیامت، بارش، کا وقت، رحموں کے اندر کی چیز، کل یعنی مستقبل، جاتے موت کا علم) ہیں۔ منکرینِ علم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی انکار کرتے ہیں مگر حقیقت وہی ہے جو حضرت عبدالعزیز دباغ نے الابریز میں فرمائی ہے

هُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْخَمْسِ الْمَذْكُورَةِ فِي

الْآيَةِ وَكَيْفَ يَخْفَى ذَلِكَ وَالْأَقْطَابُ السَّبْعَةُ يَعْلَمُونَهَا وَهُوَ دُونَ الْمَوْتِ فَكَيْفَ بِالْمَوْتِ فَكَيْفَ بِسَيِّدِ الْوَلِيِّينَ وَالْآخِرِينَ الَّذِي هُوَ سَبَبُ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْهُ كُلُّ شَيْءٍ (ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا

یاد رکھیں اللہ کا بندہ کامل بہت پڑھے لکھے کا علم سب بھی کر سکتا ہے اور بے پڑھے لکھے کو علم کے بلند مقامات پر فائز بھی کر سکتا ہے اور ہمارے خواجہ لاثانی قدس سرہ نے یہ کچھ کر کے دکھایا بھی ہے جس کی ایک دو نہیں بہت سی مثالیں مل جائیں گی۔

تربیت کا آغاز و انداز | ماہر اسرار حضرت پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب مدظلہ کے نزدیک حضرت کو لاہور سے تیمارداری

کے لئے بلانا محض ایک ظاہری وجہ ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ اپنے تختِ جگر کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر جہاں بینی و جہاں بانی کے رموز سکھانا اور اپنے سینے کے اُن تمام انوار کا امین بنانا چاہتے تھے جن سے خود ایک دُنیا کو بقعہ نور اور ہزاروں دلوں کو منور فرما چکے تھے۔ لاہور بھیجنے سے بظاہر وہ سلسلہ تربیت و صحبت کچھ موقوف سا ہو گیا تھا جو اصل میں سرمایہ زندگی تھا۔

یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قدرت خود اس نو نہال کو ہر قیمت پر اُگے لانا چاہتی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ سے پہلے اس خالوادہ کریم کے جو افراد بڑھ چڑھ کر دربارِ عالی کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، تھوڑے ہی عرصے میں پس منظر میں چلے گئے اور جب یہ آفتاب اکبر اُٹھتا تو گویا کسی نہ کسی طرح بعض تاروں کی روشنی مدہم اور بعض کی غائب ہو گئی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

نہ بخشہ خدائے بخشندہ

والدین کا سایہ بچپن میں اٹھنا بہت سی مشکلات کا پیش خیمہ بن جاتا ہے مگر یہاں

۱ حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ ہو آ نہیں اور حضور پر یہ امور مخفی کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے

ساتوں قطب انہیں جانتے ہیں جبکہ وہ غوث بھی نہیں، پھر غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سید الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جو ہر شے کا سبب ہیں اور جن سے ہر چیز ہے!

روشن مستقبل کی مضبوط بنیاد اسی صورت حال پر رکھی گئی۔ حضور قبلہ عالم کے اپنے ذمہ تربیت سے بڑھ کر کوئی نعمت ہو سکتی تھی اور اس نعمت کا حصول بغیر داغِ مٹی کے کیونکر ممکن تھا چنانچہ آخر میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب حضور نے وراثتِ اسلامی کے قانون کے مطابق جائیداد سب اولاد میں تقسیم کر کے انہیں الگ الگ رہنے کا موقعہ ہم پہنچایا مگر ان دو یتیموں کو پھر بھی جُدا نہ کیا۔

غور کریں تو یہ سلسلہ تربیت بہت پہلے شروع ہو چکا تھا اور حضور قبلہ عالم اپنے حقیقی وارث کا انتخاب آغاز ہی میں اپنی نگاہِ درہن سے کر چکے تھے چنانچہ روایت ہے کہ حضرت ابھی دو مہینے سال کے تھے جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تسبیح اس ہونہار پردہ کے گلے میں ڈال کر گویا طبیعت میں ذکر و عبادتِ خداوندی کا ذوق راسخ فرماتے تھے۔

حضور کی شفقت و نوازش اور نگرانی و پاسبانی کا انداز ہر ذی شعور کو باخبر کر رہا تھا کہ آپ اپنے بعد کسے مقتدا دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ چودھری محمد صدیق خادمِ دربار علی نے قبلہ عالم کے ایک پرانے نکتہ شناس برید (چودھری خیر دین مرحوم آن جنوں گوارہ) سے پوچھا کہ آخر سب میں آپ کو حضرت والا قبلہ محترم جناب سجادہ نشین مدظلہ سے یہ مخلصانہ رابطہ کس بنیاد پر ہے انہوں نے جواباً فرمایا کہ مجھے خود حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پیروی کا سبق اس وقت سکھایا تھا جب یہ محض پانچ چھ سال کے تھے۔ ہو آیا کہ ایک بار حضور والا اپنے رہائشی مکان (واقع علی پور سیداں شریف) سے باہر دربار شریف کی طرف آ رہے تھے اس وقت خوش قسمتی سے حضور کے ساتھ یہ تھے یا میں۔ ہم دونوں حضور کی سواری کے آگے

لے مجھے یقین ہے کہ قطبِ مدار کی تسبیح چھو لینے سے مردہ دل بھی زندہ ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ وہ جو ظرفِ کامل کے پیدا ہو آئے اور جس کے گلے میں وقت کا قطب الاقطاب خود تسبیح ڈالنے کا خصوصی اہتمام فرما رہا ہو۔

اگے چل رہے تھے اور مجھے آپ بار بار فرماتے تھے کہ تم بچے کے پیچھے کیوں نہیں چلتے یہ طفولیت کی معروف اداؤں کا مظاہرہ فرماتے ہوئے کبھی کبھیت کے کنارے پر ہوتے اور کبھی بیچ بل کھاتے جاتے۔ میں اگر پوری طرح پیروی نہ کر پاتا تو حضور پھر ناراض ہو کر وہی جملہ دہراتے۔ اس واقعہ سے میں سمجھ گیا کہ حضور مجھے اپنے بعد ان کے دامنِ کرم سے وابستہ کر رہے ہیں۔

آپ جوں جوں ہوش سنبھالتے گئے، ذمہ داریاں بڑھتی گئیں (اُن کا ذکر آگے آتے گا) حتیٰ کہ لاہور سے واپسی سے کچھ عرصہ بعد دربارِ عالی میں حضور قبلہ عالم کے بعد ناظمِ اعلیٰ (چیف ایڈمنسٹریٹر) آپ ہی کی ذاتِ ستودہ صفات تھی۔ تربیت کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ دربارِ عالی میں موجود حقیر سے حقیر چیز کا بھی پورا پورا خیال رکھوایا جاتے۔ آپ یہ روایت خود سناتے ہیں کہ ایک بار حضور بر عظیم میں واقع عظیم مزارات کی زیارت کے لئے دورِ دراز کے سفر پر روانہ ہوئے تو بعد میں اس چھوٹی سی کنتلی کا ڈھکنا کہیں کھو گیا جس میں آپ کے لئے قبوہ تیار کیا جاتا تھا۔ تلاش کی تمام کوشش بے سود ثابت ہوئی تو بڑی احتیاط کے ساتھ بالکل اُسی وضع کا ڈھکنا ماروال سے خرید کر کنتلی پر رکھ دیا۔ حضور واپس تشریف لے آتے تو قبوہ ملاحظہ فرماتے وقت پہلے اسی ڈھکنے کے متعلق سوال کیا پھر فرمایا ایک مہینے تک بار بار قبوے کے وقت یہی فرماتے دیکھو جی ڈھکنا تھا اُس کی بھی حفاظت نہ کر کے لے

اے دراصل ڈھکنا مقصود نہیں تھا اصل میں تربیت کے دوران اپنے نورِ نظر کو اتنا چوکس کرنا مطلوب تھا کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ضائع نہ ہونے پاتے۔ یہی حسنِ انتظام کا تقاضا ہے اور حضور قبلہ عالم شاہِ لاٹانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک حسنِ انتظام ادھی درویشی ہے۔ یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ ایک دنیا اس مردِ کامل کی انتظامی صلاحیتوں پر دنگ ہے اور اس کا کمال عرسِ مقدس کے موقع پر نظر آتا ہے جب لاکھوں انسانوں کا ہجوم ہوتا ہے اور ہزاروں قسم کے امور درپیش ہوتے ہیں مگر آپ میں کہ ہر کام گویا اپنی نگرانی میں کر دیتے جاتے ہیں۔

آپ کی مصروفیات | سیدی حضرت پیر غلام مصطفیٰ شاہ صاحب مدظلہ کی روایت کے مطابق سکول کی پڑھائی کے دوران حضرت بظاہر

کسبِ علم کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے تو اس کی وجہ بھی حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضری اور دربار شریف میں شدید مصروفیات تھیں۔ اگرچہ یہ حاضری اور یہ مصروفیت خود بے حد نظر افروز اور علم آموز تھی، آپ اکثر رات گئے تک مشغول رہتے اور پھر کہیں نصف شب کے بعد جا کر آرام فرماتے۔ مگر یہ آرام بھی زیادہ تر ایک دو گھنٹے کے لئے ہوتا۔ اٹھنے اور حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پھر مل چلانے والوں کی آمد و کور واد ہو جاتے۔ یاد رہے کہ یہ سب لوگ تہجد گزار ہونے لگے اور گویا تہجد پڑھ کر باد وضو کھیتوں کی طرف جاتے تھے۔ حضرت ولابل جوتنے میں اُن سے تعاون کرنے کے بعد جلد واپس آکر اُن کے ناشتے کا انتظام فرماتے۔ پھر دربار شریف کے دوسرے حاضرین کا ناشتہ لایا جاتا۔ جن مہانوں کو جانا ہوتا اُن کا کھانا اس کے علاوہ تھا۔ اب دن کے ساتھ مہانوں کی آمد و رفت کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو جاتا۔ دو آرہے تو چار جا رہے ہیں، پانچ گئے تو آٹھ اور آگے ہیں۔ اُن سب کے لیے گھر سے بار بار کھانا لانے کے لئے دن بھر دوڑنے رہنا آسان نہیں تھا مگر جس کے لئے خداوند کریم آسان کرے، آسان بھی ہے۔ ڈاک کی دیکھ بھال اور خط و کتابت بھی آپ کے ذمے تھی۔ امامت بھی (بالخصوص تراویح میں) آپ سے مشرت ہو جاتی تھی۔ ہر روز مہانوں کو سنانے کا انتظام کرتے اور پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔

میرے جدِ محترم جناب چودھری علی محمد مرحوم بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت اکثر اس عالم شباب کی ساری ساری رات سرکارِ لاثانی کی دہلیز پر کھڑے رہ کر گزار دیتے تھے۔ اندر سے کبھی ذرا سی بھی آہٹ کا احساس ہوتا تو جھٹ حاضر ہو جاتے حضور اکثر فرماتے 'خبر نہیں یہ اڑکا مجھ سے کیا لینا چاہتا ہے' رات بھر جاگتا رہتا ہے۔

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضور سرکارِ لاثانی قدس سرہ اکثر و بیشتر فرمانے

”میرا تو ایک ہی ہے۔ میاں نظام الدین صاحب ساکن بھٹے کلاں درج ذیل واقعے کے راوی ہیں، فرماتے ہیں۔

”چورہ شریف سے حضرت صاحب جزاد تادرشاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا خط آیا تھا کہ بھینس مرگتی ہے۔ چند روز بعد جب صاحب جزادہ صاحب خود بھی دربار شریف میں پہنچ گئے تو حضور قبلہ عالم نے سب ریوڑ اُن کے سامنے کر دیا اور فرمایا جس بھینس کو بھی آپ پسند فرمائیں لے لیں۔

بعد ازاں سلسلہ کشتگو میں صاحب جزاد کے سوال کے جواب میں فرمایا ”ایک ہی تو ہے جو میری بات پوچھتا ہے“

میاں (نظام الدین صاحب) ہی کا بیان ہے کہ حضور شاہ لاثانی اکثر آپ کی خدمات سے خوش ہو کر یہ مصرعہ بھی پڑھا کرتے تھے

ع ”ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد“

میرے استاد گرامی حضرت قبلہ رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔
 ”میں ایک بار حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتجی ہوا کہ حافظ صاحب (پچو والی) والوں کا عرس ہے، سرکار شریف لے چلیں تو فرمایا میں کمزور ہو گیا ہوں اور اب سفر سے معذور ہوں، پھر میں نے عرس کی حضرت کسی صاحب جزادہ صاحب ہی کو بھیج دیں، جواباً فرمایا ”میرا تو بس ایک ہی ہے، وہ مجھے سنبھالے، میرے بہانوں کی خاطر داری کرے یا عرسوں میں جاتے۔“

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال شریف سے چند سال پہلے ہی آپ کو اجازت و خلافت

اجازت و خلافت

سے بھی نوازا دیا تھا اور اسے مزید موکد و موثق بنانے کے لئے اسے تحریر بھی فرما دیا تھا۔
 حضور کو اپنے اس نورِ نظر کے صاحب ارشاد ہونے سے ایسی دلچسپی تھی جو بیان

بلکہ تصور سے بالاتر ہے۔

چودھری مقبول احمد مرحوم (ساکن جون گرایہ) فرمایا کرتے تھے کہ میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر اس وقت بیعت ہوا جب حضور کی پیرائہ سالی دیکھ کر دل گھبرا جاتا تھا کہ آفتاب غروب ہونے والا ہے اور ہم گویا دن کے آخری حصے میں وابستہ دامن ہوئے ہیں۔ بار بار یہ خیال آتا تھا کہ کاش پہلے سے داخل سلسلہ ہوتے اور ہم بھی بہت سی محرومیں سے بچ جاتے۔ ایک دفعہ بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ یہی خیال پھر آیا۔ اتنے میں (مرد وزن کا) ایک جوڑا حضور کے ہاں حلقہ بگوش ہونے آیا تو آپ نے فرمایا، آگے جاؤ اور (حضرت سجاد نشین مدظلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) ان کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤ، دونوں نے اپنی طلبِ صادق کو کچھ مجروح ہوتے دیکھا تو ذرا رُک سے گئے۔ حضور قبلہ عالم نے پھر فرمایا: ”کہہ جو دیا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤ، جو ان سے بیعت ہوگا، وہ مجھی سے بیعت ہوگا۔ چودھری صاحب فرماتے ہیں، اس واقعہ سے مجھے پوری طرح تسکین ہو گئی کہ گویا حضور قبلہ عالم اپنے نورِ نظر کو جو دو سخا، لطف و عطا، تقسیم فیضان اور تزکیہ و توجہ میں اپنا قائم مقام بنا چکے ہیں۔“

انہی چودھری صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے باغ میں جلوہ افروز تھے کہ خدمتِ عالیہ میں پانی دم کرنے کے لئے پیش کیا گیا۔ حضور نے اپنے اس نورِ نظر کو دم کرنے کا حکم دیا۔ نیز فرمایا پہلے تم دم کیا کرو پھر میں کیا کروں گا۔“

حضور قبلہ عالم کو دنیا

کی حرص و آرزو سے سخت

حضور قبلہ عالم کی تربیت کا ایک خاص پہلو

نفرت تھی۔ پیری مریدی کو کاروبار کی حیثیت دینا، آپ کی نظر میں از حد معیوب تھا۔ بے نفسی

۱۔ اور گویا یہ تعلق انا گہرا ہے کہ من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی

تکس نگوید بسہ ازیں من دیگرم تو دیگر ی

و بے لوثی اور خلوص و تلہیت آپ کی کتاب زندگی کا اولین باب تھا۔ جلب زر اور جمع زر کو سرکارِ لاثانی نے ہمیشہ ایک جرمِ قبیح کی طرح دیکھا۔ وہ صبغۃ اللہ میں رنگے ہوئے تھے اور اسی رنگ میں اپنے نورِ نظر کو رنگا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب کبھی آپ اپنی آرزو کو تکمیل شکل میں دیکھتے تو حضور سرور کا اظہار فرماتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے چودھری کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ نے جو دربارِ عالی میں گویا خصلِ انحصار بلکہ کسی حد تک وزیرِ اعظم ہی سمجھے جاتے تھے، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے گجرات کے علاقے میں کسی عرس یا حتم میں شرکت کی التجا کی تو ارشاد ہوا میں جانے سے معذور ہوں، سیری جگہ (حضرت سجادہ نشین مدظلہ کی طرف اشارہ کر کے) انہیں لے جاؤ۔ صوفی عبد الغنی صاحب (جموں والے) بھی تین افراد کے اس قافلے میں شامل تھے۔ چونکہ اس علاقے میں حضرت کا یہ پہلا سفر تھا اس لئے لوگ جوشِ عقیدت و محبت میں زیادہ سے زیادہ خدمت کرنا چاہتے تھے، مگر آپ نے کسی سے بھی کچھ قبول نہ کیا۔ واپسی پر چودھری صاحب سے آپ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً عرض کی، حضور صاحب زادہ صاحب نے پیسے کو ہاتھ نہیں لگایا، سرکارِ لاثانی قدس سرہ بہت سرور ہوئے اور فرمایا ”مجھے اور کیا چاہئے، میں یہی کچھ دیکھنا چاہتا تھا۔“

میاں غلام قادر صاحب پوہوی بھی ایک ایسا ہی واقعہ بیان کرتے ہیں ان کی روایت کے مطابق حضور شاہِ لاثانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو موضع پہاڑی پور (ضلع فیصل آباد) چشتیاں اور بہاول پور کے علاقوں میں بھیجا تو وہاں بھی آپ نے نذرانوں کے قبول کرنے میں اسی بے نیازی کا ثبوت دیا اور لوگوں کے شدید اصرار کی بھی پروا نہ کی۔ واپسی پر پھر سرکارِ لاثانی قدس سرہ کے استفسار پر کسی ہمراہی نے اسی قسم کی رپورٹ پیش کی تو حضرت بہت سرور ہوئے اور فرمایا ”شکر ہے“

سجادہ نشینی کے واقعات

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ کے چہلم شریف کے موقع پر صاحبزادگان دربار چورہ

شریف اور دیگر کثیر التعداد پیران عظام کی موجودگی میں، عظمتِ خدمت کے عنوان سے آپ کی دستار بندی ہوئی گویا سجادہ نشینی کا یہ باضابطہ اور روایتی اہتمام تھا۔ علاوہ ازیں دوسرے مقامات مقدسہ پر بھی اس کا مخصوص انداز میں اعادہ ہوتا رہا۔ چند ایک واقعات درج ذیل ہیں۔

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کی سیرت میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ حضرت اقدس دربار سرہند شریف اور دربار چورہ شریف میں سالانہ عرس مبارک میں ضرور شمولیت فرماتے تھے۔ حضرت سجادہ نشین مدظلہ بھی اپنے جدِ امجد کی روایات کو جاری رکھتے ہوئے قیام پاکستان سے قبل ان دونوں مقامات پر بالالتزام جاتے۔ سرہند شریف تقسیم ملک کی بنا پر بھارت میں آگیا، ہاں چورہ شریف کی حاضری سہروز قائم ہے

شاہ لاثانی قدس سرہ کے وصال کے بعد جب پہلے سالانہ عرس مبارک پر چورہ شریف حاضر ہوئے تو اس وقت وہاں خواجہ خواجگان حضرت بادا جی علیہ الرحمۃ کے خانوادہ اقدس میں بزرگ ترین شخصیت آپ کی صاحبزادی صاحبہ سمجھی جاتی تھیں، کیونکہ حضرت بادا جی قدس سرہ کے ساتھ قریب ترین نسبی نسبت آپ ہی کو حاصل تھی (آپ کے جملہ برادرانِ معظم علیہم الرحمۃ، دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے) اس عرس مقدس میں دربار علی پور شریف سے دوسرے صاحبزادگان والا شان بھی حاضر تھے۔ حضرت قبلہ مائی صاحبہ موصوفہ رحمۃ اللہ علیہا نے ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں اپنے خاندان کے سب معززین کو اور علی پور شریف سے صرف ہمارے ممدوح موصوف حضرت سجادہ نشین مدظلہ کو بلایا گیا۔ حضرت مائی صاحبہ از حد ضعیفہ تھیں مگر پھر بھی آپ کی آمد سے پہلے باقاعدہ اعلان ہوا۔ ”مائی صاحبہ تشریف لا رہی ہیں“ سب نکلا ہیں نیچے رکھیں۔ چنانچہ آپ تشریف لائیں اور پھر ایک خصوصی دستار ہمارے حضرت مدظلہ کے سر

قدس پر رکھ کر فرمایا ”ماں شاہ صاحب دی جگہ قائم مقام کیتا۔“ حاجی محمد مقبول صاحب خادم خاص ساتھ تھے حضرت نے چند لمحے بعد دستار تار کر انہیں دینی چابی تو مانی صاحبہ مخدومہ نے تاکید فرمایا ”ابھی نہیں حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دے کر اپنے ڈیرے پر جاؤ اور پھر تارو۔“

دوسرا واقعہ یوں ہے کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف سے چند ماہ بعد مخدوم الاولیاء آفتاب چشت حضرت الکاج صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین دامت برکاتہ گولڑہ شریف یہاں دربار شاہ لاثانی میں آئے اور حضرت قبلہ سجادہ نشین دامت برکاتہ کو دستار مبارک پیش کر کے انکشاف فرمایا کہ اجمیر شریف سے واپس آیا ہوں اور یہ دستار حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے حکم سے پیش کر رہا ہوں۔

چورہ شریف کا مذکورہ واقعہ محرم ۱۳۵۹ھ میں پیش آیا۔ اسی سال صفر میں سرمنہ شریف میں امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عرس مبارک پر حاضری ہوئی۔ شاہ لاثانی قدس سرہ کے نورِ نظر کی دستار بندی یہاں بھی ہوئی۔ سجادہ نشین سرمنہ شریف فخر الاصفیٰ جناب خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد حضرت شیخ مجدد میں ایک جم غفیر کے سامنے عرس کے موقع پر حضرت کو دستار پہنائی اور اعلان کیا ”یہ دستار حضرت شاہ لاثانی کے جانشین ہونے کی حیثیت سے ہے۔“

سرمنہ شریف میں آپ کا قیام بھی وہیں ہوتا تھا، جہاں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قیام فرماتے تھے۔ سجادہ نشین سرمنہ کے خاندان سے بعض افراد بھی سرکارِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اس لئے بھی یہاں آپ کے لئے دوسرے مشائخ عظام سے امتیازی اہتمامات کئے جاتے تھے۔ یہی صورت حضور کے وصال کے بعد آپ کے نورِ نظر کے لئے قائم رہی۔

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ کے سجادہ نشین ہونے کی حیثیت سے حضرت مخدوم مدظلہ کی سیرت کے مندرجہ بالا

چند باطنی شواہد

واقعات ہی میں اگرچہ بہت کچھ موجود ہے تاہم ذیل میں ایک اور اندازہ سے اسی موضوع

پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ یہ بات کسی حد تک کھل کے سامنے آجائے کہ جس مردِ باصفا کو شاہِ لاثانی اپنا قائم مقام دیکھنا چاہتے تھے اس کے لئے آپ نے اور کیا کیا اہتمام کیا، نیز دیدہ قدرت میں اس کی مقبولیت کا کیا عالم ہے۔

اس سلسلے میں چند واقعات بابِ وصال میں بھی گزر چکے ہیں۔ انہیں دوبارہ دیکھ لیجئے یہاں کچھ مزید درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ عونی محمد سعید صاحب جہلمی علیہ الرحمۃ جو دربارِ عالی میں تعویذات پر مامور تھے اپنا واقعہ یوں سنایا کرتے تھے۔

’ میں کسی مردِ کامل کی تلاش میں تھا اور اس سلسلے میں میرا کسی حد تک فیصلہ بھی ہو چکا تھا کہ ایک اور دوست نے دربارِ شاہِ لاثانی کا ذکر کیا۔ اب میں تذبذب میں پڑ گیا۔ تو اساذِ مرحوم سے اس کا حل پوچھا۔ انہوں نے اشارہ بتایا۔ ارشاد پر عمل کیا تو ہمیں کا اشارہ ہوا۔ چنانچہ دربارِ عالی میں حاضر ہوا اور سیدی و سندی حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب کے دستِ پاک پر بیعت ہو گیا۔‘

۲۔ سیالکوٹ شہر کے مشہور مزدور لیڈر (اور لاثانی ورکرز یونین کے صدر) جناب مرزا احمد بیگ فرماتے ہیں :-

’ میں جھنگ گھیانہ میں محکمہ شکار (فشریز) میں ملازم تھا۔ کسی مردِ حق کی جستجو تھی۔ اتفاق سے بزمِ ضوئیا نامی کتاب کہیں سے ہاتھ آگئی۔ مطالعے کے دوران حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی دہلوی علیہ الرحمۃ کا فرمان بھی نظر سے گزرا کہ جو شخص شیخِ کامل کی تلاش میں ہو، اُسے حضرت داتا گنج بخش ہجویری قدس سرہ کی تصنیف لطیف کشف المحجوب کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس کی برکت سے قدرتِ کاملہ اس کی رہنمائی فرمائے گی‘ میں چونکہ زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوں اس

لئے اس کتاب کا اردو ترجمہ منگوایا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک دن پڑھتے پڑھتے نیند آگئی تو خواب میں دو بزرگ تشریف لے آئے۔ ان میں ایک توسیدی و سندی حضور قبلہ عالم حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مظلہ العالی تھے۔ دوسرے کوئی اور بزرگ تھے۔ انہوں نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اُن سے بیعت ہو جاؤ۔ اتنے میں سپرنٹنڈنٹ نے مجھے جگا دیا۔ صبح میں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور سیالکوٹ آگیا۔ اس کے نواح میں میرے بھتیجے کی زمین صوفی چراغ علی صاحب آڈھوی کے زیر کاشت تھی۔ برسبیل تذکرہ اُن سے خواب کا ذکر کیا تو وہ علیہ سُن کر فرمانے لگے 'یہ تو شہنشاہ علی پور ہیں، چنانچہ دربار عالی میں حاضر ہوا تو فی الواقعہ وہ آپ ہی تھے۔ جن کا علیہ مبارک خواب میں دکھایا گیا تھا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا 'مرزا جی آگے ہو؟' مجھے چند روز بعد داخل سلسلہ فرمایا۔

۳۔ اتنا ذوالعلماء علامہ زماں قبلہ حافظ محمد عالم صاحب مظلہ ہستم جامعہ حنفیہ دودروازہ سیالکوٹ کی آپ بیتی سنئے :-

”میری بیعت شیخ المشائخ حضرت پیر فیض محمد قندھاری رحمہ الباری سے تھی۔ وہ از حد شفیق اور بندہ نواز تھے۔ انتقال فرما گئے تو صد مہاجر کا دل پر بڑا بوجھ تھا۔ چند روز بعد ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں دربار شریف میں ہوں اور آپ سنگر خانے کی مغربی دیوار کے قریب زمین سے باہر نکل رہے ہیں چونکہ خواب میں بھی مجھے آپ کے دصال شریف کا یقین تھا۔ اس لئے حیران ہو کر پوچھا 'حضور یہ کیا؟' فرمایا 'اگر ہم چاہیں تو ہر مرید کے گھر اسی طرح جاسکتے ہیں۔' پھر میں نے عرض کیا 'حضور! آپ نے میرا کیا بنایا، حضرت

نے جواباً فرمایا ”ہم نے تجھے علی حسین کے سپرد کر دیا۔“ آپ کے فرزند ارجمند کا اسم گرامی حسین علی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ ترتیب سبقتِ لسانی کی وجہ سے الٹ گئی ہے ورنہ آپ کی مراد یہی صاحبِ مظلہ ہی ہیں۔ چند روز بعد ان کے ختم شریف میں یہ خواب کا واقعہ سنایا تو پھر اسی طرح نام زبان پر آگیا، جس طرح حضرت نے فرمایا تھا یعنی علی حسین۔ چنانچہ ایک برادرِ طریقت نے ٹوکا اور بلند آواز سے کہا ”حسین علی“ کچھ عرصہ بعد حضور قبلہ عالم شہنشاہ علی پور سے رابطہ ہوا اور آپ کی عقیدت و محبت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آپ نے ازراہِ نوازش میرے دل کی شدید آرزو کو پورا کرتے ہوئے غلامی میں قبول فرما لیا۔ تو پھر شیخ الشیوخ حضرت قندھاری علیہ الرحمۃ کے ارشاد کا راز کھلا۔“

۴۔ ڈاکٹر مرزا سعید بیگ (ہومیو پیتھس کلینک سٹور صدر بازار سیالکوٹ) اپنا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

”زوری سنہ ۱۹۷۷ء کی بات ہے، میں واہ چیک پوسٹ ڈیرہ اسماعیل خاں میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کسٹم کے طور پر کام کر رہا تھا۔ وہیں ایک مردِ حق، حضرت قبلہ حافظ کالو خاں صاحب مدظلہم سے رابطہ ہوا جن کے متعلق مقامی لوگوں میں مشہور تھا کہ سرورِ کائنات مالکِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاحبِ جزادہ پیر

۱۔ حافظ صاحب قبلہ مدظلہ نے یہ خواب اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے چہلم (منفقہ شوال ۱۳۹۷ھ) کے موقع پر سنایا جب حضور قبلہ عالم دامت برکاتہم العالیہ نے سلسلہ نقشبندیہ میں ان کی دستار بندی فرمائی۔ قبلہ عالم مدظلہم العالی کے ارشاد پر میں نے جب یہ اعلان کیا کہ خلافت و اجازت کا یہ پروگرام آج سے سولہ سترہ دن پہلے سے تھا، اگر حافظ صاحب عرس شریف پہنچ سکتے تو وہیں یہ کارروائی عمل میں آجاتی۔ حافظ صاحب نے حلفاً بتایا کہ سولہ سترہ دن سے میں بھی بے قرار تھا کہ خط کے ذریعہ غلامی میں قبول کرنے کیلئے حضور سے عرض کروں مگر ایسا نہ ہو سکا۔

بابا جی بٹ خیلہ مدظلہم کے ذریعے انہیں کوئی تحفہ بھیجوا یا ہے۔ ایک دُزین نے عرض کیا حضور اس عاجز کو بھی تحفے میں شریک فرما لیجئے، تو حافظ صاحب قبلہ نے پڑھنے کے لئے دلائل الخیرات شریف کا ایک نسخہ عطا کیا۔ نیز فرمایا، 'آج سے ٹھیک دس سال بعد وقت کے ایک بہت بڑے ولی اللہ سے تمہیں فیض پہنچے گا میرا دوسرا سوال تھا، حضور ان کا پتہ یا نشانی بیان کر دیجئے تاکہ ان کی خدمت میں حاضر ہو سکوں، فرمانے لگے، کہیں جانے اور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، وہ خود تمہارے ہاں تشریف لائیں گے اور اجازت دیں گے۔

ماہ سال گذرتے گئے اور میں حسب الارشاد معمول کے مطابق پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ ٹھیک دس سال گزرنے کے بعد فروری ۱۹۸۰ء میں حضور قبلہ عالم حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے غریب خانے میں قدم رنجبر فرمایا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی۔ تاہم میں نے دعا کے لئے عرض کیا تو فرمایا، 'خوش بخت ہیں آپ، اپنا عمل جاری رکھیں، ہاں! ہاں! اس وقت تو مجھے سمجھ نہ آئی۔ البتہ اگلی صبح جب میں نے دلائل الخیرات شریف کھولی تو اس پر مندرج تاریخ خرید فروری ۱۹۸۰ء دیکھ کر جناب حافظ کا لوہا صاحب مدظلہ کا ارشاد گرامی بھی یاد آ گیا اور حضور قبلہ عالم مدظلہم العالی نے رات جو کچھ فرمایا تھا، وہ بھی واضح ہو گیا۔“

۵۔ برادرِ طریقت بابو عبد الرشید صاحب (تقیم دس پورہ، لاہور) اپنے اضطراب و سکون کی تصویر کشی یوں کرتے ہیں۔

میں نے ہوش سنبھالا تو کسی عارفِ کامل کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے کا شوق دامن گیر ہوا۔ استخارہ کیا تو پانچ مقامات بکھائے گئے جن میں سب سے اول علی پور سیداں شریف کا نام تھا۔ اطمینان نہ ہوا تو بہتر سے بہتر

کی تلاش میں مختلف آستانوں پر ماضی دی۔ اسی دوران ایک بار دستوں کے
 کئے پر قبلہ عالم حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی سے بھی درخواست
 بیعت کی۔ مگر آپ پھر سہی فرما کر خاموش ہو گئے۔ ان دنوں ایک اور بزرگ بار بار
 خواب میں آکر اپنی بیعت پر آمادہ کرنے لیکن خدا کی قدرت دیکھتے ہیں ہمیشہ ہاتھ
 بڑھا کر واپس کھینچ لیتا۔ آخر اضطراب حد سے بڑھ گیا تو رحمتِ خدائے ارحم
 جوش میں آگئی۔ چنانچہ ایک رات میں نے اپنے تئیں خواب میں ایک ایسے گاؤں
 میں دیکھا جو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ چودھویں رات کا چاند سطح زمین پر چاندنی
 بکھیر رہا تھا اور کچھ لوگ ایک چبوترے پر بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا یہ
 کونسی جگہ ہے، بولے 'کیا تجھے علم نہیں' یہ شاہ لاثانی کا دربار ہے، میں بھی ان کے
 پاس بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد دیکھا نقیب اعلان کرتا آ رہا ہے 'شاہ صاحب
 تشریف لا رہے ہیں، اتنے میں خود حضور پر نور شاہ لاثانی قدس سرہ تشریف
 لے آئے۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا 'تو کہاں بھاگا پھرتا ہے' میں تجھے بیعت
 میں لیتا ہوں۔ چنانچہ حضور نے مجھے بیعت فرمایا اور پھر میرا ہاتھ میرے محسنِ مہربانی
 سید والا گھر، نائبِ خیر البشر حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی
 کے ہاتھ میں دے دیا۔

یاد رہے خواب میں جہاں چبوترہ دیکھا تھا، وہاں آج کل دربارِ عالی کی
 مسجد ضیائے لاثانی ہے اور یہ خواب ہی کی بات نہیں، حقیقت میں بھی یہاں
 پہلے چبوترہ ہی تھا۔

۶۔ انہی سے ایک اور خواب سنئے جوازِ ہدایمان افروز ہے۔

”ایک دن رب اکرم جلّ مجدہ کا ایسا فضل ہوا کہ خواب میں سرکارِ دو عالم
 نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کے اندر رونی حصے میں حاضر ہونے

کی سعادت مل گئی۔ ہر در کائنات جانِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اٰل
التحیات کی بارگاہِ عرشِ پناہ میں صلوٰۃ و سلام عرض کر لیا تو کلیمِ طورِ نبوت
حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزار پر ہدیہ سلام پیش کرنے
حاضر ہوا۔ ابھی سلام عرض کیا ہی تھا کہ قبرِ انور شق ہوئی اور آپ سامنے
جلوہ گر ہو گئے۔ پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا 'اپنے شاہ جی کو میرا سلام
پہنچا دینا' (مجھے خواب میں بھی اطمینان تھا کہ حضور سیدنا صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کی شاہ صاحب سے مراد سیدی و مرشدی قبلہ عالم سید علی حسین
شاہ صاحب مدظلہم العالی ہیں)۔

۱۳۶۱ھ میں سرہند شریف کی حاضری کے بعد
کلیئر شریف میں حاضری کا پروگرام بنا۔ خواجہ کلیر

چند مزارات کی حاضری

حضرت خواجہ علاؤ الدین احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس سراپا قدس یکم تا ۴ ربیع الاول
شریف رہتا ہے۔ ریلوے سٹیشن رڈ کی سے کلیئر شریف سات میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں
تانگے وغیرہ عام مل جلتے تھے مگر حضرت نے پیدل چلنے کو ترجیح دی (راستے میں ربیع الاول
کا چاند نظر آگیا) آپ نے سخت تاکید فرمادی کہ کسی پر میرا نام وغیرہ ظاہر نہ ہونے دیں۔
دربار شریف میں حاضری کے بعد مسجد میں ڈیرہ لگایا۔ حاجی محمد مقبول صاحب اور حاجی محمد

۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس طرح سلام پہنچانا میرے نزدیک اس امر کا
آئینہ دار ہے کہ ہمارے مرشد ذی وقار کو بارگاہِ صدیقی میں خاص نیاز حاصل ہیں اور آپ کے
متوسلِ نخلص کا منزلِ مقصود پر پہنچنا یقینی ہے۔ نیز اسلام اور سلوکِ نقشبندیہ کی اشاعت کے
سلسلے میں آپ کی مساعی عنہ اللہ شکور ہیں۔ پھر یہ سب کچھ صاحبِ سلسلہ حضرت
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہے۔ مزید براں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے روضۂ مقدس کے قریب یہ کرم فرمانا گویا سرکاری حکم کے مطابق ہے۔

صادق صاحب نے غسل کے بعد آکر عرض کیا 'رسم مہندی جاری ہے۔ حضرت اقدس بھی تشریف لے گئے۔ ہجوم کافی تھا، آپ نے ایک مجذوب شخص جس کا سارا بدن (ستر عورت کے سوا) برہنہ تھا کے شانے پر بے خیالی سے ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور غصے سے بولا 'اچھا آپ ہیں کوئی اور ہوتا تو دیکھتا۔ ایک ہی پیر کی تھپکی کافی ہے۔ اس پر حضرت وہاں سے آگے بڑھ گئے، نقرر نے پھر دیکھنا چاہا مگر آپ نہ ملے۔

۴ ربیع الاول شریف کلیر شریف سے واپس تانگوں پر سوار ہو کر رڑ کی آگئے اور یہاں سے ریل پر دہلی تشریف لے آئے۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ ایک رات اور دن یہیں ٹھہرے رہے۔ قطب الملت والدین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مزار پر بھی دن گزارا۔ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک پورا دن قیام کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کے بقیہ محدثین علیہم الرحمۃ کے مزارات کی زیارت بھی کی۔ دہلی سے آگرہ اور وہاں سے حضرت خواجہ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر (فتح پور سیکری میں) حاضری دی۔ یہاں سے واپس دربار شریف آگئے۔

اگلے سال ۱۲۶۲ھ میں (سرمند شریف حاضر ہونے کے بعد دہلی میں حسب معمول تمام مزارات پر حاضری دے کر براستہ اجمیر شریف خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ یہاں پہنچنے سے پہلے آپ نے اس بار پھر تاکید فرمادی کہ کسی کو تعارف نہ کرائیں تاکہ دو چار دن جو یہاں ٹھہرنا ہے سکون سے ٹھہریں۔ طلوع آفتاب کے وقت دربار شریف میں پہنچے۔ حضرت والا دیر تک یہاں مراقب رہے۔ فارغ ہو کر باہر آئے تو حاضری کے انوار چہرے سے ہویدا تھے۔ اب مسجد دربار کے امام صاحب سے بھی ملے۔ انہوں نے انکشاف فرمایا کہ سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری قدس سرہ نے دو تین روز پہلے ہی آپ کی آمد سے مطلع فرما دیا تھا۔ پھر حضرت عبدالمجید شاہ صاحب رحمۃ

اللہ علیہ نے جو اس وقت کے سجادہ نشین تھے، حضرت امام صاحب کے اطلاع دینے پر اپنے برادرِ اصغر کو بھیج کر حضرت کو بلا لیا اور پھر قیام انہیں کے ہاں رہا۔ پہلے دن نمر کے بعد سجادہ نشین آستانہ اجمیر شریف خود آپ کو ساتھ لے کر مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے اور دیر تک آپ کے لئے دعا کرتے رہے۔

اجمیر شریف سے واپسی پر دہلی میں ایک رات قیام کیا اور پھر دربار شریف آگئے۔ ان مقامات مقدسہ کے علاوہ پاکپٹن شریف میں زہد الانبیا حضرت بابا خواجہ فرید الدین گنج شکر، ملتان شریف میں غوث العظیم حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا، خواجہ خواجگان حضرت شاہ رکن عالم، شیخ الاولیاء والمحدثین حضرت موسیٰ پاک شہید قادری اور مخدوم المنادیم حافظ جمال اللہ صاحب چشتی، قصور میں امام عشق و مستی حضرت سید بلھے شاہ صاحب، لاہور میں سلطان الاقطاب سیدنا حضرت داتا گنج بخش، شیخ السلاطین حضرت میاں میر قادری، قطب الکاملین حضرت شاہ حسین زنجانی شورکوٹ میں سلطان العارفين حضرت سلطان باہو علیہم الرحمۃ والرضوان کے مزارات پر بھی بارہا حاضری دی۔

ایک سفر کے دوران، دھاریوال (ضلع گورداسپور) میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں پُل نہر کے قریب ایک مرد مجذوب مدت سے ڈیرہ ڈالے تھے۔ حاجی محمد مقبول صاحب نے بعض لوگوں سے (بعد میں) سنا کہ یہ کسی سے بات چیت تک نہیں کرتے۔ خدا کی قدرت جو نہی حضرت ان کے قریب پہنچے، وہ اٹھے، حضرت سے مصافحہ کیا اور دُرُتک آپ کے ساتھ نہر کے کنارے چلتے رہے۔ حضرت نے پوچھا، 'پارہنچ جاؤ گے'، بولے 'پہنچاؤ گے تو پہنچ جاؤں گا۔'

اُس دور میں جب کہ حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کو دُنیا سے گزرے ابھی زیادہ عرصہ نہیں

انوارِ لاثانی کی طباعت

گزارا تھا، آپ کی سوانح حیات مرتب و مدون کر دانے کا خیال بھی سب سے پہلے آپ ہی کو آیا چنانچہ اس کا رخیر کے لئے فاضل دوران ادیب نکتہ داں جناب صوفی محمد رفیق صاحب کو ٹلوی مدظلہ کا نام تجویز ہوا اور حضرت شاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کے تمام اہم غلاموں اور رازداروں کو ان سے تعاون کرنے کا ارشاد فرمایا۔ تمام یارانِ طریقت کے بیانات آگئے تو خود انتہائی مقربانِ بارگاہ کے ساتھ لاہور میں تقریباً مہینہ بھر قیام فرمایا تاکہ یکسوئی کے ساتھ یہ کام سرانجام دیا جاسکے۔ جنگِ عظیم کے سبب کاغذ کی سخت قلت تھی مگر سب دشواریوں کا مقابلہ کر کے تھوڑے ہی عرصے میں یہ کتاب (۱۹۴۵ء میں) منظرِ عام پر آگئی۔

صوفی صاحب قبلہ خود صاحبِ ذکر و فن کی شخصیت ہیں۔ پھر شاہ لاثانی اور ان کے نورِ نظر کی توجہات نے ان کے طرزِ تحریر کو خاصا موثر بنا دیا ہے۔ شاہ لاثانی کی سیرت کے عنوان پر یہ کاوش سندِ اولین کا درجہ رکھتی ہے۔

انتخابات | حضرت مخدوم مدظلہ کی سجادہ نشینی کا زمانہ ملتِ اسلامیہ کی سیاسی بیداری کا دور تھا۔ علمائے حق اور مشائخِ عظام کی روحانی مساعی اور علامہ اقبال کی حرکی شاعری اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔ اسلام کے دشمن اپنی زیر زمین سازشوں کے ساتھ ظاہر ہو چکے تھے۔ گاندھی، نہرو اور ابوالکلام آزاد کا ایک قومی نعرہ "دم توڑ رہا تھا۔ قوم کے نوجوان، اہنسا کے چکر سے نکل کر اپنی توانائیاں اسلام کے لئے وقف کر رہے تھے۔ ملت کا نخلص اور باشعور طبقہ، قائدِ اعظم کے گرد مجتمع ہو رہا تھا۔

آپ کی سجادہ نشینی کو ابھی چار پانچ ماہ کا عرصہ بھی بمشکل گزرا ہو گا کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو قراردادِ لاہور پاس ہوئی یعنی ملت نے آئینِ مصطفوی کے نفاذ کے لئے پاکستان بنانے کا آخری فیصلہ کر لیا۔ اب مسر زندانِ اسلام، پہلے سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ آزادیِ ملت کی راہ پر گامزن ہو گئے۔

ہوئے احرار ملت جادہ پیمائیں کس تجمل سے

تماشائی شکاوت دے سے ہیں صدیوں کے زندانی

۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس میں بریلی، مراد آباد، بدایوں اور دیگر دیار و امصار کے سنی علماء و مشائخ نے بیک آواز مطالبہ پاکستان کی بھرپور حمایت کا پُر زور اعلان کیا۔ اسی سال انتخابات ہوئے۔ بظاہر کانگریس اور مسلم لیگ میں مقابلہ تھا مگر باطن میں یہ حق و باطل کی جنگ تھی۔ کفر و اسلام کے اس معرکے میں ختم نبوت کے منکرین اور فضائل رسالت کے دشمن سب یکجا ہو کر گاندھی سے عہد وفا نبھارہے تھے۔ جبکہ دوسری طرف شیعہ رسالت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے سچے پروانے غلامی کی زنجیریں توڑ کر توحید و ایمان کی کھلی فضا میں سانس لینے پر تلے ہوئے تھے۔

اس سلسلے میں باقی مشائخ و علماء کی طرح ہمارے آقائے ممدوح نے بھی

۸ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

پُرپورا پورا عمل کر دکھایا۔ حضرت سرسند شریف جارہے تھے کہ انتخابات کا اعلان ہوا۔ حسن اتفاق سے اعلان کے وقت تحصیل پٹھان کوٹ میں جلوہ افروز تھے۔ اعلان سنتے ہی حضرت والا نے سفر ترک فرما دیا اور مسلم لیگ کی حمایت میں قریہ قریہ دورہ شروع کر دیا۔ مسلم لیگ کی عمومی حمایت کے علاوہ شکر گڑھ اور نارووال کے انتخابات حضرت کی خصوصی توجہ کا مرکز تھے۔ شکر گڑھ میں گوجر برادری کا زور ہے اور یونینسٹ امیدوار بھی اسی برادری سے متعلق تھا۔ مسلم لیگ نے مقابلے میں اسی برادری سے اپنا امیدوار نامزد کیا۔ حضرت اقدس نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر جس و اشکاف الفاظ میں اعلائے کلمۃ الحق فرمایا اور ایک ایک محاذ پر ہل کو لوہے کے چنے چبوائے، اس کی مثال دورِ حاضر میں بہت کم ملتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم لیگ کا امیدوار واضح اکثریت سے کامیاب ہوا اور آلِ رسول سے ممتا بلہ کرنے والا گروہ خائب و خاسر ہوا۔

نارودال کے حلقہ انتخاب میں مسلم لیگ کے نامزد امیدوار سابق وزیر اعلیٰ پنجاب یہاں ممتاز دولتانہ تھے۔ حضرت والا درجست نے یہاں بھی بستی بستی جا کر اہل اسلام کی غیرت ملی کو بیدار کیا۔ ہمارے حضرت اقدس مذکورہ دو محاذوں پر تو عظیم الشان جلسوں کے اہتمام کے ساتھ ساتھ انفرادی توجہ بھی دیتے تھے اور ایک ایک شخص کو اس کی ذمہ داری کا احساس دلاتے تھے۔ علاقہ شکر گڑھ میں ایک چودھری صاحب کی شخصیت بڑی با اثر سمجھی جاتی تھی۔ وہ دوڑ کو متاثر کرنے کے لئے دوٹ بکس کے قریب کرسی پر بیٹھ جاتے تو حضرت اقدس نے بھی یہی کام شروع کر دیا اس طرح مخالفین پاکستان کی آخری سازش بھی ناکام ہو گئی۔ نارودال میں آخری پولنگ قطعہ سو بھاسنگھ میں ہونا تھا۔ حضرت رات دربار شریف آگئے اور صبح دربار شریف کے تمام خدام کو ساتھ لے کر دوٹ ڈالنے تشریف لے گئے حالانکہ یہاں بڑے بڑے مسلم لیگیوں کو دوٹ ڈالنا مشکل ہو گیا تھا۔

جلسوں کے اہتمام میں عموماً بڑے بڑے علماء کو مدعو کیا جاتا جو پاکستان کی حمایت میں زور بیان کے جوہر دکھاتے خصوصاً مولانا بشیر احمد آخگر گٹالوی جو اس دور کے ایک نامور خطیب تھے۔ اس مہم میں آپ کے زیر سایہ مسلم لیگ کی خوب دکالت کرتے رہے۔ ان دو محاذوں کے علاوہ ملک کے طول و عرض میں جہاں بھی اپنے عقیدت مند تھے، انہیں اس بات کا پابند کر دیا گیا تھا کہ دوٹ مسلم لیگ کو دیں۔

قائد اعظم کا خلوص اور مشائخ

کا نصرت آخر مملکت خدا داد

قیام پاکستان اور مہاجرین کی آباد کاری

پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ رمضان ۱۳۶۶ھ کی تائیسویں شب بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا اور اس کے ساتھ ہی وسیع پیمانے پر مہاجرین کے لٹے پٹے قافلے پاکستان آنا شروع ہو گئے۔ ہندوؤں اور سکھوں کی تیغِ ظلم سے بچے کچھے لوگ کئی قسم کے مسائل سے دوچار تھے۔ حضرت اقدس نے اپنے علاقے میں آنے والے

مہاجرین کی آباد کاری کیلئے دن رات ایک کر کے کام کیا۔ مجھے یاد ہے میرے نانا جان (چودھری علی محمد صاحب مرحوم رتن گڑھی) اور آپ کے ساتھ کئی دوسرے خاندان حضرت کی عنایت و برکت سے اسی علاقے میں سکونت پذیر ہوئے اور ٹھوڑے ہی دنوں میں ان تمام مصیبتوں اور صدمات کی تلافی ہو گئی جن سے اس مہاجرت کی وجہ سے دوچار ہوئے تھے۔

قیام پاکستان کے اعلان سے جہاں شرقی پنجاب، یوپی، سی پی وغیرہ کے مسلمان قافلے کفار کی یلغار سے پریشان

مجاہدوں کے جتھے

تھے وہیں ریاست جموں و کشمیر میں مسلمانوں کی حالت زار حساس دلوں کے لئے سخت پریشان کن تھی اور فرزند ان اسلام کے قتل عام کی خبریں نہایت ہی تشویشناک تھیں۔ اب سوا اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ مسلمانوں کو بحفاظت پاکستان پہنچنے کی صورت تہیہ کی جائے اور کفار کی پورش کا زور توڑا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت اقدس دست برکاتہم العالیہ نے فوجی تربیت دلا کر مجاہدین اسلام کے جتھے تیار کئے اور خود انہیں لے کر ریاست کے اندر تشریف لے جاتے ہیں۔ ہندوؤں پر ان جتھوں کا ایسا ہراس طاری تھا کہ بعض مقامات کو خود بخود چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ اساتذہ محترم حضرت مولانا رحمت علی صاحب علیہ الرحمۃ (موضع لنکیان) جوان معرکوں میں خود شامل تھے فرمایا کرتے تھے کہ بالعموم ان دیہات میں پہنچنے سے پہلے گھاس پھوس اور کوڑا کرکٹ وغیرہ کے ڈھیروں کو آگ لگا دی جاتی تھی۔ آگ کے یہ فلک بوس شعلے ہندوؤں کو ہراساں و ترساں کر دیتے اور انہوں کے لئے نوید امن بن جاتے۔

فرزند ان توحید کی اس محشر خراہی نے قریباً دس دس میل کا علاقہ اغیار سے بالکل خالی کرالیا۔ اس کارروائی میں جن بعض مقامات پر دشمن نے مزاحمت کی ان میں نہایت اہم ہسپتال کا سرچہ تھا۔ یہاں گھسان کارن پڑا۔ مخالفین نے ہوائی طاقت بھی استعمال کر کے

دیکھ لی مگر اسلام کے جانباز غازی جیت گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ دنیا بھر کے سپہ سالاروں اور فاتحوں کے لئے بھی اُسوۂ حسنہ ہے اور سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا نائب، جس نے اپنے آقا و مولا (علیہ التہیۃ والشہادۃ) کی نیابت میں اپنی حد تک جامع الصفات ہوتا ہے۔ حضرت مدوح مظلہ کی ان مجاہدانہ کاوشوں نے زمانے پر ثابت کر کے رکھ دیا کہ اللہ والے دوسرے کمالات کے علاوہ اپنی سپہ سالارانہ صلاحیتوں میں بھی یگانہ روزگار ہوتے ہیں اور قرآن پاک کا وعدہ اَنْتُمْ اَلْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (تمہیں غالب ہو بشرطیکہ اہل ایمان ہو) بالکل حق ہے۔

حضرت قبلہ دام اقبالہم و مدظلہم طبعاً و درجاً
کی سیاست سے نفور ہیں۔ آپ کا اصلی میدان

دسمبر ۱۹۷۱ء کے انتخابات

ذکرِ دسکر، تصفیہ و تزکیہ اور اشاعتِ شریعت و طریقت ہے اور اس سلسلے میں حضرت کی مصروفیات کا یہ عالم ہے کہ سال کا کافی حصہ طے شدہ اعراض و محافل کی نذر ہو جاتا ہے۔ پھر دربارِ عالی میں بھی زائرین (اور تائبین) کا تائبندھا رہتا ہے اس کے علاوہ اپنی کھیتی باڑی وغیرہ کے اہتمام۔ غرض آپ بقول اقبال

ع نہیں ہے بندہ حُر کے لئے جہاں میں فراغ

کی عملی تفسیر ہیں طبعی تقاضا اور پھر اس قدر ہجومِ مصروفیات سیاست کے لئے کہاں سے دنت نکلتے۔ مگر اس کے باوجود مہنگامی طور پر آپ سیاست میں اتنا دخل ضرور دیتے ہیں جتنا اسلام کے تحفظ کا بنیادی تقاضا ہوتا ہے۔

تمام اہل فکر و نظر آگاہ ہیں کہ سرزمینِ پاکستان میں روزِ اول سے محدودوں کا ایک گروہ اپنی زیر زمین اسلام دشمن سرگرمیوں میں منہمک رہا ہے اور اہل اقتدار کے ساتھ مل کر مخصوص قسم کی منصوبہ بندی اور عوامی سطح پر بے چینی و بدامنی پھیلانا ان کا خاص شعار

ہوتا ہے۔ سرزمین پاک جو آج تک اپنے مقصد تخلیق یعنی نظام شریعت کے نفاذ سے نا آشنا ہے۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں ایسی ہی قوتوں کی جولانگاہ بن گئی۔ مخصوص نظریات کے لوگ سوشلزم کے نام پر اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے خوش آئند نعروں سے عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان کے ایسے فریب دیئے کہ ان کی ایک خاصی تعداد متاثر ہو گئی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ پاکستان کے وہ دشمن جو جبہ و دستار کے بل بوتے پر دو قومی نظریے کی مخالفت کر کے کانگریس کے کاسہ میں رہ چکے تھے، اب وہ پھر ایک بار اسلام دشمنوں کے آلہ کار بن گئے۔ اس نازک صورت حال سے یہ لوگ کیونکر غافل رہ سکتے تھے جن کو عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بغیر ایمان کی دولت لازوال سے مالا مال کیا ہے۔ چنانچہ اب بھی مشائخ و علمائے اہل سنت نے میدانِ عمل میں اتر کر ہر محاذ پر اپنے فرائض منصبی کے تقاضے پورے کئے۔ سیدی دسندی حضرت سجادہ نشین دربارِ لاثانی مدظلہم نے سوشلزم کے خلاف اسلام کی حمایت میں مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور اسلام کی عظمت و اہمیت کے موضوع پر جلسے منعقد کروائے اپنے متوسلین علماء کو سرگرم جہاد کیا اور ہزاروں سیدھے سادے لوگ جو اس افراتفری میں طاغوتی قوتوں کے دامِ فریب میں پھنسنے والے تھے، حضرت والا کی معافی سے اپنا ایمان بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ جلو موڑ جو باٹا پور کے مزدوروں کا مرکز سمجھا جاتا ہے، ہوائے مخالف کی سخت زد میں تھا۔ جناب سید محمد حسین صاحب سابق خطیبِ اعظم جلو موڑ نے دربار شریف میں حضورِ اقدس کو دعوت دی، نیز عرض کیا وہاں بعض مزدوروں نے بڑے بڑے خن گو علماء کو بھی سوشلزم کی مخالفت نہیں کرنے دی۔ حضور شریف لے گئے اور بحمدہ تعالیٰ اس علاقے میں قریباً تین جلسے منعقد کروائے جن میں اسلام کی حقانیت اور سوشلزم کے بطلان پر پُر زور تقاریر ہوئیں۔ جس گھر میں دعوت ہوتی، وہاں اگر معلوم ہو جاتا کہ کسی فرد کا ذہن مخالفین کے پردہ پگندے سے متاثر ہو چکا ہے تو اسے سمجھاتے اور باقاعدہ توبہ کرواتے بحمدہ تعالیٰ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتِ سنّیہ کے عین مطابق، حضرت مدظلہ کا طرزِ

تبلیغ و تذکر نہایت دلنشین اور اثر انگیز ہوتا ہے۔ آپ کسی اشتعال انگیز اور دلآزار انداز کو تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں سخت نقصان دہ خیال فرماتے ہیں۔ اَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کے قرآنی حکم پر عمل پیرا ہیں اور حکمت و موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت الی الحق دیتے ہیں۔

حضرت اقدس کی سیرت کا عملی پہلو خود دعوتِ تبلیغ ہے۔ دربارِ عالی میں ایثار و مساوات کے جو مناظر نظر آتے ہیں باید و شاید!

بنازم بہ بزمِ محبت کہ آنجنا

گدائے بہ شاہے مقابل نشیند

میں نے اپنی گناہگار آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے کہ موسم گرما کی راتوں کو غلام دربارِ عالی میں کھانا تناول کر رہے ہیں اور آقا (یعنی حضرت اقدس) بڑا پنکھا جھلا رہے ہیں اور اس حال میں کہ کسی کو ہاتھ سے پنکھا طلب کرنے کی جرأت بھی نہیں پڑتی۔ پھر مہمانوں اور غلاموں سے پہلے حضرت نے کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا۔ اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ، اسے عمل کے سانچے میں اُحال کر پیش کرنا ہے۔ گفتار کے غازی تو عام ہیں مگر دل و نظر سے پردے اٹھانے کے لئے دورِ حاضر میں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو کردار کے غازی بن کر اسلام کے درسِ اخوت و مروت کی عملی تفسیر پیش کریں۔ بحمدہ تعالیٰ حضورِ خود ہی نہیں بلکہ غلاموں کو بھی رات دن یہی قربیت دیتے ہیں۔

عروسِ لاشانی

یوں تو وطنِ عزیز کے دُور دراز گوشوں میں شاہِ لاشانی کے حلقہ بگوش موجود ہیں اور اس

لے حدیثِ پاک میں ہے کہ بندہ مومن قبر کے امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو فرشتے اسے کہتے ہیں نَمُ كُنُومَاہُ الْعُرُوسِ یعنی (اب) عروسِ یادِ لہن کی طرح سو جاوے گا لفظ، جیسا کہ حضرت حاجی (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

طرح ملک کے طول و عرض میں آپ کے اعراس و ختمات کا سلسلہ سال بھر جاری رہتا ہے مگر سب سے اہم اور عظیم الشان عرس مقدس وہی ہے جو آپ کے نورِ نظر اور سجادہ نشین مدظلہم کے زیرِ اہتمام بکرمی تقویم کے حساب سے ہر سال ۱۷ اسوج کو آپ کے مزارِ پرانوار پر نہایت آب و تاب سے منعقد ہوتا ہے۔ ہجری ماہ دروزر تو بدلتے رہتے ہیں البتہ عیسوی تاریخ ۲ یا ۳ اکتوبر ہوتی ہے۔

منعقدِ اہلِ دل، بیسیوں علماء اور لاکھوں عوام پر مشتمل یہ روحانی اجتماع اپنی مثال آپ ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ایک دیہی مقام پر منعقد ہونے کی حیثیت سے اسے شمال مغربی پنجاب کا سب سے بڑا عرس کہا جاسکتا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ۱۲۸۲ھ ۱۹۶۴ء کے

(حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ) امداد اللہ صاحب صاحبِ مہاجر کی علیہ الرحمۃ نے فیصلہ ہفت سلسلہ میں تحقیق فرمائی ہے اسی عرس سے ماخوذ ہے۔ بندہ مومن کی یہ اولین (برزخی) کامیابی اس کے مستقبل کی ہر کامیابی کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ یہیں اُسے محبوبِ خدا حضور امام الانبیاء علیہم السلام والثناء کی زیارت بھی نصیب ہوتی ہے۔ گویا انتقال کا دن ہر اعتبار سے اس کے لئے وصال کا دن بن جاتا ہے۔ سال گزرنے کے بعد ان کی یاد و مناد دراصل اس کی راہ سے اپنی وابستگی کا غم ہے بس پر چل کر انہیں منزلِ مقصود ملی۔ علاوہ ازیں، اولیائے کرام کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں تو عرس کا انعقاد ان کا شکریہ بھی ہے (حدیثِ پاک میں ہے مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ یعنی جو انسانوں کا شکر گزار نہیں، رب کا بھی نہیں) عرس میں آخر ہوتا کیا ہے؟ تلاوتِ قرآنِ پاک، وعظ و تبلیغ، اجتماعِ مومنین، اطعامِ طعام، ایصالِ ثواب، صلوٰۃ و سلام اور دعا۔ ہر چیز خیر ہے تو عرس مجموعہ خیرات ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ مدتوں سے یہ کارِ خیر عالمِ اسلام میں جاری ہے۔ صدیوں پہلے کی اسلامی تصانیف میں یہ لفظ عام ہے۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو حدیث و شرع اور بزرگانِ دین سے بے نیاز ہو کر عرس کو تو بڑی بے تکلفی سے بدعت کہتے ہیں مگر برسی کو جو خاص ہندی لغت کی پیداوار ہے اپناتے ہیں۔ واقعی

دل نہ آئے تو گل و لالہ کی رنگینی بھی بیچ

اور آجائے تو کانٹوں سے بہل جاتا ہے دل

بعد اشتہارات کا اہتمام بھی نہیں کیا گیا تاہم عوام درخواست کی تعداد روبرو اضافہ ہے۔
 صاحب عرس (حضور شاہ لاثانی) قدس سرہ کے حُسن تربیت نے اپنے نختِ جگر کی
 انتظامی صلاحیتوں کو جس انداز میں نکھارا تھا، یہ عرس اس کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔
 لاکھوں حاضرین کے خورد و نوش کا اہتمام معنی دار دیگر یہاں اس اسلوب سے ہوتا ہے
 کہ تصور سے بالاتر ہے۔ ادھر ٹنوں کے حساب سے ایندھن فراہم کیا جا رہا ہے۔ ادھر
 حیران کن مقدار میں نمک مرچ، سالے خرید کئے جا رہے ہیں۔ روضہ مقدس کے ارد گرد
 فصلوں کی کٹائی ہو رہی ہے اور زمین کو سہوار کیا جا رہا ہے۔ جوں جوں دن قریب آتے ہیں یہ
 تیاری تیز تر ہو جاتی ہے۔ سنگر خانے کے تنوروں کی صفائی ہو رہی ہے۔ کھیتوں میں وارپ
 لگائے جا رہے ہیں۔ علماء مشائخ کے لئے کمرہ کو خالی کر دیا جا رہا ہے اور دیگر شرکار کے لئے
 خیموں کی لمبی قطاریں تیار کی جا رہی ہیں (جن پر مختلف علاقوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں)
 کمزور اور معذور افراد کے لئے باغ میں موجود طہارت خانوں کو جو فلش سسٹم سے آراستہ
 ہیں، چالو کیا جا رہا ہے۔

عرس سے ایک دن قبل مزار شریف کے گرد وسیع چوتھرے پر قریباً اتنا ہی وسیع
 سائبان لگا دیا جاتا ہے۔ مسجد سے متصل جانبِ جنوب ایک سیٹج ہے جسے چند سال قبل
 صاحبزادہ بلند تمت الحاج پیر سید محمد عیسیٰ شاہ صاحب سلمہ ربہ اکلیل نے حُسن اہتمام سے تعمیر
 کرایا تھا۔ اسے عرس کے دن خوب آراستہ کیا جاتا ہے۔ سنگر خانے کے انتظام کا ہر پہلو
 جاذبِ توجہ اور مجیر العقول ہوتا ہے۔ کچھ سالوں کی بات ہے یہاں لوٹ کے مشہور فاضل
 حضرت علامہ محمد یعقوب مدظلہ نے اسے دیکھ کر فرمایا تھا۔ میں نے بغداد شریف کے سوا
 کہیں بھی ایسی تنظیم عمل نہیں دیکھی۔

۱۷ اسوج کو سحری کے وقت مزار پر انوار پر چادر پوشی ہوتی ہے۔ نماز فجر کے
 بعد تلاوتِ قرآن کریم ہوتی ہے۔ ۸ بجے کے قریب وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو

جانا ہے جو قریباً ۱۲ بجے تک رہتا ہے۔ اب بسنگر کھلتا ہے۔ نمازِ ظہر کے بعد اگلی نشست شروع ہو کر نمازِ عصر تک رہتی ہے۔ آخری نشست نمازِ عشا کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے اور رات بھر جاری رہتی ہے۔ سحری کے وقت ختم شریف ہوتا ہے اور صلوٰۃ و سلام کے بعد ایک طویل پرسوز دعا ہوتی ہے۔ اذانِ فجر عرس کی تقریبات کے اختتام کا گویا اعلان بھی کر دیتی ہے۔

عرس مقدس کا سارا پروگرام بحمدہ تعالیٰ، شریعتِ مطہرہ کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے بھولے بھٹکوں کے لئے سامانِ ہدایت و نشانِ منزل بن جاتا ہے۔ مقتدر صوفیائے عظام اور علمائے فحام میں سے جو مجلس و عظیم خطاب فرماتے رہے ہیں چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ نضر المشائخ حضرت پیر محمد معصوم بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۔ زینت المشائخ حضرت خواجہ محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ
- ۳۔ فقیہ اعظم حضرت علامہ محمد شریف صاحب کوٹلوی علیہ الرحمۃ
- ۴۔ حکیم جسم و جاں حضرت حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی علیہ الرحمۃ
- ۵۔ مفسرِ قرآن، غازی کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد علیہ الرحمۃ
- ۶۔ شیخ القرآن، ماہر اسرار تصوف ابوالکھفاتی پیر عبدالغفور صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
- ۷۔ مفتی اسلام، شمشیر بے نیام حضرت مفتی محمد امین الدین صاحب علیہ الرحمۃ (کامونکے)
- ۸۔ شیرِ پنجاب حضرت علامہ محمد یوسف صاحب سیالکوٹی علیہ الرحمۃ
- ۹۔ نقیبِ عشق رسول حضرت ابر شاہ صاحب وارثی علیہ الرحمۃ
- ۱۰۔ طوطی ہندوستان بابا صوفی محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ
- ۱۱۔ بلبلِ چمن نعت جناب محمد علی صاحب ملتانی علیہ الرحمۃ
- ۱۲۔ بطلِ حریت مفتی اعظم مولانا محمد حسین نعیمی صاحب جامعہ نعیمیہ لاہور۔

۱۲ - شارح بخاری علامہ محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ مرکزی حزب الاحناف لاہور

خدا نے ارجس و اکرم نے آپ کو دو فرندان صالح عطا فرمائے ہیں
اولادِ نرینہ (۱) پیر سید عابد حسین شاہ صاحب (۲) پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب

۱ - حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب مدظلہ - آپ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے فرزند اکبر ہیں - مقامی مدرسے میں قرآن مجید حفظ کیا - درس نظامی کے لئے لاہور تشریف لے گئے - وہاں مختلف علمی مراکز سے مستفیض ہو کر مقولات و منقولات میں مہارت تامہ حاصل کی - دورہ قرآن وزیر آباد میں شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور نرادی علیہ الرحمہ کے ہاں اور پھر دورہ حدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد میں حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول صاحب سے کیا -

آسمانِ علم و فضل کا آفتاب عالم تاب ہونے کے باوجود طبعیت میں خاندانی روایات کے مطابق حد درجہ خاکساری و انکساری ہے - ایک نظر دیکھنے والا ان وسیع و جلیل اسرار کا اندازہ نہیں کر سکتا جو ان کے سینہ فیض گنجینہ میں موجزن ہیں - دربارِ عالی میں عام درویشوں کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے ہوئے بندہ و صاحب کے امتیازات سے ہمیشہ بالاتر نظر آتے ہیں - اخلاص و للہیت معاملہ فہمی اور نکتہ سنجی میں اپنی مثال آپ ہیں - حضور قبلہ عالم دامت برکاتہم برادری کے امور میں اکثر ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے صاحب کو ترجیح دیتے ہیں -

۱۳۹۶ھ میں حضور قبلہ عالم مدظلہم کے ساتھ حج و زیارت سے بھی مشرف ہو چکے ہیں چنانچہ سوز و گداز میں بھی کافی اضافہ ہو چکا ہے - رب اکرم اپنے محبوب اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کا فیض اور وسیع فرمائے اور درجات میں ترقی بخشے -

۲ - حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب سلمہ ربہ - خلوص و وفا کا سراپا، تسلیم و رضا کا مجسمہ، سبب بے کینہ اور دل صدق و صفا کا خزانہ - یہ ہیں حضرت صاحبزادہ بلند اقبال پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب جو اپنے والدِ ذی شان مدظلہم کے فرزند اصغر ہیں - سن مبارک پچیس کے لگ بھگ ہوگا - مگر طہارتِ فکر و عمل میں

۸ پیروں پہ اس کے عشق کا واجب ہے احترام

سب کے ہی خواہ اور سب کو اپنا ہی خواہ سمجھتے ہیں۔ نہ کسی سے گلہ، نہ کسی کو گلہ، ہاتھ کے سخی دل کے غمی۔

۱۳۹۶ء میں جب دوسری بار، حضور قبلہ عالم دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ حج زیارت کے لئے گئے تو مسجد نبوی میں جنت کی کیاری کے قریب اپنے والد گرامی حضور قبلہ عالم کے دستِ حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے یوں گویا ایک مدتِ دراز کی آرزو پوری ہوئی (چنانچہ اس خوشی میں تمام ہمراہیوں میں شہرِ حبیب (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی مٹھائی تقسیم کی گئی۔ یوں تو انہیں ایک فرزندِ صالح کی طرح آغاز ہی سے حضور قبلہ عالم سے والہانہ عقیدت تھی مگر بیعت کے بعد تو گویا 'فنائی ایشخ' ہو گئے۔

مدینہ منورہ سے دلی لگاؤ بلکہ عشق ہے تین بار حج زیارت سے مشرف ہونے کے باوجود دہائیں فراق پہلے سے بھی تیز تر اور سیلابِ اشتیاق اور بھی جوش پر ہے۔ اپنے برادرِ گرامی سے از حد ادب و تعظیم سے پیش آتے ہیں۔

دعا ہے رب تعالیٰ اپنے محبوبِ عظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس نخلِ محبت کو طریقت و معرفت کا شجر سایہ دار بنائے۔

بہت سے حضرات حضور قبلہ عالم سے مستفیض ہو کر درجہ تکمیل کو

پہنچے۔ چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں۔

خلفائے کرام

۱۔ حضرت الحاج پیر سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب مدظلہ۔ آپ حضور قبلہ عالم کے برادرِ اصغر

ہیں۔ چاروں سلاسل میں صاحبِ اجازت ہیں۔ آج کل دربارِ عالی ہی میں رونق افروز ہیں اور حضرت اقدس کی ہدایات و ارشادات کو اپنا قبلہ علم و عمل بنائے ہوئے ہیں۔ سرایا ادب و سعادت ہیں اور یہ ادب و سعادت چہرے سے بھی نمایاں ہے۔

۲۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ مد تورا جامع مسجد علامہ عبدالحکیم

تحصیل بازار سیالکوٹ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اپنے علم و فضل، بلند آہنگ خطابت اور حق گوئی کی بنا پر شیر پنجاب کہلاتے تھے۔

۳۔ قاضی سراج احمد صاحب اچھروی علیہ الرحمۃ آپ حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے اور حضرت اقدس مدظلہ سے صاحبِ اجازت و زبردست عالم تھے۔

۴۔ حکیم مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ موضع سدووال ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے اور دینانگر میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ سے عربی و فارسی کا علم حاصل کیا۔ پھر طب کی طرف متوجہ ہوئے تو اس میں بہارتِ تامہ حاصل کی۔ خاندانی وجاہت اور علمی قابلیت کی بنا پر علاقے کے معزز ترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔ حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے تو ایک بار شہنشاہِ ولایت نے آپ سے فرمایا 'میں راضی' میرا رب راضی' میں راضی' میرا رب راضی، میں راضی' میرا رب راضی، میں راضی' قیامِ پاکستان کے بعد گندھوالی متصل علی پور شریف میں سکونت پذیر ہوئے پھر توپیر خانے کی خدمت میں دن رات ایک کر دیئے سفر و حضر میں حضرت اقدس مدظلہ کی معیت میں رہے اور جلد ہی منازلِ سلوک طے کرنے کے بعد اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔

۱۹۷۳ء میں چند روز بیمار رہ کر داعیِ اجل کو لبیک کہ گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون

۵۔ حضرت پیر سید احمد علی شاہ صاحب شمیم رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل حزبِ الاحناف لاہور سے کی۔ رامداس میں حضور قبلہ عالم مدظلہ سے بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت پا گئے۔ حضرت اقدس مدظلہ العالی فضائلِ صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے موضوع پر ان کی تقریر کو بہت پسند فرماتے تھے۔ شمیم آپ کا تخلص تھا۔

۶۔ حضرت علامہ حافظ محمد عالم مدظلہ جامعہ خفیبہ دودر وازہ سیالکوٹ کے مہتمم و شیخ الحدیث، سرپرست جماعتِ اہل سنت ہیں۔ سند الاولیاء حضرت پیر قندھاری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد انہی کے ایک اشارے پر ہمارے حضرت سے رابطہ ہوا

اور خلافت سے نوازے گئے۔

حضرت مولانا الحاج محمد سلیم صاحب مدظلہ آپ جامعہ رضویہ فیصل آباد سے فارغ ہو کر وہیں (فیصل آباد کی) جامع مسجد جہال خانوآنہ میں خطیب ہو گئے۔ حضرت اقدس سے بیعت ہوئے تو روز بروز رابطہ بڑھنے لگا۔ خلافت سے سرفراز ہوئے تو دربار اقدس کی حاضری اور زیادہ ہو گئی۔ شیخ کامل کی بیعت کے اعتبار سے خلفائے کرام میں کوئی صاحب بھی آج ان سے زیادہ خوش قسمت نہیں۔

۸۔ حضرت مولانا الحاج محمد قاسم صاحب مدظلہ۔ آپ حزب الاحناف لاہور سے فارغ التحصیل ہوئے اور پھر اس وقت سے آج تک مانا نوالہ میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ علم و عمل میں سلف صالحین کی سچی یادگار ہیں۔

۹۔ حضرت مولانا الحاج صوفی غلام حسین صاحب مدظلہ خطیبانہ صلاحیتوں کی بنا پر آپ کو خطیب پاکستان کہا جاتا ہے۔ حضرت قبلہ صوفی محمد الدین صاحب خلیفہ سرکار لاثانی علیہما الرحمۃ کے تخت جگر ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے رامداس میں اور آج کل گوجرہ منڈی فیصل آباد میں مقیم ہیں۔

۱۰۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب (سمندری والے) مدظلہ۔ جامعہ رضویہ کے سند یافتہ نصیح و مبلغ خطیب اور اعلیٰ پائے کے محقق ہیں۔

۱۱۔ حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب مدظلہ۔ آپ طائر آباد (فیصل آباد) میں خطیب ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد مسعود علیہ الرحمۃ حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ شہسوار خطابت ہونے کے علاوہ ادنیٰ درجے کے مصنف بھی ہیں۔

۱۲۔ حضرت سید عباس علی شاہ صاحب مدظلہ یثرب پور شریف اور بریلی شریف میں تحصیل علم کے بعد آخر میں جامعہ رضویہ سے دورہ حدیث کیا۔ خوش پوش، خوش باش، خوش ذوق

بلکہ خوش خط بھی ہیں حضور قبلہ عالم مدظلہم سے بیعت ہوئے تو جلد ہی خلافت سے سرفراز کر دیئے گئے۔ فائق آباد ضلع شیخوپورہ میں ان کا بہت فیض جاری ہے۔ کئی بار حج زیارت سے مشرف ہوئے۔

۱۳۔ حضرت علامہ مفتی سید مزل حسین شاہ صاحب مدظلہم۔ آپ جید عالم بلکہ استاد العلماء، بلند پایہ محقق اور اعلیٰ درجے کے مفتی ہیں۔ جامعہ حسینیہ فیض العلوم سیدپور (لاہور) کے مہتمم ہیں۔
۱۴۔ حضرت پیر سید خادم حسین شاہ صاحب مدظلہ۔ آپ جلو موٹر کے خطیب اعظم ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ، سرکارِ لاثانی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

۱۵۔ حضرت حافظ محمد اسماعیل صاحب مدظلہ۔ آپ موضع طور تحصیل شکر گڑھ میں سکونت پذیر تھے۔ یہ (طور) سیلاب کی نذر ہو گیا تو موضع پلاٹ منظور پورہ میں آ گئے۔ یہاں ایک مدرسہ حفظ قرآن کے مہتمم ہیں۔

۱۶۔ مولوی مقبول احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ موضع بوہہ میں مقیم تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الہی رحمۃ اللہ علیہ، سرکارِ لاثانی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔
۱۷۔ حضرت مولانا رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ۔ موضع لنگیاں (تحصیل شکر گڑھ) کے رہنے والے تھے نہایت عابد و زاہد تھے۔ ساری رات جاگنے اور عبادت میں مصروف رہتے۔

۱۸۔ حضرت صاحبزادہ محمد یعقوب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ حضرت سید امیر حسین شاہ صاحب (آف جہانیاں) خلیفہ سرکارِ لاثانی علیہما الرحمۃ کے صاحبزادے تھے۔

۱۹۔ صاحبزادہ میاں محمد حسین صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ حضرت میاں محمد شریف صاحب آف فتوال رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر تھے۔ والد ماجد کو سرکارِ لاثانی اور ان کے فرزند ارجمند کو حضور نقش لاثانی سے خلافت ملی۔ قیام پاکستان کے وقت شہید ہو گئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ صاحبزادہ سید محمد یعقوب اور آپ، ہمارے حضرت والا کے اولین خلفاء میں سے ہیں۔

۲۰۔ سید منظور حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ۔ یہ بھی صاحبزادہ حضرت محمد یعقوب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے بھائی تھے جو جہانیاں کی بجائے پاڑی پور میں مقیم ہو گئے تھے۔

۲۱۔ جناب فضل حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ بھی حضرت سید امیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز تھے۔ طبیب تھے اور نہایت رحمہ دل و ہر دل عزیز۔

۲۲۔ حضرت بابا سید گلاب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور چلے گئے۔ دوسری بار حضور کے دصال کے بعد دربار شریف میں حاضر ہوئے اور غلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ رکن ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔

۲۳۔ سید امیر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ چیچکو کی میاں ضلع شیخوپورہ میں رہتے تھے۔ بڑے عابد و زاہد اور خلیق و شفیق تھے۔

۲۴۔ مولوی شکر دین صاحب مدظلہ۔ آپ موضع دیولی میں جو ظفر وال سے چھ سات میل کے فاصلے پر شمال میں ہے، اقامت پذیر ہیں۔ دربار عالی کی خدمت دل و جان سے کرتے ہیں بظاہر زیادہ پڑھے لکھے نہیں مگر جب اسرارِ طریقت کھولنے لگتے ہیں بڑے بڑے عالموں کو حیران کر دیتے ہیں۔ ماہانہ گیارہویں شریف اور سالانہ ختم سرکار لاثانی بڑے اہتمام سے کرتے ہیں۔ از حد مہمان نواز اور غریب پر ہیں۔ شیخِ کامل دامت برکاتہم سے خدمتِ خلق اور احترامِ آدمیت کا سبق یہ، اس پر عمل کر کے دکھایا۔ حق یہ ہے کہ گونا گوں خصوصیات کی بنا پر قابلِ صد رشک ہیں۔

۲۵۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ تقسیم ملک کے بعد راولپنڈی میں قیام پذیر ہو گئے۔ شیخِ کامل سے نہایت دالمانہ لگاؤ تھا۔ سمیٹریال کے قریب کارنہر میں گر گئی اور آپ بعض دوسرے عزیزوں کے ساتھ جان بحق ہو گئے۔

۲۶۔ قاضی محمد شفیع صاحب مدظلہ۔ آپ سپور کے ہر دل عزیز طبیب اور صاحبِ دل خطیب ہیں۔ سرکار لاثانی علیہ الرحمۃ کے لاڈلے مرید اور ان کے دلہند کے خلیفہ مجاز ہیں۔

۲۸۔ جناب صوفی رب نواز صاحب مدظلہ۔ آپ یہ ضلع مظفر گڑھ میں سکونت پذیر ہیں۔

ان کے علاوہ۔

۲۹۔ جناب سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ میکریاں ضلع ہشیار پور کے قریب ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد صوبے چک ضلع فیصل آباد میں مقیم ہو گئے۔

۳۰۔ جناب سید شبیر حسین شاہ صاحب مدظلہ [دونوں بھائی ہیں۔ ان کے والد ماجد پیر

۳۱۔ جناب منظور حسین شاہ صاحب مدظلہ [سید حامد علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

سرکار لاثانی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

۳۲۔ محمد شریف شاہ صاحب مدظلہ۔ آپ ملکھال والا (ضلع فیصل آباد) کے باسی ہیں۔

قیام پاکستان سے پہلے مسانیاں ضلع گورداسپور میں رہتے تھے۔ نہایت جلالی ہیں۔

۳۳۔ میاں ارشاد حسین صاحب [آپ دونوں حضرت میاں محمد شریف صاحب خلیفہ

۳۴۔ میاں منور حسین صاحب [مجاز سرکار لاثانی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے ہیں۔

۳۵۔ صوفی محمد علی صاحب نقشبندی۔ جماعت اہل سنت پاکستان کے عظیم رہنما ہیں۔

قائدانہ صلاحیتوں کی بنا پر مفکر ملت کہلاتے ہیں۔ سیالکوٹ میں تقسیم فیض کرتے ہیں۔

۳۶۔ مولانا محمد رمضان روحانی۔ روزنامہ سنگ میل ملتان کے مدیر ہیں۔

آئین جوانمردان حق گوئی و بیباکی کی عملی تفسیر ہیں۔

۳۷۔ مولانا الحاج محمد غیاث الدین۔ مدینہ مسجد شکر گڑھ کے خطیب اور بلند پایہ

محقق و مناظر ہیں۔

۳۸۔ مولانا محمد شفیق نوری۔ کراچی کے ہر دل عزیز خطیب اور روشن خیال شاعر و

ادیب ہیں

زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین حضور پرنور حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی

کے ارشادات عالیہ

حضور قبلہ عالم شاہ لاٹانی قدس سرہ کے ملفوظات گرامی نقل کرنے سے پہلے اولیائے کرام علیہم الرحمہ کے ارشادات عالیہ کی اہمیت پر کچھ تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔ یہاں مختصراً اتنا سمجھ لیجئے کہ شیخ کامل ملہم من اللہ ہوتا ہے اور حدیث قدسی کے بمصادق انوار ربانی ہی اس کے اعضا و جوارح کو منور و مشرف فرماتے ہیں اس لئے اُس کا دیکھنا حتمی، سننا یقینی، اور کچھ کہنا قطعاً ہوتا ہے۔ وہ نور خدا سے ابتدا و انتہا کو دیکھتا، قدسیانِ فلک اور کارکنانِ قضا و قدر کی آدازیں سنتا ہے تو پھر جو دیکھتا سنتا ہے اُس کا کچھ حصہ اپنی اُس زبان سے ادا کرتا ہے جو خود اذنِ خداوندی اور نورِ خداوندی سے بولتی ہے۔ عام بول چال اور عام الفاظ و عروف کے باوجود ان کا 'قال' خاص ہوتا ہے اور جو ان کے حال سے جتنا واقف ہوتا ہے، وہ اتنا ہی ان کے 'قال' کو سمجھ سکتا ہے۔ ان کی باتوں میں بلا کی سادگی اور بظاہر بالکل عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ معانی میں ایسی وسعت ہوتی ہے کہ سننے والے اپنے اپنے ظرف کے مطابق ہی ان سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ بقول جگر مراد آبادی

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن لیکن اپنا اپنا دامن

انہی اسرار و معارف کی طرف حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک پنجابی شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔

صحبتِ سنگت پیر میرے دی، بہتر نفل نمازوں

اک اک سخن شریف انہاں دا، محرم کردارازوں

ذیل میں حضور پرنور سیدی و مرشدی، سجادہ نشین دربار عالی دامت برکاتہم العالیہ

کے چند ارشاداتِ عالیہ، مضمون و اربعش کئے جاتے ہیں۔ انوارِ لاثانی، میں دیئے گئے سلفوں کا بھرے موتیوں کی شکل میں تھے، یہاں انہیں خاص عنوانات سے اصداف کے ساتھ مرتب کیا جاتا ہے۔

ذکرِ خداوندی

- ۱۔ ذکر و فکر اور مراقبے میں تساہل نہ کرو۔
- ۲۔ دل کو دس دس و خطرات سے پاک رکھو اور ذکرِ الہی آباد کرو۔

۳۔ عبادت کی کنجی نکر ہے۔ ذکر کی حلاوت تواضع اور خاکساری ہے۔

۴۔ اللہ کی یاد میں رہنا بادشاہت سے بہتر ہے۔

۵۔ جو شخص ذکرِ خدا میں ڈوبا ہو۔ وہ سوائے ضرورتِ معیشت دنیا کی طرف التفات نہیں کرتا۔

۶۔ تم خدا کے بندے ہو اور حضور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہو۔

تم پر لازم ہے کہ قانونِ ربانی پر عمل پیرا ہو کر تمام رستے زمین پر اسی کی عظمت اور اللہ جلّ شانہ کا ذکر پھیلاؤ۔ قطب الاقطاب، غوث الاغیاء سیدنا و

مولانا حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کے متعلق کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں۔

ہر روز باشی صائم ہر لیل باشی قائم	در ذکر باشی دائم مشغول شود ذکر ہو
گر پیش خواہی جاودان عزت بخوای چہاں	ایں ذکر ہو ہر آن بخوان مشغول شود ذکر ہو
سوے ندارد خفتنت ناچار باید فتننت	در گورتنا ماندنت مشغول شود ذکر ہو
ہو ہو بد کرش ساز کن نام خدا آغاز کن	قفلے ز سینہ باز کن مشغول شود ذکر ہو
علمی بخوانی با عمل فردا نباشی تا خجل	در پیش قادر لم یزل مشغول شود ذکر ہو
ہر دم خدا را یاد کن دلہائے نگلیں شاد کن	بہل صفت فریاد کن مشغول شود ذکر ہو
مسکین احمد دُشو، وز جملہ عالم فرد شو	در راہ حق چوں گرد شو، مشغول شود ذکر ہو

۷۔ تہجد کی مداومت کرو، جس نے جو کچھ پایا ہے تہجد ہی سے پایا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ سے مشغول ہونا چاہیے۔ یہ دنیا بے وقابے، فانی ہے۔ اپنا تعلق باقی سے پیدا کرو۔

۹۔ تو نگروہ ہے جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہو جاتے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ کسب حلال سے ہاتھ اٹھا لو مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ سے غافل ہو کر دنیا کی طرف نہ دوڑو۔ حریص نہ بن جاؤ۔ طلب ریاست و عز و جاہ میں دین ہاتھ سے نہ دے دو۔
حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا

چسیت دنیا از حسد اغافل بدن
نے قماش و نقرہ و نذرند وزن

اچھی طرح جان لو، یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں پھر کیوں آخرت کو دنیا پر قربان کرتے ہو۔

۱۰۔ اللہ کی رضا پر راضی رہو۔ صبر، حوصلہ و شکر کی عادت ڈالو۔

۱۱۔ خاموشی میں اللہ اللہ کہو۔ اس کی برکت سے دل گویا اور زبان مؤثر ہو جائے گی۔

۱۲۔ جب تک تو طالب دنیا ہے، دنیا نہ ملے گی بلکہ تجھ پر سوار رہے گی۔ جب تو اس طرف سے فارغ ہو کر اللہ کی طرف مشغول ہو تو دنیا پر بادشاہ بنا۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
محبت ہر محبت پر فائق ہے۔

۲۔ خدا کی محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل محبت ہو۔

۳۔ عشق الہی کا باغ ہمیشہ تازہ ہے۔ چستانِ محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ السلام) کو دنیوی بہار و خزاں سے کوئی علاقہ نہیں۔ اپنا گھر اس سدا بہار باغ میں بناؤ۔

۴۔ اللہ اکبر اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرم رکھو، اُس جہان میں خدا تم سے شرم رکھے گا۔

۵۔ اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت کی محبت میں سرشار ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر اس میں نقص ہوا تو کچھ بھی نہ رہا۔

۶۔ جن لوگوں کو شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چون دھرا ہے۔ ان سے دُور بھاگ جاؤ، ان کی بدبو سے بچو، گفتگو تک نہ سنو۔

۷۔ (راقم الحروف سے ایک بار فرمایا) خدا تعالیٰ سے دعا کرو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مانگو کہ اصل دولت یہی ہے۔

۸۔ (مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بابِ جبریل میں کھڑے ہو کر فقیر نے دعا کی التجا کی تو فرمایا) سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو، کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی آرزو ہو سکتی ہے؟

۹۔ دربار شریف کے ایک خادمِ خصوصی نے پوچھا کہ حضور قبلہ عالم حضور شاہِ لاٹانی علیہ الرحمۃ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہو کر کیا پڑھنا چاہیے تو فرمایا خاموشی اور مراقبہ زیادہ سے زیادہ، پوچھا حضور سید کون و مکاں سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کے دربار میں حاضری کا شرف حاصل ہو تو پھر؟ فرمایا زیادہ سے زیادہ درود شریف۔

۱۰۔ (سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لغتِ پاک کے ساتھ حضرت اقدس کو خاص شغف ہے حضورِ رحمۃ للعالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ نورانی ذوق و شوق سے سنتے ہیں اور اکثر و بیشتر بزرگانِ دین اور دیگر عظیم شعرا کے نعتیہ اشعار حضرت والا اپنی زبانِ حق ترجمان سے خود بھی سناتے ہیں، مثلاً) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر آپ نے کئی بار پڑھا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہو ز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

نیز حضرت عزت بخاری قدس سرہ کا یہ شعر بھی جو حضور سید عالم سلطان کائنات
علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات کے دربار گوہر بار کے بارے میں بہت دفعہ سنا گیا ہے
ادب گاہے ست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنبید و بایزید اینجبا
۱۱۔ فرمایا 'درد و شریف' ادب، انکار اور محبت سے پڑھا کرو۔

حُبِ اہل بیت و تعظیم صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

- ۱۔ مقام صدیق رضی اللہ عنہ :- شعبان ۱۲۰۱ھ میں ایک عیسائی نوجوان حضور دالا
کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا۔ حضرت نے نام پوچھا تو اُس نے کہا 'صدیق مسیح'،
آپ نے ارشاد فرمایا، صدیق بہت اچھا نام ہے اسے بدلنے کو جی نہیں چاہتا چنانچہ
اُس کا نام صدیق مسیح کی بجائے محمد صدیق رکھ دیا۔
- ۲۔ مسجدِ ضیائے لاثانی، کی تعمیر کے دوران، دوسری چیزوں کے علاوہ پنچتن پاک کے
اسمائے گرامی بھی منبر کے اندرونی پانچ گوشوں میں حرفِ ندا کے ساتھ بحسنِ خط لکھوائے
گئے، اور برآمدے میں خلفائے راشدین کی شان میں درج ذیل رباعی بھی تحریر کرائی
گئی۔ یہ رباعی حضرت دالا کو بہت پسند ہے۔

صدیقِ عکسِ حسنِ کمال ^{رضی اللہ عنہ} محمد است ^{علیہ الصلوٰۃ والسلام}
فاروقِ ظلِ جاہ و جلال ^{رضی اللہ عنہ} محمد است ^{علیہ الصلوٰۃ والسلام}
عثمانِ ضیائے شمعِ جمال ^{رضی اللہ عنہ} محمد است ^{صلی اللہ علیہ وسلم}
حیدرِ بہارِ باغِ خصال ^{کرم اللہ وجہہ} محمد است ^{صلی اللہ علیہ وسلم}

مسجد میں اس رباعی کے پہلو میں یہ شعر بھی غلہ نگاہ ہے

چراغ و مسجد و محراب و منبر

ابوبکر و عمر، عثمان و حیدر رضی اللہ عنہم

۳۔ فرمایا 'حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت پر بہت زور دیتے ہیں لیکن جب بعض لوگوں کے بغض صحابہ کا ذکر چھڑتا تو اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق، دست مبارک، گوش مبارک کی طرف بار بار لیجا کر اس بُرے عقیدے سے بیزاری و برائت کا اظہار فرماتے۔

۴۔ دراقم الحروف نے ایک بار کتابِ مسک امام ربانی، خدمت میں پیش کی تو آپ نے بالخصوص وہ باب پڑھوا کر سنا جس میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت کا ذکر تھا۔ حضرت نے شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ارشادات سن کر فرمایا دیکھا، حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدہ وہی ہونا چاہیے جو حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ہے، لوگ نہ جانے کیا باتیں کرتے ہیں۔

تلاوتِ قرآن مجید اور اتباعِ شریعت | ۱۔ فرمایا 'خدا کی اطاعت خوشی سے کرو۔ محبت

شوق و ذوق سے کرو۔

۲۔ فرمایا 'تلاوتِ قرآن مجید اور دینی کتابوں کا مطالعہ دل کو منور کرتا ہے۔

۳۔ فرمایا 'علمائے کرام سے مسائل شرعیہ سیکھتے رہو۔

۴۔ فرمایا 'علم کی باتیں سنو، ان پر دھیان لگاؤ اور عمل کی کوشش کرو۔

۵۔ فرمایا 'کامل طور پر شریعت کی اتباع کرو۔ یہ نہ ہو بعض احکام مان لئے اور

بعض چھوڑ دیئے۔ اسی طرح طریقت و حقیقت کے مسائل کو لازم پکڑو۔

۶۔ (ایک شخص نے اپنی ناکامیوں اور پریشانیوں کا اظہار کیا تو) فرمایا: نماز پنجگانہ کی پابندی کرو۔ خدا تعالیٰ سب کام بنا دے گا (ایسا واقعہ اکثر ہوتا ہے کسی کو درود شریف کسی کو تلاوت کلام پاک، کسی کو حسب حال منزل شریف گیارہ بار پڑھنے کا ارشاد ہوتا ہے یعنی جو نماز پنجگانہ کی پابندی کے علاوہ کچھ اور بھی چاہے اُسے بعض وظائف کی تلقین ہدایت بھی کی جاتی ہے)

۷۔ درمضان شریف میں ایک جوان آدمی تعویذ لینے آیا تو پوچھا: کیا تم روزے سے ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا) فرمایا جاؤ تمہیں کوئی تعویذ نہیں ملے گا، جی تو چاہتا ہے، دھکے مار کر نکال دوں مگر خدا سے ڈر آتا ہے پھر فرمایا، ہاں خوفِ خدا کا تقاضا بھی یہی تو ہے کہ ایسے شخص سے قطعاً نرمی نہ برتی جائے!

۱۔ فرمایا: نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ گردہ اہل سنت و جماعت کے جو لوگ مخالف ہیں، اُن سے

عقیدے کی سختگی

ضرور بچو!

۲۔ فرمایا: ہر نئی تہذیب اور نئے فرقے کی طرف مت لپکو۔ دینِ حنیف ہی پر قائم رہو۔
۳۔ (ایک شخص نے بتایا کہ میرا لڑکا بد عقیدہ لوگوں کے مدرسے میں قرآنِ کریم حفظ کرتا ہے تو) فرمایا: اُن کے ہاں پڑھنے سے نہ پڑھنا بہتر ہے۔ اچھا یہ ہے کہ اسے وہاں سے نکال کر اہل سنت و جماعت کے مدرسے میں داخل کر دیا جائے!

۴۔ (۱۹۶۱ء میں، میں نے اشاعتِ دین کی غرض سے انجمنِ فدا یانِ مصطفیٰ کی بنیاد رکھی اور اس میں دوسرے عقیدے کے لوگوں کو شامل کرنے کی اجازت چاہی تو) فرمایا: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والوں کو کیونکر ساتھ ملایا جاسکتا ہے؟“
۵۔ (ایک شخص نے مجھے اپنے ہاں ہر موضوع پر بولنے کی اجازت دیتے ہوئے رخصت کر دیا۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کا نام لینے سے روکنا چاہا۔ میں نے اس کے متعلق

حضرت والا سے پوچھا تو فرمایا 'وہ دیوبندی ہوگا'۔

۶۔ فرمایا: جس نے بد عقیدہ لوگوں سے میل جول رکھا، سمجھ لو اُس نے اپنا بستر آگ پر

ڈال لیا۔

۱۔ فرمایا: خدا سے ڈرنے والے کا دل نرم، عقل کامل اور
خوفِ خدا فہم سلیم ہوتا ہے۔

۲۔ فرمایا: جب تک خدا سے ڈرتے رہو گے، راہِ راست پر رہو گے، جب اس
ذاتِ پاک کا خوف دل سے نکل گیا، گمراہ ہو جاؤ گے۔

۳۔ فرمایا: نمود و ریا اور بناوٹ سے بچو۔ خدا کے ساتھ لو لگاؤ۔ خدا سے انحراف
نہ کرو۔ مردہ ہو جاؤ گے قبروں میں جا کر بچھاؤ گے۔

۴۔ فرمایا: انکسار و تواضع کی عادت ڈالو یہ افضل عبادت ہے۔ خود پسندی اور عجب
شیطانی فعل ہے۔ خالص دے ریا تھوڑا سا عمل بھی بھتر ہے۔

۱۔ فرمایا: اپنے شیخ کے ساتھ مخلصانہ تعلق پیدا کرو۔
پیر و مرید کا تعلق ۲۔ فرمایا: اپنے مرشد کے حضور سے انسان خالی ہاتھ

نہیں لوٹتا۔ نور کی کرنوں سے دامن مراد بھر لیتا ہے۔

۳۔ فرمایا: جب تم کسی اہل دل کے پاس جاؤ تو خاموش رہو اور دل کو بھی ادھر ادھر
کے خیالوں سے پاک و صاف رکھو کیونکہ صاف دل پر اللہ کا بندہ کچھ لکھتا ہے۔

۴۔ فرمایا: بحر معرفت میں ہزاروں سفینے غرق ہوتے۔ تجربہ کار اور واقفِ رسم و راہ
منزلہا نا خدا کو ڈھونڈ اور اس کے پیچھے قدم بہ قدم سفر کر۔

۵۔ فرمایا: شیخ کی توجہ کئی قسم کی ہوتی ہے۔ وہ مرید کے ظرف اور استعداد کے مطابق

تربیت کرتا ہے۔ بعض اوقات اتصالی توجہ کا فرما ہوتی ہے بعض اوقات ابھکاسی اور
بعض اوقات الثانی اور بعض اوقات اتحادی۔ لہذا خاموش ہو کر فیضان حاصل کرتے رہو۔

۶۔ فرمایا اللہ اکبر! حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہونے والے بہڑے

مضبوط اور اچھے عقیدے سے حاضر ہوا اور دامن دل نور سے بھر کر لے جایا۔ ضعیف العقیدہ

انسان فائز المرام نہیں ہوتا۔

۷۔ فرمایا اپنے بزرگوں اور مشائخ کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کرو۔

۸۔ فرمایا محبت اور خدمتِ شیخ میں لگے رہنا چاہیے۔ منزلِ مقصود کا یہی ایک راستہ ہے۔

۹۔ فرمایا اپنے شیخ کے الطاف و کرم اور مہربانی سے متمتع ہو کر اس سے بے تکلف

نہ ہو جائے اور نہ اس کی تادیب سے دل برداشتہ ہو جائے۔ خوف اور امید کے درمیان

رہنا چاہیے۔

۱۰۔ فرمایا اللہ والوں کا ذکر حقیقت میں اللہ کا ذکر ہے۔

پہنچا سکتا ہے جہاں مدتوں کی عبادت نہیں پہنچا سکتی۔

۱۔ فرمایا دجی تو چاہتا تھا کہ حضور قبلہ عالم

حضور قبلہ عالم شاہِ لا ثانی قدس سرہ کا مقام

قدس سرہ کے اوصاف حمیدہ پر صفحوں کے صفحے لکھتا جاؤں اور ہم جن کا نام لے لے کر جی رہے

ہیں ان کے وصفِ با کمال دل کھول کر بیان کروں مگر سمجھتا ہوں کہ کما حقہ عہدہ برآ نہیں ہو

سکوں گا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ طریقت کے آفتاب تھے جن کی ضیائے پاک نے چار

دانگ عالم کو منور کیا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضور سے استفادہ کیا۔

حضور کی پاک نگاہوں نے نااہلوں کو اہل کر دیا اور ہزاروں گمراہوں کو آسودہ منزل

بنا کر شاد کام کیا۔

۲۔ فرمایا اللہ اکبر! آپ کی سادگی اور شانِ استغنیٰ دنیا کے لئے درسِ عمل تھی۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حق گو تھے۔ فرقہ پرستیوں کی الجھنوں سے آزاد تھے۔ آپ

کامسک صلح کن تھا۔ حنفی المذہب تھے اور اسی طریقہ پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔
۳۔ فرمایا میں آپ ہی کے نور کا گدا و محتاج ہوں۔ میری کوئی ہمتی نہ تھی۔ آپ ہی کے چشمہ فیض سے سیراب ہوا۔

۴۔ دھونی محمد رفیق صاحب مصنف انوار لاثانی نے بقول خود ایک معاملے کے متعلق عرض کیا کہ شاید حضور اس کو سزا نجام نہیں دینا چاہیے۔ تو فرمایا میرے بدن پر جب تک قمیض بھی ہے میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔

۵۔ فرمایا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاک دل میں وہ نور اور آتش عشق موجود تھی کہ آپ کے پاس بٹھینے ہی سے اس نور کی شدا عین دل پر اثر انداز ہو جاتی تھیں۔

۶۔ (ابو محمد یوسف صاحب سیالکوٹی کے ہاں ایک گفتگو کے دوران) فرمایا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بعض لوگوں میں یوں لگتا ہے جیسے بجلیاں بھردی ہوں۔ بظاہر بالکل سادہ مگر باطن میں پرواز بہت بلند اور استعداد نہایت وسیع۔ (بالفاظ دیگر سادگی و پرکاری، حضور کا خاص فیضان تھا)

۷۔ فرمایا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کو غور سے پڑھو اور عمل کرو۔ آپ کی پاکیزہ زندگی تمہارے لئے درسِ عمل ہے۔ رہبر ہے۔

۸۔ فرمایا جو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین ہو کر حقہ نوشی سے باز نہ آئیں۔ اُن پر افسوس ہے۔ کاش وہ آپ کے ارشاد کو سمجھیں۔

۱۔ فرمایا ادب سیکھو۔ عقلمند آدمی جاہل اور بے ادبوں سے بھی ادب سیکھ جاتا ہے یعنی اُن کی حرکات کو قبیح سمجھ کر

تاکید ادبِ دنیوی

اجتناب کرتا ہے۔

۲۔ فرمایا جو تمہیں نصیحت کی بات کہے، اسے فوراً قبول کر لو۔ بزرگان دین کا احترام کرؤ۔
۳۔ ایک مولوی کے متعلق ذکر ہوا کہ یہ اعلان کرتا پھرتا ہے میں مجددِ صاحب کی اس

بات کو نہیں مانتا، حضور والا پاتے مبارک کے درد کی وجہ سے صاحب فراش تھے مگر اس بات پر سخت ناراض ہو کر فرمایا جو کچھ میں حضرت مجدد کی اس بات کو نہیں مانتا، میں اُسے مردود سمجھتا ہوں۔ یہاں مردود سے مراد مردودِ طریقت یعنی محروم فیض ہے

۳۔ حب درویشاں کلیدِ جنت است دشمن ایشاں نزلے لعنت است

۴۔ فرمایا کتب دینی کو نہایت ادب و احترام سے رکھنا چاہیے،

۵۔ فرمایا زیادہ ہنسنا دلیلِ حماقت ہے۔ بزرگوں کے پاس با ادب بیٹھو نوجوان کو شرم دیا

بہت ہی ضروری ہے۔

۶۔ فرمایا بزرگوں کے عطا کردہ تبرکات کو عزت سے رکھو۔

۷۔ فرمایا فقرا اور غربا کو حقارت سے نہ دیکھو، بعض اوقات ان میں بہت بلند پایہ

ہستیاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ کسی نے خوب فرمایا۔

۸۔ خاکسارانِ جہاں را بحقارت مسنگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد

۱۔ فرمایا اہل ظاہر اور بد باطن کی صحبت دل کو سیاہ

کر دیتی ہے۔

اختیارِ صحبت

۲۔ فرمایا بُرے آدمیوں کی صحبت تمہیں نیکیوں سے بدظن کر دے گی۔

۳۔ فرمایا دوست اس کو سمجھو جو تمہیں نیک و بد سے آگاہ کرتا ہے۔

۴۔ فرمایا عافیت تنہائی میں پاؤ گے اور سلامتی خاموشی میں، اور فرمایا خاموشی

افضل ترین عبادت ہے۔

۵۔ فرمایا فضول بحث اور سوچ بچار سے آدمی اللہ سے دُور ہو جاتا ہے اور اپنے

ہی خیال میں الجھ کے رہ جاتا ہے،

حسن تعامل و اخلاق و متفرق ارشادات

۱۔ فرمایا 'اخلاقِ بد اور عاداتِ بد، بچھو اور سانپ

کی مانند ہوتی ہیں۔ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہونا چاہیے۔

۲۔ فرمایا 'عیب بینی اور پردہ دری سے بچو۔ عیب پوشی اور حسن ظن اختیار کرو،

۳۔ فرمایا 'کوشش کرتے رہو کہ تم سے اخلاقِ رذیلہ، بد خلقی، بد گوئی دور ہو جائے اور اخلاقِ حمیدہ، خوش خلقی صاف گوئی تمہارا شعار بن جائے۔

۴۔ فرمایا 'حسب و نسب پر فخر کرنا اور خود عمل نہ کرنا محرومی کی دلیل ہے۔

۵۔ فرمایا 'ہر وقت پاک و صاف رہنے کی کوشش کرو۔

۶۔ فرمایا 'خدمتِ والدین اہم فریضہ ہے جس نے اس سے انحراف کیا اس نے

اپنا دین برباد کیا۔

۷۔ دایک نوجوان نے شکایت کی کہ میرے ابا جان دوسروں کے زیرِ اثر ہیں اور

مانتے ہی نہیں۔ اس پر) فرمایا 'بہر حال انہیں راضی کرنا تم پر ضروری ہے۔

۸۔ فرمایا 'انسان ہمت و استقلال سے بڑے بڑے کام کر جاتا ہے بہترین طریقے

سے زندگی بسر کرتا کہ مرنے کے بعد بھی لوگ تمہیں اچھے طریقے سے یاد کریں۔

۹۔ فرمایا 'یادہ گوئی، لغویات اور مسخر اپن سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ متانت

سنجیدگی انسان کو باوقار بنا دیتی ہے۔

۱۰۔ فرمایا 'کھانے سے پہلے معلوم کر لو کھانا کہاں سے آیا۔ مشکوک کھانوں سے دل

پراگندہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ فرمایا 'خود فروشی و خود نمائی سے بچو۔ اپنے کشف و خواب وغیرہ کا تذکرہ

ہر کہ دم سے نہ کرو۔

۱۲۔ (تھانہ چوہنگ میں مولوی محمد بخش صاحب کے ہاں ایک سلسلہ کلام میں فرمایا

وہ شخص بہت خوش نصیب ہے جسے اللہ کریم سادگی کی دولت عطا فرماتا ہے۔ (اللہ کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نمودوریا، فخر و تکبر، حب جاہ وغیرہ سے بچا کر سادگی اور خلوص سے نوازے۔ آمین)

۱۳۔ فرمایا 'کم تنسو، زیادہ روؤ۔ کم بولو زیادہ چپ رہو۔ داد و دہش زیادہ کرو اور کم کھاؤ۔ کم سوؤ، آخرت میں راحت سے رہو گے۔'

۱۴۔ فرمایا 'پاکیزگی اختیار کرو، اللہ پاک ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک ہیں اور پاک کو پسند کرتے ہیں۔'

۱۵۔ فرمایا 'نوجوان شرمیلا اور حیا دار ہونا چاہیے۔'

۱۶۔ فرمایا 'اللہ اکبر! جو امر و کی تین صفات ہیں۔ سخاوت، مخلوق خدا پر شفقت، مخلوق سے بے نیازی اور اللہ تعالیٰ سے آشنائی۔'

۱۷۔ فرمایا 'کوشش کرو کہ تم سے مسلمان بھائی خوش رہیں۔'

۱۸۔ فرمایا 'مسلمانوں کو بہتری کی طرف لے جانے کی کوشش کرو۔'

۱۹۔ فرمایا 'قوتِ فکر انسان کے پاس ایک آئینہ ہے جس میں ہر بھلائی اور برائی کو دیکھ

سکتا ہے۔'

۲۰۔ فرمایا 'قناعت اور توکل کر۔ صبر و رضا بہترین خصلتیں ہیں۔'

۲۱۔ فرمایا 'جھوٹ سے بچو۔ قلم ربانی جھوٹے کو لعنتی لکھتا ہے۔'

۲۲۔ فرمایا 'شریف آدمی، حلیم و بردبار، صادق القول اور اپنے وعدے کا پکا ہوتا ہے۔'

۱۔ یعنی کسی مسلمان کا دل نہ توڑو۔ حضرت ابوسعید الخدری علیہ الرحمۃ کے نزدیک خدا تک پہنچنے

کا سہل ترین اور سبک ترین راستہ یہی ہے کہ راحۃً بدل مسلمانے رسانی۔

۲۔ یعنی ملتِ اسلامیہ سے خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے۔ اَلْبَدِیْنُ

النَّصِیْحَةُ (یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے)

۲۳۔ فرمایا جب کسی سے وعدہ کر دو تو اسے پورا کرنے کی کوشش کیا کرو۔

۲۴۔ فرمایا اپنے اخراجات اپنی آمدنی سے نہ بڑھاؤ۔

۲۵۔ فرمایا ضرورت کے بغیر لوٹنا منع ہے۔ کلام صاف و سادہ اور مختصر ہونا چاہیے۔

۲۶۔ فرمایا اپنی آنکھوں کو روکے رکھو، اگر یہ آوارہ ہو گئیں، تو اطمینانِ دل غارت

کر کے گناہِ کبیرہ کا مرتکب کر دیں گی۔

۲۷۔ فرمایا معاملات میں صفائی رکھو۔ ایتھار اور احسان و مروت کی عادت ڈالو۔

۲۸۔ فرمایا حسد و تعصب اور طمع و غضب بہت ہی بری خصلتیں ہیں۔

۲۹۔ فرمایا دل کو حسد سے نہ جلاؤ، اس میں عشقِ الہی کی آگ روشن کرو۔

۳۰۔ فرمایا اپنے نفس اور دل کا روزانہ جائزہ لیا کرو کہ تم کس طرف جا رہے ہو۔

۳۱۔ فرمایا انسان مگر فنا نہیں ہو جاتا بلکہ صفت بدل جاتی ہے، گھر بدل جاتا ہے،

نقل مکانی ہو جاتی ہے۔ کوشش کرو کہ مرنے کے بعد اچھے گھر میں جگہ پاؤ۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے دنیا کو مومن کا قید خانہ ٹھہرایا ہے۔ تو ثابت ہو مومن موت کے وقت

تنگی سے نکل کر کشادگی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور منزلِ دنیا کو چھوڑنے کے بعد مومن

کا حال نسبتاً بہت ہی اچھا ہوتا ہے۔

۳۲۔ فرمایا اولیاء اللہ کو مردہ خیال نہ کرو۔ قرآنِ کریم کی نص سے ان کی حیاطِ طیبہ

ثابت ہے۔

۳۳۔ (راقم نے اپنی بعض پریشانیوں کا ذکر کیا تو) فرمایا درود تاج شریف سات

دفعہ پڑھا کر دم گریہ نہ سمجھنا کہ پڑھنے کی وجہ سے کام ہو گا، کام جب بنے گا، اُسی

(کریمِ جل شانہ) کی رحمت سے بنے گا (سبحان اللہ)

۳۴۔ (دربارِ عالی کے اخص الخواص خادم جناب حاجی محمد مقبول احمد صاحبِ حج

پر جاتے ہوئے عرض کی) حضور میں زیادہ دعائیں یاد نہیں کر سکتا لہذا طواف کے دوران

کیا پڑھا کروں گا) فرمایا: تیسرا کلمہ شریف ہی پڑھتے رہنا۔

۳۵۔ فرمایا: اللہ اکبر! ایک بار دھنور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ نے مجھے فرمایا:

اے علی حسین! تیرے دروازے سے مسافر بھوکا نہ جائے۔ لشکر کو بندہ کرنا خواہ، در

ضروریات رہ ہی جائیں۔

۳۶۔ ایک بار حضرت اقدس مدظلہم کے پائے مبارک میں تین چار دن سے سخت در

تھا، کچھ افاقہ ہوا تو باہر کھیتوں میں دھان لگانے کے لئے گھوڑی پر سوار ہو گئے، بندہ

عاجز کو خدشہ تھا کہ راستے میں پانی ہونے کی وجہ سے ممکن ہے گھوڑی کا پاؤں کہیں کچھ

پھسلے اور اس طرح خدا نخواستہ درد پھر شروع ہو جائے۔ چنانچہ عرض کیا کہ حضور دربار

عالی میں رونق افروز رہیں اور دور دور سے آنے والی مخلوق خدا کو فیض پہنچائیں، یہ

کام تو قبلہ صاحبزادہ صاحب بھی بخیر و خوبی سرانجام دے لیں گے تو فرمایا میرے

لئے تو دور وٹیاں کافی ہیں، یہ سارا اہتمام بھی تو مخلوق خدا کے آرام کی خاطر ہے۔

غزلِ نور

تیرے دل میں چشمہ صدق و صفا کا نور ہے
تیری صورت ہے تجلی گاہِ محبوبِ خدا
تجھ سے نسبت ہی نہیں بنائے بے مقدار کو
تو بہ تو بہ مے کہوں اسکو یہ ہے سوئے ادب
نکرمیں ہے کیف و مستی عرش پر ہے اب داغ
تیرے گیسو نہکت والیل سے ہیں فیض یاب
مشکلیں حل کیوں نہ ہوں میری ترے دیدار سے
کیوں نہ مجھ سبکیں کو تیری ذات پر ہوا اعتماد
خیر ہے رگ رگ میں تیری خیر سے تیرا خمیر
بھیک تجھ سے نور والے مانگتے ہیں نور کی
ہر ادا میں حسنِ تسلیم و رضا کا نور ہے
تیری سیرت اُسوۂ نور خدا کا نور ہے
دل یہ کہتا ہے کہ تو عرشِ علی کا نور ہے
تیرے شیشے میں تو شاہِ صلّٰی کا نور ہے
تیرے گھر میں گویا طیبہ کی فضا کا نور ہے
تیرے چہرے پر جمالِ والضحیٰ کا نور ہے
سب پر روشن ہے کہ تو مشکِ کشاکش کا نور ہے
تجھ میں آقا مشرقِ مہر و دھوپ کا نور ہے
کیوں نہ ہو تو حضرت خیر النسا کا نور ہے
نور کا مرکز ہے تو رشد و ہدیٰ کا نور ہے

منقبت کا حق ادا آسی کرے ممکن نہیں
طوعاً علیہ الصلوٰۃ والسلام
تو خدا کا نور ہے تو مصطفیٰ کا نور ہے

لے یہ غزل اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی
کے اس شعر سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے :

تیری نیل پاک میں ہے بچے بچے نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

قصیدہ استغاثہ

تری صورت ہے یا ہے صفحہ آیات قرآنی
زمانے کی شب تاریک میں شمع یقین تیری
بحمد اللہ تو تنویر ہے ہر رسالت کی
ویا ہے شاہ لاثانی نے ایسا رنگِ حدت کا
تری برکات کی وسعت یہی اعلان کرتی ہے
ترے اطوار ناطق ہیں ترے انوار شاہد ہیں
زمین کا نور ہے تو اور زمانہ تجھ سے قائم ہے
تری عظمت کا چرچا آسمانوں میں زمینوں میں
عجب کیا اس پہ آئے ٹک اگر شاہانِ دنیا کو
ترے قربان میں اے تاجور اہل طریقت کے
تو ہے اس دُر میں علمِ نبیٰ بہتریں وارث
زہے قسمت کسی صورت اگر مقبول ہو جائے
خلوص عشق نازاں ہے ترے اخلاص پر آقا
تو اک صلوہ ہے گویا اسوۂ صدیق اکبر کا
علی کے نور اے لختِ جگر خاتونِ جنت کے
ترے سر پہ ہے سایہ بالیقین بارہ اماموں کا

تری سیرت ہے یا ہے صلوۃ الہام ربانی
بقول حضرت اقبال ہے قندیلِ رہبانی
تعالیٰ اللہ تو ہے چشمہ فیضانِ رحمانی
نظر دالے بجا کہتے ہیں تجھ کو نقشِ لاثانی
تو قطب الوقت، غوث العصر ہے محبوبِ سبحانی
کہ اقلیم ولایت کی ملی ہے تجھ کو سلطانِ
ہے تجھ پہ صادق آتا معنی قیوم دورانی
تجھے اپنے پرانے جانتے ہیں مردِ حقانی
جسے اللہ نے بخشی ہے تیرے در کی درباری
تجھے دی حق نے اسرارِ شریعت کی نگہبانی
تجھے جاہل ہوئی علم لدنی کی سرادانی
رسول اللہ کے دربار میں تیری ثنا خوانی
ترے اطوار سے روشن ہوا پھر صدقِ سلمان
تری ہیبت ہے فاروقی، تری دولت ہے عثمانی
تجھے ہے سجدۂ شبیر کی دولت بھی ارزانی
نمایاں تیرے رخسے تابشِ خورشیدِ جیلانی

تو بجا جتنا کا گو ہر شاداب ہے گویا
 تری ذات ستودہ نازش ابرارِ عالم ہے
 سخاوت سے ہوئیں تیری روایاتِ کرم تازہ
 ترے ذکرِ خداوندی میں حائل ہو نہیں سکتی
 ہوئی ہیں تجھ سے ظاہر قوتیں انسانِ کامل کی
 ہیں اب جو مانگوں تجھ سے تو خدا کے فضل سے دیکھا
 تو ہے میرا کھویا پار کر منجد ہمارے بیڑا
 تجھی سے تیرا ہی سائل ہوں تو ہی مجھ کو کافی ہے
 مجھے اپنی محبت کا پلا دے جامِ وہ ساقی
 زمانہ کس قدر تاریک ہے سب تجھ پہ روشن ہے
 اُدھر شیطان اُدھر ہے نفسِ ملعون بیچ میں ہیں ہوں
 تو ہر شکل کا حل ہے اور ہر غم کا مداوا ہے
 سوا تیرے شناسا ہی نہیں کوئی مرے غم کا
 تو سوماؤں سے بھی جب مہرباں تر ہے مرے والی
 رہے گی کب تک بد قسمتی مجھ پر سوار آقا
 خدا را آج اتنی التجا منظور ہو جائے

تری ہر بو ندِ پیار سے قلزمِ انوارِ عرفانی
 ترا نامِ مبارک حائلِ تسکینِ روحانی
 تری بیکس نوازی دافعِ آلامِ انسانی
 یہ گرما کی حسرت اور وہ بادِ زمستانی
 نظر آئی تری تائید میں تائیدِ ربانی
 کہ تو ہے خازنِ نعمتِ روحانی و جسمانی
 کہیں مجھ کو ڈبو ہی دے نہ یہ گردِ افسانی
 تو رکھ اپنا ہی مجھ کو اے طبیبِ روپہانی
 اتر جائے طبیعت سے یہ سب افسونِ شیطانی
 جدھر دیکھیں اُدھر آئے نظر ظلمت کی طغیانی
 بچائے کون اب تیرے سوا اے قطبِ ربانی
 ترے ملنے سے ہو گی دُور میری سب پریشانی
 سوا تیرے کریگا دُور میری کون ویرانی
 تو پھر کرتا نہیں کیوں میری دشواری کو آسانی
 رہوں گا کب تک میں زیرِ بارِ جہلِ نادانی
 مرے دل میں اتر آئے تری تصویرِ نورانی

معیتِ تیری حائل ہی رہے اسی کو دو جگ میں
 کہیں تنہا نہ ہونے دے ترے جلوں کی تابانی



خلفائے شاہِ لائانی علیہم الرحمۃ

قربان تری آنکھوں کے اے ساقی مینا

جس پر بھی نظر ڈالی، مے خوار بنا ڈالا

جو ظرف لئے آیا، جان! تری محفل میں

دو بوند سے رندوں کا سردار بنا ڈالا

خلافت کی دو قسمیں | حضرات ادیبائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی

خلافت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ۱۔ خاصہ ۲۔ عامہ

خلافتِ خاصہ: خاص خلافت یہ ہے کہ مرشدِ مرزی کے وصال

کے بعد وہ شخص جو اس سے سرفراز ہوا ہے، اس کی مسندِ خاص پر، جس پر اس کی حیاتِ ظاہری میں اس کے سوا کوئی نہ بیٹھ سکتا تھا، بیٹھے اور درگاہ کا سارا نظم و نسق اسی کی نگرانی اور فیصلے سے ہو، اسی کو سجادہ نشینی کہتے ہیں۔

خلافتِ عامہ: عام خلافت یہ ہے کہ مرشدِ مرزی اپنے مریدین و

متوسلین میں سے جس جس کو بھی تربیتِ عوام کے لائق سمجھے، اپنا خلیفہ و نائب نامزد کر دے اور

اسے اخذِ بیعت اور تلقینِ اذکار و اشغال کی اجازت عنایت فرمائے۔ اس سے متعدد دانشنام

مشرف ہو سکتے ہیں اور مرثِ رکامل کی حیاتِ ظاہری میں بھی یہ خلفاء اپنے منصب پر فائز ہو کر

خلقِ خدا کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

حضور شاہ لاثانی اور عطاۃ خلافت

نے جس ذاتِ ستودہ صفات کو اپنی خلافتِ خاصہ (سجادہ نشینی) کے لئے منتخب فرمایا اس کا ذکر خیر گزشتہ اوراق کی زینت بن چکا ہے یعنی قائم زہد و ولایت، خازنِ رشد و ہدایت زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین حضور پُر نور پیرِ ستیہ علی حسین شاہ صاحبِ لَازِلَتِ شَمُوسِ اَفْضَالِہ طَالِحَتِ (زبیبِ سجادہ لاثانی) جن کے بارے میں صراحت و کنایت، تحریراً و تقریراً خصوصی اظہار فرمایا گیا۔

زیرِ نظر باب حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ کی خلافتِ عامہ سے متعلق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور شاہ لاثانی قدس سرہ نے اقارب و اجانب سے کثیر التعداد لوگوں کو روحانی مدارج و مقامات طے کر کے اس (خلافتِ عامہ) سے سرفراز فرمایا۔ حضرت ملا منبع فیضانِ روحانیت اور مرجع خاصِ دعا تھے۔ دورِ دور سے تشنگانِ فیض آپ کے عتبہ عالیہ کو بوسہ دینے آتے اور اس بحرِ ذخار کی چند بوندیں ہی اُن کی تشنہ لبی دور کر دیتیں۔ یہ سلسلہ روز و شب جاری رہتا اور یہ دولتِ عرفان صبح و شام لٹتی رہتی۔ اس پس منظر میں کسے معلوم کہ خواجہ کریم نے کس کس خاکسار کو تاجدار بنایا اور کس کس کی بھولی میں کیا کیا ڈالا۔

حضور شاہ لاثانی سے بیعت و ارادت کی برکات

سرہ کے مزاج شناسوں سے قطعاً ادھل نہیں کہ آپ کی طبع مقدس 'اظہار' کے بجائے 'اخفا' اور 'مخود و نمائش' کے بجائے خلوص و لٹیمت کا پیکرِ جمیل تھی۔ یوں تو ہر اہل دل کے نزدیک اصل مقصود صفائے باطن ہے مگر شاہ لاثانی اس پہلو سے بھی لاثانی تھے۔ آپ کس حد تک خود کو چھپانے کا اہتمام فرماتے، اس کی کچھ تفصیل سابقہ ابواب میں گزر چکی ہے یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت کے اس رنگِ طبع کا اثر آپ کے متوسلین پر بھی نمایاں تھا۔ حضرت کی غلامی میں آجلنے سے وہ بھی اس ظاہری چمک دمک، دنیوی تزک و احتشام اور زیبائش و آرائش سے نفور ہو جاتے تھے۔ حضور کے لاکھوں غلاموں میں ایسے سینکڑوں افراد مل جاتے

ہیں جو علم و فضل کے آسمان پر مرد ماہ کی طرح چمکتے ہیں مگر دیکھیں تو سیدھے سادے ان پڑھے دیہاتی نظر آئیں۔ کتنے ہی ایسے ہیں جو خدم و حشم، جاہ و جلال، وسیع اراضی یا بلند منصب پر فائز ہونے کے باوجود نہایت منکسر المزاج، ملنسار، خدمت گزار، خلوت پسند اور شب بیدار ہیں۔ سچ یہ ہے خواجگان نقشبند رضی اللہ عنہم نے طریقت کے جو اصول وضع فرمائے نیز خواجہ سچوہ شریف حضرت باداجی اور ان کے شاہکار کمال شاہ لاثانی (قدس سرہما) نے انہیں جس طرح عملاً اپنا کے دکھایا، اس کی ایک بھلک ان سرفروش مستانوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے جنہوں نے اس آستانِ عالی کے فیوض و برکات میٹھے اور دنیا ترک نہ کرنے کے باوجود دنیا سے بلند و بے نیاز رہے۔ میرے آقا نے کسی کو رہبانیت نہیں سکھائی (اور نہ دینِ فطرت ہی نے اس کی اجازت دی ہے) مگر دلوں کو فکرِ ماسوا سے خالی کر کے انہیں 'ذکرِ صو' اور 'امرِ صو' سے پُر ضرور کر دیا جو مقصدِ تخلیق بھی ہے اور مقصودِ طریقت بھی۔

اس دور میں جو دراصل روحانیت کے بحران کا دور ہے بہت سے 'عامل' عملیات کے بل بوتے پر 'کامل' ہونے کے مدعی ہیں اور اپنے کشف و کرامات کا خود اعلان کر کے لوگوں کو اپنی بیعت پر مائل یا مجبور کرتے پھرتے ہیں۔ بعض جبہ دکاہ کے خصوصی اہتمام کو اپنی کاپیت کا ساٹن بورڈ بنائے ہوئے ہیں۔ بعض فنِ خطابت میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں اور اسی کو صاحبِ 'حال' ہونے کا معیارِ اول ٹھہراتے ہیں۔ ان سے بھی زیادہ افسوسناک وہ گروہ ہے جو شریعتِ حق سے خود باغی ہیں اور جاہل عوام کو اپنے 'جال' میں پھنسا کر شریعت کی قید سے آزاد کرتے ہیں۔ بلئے یہ جالِ تشا پر فریب ہے اور یہ آزادی کتنی ہولناک ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا

سے کارِ شیطان می کس نہ نامش ولی

گر ولی اینست، لعنت بر ولی

ایسے 'پیرانِ تسمہ پا' جہاں جہاں بھی گئے، نماز روزہ کا نام و نشان مٹانے کے درپے

رہے۔ گویا بتصرف

جہاں ان کا نقش قدم دیکھتے ہیں

بیاباں بیاباں، ارم دیکھتے ہیں

نظام رسول کے ان باغیوں سے بھی کوئی گروہ اگر خطرناک ہے تو ان بد نصیبوں کا جو نماز روزہ کو بنیاد بنا کر لوگوں کو خواجہ کون و مکان، سرور ہر دو جہاں، حضور پُر نور، شافع یوم النشور، سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوات و اکل التسلیمات کے ادب و عشق سے محروم کرنے کے مشن پر ہیں۔ یہ پیر اکملوا کر اپنا ادب کر دیتے ہیں مگر ختم نبوت کے تاجدار اور تمام انبیائے کرام کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق پر قیشہ زنی کرتے ہیں۔ اللہ کریم ان سب کے شر سے بچائے (آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم)

اس رنگارنگ فریب بھری دنیا میں، خال خال ایسے آستانے رہ گئے ہیں جو بزرگانِ دین کے درختے کو سینے سے لگاٹے ہوئے ہیں۔ پھر ان آستانوں میں، آستانہ لٹانی نے جس انداز میں اعلائے حق اور اشاعتِ دین کے پاکیزہ فریضے کو نبھایا ہے، آج کے دور میں بے مثال ہے۔ اور اس کا ایک زمانہ معترف ہے۔

مردانِ کامل سے رابطے کا اصل مقصد تزکیہ نفس ہی ہوتا ہے اور اسی پر ساری روحانیت کی بنیاد ہے۔ ایمان کی حفاظت و صیانت، کتاب و سنت کے فہم اور اخروی کامیابی کے لئے ادبیائے کرام سے جو نسبت و تعلق ضروری قرار دیا گیا ہے، اس کی بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ انسان کی سب سے بڑی دشمن اس کی اپنی نفسانیت ہے اور اس کا علاج طبیبانِ بدن کے بجائے طبیبانِ قلب و روح یعنی مردانِ باخدا ہی کے پاس ہے۔ اللہ والے نفس و دل کی ہر بیماری کی تشخیص کرتے ہیں، اس کے نقطہ آغاز کو دیکھتے ہیں، اس کے درجے کا تعین کرتے ہیں اور پھر نہایت شفقت و حکمت کے ساتھ علاج تجویز فرماتے ہیں۔ بسا اوقات علاج معاہجے کی یہ ساری کاروائی ایسے حکیمانہ اور دقیق و باریک انداز میں ہوتی ہے کہ مریض بھی اس باطنی آپریشن

سے باخبر نہیں ہوتا۔ دل کی دنیا ایک نئے انقلاب کی زد میں آچکی ہوتی ہے مگر خود اپنا شعور بھی غم راز نہیں ہوتا۔

آخر نفس کی یہ بیماریاں کیا ہیں جو دکتیوں یا کالج کے در سے بھی ٹھیک نہیں ہوتیں اور جن کے لئے مرد خدا کے آستین سے بڑا کوئی شفاخانہ بھی نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ ان بیماریوں کا علاج جس طرح شاہ لاثانی نے کر کے دکھایا، اس کا اندازہ ان لوگوں کے حال سے لگایا جاسکتا ہے جنہیں آپ سے کوئی واسطہ پڑا۔ جب دست بوسی یا کم از کم زیارت کی سعادت پانے والے اس کے کیف و سرور کو سرمایہ حیات سمجھتے ہیں تو وہ لوگ جنہیں اکثر زیارت و صحبت حاصل رہی، کس درجے پہ ہوں گے۔ آج جبکہ پیروں اور خلیفوں کی بھرمار ہے، ان میں ایسے حضرات کتنے ہیں جو نفس کے علاج میں ماہر ہوں یا اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوں یا کم از کم خود اس وبائے محفوظ ہوں۔ اس انفرادی تفری کے عالم میں جب حضور قبلہ عالم کے نانٹی، موچی، دھوبی یا کسی اور خادم کو بھی دیکھ پاتے ہیں تو غفل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہاں ہاں وہ نظر کتنی سحر انگیز تھی جس نے طویل مجاہدوں سے دوچار کئے بغیر خاک نشینوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

حضور شاہ لاثانی کا معیار خلافت | حضرت اقدس کے یہ خدام جنہوں نے

مدت العمر نہج تک کوفت نہ ہونے دیا، اکمل حلال اور صدق مقال کو اپنا شعار بنائے رکھا کسبھی خدمت خلق اور خلوص و مروت کا دامن نہ پھوڑا، جو اپنے اپنے ماحول میں صاحب تاثیر اور صاحب کرامت بھی سمجھے جاتے ہیں۔ آخر خلعت خلافت سے سرفراز کیوں نہ ہوئے۔ ماننا پڑے گا کہ حضرت والا کی نظر میں اس اعزاز کا معیار خاصا بلند اور مشکل تھا، یقیناً وہ لوگ جنہیں اس شرف کا اہل قرار دیا گیا، انہیں وہ مدارج و مقامات طے کروا دیئے گئے جن کا طے کرنا ادیانے سلف کے نزدیک ضروری تھا اور نگاہ لاثانی کے لئے اس میں کوئی دقت بھی نہیں تھی۔ صوفی محمد رفیق صاحب لطائف کی بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

”حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اور توجہ خاص
ان منازل کو آن واحد میں طے کرا سکتی تھی۔ ان باتوں کو افتخار اور
مہابت کے لئے تحریر نہیں کیا جاتا بلکہ اخبارِ شکر کے لئے بیان
کی جاتی ہیں اور اس حقیقت کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے
اجابِ مخلصین بخوبی جانتے ہیں۔

سہ وجودش ہمہ خیر آمد پدید بای شکل خیر مجسم کہ دید
فتہ چشم لطفش بن قص اگر کند کامل دہر از یک نظر“

رہا یہ سوال کہ خلافت کا اس قدر بلند معیار ہونے کے باوجود حضرت والائے خلفاء
کی اتنی وسیع تعداد (جس کی طرف مضمون کے آغاز میں اشارہ ہو چکا ہے) کیونکر مقرر کر دی
تو جواباً عرض ہے کہ یہ سب حضور پر نور کے فیضِ تمام کا نتیجہ ہے۔

حضور کے خلفاء کی تعداد کتنی ہے، اس کا جواب ہمارے بس سے باہر ہے۔ وجہ یہ
ہے کہ کبھی یوں بھی ہوا کوئی شخص آیا، بیعت ہوا، حضور نے ایک ہی نظر میں اسے مدارجِ علیا
پر فائز فرما کر خلافت سے نواز دیا۔ دہلی، اجمیر، سرہند، پانی پت، پاکپتن شریف میں
اعراس کے موقع پر دور دراز کے اجنبی جو نگاہِ کیمیا اثر سے سیراب ہوئے اور انہیں دوبارہ
حاضری نصیب نہ ہو سکی۔ اسی طرح بعض حضرات دربار شریف میں آئے، کچھ روز یا کچھ عینیں
رہے، اجازت پائی اور چلے گئے، ان سب کو کون جانے؟ آئندہ معفیات میں صرف چند
خلفائے عظام کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے۔

حضرت پیر محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مسکن بھڑتھ ضلع گورداسپور تھا۔ داخلِ سلسلہ ہونے سے پہلے آزاد منش

اور پہلوان ٹائپ تھے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے گاؤں میں تشریف لے گئے۔ کچھ لوگ حلقہ بگوش ہونے کے لئے حضرت راں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو محسن دیکھتے ہی دیکھتے کہ کیا ہوتا ہے، یہ بھی آگئے۔ مگر بصداد

جو اُن کی بزم شوق میں آئے، نہیں گئے
اور جو گئے وہ سمجھو، بلائے نہیں گئے

پہلی ہی صحبت میں وہ فیض حاصل ہوا جو سالہا سال کے مجاہدوں کے بعد بھی شاذ و نادر ہی نصیب ہو۔

بس، اک نظر، نظر سے ملانے کی دیر تھی
پھر کیا ہوا! خدا کی قسم! جو ہوا ہوا
قبلہ عالم قدس سرہ کی نگاہِ اولین تھی کہ دامنِ دل گوہرِ مقصود سے مال مال ہو گیا۔
ادھر بیعت کیا، ادھر ارشاد فرمایا:

”محمد شفیع! ادھر میرا آنا جانا نصیب سے ہے لہذا تم لوگوں کو اللہ کا نام بتایا کرو۔“
پہلے تو حقہ نوش، بے ریش اور آزادہ رو تھے اور اب ایک نظر سے وہ توبہ نصیب ہوئی کہ
صائم الدہر، قائم الیل اور سر بسر متبع شریعت بن گئے۔

آپ سے ایسا فیض جاری ہوا کہ قطبِ دوراں حضرت مولوی فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ ساکن
جنڈی شریف فرمایا کرتے تھے: ”حضور قبلہ عالم محمد شفیع کو ایک شمع پر ضیاءِ ہاتھ میں دے
گئے ہیں، وہ جہاں جاتا ہے روشنی کرتا جاتا ہے۔“

’اخلاص‘ آپ کی سیرت کا نایاں عنوان تھا۔ ایک دفعہ سفر میں تھے۔ نور محمد نامی

لے ایک دن وہ مل گئے تھے سرِ رگدہ کہیں
پھر دل نے بیٹھنے نہ دیا عمرِ صمد کہیں

دردیش ہمراہ تھا۔ رات کو جہاں قیام تھا، خادم مذکور نے خاتونِ خانہ کو کہا کہ حضرت روزہ رکھتے ہیں لہذا سحری پکا لینا۔ صبح آپ کو معلوم ہوا تو دردیش کو بہت ڈانٹا کہ تو مجھے رسوا کرتا پھرتا ہے۔

چند سال تک فیض کے دریا بہانے کے بعد جلد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے برادر زادہ جناب محمد لطیف رحمۃ اللہ علیہ بھی نہایت متقی و مجاہد تھے۔ حسن و جمال کا پیکر تھے۔ چھوٹی عمر ہی میں حضور سے مستفیض ہو کر صاحب ارشاد ہوئے اور کچھ عرصہ بعد راجپوت ملک بقاء ہو گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت میاں احمد دین رحمۃ اللہ علیہ

موضع لنگاہ تحصیل شکر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرور نے سب سے پہلے انہی کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اعلیٰ درجہ کے اولیاء میں سے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین کو آدابِ طریقت سکھایا کرتے تھے۔ اگرچہ سب خدام بارگاہ سے اعلیٰ و برتر تھے مگر پھر بھی ہر دردیش کی خدمت کو عزیز سمجھتے۔ حضور کے ساتھ سفر میں اگر کسی کا جوتا ٹوٹا ہو یا کپڑا پھٹا ہو تو فوراً درست کر دیتے۔ اپنے اور اہل و عیال کے سنت پابند تھے۔ رب کریم درجات عالیہ عطا فرمائے (آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام)

الحاج پیر سید چراغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

موضع مراڑہ متصل ظفر وال (ضلع سیالکوٹ) آپ کا مولد ہے۔ صحیح النسب سید اور

اعلیٰ پایہ کے بزرگ ہوئے ہیں۔ زم زم گفتگو، گرم دم جستجو، کی علی تصویستہ، علم و کرم اور مادی کی روشن تفسیر، ہر وقت با وضو اور ذکر الہی سے مرشار۔ حضور قبلہ عالم کے مویشیوں کے قدم بھی چومتے اور اگر کوئی ان کے ہاں کسی طرح پہنچتا تو حصول برکت کے لئے مگر بھر میں پھراتے۔ ان سے بہت فیض جاری ہوا اور وہ لوگ جو ان کے آباد اجداد کے متوسلین تھے۔ از سرفوان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

مزار مبارک والٹن نزد لاہور میں مزج خلایق ہے۔

حضرت قبلہ سید امیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مسکن جہانیاں تحصیل نارووال تھا۔ صحیح النسب سید، خاندانی طبیب، شاہ لائٹانی کی نظر نے روحانی طبیب بھی بنادیا۔ نکتہ دان اور نکتہ سیخ انسان تھے۔ حضور کے تفرق و توجہ نے عشق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جام چلایا تو اپنی پوری توانائیاں اشاعت دین کے لئے وقف کر دیں۔ مرشد کامل کے وصال شریف کے بعد، ان کے نور نظر سیدی و مرشدی حضرت سجادہ نشین مدظلہم العالی کے ساتھ وابستہ اور پیر خانے کے خصوصی خدمت گزاروں میں شامل رہے۔

وصال کو کئی سال گزر چکے ہیں مگر ابھی تک ان کی یاد احباب کے دلوں کو گرم رہی ہے
 عر خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را
 ان کے صاحبزادے حضرت پیر سید ظہور حسین شاہ صاحب بھی مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ دیگر صاحبزادگان کے اسمائے گرامی یہ ہیں

سید مسعود حسین شاہ صاحب

سید مقبول حسین شاہ صاحب

جناب فضل حسین شاہ صاحب

سید یعقوب حسین شاہ صاحب

حضرت میاں محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

موضع بھڑتہ منسلح گوردہ اپور کو سکونت کا شرف بخشے ہوئے تھے۔ حضور قبلہ عالم کی بیعت سے قبل سرکاری ملازم تھے پھر سرکار لائٹانی رحمۃ اللہ علیہ کے درباری بن گئے۔ سفر و حضر میں آپ کے ہمراہ رہے۔ ہمیشہ با وضو رہتے۔ وظائف کے سخت پابند تھے سفر میں ہوتے اور کچھ وظائف رہ جاتے توڑک جاتے اور وظائف سے فارغ ہو کر دوبارہ چلتے۔ طبیعت سادہ مگر خوش مزاج، لبادہ بھی سادہ ہی پسند فرماتے۔
خداوند کریم حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل ان کی تربیت کو روشن سے روشن کرے۔ آمین! ان کے صاحبزادے میاں محمد اسحق بھی صاحب اجازت ہیں۔

حضرت سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید امیر حسین شاہ صاحب جہانوی رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ اصغر تھے جہانیاں سے ترک سکونت کر کے موضع پہاڑی پور ضلع فیصل آباد میں رہائش پذیر ہوئے۔۔۔ ذکر و فکر میں سرشار، شب زندہ دار، ہمت کے سخی، دل کے غنی، کم گفتار، راست اطوار، علم دین میں وسیع دسترس کے مالک تھے۔ ان کے متعلق حضور نے فرمایا تھا کہ سلف صالحین میں سے ہیں۔

چند ماہ ہوئے ایک حادثے میں منزلِ آخرت کو سندھار گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون آپ کے حقیقی بھائی حضرت پیر سید لطیف شاہ صاحب جہانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اعزائے خلافت سے نوازے گئے۔

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع الہر تحصیل پسرور سے متعلق تھے۔ علم کا ہر دواطنی سے آراستہ تھے عقل فہیم اور ذہین و فطین تھے۔ قوتِ حافظہ میں یگانہ تھے۔ کتابوں کے اوراق بلکہ اجزاء تک ازہر تھے۔ فرمایا کرتے تھے جو چیز ایک بار نظر سے گزر گئی، ذہن سے غائب نہ ہو سکی۔ خوش خلق اور خوش پوش تھے۔ وجہہ دکریم تھے۔ دربارِ لاثانی کے طبیب اور بزمِ لاثانی کی رونق تھے۔ ان کی بذلہ سنجیوں سے خود حضور بھی محظوظ ہوتے۔ متقی ایسے کہ اکثر رات کے ایک بجے سے اگلے دن کے گیارہ بارہ بجے تک با وضو رہتے۔ حضرت قبلہ صوفی محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق پہلے یہ بھی وہابی تھے اور پٹواری مگر نظر کا دار ایسا کارگر ثابت ہوا کہ نہ وہ رہے نہ یہ۔ پیرِ مغال کے حلقہ بگوش ہوئے تو یہیں کے ہو رہے۔

دیرِ پیرِ مغال ہے اور میں ہوں

وہ سنگِ آستان ہے اور میں ہوں

ان کے حقیقی بھائی جناب مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ بھی حضور کے خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت مولانا محمد مسعود صاحب علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب الہڑوی کے بھائی تھے۔ حضور قبلہ عالم سے نہایت غلمانہ اور مضبوط رابطہ تھا۔ آریوں، مرزائیوں اور دوسرے بد مذہبوں کے خلاف آپ نے مجموعی طور پر با سٹھ مناظرے کئے۔ ان کے نورِ نظر صا جزاۃ افتخار الحسن فرماتے ہیں۔ ”ابا جی ہمیشہ مناظرے سے پہلے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت طلب کرتے اور پھر آپ کے تصرف و تقوٰی

سے شریک مناظرہ ہوتے آپ کا کوئی مد مقابل بھی ایک بار کے سوا دوبارہ تقریر کی ہمت نہ کرتا البتہ ایک ہندو مناظر خلیل داس تیسری دفعہ تقریر کے لئے اٹھا مگر مشرف بہ اسلام ہو کر ہمیشہ کے لئے دائرۃ اسلام میں داخل ہو گیا۔ — پادری عبدالحق کو مناظرے میں شکست فاش دی تو موقع پر ہی چھ اہم عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔“

عالم باعمل اور مبلغ بے لوث تھے اس لئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ پاک میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ”مولوی محمد مسعود سے بڑا عالم کون ہے۔“ رب اکرم اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان کی تبلیغی مساعی کو مشکور فرمائے۔ (آمین) مزار مقدس کمپنی بلغ سائیکھ ہل ضلع شیخوپورہ میں ہے۔

حضرت مولانا فضل الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی رہائش تو موضع بوجہ تحصیل شکر گڑھ میں تھی مگر عمر عزیز کا بیشتر حصہ شیخ کمال کے زیر سایہ گزارا، چنانچہ سفر و حضر میں معیت کی جو سعادت انہیں نصیب ہوئی، اس حد تک دوسروں کو بہت کم ملی۔ یہی وجہ ہے کہ طبیعت پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا اثر بہت نمایاں تھا۔ انہیں سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ دونوں میں اجازت حاصل تھی حضور کے وصال کے بعد سیدی و مرشدی حضرت پیر سیدی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم سے آخری دم تک وابستہ رہے۔ راقم الحروف کو ان کی زیارت کاشف حاصل ہے (فالحمد للہ علی ذلک) اور انہیں جو عقیدت قبلہ موصوف سے تھی اس کا عینی شاہد ہے۔ ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔

حضرت پیر سید مظہر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

علم و عمل کے پیکر، جلالِ مردِ مومن کے سچے مظہر، صوفی منش اور بے ریا، لایحیٰ فنون

نَوْمَتِ لَا قِیَمَہ کی منہ بولتی تصویر۔ اسلام کی تیغ بے نیام۔ یہ تھے حضرت سید مظهر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضور قبلہ عالم فرمایا کرتے تھے یہ صحیح النسب سید ہیں۔ مولد و مسکن جنڈی شریف تھا۔ وہیں حضرت مولوی فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ انہیں کے ارشاد میں کمال فیض کے حصول کی خاطر حضور کے دستِ حق پرست پر دوبارہ تائب ہوئے۔ شریعت کے خلاف کسی حرکت کو برداشت نہ کرتے اور ہر ملاٹوک دیتے، خصوصاً طہارت کے بارے میں از حد محتاط تھے۔ کوشش یہ ہوتی کہ آبِ رواں سے وضو کیا جائے۔ وظائف میں اکثر مشغول رہتے۔ تلاوت قرآن پاک، سیفی شریف، دلائل الخیرات شریف، حزب البحر شریف، درود مستغاث شریف کے علاوہ اور بھی اوراد و وظائف معمول میں داخل تھے۔

کالج کے زمانے کی بات ہے میں دربار شریف میں حاضر ہوا تو آپ بھی رونق افروز تھے۔ گفتگو کے دوران آپ نے حضرت مولانا جامی اور بعض دوسرے عظیم شعراء کا مشکل تہ زین فارسی کلام سنایا اور پھر اس کی تشریح کر کے درطہ حیرت میں ڈال دیا۔

۱۹۶۰ء کے لگ بھگ وصال فرمایا۔ مزار مبارک موضع ملوان متصل بدوچیدہ میں ہے۔

حضرت مولانا نبی بخش صاحب حلوانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مسکن لاہور تھا۔ دلی دروازے کے باہر کوٹوالی کے پہلو میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے اسی میں آپ کا مدرسہ تھا جس میں دور دور سے شائقینِ علم حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے تھے۔ پہلی بیعت حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری سے تھی۔ اُن کے وصال شریف کے بعد حضور قبلہ عالم شاہِ لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے اور خلافت پائی۔

جدید مذہبی فتنے جو مسلمانوں میں انتشار برپا کر رہے تھے، مولانا نے اپنی کثیر تصانیف کے ذریعے ان کی خوب خبر لی۔ مولانا پنجابی کے قادر الکلام شاعر تھے چنانچہ نظم و نثر ہر دو طرح

سے دشمنانِ مصطفیٰ اور منکرانِ اولیاء پر یلغاریں کرتے رہے۔ ان کا عظیم ترین تصنیفی کارنامہ تفسیرِ نبوی ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل اور پنجابی نظم میں ہے۔ تفسیر اور دوسری اکثر تصانیف میں حضور شاہِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہایت عقیدت بھرے الفاظ میں کیا ہے۔

چند اشعار شفاءِ القلوب سے درج کئے جاتے ہیں:

بعد وصال محبوب اپنے دے اس عاجزِ حلوائی
صوفی علی پوری تھیں پایا فیض اتے وڈیائی
جیویں یتیموں دی تربیت کر دے مردِ رحمانی
اوویں حضرت لاثانی نے بخشے فیضِ روحانی
چوہاں طریقیاں وچ اجازت حضرت صاحبِ پائی
ماہرِ رمزِ فقر دی اندر رکھدا قلبِ صفائی
سیر فی اللہ تے سیرائی اللہ سیر عن اللہ کر کے
دریا قربِ سجن دیوں پیتے کاسے وحدتِ بحر کے
شمسِ شریعت علی پوری ہے قلبِ سلیم رکھیندا
طے مقامِ فقر دے کر کے خلقِ توجہ دیندا
نثانی لقب صدقہ جواں لا محذوف کراواں
لا ثانی دی وقت اپنے وچ مثل نظیر نہ پاواں
قطبِ زمانہ کعبہِ قبلہ، مصدرِ فیضِ کرم دا
کیا آکھاں کچھ وصف اُنھاں دے ٹڈا منہ قلم دا
لکھاں دی گل اکو، میں تھیں وصف نہ لکھے جانے
باہجہ شماراں وصفِ ولی دے دوست جانِ فدائے
آپ کا مزار آپ کی مسجد کے پہلو میں ہے۔

حضرت سائیں مہر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

موضع چھنی فتوال (ریاست جموں) کے رہنے والے تھے۔ عین عالم شباب میں دیباہ قدس میں حاضر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضور قبلہ عالم قدس سرو کی خدمت اختیار کر لی۔ روز افزوں قرب سے محرم راز و مخزن اسرار بن گئے۔ داخلی اور خارجی امور میں ان کے مشورے کو خاصی اہمیت حاصل تھی۔ امانت و دیانت، صدق و اخلاص، سادگی و کم گوئی کا مرقع تھے۔ کوئی چیز حضور قبلہ عالم کی اجازت کے بغیر استعمال نہ فرماتے۔ قہوہ سے خصوصی شغف تھا۔ قرب بارگاہ مرشد کا یہ عالم تھا کہ ایک بار حضور قبلہ عالم سرہند شریف سے واپس آتے ہوئے علیل ہو گئے حتیٰ کہ زندگی سے مایوسی ہو گئی تو حضرت مولانا فضل الہی صاحب کو بلا کر حسب ذیل وصیتیں لکھوائیں:

۱۔ میری اولاد کو کہنا کہ کسی نہ کسی بزرگ سے بیعت ہوتے رہیں۔

۲۔ اپنا عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مطابق رکھیں۔

۳۔ سائیں صاحب کو میری جگہ سمجھیں۔

سیالکوٹ چھاؤنی میں آپ کا مزار مرکز انوار ہے۔

شمس العلماء حضرت مولانا الحاج محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ سکھوچک (تحصیل شکر گڑھ) میں سکونت پذیر تھے۔ زبردست عالم، یکتا ادیب، نعت گو شاعر اور اعلیٰ پایہ کے مناظر تھے۔ نظم و نثر میں کثیر التعداد ضخیم کتابوں کے مصنف اور دہائیہ رفعت کے لئے متن براں تھے۔ مخالف نام سے لڑناں و ترساں رہتے تھے۔ اس وقت کے ضلع گورداسپور میں علم و فضل میں کوئی بھی ان کا ہمسر نہیں تھا۔ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے خصوصی محبت تھی۔ پہلے ان کی بیعت سلسلہ قادریہ میں حضرت مولانا نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ ان کے

وصال کے بعد نقشبندی طریقے میں حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو جو عقیدت تھی اس کا اندازہ درج ذیل نظم سے کیجئے:

خدا سے چامدا مینوں، علی پور وایا شاہ	مے وحدت پلا مینوں، علی پور وایا شاہ
عنایت کرد وایا مینوں، علی پور وایا شاہ	ترے دارالشفاعتے میں کھڑا بیمار روحانی
سمجھ کے لاد وایا مینوں، علی پور وایا شاہ	نکالا ڈاکٹر روحانیاں نے ہسپتالاں تھیں،
نہ ہو کیونکر شفا مینوں، علی پور وایا شاہ	مسیحائی تری دا ہے جہاں میں گھر بگھر شرہ
دلادے مدعا مینوں، علی پور وایا شاہ	خدا دے واسطے حضرت مجدد پیر داصدقہ
ہو دے بہر عطا مینوں، علی پور وایا شاہ	ہزاراں مردہ دل تیری نگاہ تھیں ہو گئے زندہ
اوسے تھیں خیرا مینوں، علی پور وایا شاہ	جو چورے پاک تھیں نعمت تہاں گھروں یاندگی
اہلے ہتھوں چھڑا مینوں، علی پور وایا شاہ	کراوے کاربد میں تھیں سدا یہ نفس اتارہ
میں عاجز ہاں سکھا مینوں، علی پور وایا شاہ	خدا دے نام دی جو کیمیا اندر ترے سینے
غنی دل دابن مینوں، علی پور وایا شاہ	خزانے فیض دے تیرے کھلے نہیں جا بجا سارے
بنادیسے صفا مینوں، علی پور وایا شاہ	کوئی ایسا نہیں ملدا، گواہ ہو گے جو دلدار
سر عزت پہنچا مینوں، علی پور وایا شاہ	میں ہاں نا چیز کیڑی، توں سلیمان زمانہ میں
توہیں ہی رنگ جا مینوں، علی پور وایا شاہ	جیویں اک نانباتی رنگیاسی خواجہ باقی نے
مے گا مدعا مینوں، علی پور وایا شاہ	توقع میں ترے دربار تھیں اسید کامل اے

کرے عرضاں ترے درتے محمد غوث ہو مضطر

میں ہاں مردہ جو مینوں، علی پور وایا شاہ

ایک روایت کے مطابق شمس العلماء کا لقب انہیں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں

بریلوی قدس سرہ القوی نے عنایت فرمایا تھا۔

حضرت الحافظ پیر سید فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی کے سب سے بڑے سالانہ عرس مقدس (منعقد ۱۶-۱۷ سوچ) کی تقریبات کا آغاز، جیسا کہ باقاعدگی سے آنے والے زاہدین سے مخفی نہیں، ہمیشہ ایک بلند آہنگ تلاوت اور نعت سے ہوتا تھا۔ یہ مخصوص انداز کی قرأت اور منفرد لہجے کی نظم کو کسی تعارف کی ضرورت کبھی پیش نہ آئی۔ سامعین جانتے تھے یہ قاضی باقر والے پیر سید فضل شاہ صاحب کی آواز ہے جو اس پیرانہ سالی میں بھی اس زور سے اپنے شیخ کامل کی کریمت کا خود اعلان کر رہی ہے۔ شاہ صاحب مرحوم حافظ قرآن تھے اور مستند عالم۔ مدتوں رمضان المبارک میں اپنے بھائی ماجد مادی مرشد روشن ضمیر کو تراویح میں قرآن پاک سنایا کرتے تھے۔ وارفتگی شوق کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی دس دس بارہ بارہ پارے بھی پڑھ جاتے تھے اور خود حضور بھی ان کے قرأت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ یقیناً اسی نظر استحسان کی برکت تھی کہ آخری لمحات تک آواز جوان ہی رہی اور قبلہ شاہ صاحب نے بھی اپنی آواز کو پیرخانے کے لئے وقف کئے رکھا۔ عرس شریف کے موقع پر اکثر شریف الملوک کے بر محل اشعار پڑھتے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آج بھی وہ لئے کان میں رس گھول رہی ہے۔ خصوصاً اس شعر کو عجیب کیف سے پڑھتے تھے۔

سدا بہار رہے اس باغ، کدی خزاں نہ آوے

ہو دن فیض ہزاراں تائیں، ہر بجکھا پھل کھاوے

شاہ صاحب اخلاص و ولایت کی منہ بولتی تصویر تھے۔ ہر ایک کے ہمدرد و غم گار، کمزوروں کے شفیع و مددگار، سراپا رقت و سوز و گداز، اشاعت دین میں سرگرم، اصلاح عقائد و معاشرہ کے داعی، غرض شیخ و داعی کے تمام محاسن آپ کی ذات میں عجیب حسن ہے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ کبھی پیسے کے لئے وعظ نہ فرمایا، جہاں تبلیغ و تذکیر کی ضرورت محسوس فرماتے، آنکھوں سے معذور ہونے کے باوجود خود پر دگرام بنا کر تشریف لے جاتے۔

نعت خواں حضرات اور علماء و خطباء کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ آخری وقت تک دربارِ عالی کی
حاضری میں کوتاہی نہ فرمائی۔ اور ہمیشہ دربارِ عالی کے ہر خادم پر شفقت فرماتے۔ اس کتاب
کی تدوین میں بھی آپ کی پرجوش آرزوؤں اور مخلصانہ کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ خدا کی
قدرت دیکھئے ابھی مسودہ لکھنے کا آغاز ہی ہوا تھا کہ آپ چند دن علیل رہ کر آخر ۱۲ جمادی الاول
۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۹۷۷ء کو راسخ ملک بقا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وے صورتیں الہی کس دیسی بستیاں ہیں

اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجرت شاہ صاحب قبلہ کے رگ و ریشہ میں سما
ہوئی تھی اور وہ اسے زندگی کی متاعِ عزیز سمجھتے تھے (اگرچہ انھوں نے صحابہ کرام علیہم السلام
کے اعدا کو بھی کبھی معاف نہ فرمایا) رب اکرم اسی محبت کے طفیل اُن کے درجات بلند فرمائے
آمین — آپ کے تین صاحبزادے ۱۔ سید محمد یونس علی شاہ صاحب ۲۔ سید محمد
ایاس شاہ صاحب ۳۔ سید محمد شعیب شاہ صاحب، ماشاء اللہ اپنے والد ماجد کی
یادگار ہیں۔ خالقِ کریم ان کے علم و عمل میں برکت ڈالے۔ (آمین بجاہ النبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم)

حضرت میاں فضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور بائلی شریف والے حضرت خواجہ خان عالم
رحمۃ اللہ علیہ آپس میں پیر بھائی تھے۔ موصوف حضور کا بہت ہی ادب و احترام کرتے تھے اور
ہر معاملہ میں حضور کی رائے کو ترجیح دیتے گویا درمیان میں دوئی کا پردہ نہ تھا۔ چونکہ اُن کے
ہاں اولادِ نرینہ نہیں تھی اور میاں فضل صاحب اُن کے حلقہٴ ارادت میں خاص الخاص مقام

برفائز تھے لہذا حضور قبلہ عالم نے انہی کو آستانہ باؤلی شریف کا سجادہ نشین ٹھہرا کر ظاہری و باطنی فیوضات سے نوازتے ہوئے خلافت بھی عنایت فرمادی۔

حضرت پیر سید ہاشم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

موضع تخت پور (جو دربار شریف سے قریباً ۲ میل جانب مغرب ہے) میں یکم مئی ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد سید امام علی شاہ کلاس والہ بھوڑ کرسیاں تشریف لائے تھے۔ قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے ہی پائی۔ ۱۹۱۰ء میں میٹرک کر کے ۱۹۱۴ء میں جے۔ اے۔ دی پاس کی۔ آخر ۱۹۲۲ء میں سرور ہائی سکول سے ریٹائر ہوئے۔

جہاں ہمک روحانی نسبت کا تعلق ہے ۱۹۰۵ء میں حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ۲۵۔ اپریل ۱۹۲۹ء کو اجازت و خلافت پائی۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے زمانے میں ہفتہ میں ایک بار (ہر روز یک شنبہ) دربار شریف میں ضرور حاضری دیتے اور جو چیز شہر سے لانے کی ہوتی جاتے اور لے آتے۔ سرکار کے وصال شریف کے بعد انجمن تعمیر و منہ شریف کے سیکرٹری اور خزانچی کے فرائض نہایت احسن طریقے سے انجام دیئے۔

آپ نے ۵۔ نومبر ۱۹۷۲ء کو اچھرہ میں وفات پائی اور ۶۔ نومبر ۱۹۷۲ء کو تخت پور میں دفن ہوئے۔

حضرت میاں محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع فتوہ مال تحصیل شکر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ اہل علم اور اہل دل تھے۔

نہایت حلیم و بردبار، معاملہ فہم و نکتہ وال اور زاہد و عابد تھے۔ ان کا فیض زیادہ تر چٹاڑی علاقے میں تھا۔ سخی اور فیض رساں تھے۔ روحانی کیفیت بہت اچھی تھی۔ ان کے والد ماجد میاں احمد دین صاحب، حضرت پیر سید چمن دین شاہ صاحب آلوہار والوں کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ آپ کا مزار کھر شریف تحصیل شکر گڑھ میں ہے۔

حضرت صوفی محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد قصبہ رامداس ضلع امرتسر ہے اور وہیں پروان چڑھے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو دربار عالی کی خدمت کو زندگی کا مقصد عظیم ٹھہرایا۔ نابالغی تھے اور پیر خانے میں بھی مہمان نوازی کی خدمت سنبھال لی۔ حقیقت یہ ہے کہ دہر کہ خدمت کرو اور مزد مآشد، کے مصداق، شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بھی خاص نظروں سے نوازا اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔

صوفی صاحب، حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دھال کے بعد ان کے نورِ نظر حضرت سجادہ نشین دامت برکاتہم العالیہ سے آخر دم تک وابستہ رہے قیام پاکستان کے بعد گوجرہ منڈی ضلع فیصل آباد میں سکونت پذیر ہوئے اور گرد و نواح کے کثیر التعداد عوام و خواص کو فیض روحانی سے سسرشار فرماتے رہے۔ احساناتِ شیخ کے شکار نے میں ہر سال عرس منعقد کرواتے تھے جس میں پاکستان بھر کے نامور خطباء شرکت فرماتے۔

خطیب پاکستان صوفی غلام حسین صاحب مدظلہ انہی کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ آپ نے نومبر ۱۹۸۱ء میں رحلت فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بجاہِ حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

حضرت پیر سید ماہی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

علی پور سیدان شریف کے باسی اور حضور قبلہ عالم دامت برکاتہم العالیہ کے حلقہ بگوش، حقیقت یہ ہے کہ ایسا شرف بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔

اولیائے کرام کے پڑوس میں رہنے والے، اکثر چراغ تلے اندھیرا بن جاتے ہیں اور جو خوش نصیب اس سے مستثنیٰ کئے گئے ہیں یقیناً اپنی ہمت و استعداد میں بہت بلند واقع ہوتے ہیں۔ حضرت سید ماہی شاہ صاحب اسی استقامت کی بنا پر خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ ان کے تقویٰ و طہارت، سادگی و خلوص اور احسان و مروت کی یاد آج بھی لوگوں کے حافظے کی رونق ہے۔ خداوند کریم اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ان کی تربت کو ٹھنڈا اور روشن رکھے۔

حضرت مولانا حافظ طفر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد و مسکن پسرور ضلع سیالکوٹ تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا شرف علی نہایت متشرع و متقی انسان تھے۔ آپ نے نو برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ میرٹھ کے بعد ریاست جموں و کشمیر میں امیدوار ناٹ تحصیلداری پر کام کرتے رہے۔ آپ کے والد ماجد نے دربار علی پوری محلہ شتی میں پیش فرمایا مگر کچھ مدت کے بعد آپ حضور قبلہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے پھر مجاہد اعظم چار سال متواتر بعد نماز صبح پسرور سے روانہ ہو کر دربار عالی میں حاضری دی اور بعد نماز عصر اجازت لے کر واپس پسرور چلے جاتے تھے۔ اس عرصے میں کوئی چیز بھی رکاوٹ نہ بن سکی۔ ایک بار نالہ ڈیک میں سخت سیلاب تھا مگر آپ اس میں بے خطر کود پڑے۔ درمیان میں

پہنچے تو ڈوب گئے۔ غیب سے آواز آئی کہ 'ہاتھ پکڑو'۔ دیکھا تو ایک نورانی ہاتھ پانی کے اوپر
لٹکا ہوا تھا۔ اسے تھاما اور ساحل تک پہنچے۔ دربار اقدس میں پہنچے تو حضور قبلہ عالم
رحمۃ اللہ علیہ نے مستم ہو کر پوچھا: 'حافظ صاحب! زیادہ تکلیف تو نہیں ہوئی!'

جو ڈوب گیا سو پارا ترا، جو پارا ترا سو ڈوب گیا

دریائے محبت کا ماہر ساحل بھی ہے اور ساحل بھی نہیں

چنانچہ اسی مدت مجاہدہ کے اختتام پر آپ کو سلسلہ عالیہ کی اجازت ہو گئی۔

اولیٰ عمر میں تو بہت ٹھاٹھ تھے مگر حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے فیضِ صحبت سے باقی عمر
فقرانہ رنگ میں گزار دی۔ سفید گزنا، سفید یا سیاہ ملل کی ٹوپی، نیداتہ بند استعمال فرماتے۔
تبیخ، مسواک وغیرہ کے لئے ایک سواری رنگ کا تھیلہ پاس رکھتے تھے۔

صوفی محمد رفیق صاحب ایک واقعہ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گجرات (پنجاب) تشریف لے گئے۔
اُن دنوں وہاں سماع موٹے کے مسئلے کا چرچا تھا۔ دربار شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت قاضی
سلطان محمود صاحب آوان شریف والے بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ کسی نے شہر میں
تجاہدِ اعظم کی منادی کرادی۔ وقت مقررہ پر لوگ مسجد شاہ دولہ میں جوق در جوق جمع ہو گئے۔
ممبر کے ایک طرف حضرت قاضی صاحب اور دوسری طرف سرکارِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہما تشریف
فرماتے۔ فرمان کے بموجب ممبر کے پیچھے کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ آپ کا اپنا بیان ہے
کہ مجھ سے اس قدر پرجوش تقریر ہوئی کہ مجھے خود بھی معلوم نہ تھا کیا کہہ رہا ہوں۔ اختتام
تقریر پر حضرت قاضی صاحب آوان شریف والوں نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:
"آپ تو بڑے جرنیل ہیں۔"

اس کے بعد تمام ائمہ اشاعتِ دین میں گزار دی۔ ہزاروں کے مجمع میں آپ کی تقریر کو
مقدم سمجھا جاتا تھا۔ اکثر وقت ذکر و فکر، اور دو وظائف میں گزرتا تھا۔ بعد نماز عصر، حضرت

مجدد صاحب علیہ الرحمہ کا ختمِ بذکرِ جبر پڑھتے۔ نمازِ مغرب کے بعد سورۃ واقعہ کی تلاوت فرماتے اور آخری لفظ عظیم کا تین بار تکرار کرتے۔

ستمبر ۱۹۱۸ء میں قصبہ رنہیر سنگھ پورہ میں نمازِ عید الاضحیٰ پڑھ کر لاہور (فیصل آباد) کو روانہ ہوئے۔ چند روز دورہ فرما کر جلد ہی واپس پسرور آگئے اور ۱۵۔ یوم بیمار رہ کر..... ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو بروز جمعرات وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی رہائش علی پور سیداں شریف ہی میں ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے تھے۔ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حافظِ قرآن اور عالم باعمل تھے۔

جناب حضرت پیر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رامداس (ضلع امرتسر) میں متولد ہوئے۔ حضرت محمد شاہ صاحب المعروف مکی والوں کی اولاد سے تھے۔ زہد و توکل میں بقیۃ السلف تھے۔ سادگی میں اہل الجنة ہونے کی تفسیر تھے۔ دربار شریف میں حاضری کے دوران فرائضِ امامت انہی سے متعلق ہوتے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ مبارک میں مریضوں اور سائلوں کے کام انہی کے سپرد تھے۔ اپنی سال بھر کی کمائی دربارِ اقدس میں پیش کرنا ان کا معمول رہا۔ مؤلف کو آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ عجیب نورانی دروہانی بزرگ تھے۔

لے یہ حدیث پاک ہے مطلب یہ ہے کہ جتنی لوگ بھولے بھالے سیدھے سادے ہوں گے۔

مزارِ اقدس حضور قبلہ عالم شاہ لاٹھانی علیہ الرحمہ کے قدموں میں ہے۔

حضرت میاں نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ دیوبند (ریاست جموں) میں رہتے تھے۔ حلم و بردباری میں ضرب المثل تھے طبیعت ایسی جمالی تھی کہ غصہ و غضب کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ جسے ملے خندہ پیشانی سے ملے۔ کم گو درویش تھے۔ مسائل فقہ میں بڑا درک تھا۔ زندگی اس شعر کی تفسیر تھی۔

انجن گرم ہو اور دیدہ دل دیکھے تمہیں
پھر تو جلوت میں عجب لذت تنہائی ہو

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کوہالی (ضلع امرتسر) میں سکونت پذیر تھے۔ شب زندہ دار اور اوراد و وظائف کے بہت پابند تھے۔ بظاہر پڑھے ہوئے نہیں تھے مگر شیخِ کامل کی نظرِ کرم نے سب کچھ پڑھا دیا تھا بقول مولانا رومؒ

سر مہ کن در چشم خاکِ اولیاء

تا بہ بینی ز ابستادت انتہا !

مزار مبارک جلو موڑ میں مرجع عوام و خواص ہے۔

دو صاحبزادے، پیر سید خادم حسین شاہ صاحب اور سید محمد حسین شاہ صاحب ساکنان جلو موڑ آپ کی یادگار ہیں۔

الحاج حضرت مولانا حافظ سراج احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اچھرہ (متصل لاہور) میں رہائش تھی۔ صدق و صفا اور زہد و ورع میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ حافظ قرآن پاک اور مستند عالم دین تھے۔ وعظ میں بلا کی تاثیر تھی بشنوی شریف اس پر دروازہ میں پڑھتے کہ سامعین وجد میں آجاتے۔ دربار شریف کی باقاعدہ و متواتر حاضری سے تھوڑے ہی عرصے میں حضور قبلہ عالم کے منظورِ نظر ہو گئے اور منازلِ سلوک طے کر گئے۔

بردر مرشد برادر صبح و شام
تاثر حاصل شود مقصد تمام

حضرت صاحبزادہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی رہائش نتھیاں شریف (ضلع کیمبلپور) میں تھی۔ حضرت ہادی نامدار جو خواجہ خواجگان حضرت خواجہ نور محمد تیراہی (رحمۃ اللہ علیہما) کے نامور خلیفہ تھے، کے پوتے تھے۔ بلند اخلاق اور سلیم الطبع تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے انہیں ان کے جدِ امجد کے مزار مبارک پر بیعت میں لیا اور وہیں خلافت سے نوازدیا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تازہ بخشہ خدائے بخشندہ

حضرت سید سردار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی رہائش دوسوا (ضلع ہوشیار پور) میں تھی۔ خندہ رو، شگفتہ مزاج، طبعاً جمالی

اور مسکا درویش تھے۔ طبیب حاذق تھے۔ شروع شروع میں سالہا سال حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں رہے اور اس دور میں مریضوں اور سائلوں کے امور ان کی نگرانی میں تھے۔ حضرت کی نگاہِ کرم نے ظاہری اور باطنی علوم سے مالا مال کر دیا تھا۔

حضرت سائیں مقصود علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ چھو سا ہنہا (ضلع گجرات) کے رہنے والے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی دور میں سفر و حضر کے حاضر باش تھے۔ بیعت ہونے سے پہلے خلافِ شرع ملنگ تھے مگر مرشدِ کامل کی صحبت اور عشق نے طبیعت میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ زاہد شب زندہ بن گئے۔ اقبال نے ایسے ہی واقعات کے پیش نظر فرمایا تھا :

یکمیا پیدا کن از مشیتِ گھٹے بوسہ زن بر آستانِ کھٹے
گر تو سنگِ خارہ مر مر شوی چوں بہ صاحبِ دل رسی گوہر شوی
آپ کا مولد ہی آپ کا مدفن بنا۔

چند مزید خلفاء

- ① حضرت سید نور اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (رجوری)
- ② حضرت پیر حفیظ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کشمیر)
- ③ سائیں جواہر خاں رحمۃ اللہ علیہ (لنگاہ)
- ④ حضرت سید امیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (وڈالہ ضلع امرتسر)
- ⑤ حضرت سید سردار فتح علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چک ماجرا ریاست جموں)

- ۶ حضرت قبلہ الحاج سید عطر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، جنڈی شریف ضلع گورداسپور
- ۷ حضرت سید امام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، ساکن قصبہ کوٹ
- ۸ حکیم عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، پٹھان کوٹ
- ۹ سید الطاف حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، منڈپورہ ضلع گورداسپور
- ۱۰ جناب چودھری ارشد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، موضع کنگرے
- ۱۱ حضرت پیر صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ ، ساکن دریا
- ۱۲ حضرت میاں حسین بخش رحمۃ اللہ علیہ ، علی پور سیداں شریف
- ۱۳ حضرت حافظ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، ساکن بھجوال
- ۱۴ حضرت حافظ سید سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ ، ساکن گڑھ گورداسپور
- ۱۵ جناب حافظ مشتاق احمد رحمۃ اللہ علیہ ، میرٹھ
- ۱۶ جناب حافظ سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ، چک ۸۶ جنوبی سرگودھا
- ۱۷ جناب بنی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، موضع کنگرے
- ۱۸ جناب مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، چشمہ چکر دل
- ۱۹ جناب مولوی احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ ، کوٹ متاب خاں المعروف بہ بھچر
- ۲۰ چودھری خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، قطروال ضلع فیصل آباد
- ۲۱ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، لڈیہ صوبہ بہار
- ۲۲ حضرت عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ ، ضلع نواب شاہ سندھ
- ۲۳ حضرت قاضی پیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، ساکن نواں شہر ضلع جہوں
- ۲۴ حکیم محمد شریف صاحب مدظلہ (سند یافتہ طبیہ کالج لاہور) موضع عالمیانہ ضلع سیالکوٹ
- ۲۵ چودھری حاجی حکم دین رحمۃ اللہ علیہ ، فقیر انوالی ضلع بہاولنگر
- ۲۶ حضرت حافظ جلال دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، قصبہ ضلع گجرات

(۲۷) بیودھری لعل دین رحمۃ اللہ علیہ

(۲۸) ملک صوفی محمد اقبال وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۹) حضرت سید لعل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، سالم ضلع سرگودھا

مُقربان و خادمانِ بارگاہ

رحمۃ اللہ علیہ
جناب کریم بخش صاحب

آپ کی سکونت علی پور سیداں شریف میں ہی تھی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر خادمِ بکہ دربارِ عالی کے وزیرِ اعظم سمجھے جاتے تھے۔ حضور انہیں بمنزلہ فرزند سمجھتے تھے۔ رب کریم محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں ان کی قبر پر رحمت کی بارش نازل فرما رہے۔

رحمۃ اللہ علیہ
جناب مستری حبیب اللہ صاحب

آپ ضلع کیمبلپور سے تعلق رکھتے تھے۔ بیعتِ اللہ شریف تھی مگر حضور قبلہ عالم قدس سر سے والمانہ عقیدت تھی اور دربارِ عالی کی خدمت کو مایہ سعادت سمجھتے تھے۔ حضور کے روضہ اقدس کی تعمیرِ انمول نے اپنے ہاتھ سے کی اور کوئی اینٹ بھی بے وضو نہ لگائی۔ تعمیر کے بارے میں آمد و خرچ کا حساب بھی انہی کے سپرد تھا۔ روضہ پاک کا حسنِ توازن ان کے امامِ الفن ہونے پر شاہد ہے۔ افسوس، زندگی نے زیادہ صلت نہ دی اور تعمیر کے دوران ہی فاصلہ بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مزارِ مبارک حضور کے روضہ پر نور سے چند گز کے فاصلے پر جانبِ جنوب ہے۔

جناب چودھری علی محمد صاحب (رتن گڑھی) — (اس عاجز کے نانا جان)

چودھری شیر محمد صاحب (گٹ والا، والے)

میاں نواب دین صاحب (موضع کرلوپ)

مستری محمد دین صاحب (بھٹھاں والے) رحمۃ اللہ علیہم

یہ چاروں حضرات حضور کے خاص الخاص خادموں میں سے تھے۔ رب تعالیٰ شاہد ہے
علیہ الرحمہ کے طفیل ان کی قبور کو مہبط نور بنائے۔



میاں رحیم بخش، میاں روشن دین، طالع مند، میاں حسین بخش، محمد خاں، شیر محمد،
علی احمد، محمد صادق، میاں الف دین، نیاز علی صاحبان — یہ سب خاص خدام بارگاہ
سے تھے۔ خداوند کریم ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

میاں فضل الہی، جعفر دین، سراج دین، عبدالعزیز، ابراہیم، اللہ دتا، میاں
نبی بخش، بابا قاری، چودھری خیر الدین، جلال دین، دین محمد بھی حضور کے بہت وفادار
تھے اور دربار اقدس میں نہایت جانفشانی سے کاشت کاری کرتے تھے اور لنگر کے خدام
تھے۔



درج ذیل حضرات خاص متوسلین میں سے تھے۔ ان میں کچھ بچہ تعالیٰ بقید حیات ہیں:

میاں نظام الدین مرحوم (بوعہ) بابو محمد عثمان مرحوم، راولپنڈی۔ میاں تاج الدین، راولپور۔

چودھری اسماعیل سنگھ ٹیال۔ میاں خدا بخش و منشی بشیر احمد صاحبان، جوڑیاں۔ کرم الدین،

غلام قادر، میراں بخش، بوعہ۔ مستری لال دین مرحوم، جوڑیکے۔ مولوی تاج الدین، بھرڑی۔

مستری نواب دین، لنگوٹیاں۔ صوفی عبدالعزیز، جموں، حال سیالکوٹ۔ حضرت مولوی تاج الدین

صاحب، کھاریاں ریاست جموں، حال گنہ ضلع سیالکوٹ۔ میاں نظام الدین، بھٹھے کلاں۔ میاں

نظام الدین، میتیاں، حاجی علم الدین، شیخ گل محمد، صوفی چراغ دین، شیخ محمد علی، عبدالمجید شاہ صاحب، لاہور، عاقل حسین، لاہور، مرزا اللہ رکھا، ایریاں، حضرت سید محمد صدیق شاہ صاحب بھوپری مرحوم، حاجی روثا صاحب والد بابو رحیم بخش، اچھرہ، حاجی محمد لطیف، لاہور، رحمت علی، مالو کے، سائیں لال دین مرحوم، لنگیاں، منشی نذر محمد، چندر کے، شیخ نور محمد، ڈیرہ بابا ناک، چودھری حیات محمد، آچھ گوچھ، چودھری خدا بخش، ماراڑہ، صوفی نذیر احمد ولد محمد شریف کوٹلی، تواراں شرقی، شکر دین، نڑولیاں، بابو اللہ بخش، قصور، رستم علی، سریہ، محمد علی طوطی بند مرحوم، ٹرپی، مولوی دین محمد، میاں بدر الدین چھو کھو، مستری محمد شریف، رنگپور، منشی حسین بخش، سیالکوٹ چھاؤنی، میاں رحمت علی، ساہنا گجرات، چودھری شیر علی، عزیز پور بوہڑی، چودھری فتح الدین، بھولپور، مولوی رحمت علی مرحوم، لنگیاں، سید سعادت علی شاہ صاحب پر نسل، لاہور، سید برکت علی شاہ صاحب مرحوم، سید پور کھنہ، سلطان احمد، میاں حیات محمد، محمد اسماعیل، بوہڑ، قائم علی، مولوی عبدالکریم، برال، مولوی غلام محمد، بھوبال، الہی بخش، بھیڑی، چودھری چراغ دین، پٹوہے، چودھری محمد فاضل خاں مرحوم، سیگو وال، منشی عبدالرحمن، مستری مہر الدین، چک مہیار، محمد الدین، دشت الدین، رحیمین، ٹرگپور، چودھری اللہ رکھا، نواں شہر، منشی اللہ دتا، دیولی، چودھری عبداللہ مرحوم، ٹرپی، چودھری محمد صادق مرحوم، جودھے، فضل الہی مرحوم، کوٹلی پٹھاناں، نواب الدین، حکیم غلام نبی، امرتسر، مستری ابراہیم، مستری شاہ محمد، کیسواں (لنگاہ) منشی محمد مقبول مرحوم (راقم کے والد) بکھور تم پگواڑی، شاہ محمد حجام، آبلو لال، محمد سلطان حجام، چندر کے، جان محمد حجام، لکڑ، مہر الدین، لیا، سائیں شاہ محمد، جونیاں، مستری محمد رفیق، جھڑیاں، صوفی اللہ دتہ صاحب، حافظ رحمت اللہ، محمد دین، محمد اقبال، وزیر آباد۔

تصوف کی ضرورت و اہمیت

زیر نظر کتاب ایک ایسے مردِ حقانی کی داستانِ حیات پر مشتمل ہے جس کی سیرت کا محور و مرکز تصوف تھا جسے بجا طور پر اپنے وقت کا 'صوفی اعظم' یا 'راس الاصفیاء' کہا جاسکتا ہے۔ حتیٰ یہ ہے کہ حضور شاہِ لاٹانی قدس سرہ نے زندگی کے شب و روز اسی کی اشاعت کے لئے وقف کر رکھے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تصوف کا مختصر سا تعارف کرایا جائے۔ اس کی ضرورت و اہمیت پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے۔

تصوف کیا ہے؟ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسانی جسم مختلف امراض و عوارض سے دوچار ہوا رہتا ہے۔ سر سے پاؤں تک

کوئی عضو ایسا نہیں جسے ان کی زد سے باہر قرار دیا جاسکے۔ ہم ان کا علاج کرنے کے لئے ڈاکٹروں، طبیبوں یا جراحوں کے پاس جلتے ہیں کیونکہ یہ میڈیسن یا طب میں سنیافتہ ہوتے ہیں اور اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں مریض کی حسبِ ضرورت تشخیص کر کے مناسب علاج تجویز کرتے ہیں بلکہ آپریشن ضروری ہو تو اس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان میں جو زیادہ حاذق ہوتا ہے، اتنا ہی مرجعِ عام و خاص ہوتا ہے۔ کبھی بچوں بھی ہوتا ہے کہ انسان خود اپنے مرض سے بے خبر ہوتا ہے مگر قابلِ طبیب یا ڈاکٹر اسے دیکھتے ہی مریض قرار دے دیتا ہے۔ اگر مریض ہوشمند ہو تو طبیب پر اعتماد کر کے اپنے مرض کا علاج کروا لیتا ہے ورنہ اپنی ظاہری صحت سے دھوکا کھا کر اپنی روش پر چلا رہتا ہے حتیٰ کہ اندر ہی اندر بیماری زور پکڑتی جاتی ہے اور

آخر کار اُسے ڈوبتی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی مرض سے دوچار تو نہیں مگر کامل طبیب کی نظر میں جلد دوچار ہونے کا خطرہ ہو۔ بعض طبیب اپنے فن میں ایسے ماہر ہوتے ہیں کہ بیماری کے کھوج میں بیمار کے باپ دادا تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنے مخصوص انداز تحقیق سے ثابت کرتے ہیں کہ بیماری مریض کا حصہ فطرت بن چکی ہے۔

اسی طرح سمجھئے ہمارے دل (یا ہماری روحانیت) کی بھی بیماریاں ہیں اور ان کا علاج کرنے کے لئے بھی حکیموں کا ایک گروہ موجود ہے۔ یہ لوگ ہماری روحانی و قلبی بیماریوں کی تشخیص کر کے اُن کے اسباب متعین اور علاج تجویز کرتے ہیں۔ دونوں گروہوں کے طرز تشخیص اور مہارت فن میں کیا فرق ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے سنیئے فرماتے ہیں:-

ایں طبیبان بدن و الشورند	برستقام تو ز تو واقف ترند
تا ز قارورہ ہی بیند حال	کہ ندانی تو از اں روا عدا ل
ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم	بو برداز تو بصد گو نہ سقم
پس طبیبان الہی در جہاں	چوں ندانند از تو اسرار نہاں
ایں طبیبان نو آموزند خود	کہ بدیں آیات شاں حاجت بود
کاملاں از دور نامت بشنوند	تا بقعر تار و پودت در روند
بلکہ پیش از زادن تو سالہا	دیدہ باشندت بچندیں حالہا
حال تو دانند یک یک مومبو	زانکہ پرہستند از اسرار ہو
مومن بنظر بنور اللہ شدی	از خطا و سہو بیرون آمدی

مختصر یہ کہ روحانی طبیب انسان کے اندرونی عوارض و امراض کو سمجھنے میں جسمانی طبیبوں سے منزلوں آگے ہوتے ہیں۔ انہیں رنگ، دم دیکھنے یا آلات لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ تو اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں اور مریض کی پیدائش سے بھی پہلے اس کے ظاہری و باطنی جملہ کوائف کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اب یوں سمجھئے قلب و روح کے طبیب یا ڈاکٹر کو 'صوفی' کہا جاتا ہے اور وہ مخصوص علم طب جس میں قلب و روح کے امراض و علاج سے بحث کی گئی ہے، تصوف کہلاتا ہے۔

جسم کے ڈاکٹر یا طبیب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خود بیمار نہ ہو، وہ بیماری میں بھی دُشُر کا علاج کر لیتا ہے مگر صوفی کے لئے ضروری ہے کہ ہر قسم کی روحانی آفت سے محفوظ ہو ورنہ تشخیص کر سکے گا نہ علاج۔ ڈاکٹر اور طبیب کو سند کی ضرورت ہوتی ہے تو صوفی کو اجازت و خلافت کی (کہ یہ اس کے لئے سند ہے) بعض مریضوں کو ہسپتالوں میں داخل ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ معالج کی نگرانی میں خاطر خواہ علاج ہو، اسی طرح بعض طالبوں کو صوفی کے ہسپتال جسے 'خالقہ' یا کبھی 'درگاہ' بھی کہتے ہیں میں داخلہ لیتا پڑتا ہے۔ یہ خالقہ مطب ہی نہیں، طبی درسگاہ بھی ہوتی ہے اس لئے علاج کرانے کے لئے ہی نہیں، طب روحانی سیکھنے اور تجربات حاصل کرنے کے لئے بھی ان میں داخلہ ضروری ہے۔

جسمانی فزیشن اپنی علمی و فنی مہارت کے باوجود کسی کو محض دیکھنے بولنے یا توجہ سے کسی کی بیماری دُور نہیں کر سکتے مگر روحانی طبیب ایسا بھی کر سکتے ہیں اور کرتے آتے ہیں۔

قلبی و روحانی امراض | جسمانی امراض کی طرح روحانی امراض بھی ان گنت ہیں۔ چند اہم بیماریاں حسب ذیل ہیں۔

کفر و شرک، تشکیک و لا ادریت، نفاق، ریاء و سمعہ، حب دنیا، خوفِ ماسوی اللہ، غرور و تکبر، بغض و حسد، خود پرستی و خود نمائی، حرصِ مال و زر، سوء ظن، طولِ اہل دنیا والوں سے یاد دنیا سے لمبی امیدیں رکھنا، غصہ و کینہ و غیرہ۔ پھر جس طرح جسمانی بیماریوں کے مختلف درجے ہوتے ہیں اور جب یہ انتہا تک پہنچ جاتی ہیں، لا علاج قرار پاتی ہیں۔ اسی طرح روحانی بیمار بھی مسلسل اور دانستہ نافرمانیوں اور بے اعتدالیوں کی وجہ سے غضبِ خداوندی کا شکار ہو کر لا علاج ہو جاتے ہیں۔ بالعموم یہ صورتِ حال کفر و نفاق کے باب میں ہوتی ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ختم اللہ علی قلوبہم اور فہمولا یرجعون میں اسی طرف اشارہ ہے۔

تصوف کی ضرورت

جس طرح تھوڑی سی سوجھ بوجھ والا شخص بھی ٹیڈکل کالجوں کی انادیت سے انکار نہیں کر سکتا، یونہی

تصوف یعنی طب روحانی سے انکار کرنا بھی عقل سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ صرف جسمانی صحت کا حصول اپنی کامقصد حیات بن سکتا ہے جو نور ایمان رضائے خداوندی اور ابدی کامیابی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ورنہ اگر صدقِ نبیت سے سوچیں تو جسمانی امراض سے بھی روحانی امراض کا علاج زیادہ ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی اصل قدر و قیمت اس کی اندرونی صحت سے وابستہ ہے بلکہ انسانیت اسی صحتِ حال کا نام ہے۔

تصوف اور انسانیت

در اصل انسانیت مقصدِ تخلیق کے حصول کا نام ہے اور یہ تصوف کے بغیر قطعاً ناممکن ہے۔ وجہ یہ

ہے کہ اس پاکیزہ مقصد کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کی اپنی نفسانیت ہے اور تصوف اسی رکاوٹ کو دور کرنے کے علم و عمل کا نام ہے۔ یاد رہے جب تک ظلمتِ نفس چھائی رہے گی ایمانِ کامل نصیب ہو گا نہ اخلاصِ عمل۔ گویا تصوف ہی ان دولا زوال دولتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ قیوم ثانی عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں:-

”اس دنیا نے فانی میں انسان کا بڑا مقصد حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور اس (معرفت) کی دو قسمیں ہیں۔

قسم دوم

قسم اول

۱۔ جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں

۱۔ جسے بڑے بڑے علمائے بیان کیا ہے

۲۔ کشف و شہود سے متعلق ہے

۲۔ نظر و استدلال سے وابستہ ہے

۳۔ دائرہ حال میں داخل ہے اور تحقیق کی جنس سے ہے

۳۔ دائرہ علم میں داخل ہے جو تصور و تعقل کی جنس سے ہے

۴۔ سالک کی اپنی ہستی فنا ہو جاتی ہے

۴۔ عارف کا وجود اس سے فنا نہیں ہوتا

۵۔ علم حضوری کی جنس سے ہے

۵۔ علم حصولی کی قسم سے ہے

نیز قسم اول میں نفس اپنی سرکشی بلکہ کفر پر قائم رہتا ہے۔ اس لئے ایمان ہے تو محض مجازی اور عمل ہے تو محض صورتاً، حدیث قدسی میں ہے 'تو اپنے نفس سے عداوت کر کیونکہ وہ مجھ سے عداوت کرنے پر قائم ہے' اس لئے ایمان زوال و خلل سے محفوظ نہیں، قسم دوم میں سالک کی ہستی فنا ہو جاتی ہے اس لئے نفس مطیع ہو جاتا ہے اور ایمان و عمل صالح حقیقی ہو جاتے ہیں۔

حدیث پاک اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لِّیْسَ بَعْدَهُ کُفْرٌ اور آیہ کریمہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ میں اسی ایمان (حقیقی) کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل اسی معرفت کے حصول کی خاطر حضرت بشر حافی کی رکاب میں چلتے تھے اور سیدنا امام اعظم استنباط و اجتہاد اور درس و تدریس چھوڑ کر اسی ایمان کی تکمیل کے لئے عمر کے آخری دو سال گوشہ نشین رہے (علیہم الرحمۃ)

یاد رہے اعمال کی قبولیت درجہ ایمان اور ان کی نورانیت درجہ اخلاص پر موقوف ہے۔ نیز جس کا قدم فنا میں زیادہ محکم ہوگا، اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوگا۔ اسی لئے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان باقی امت کے ایمان پر راجح نکلا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ 'اگر ابو بکر کا ایمان میری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا' کیونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فنا میں فردِ کامل تھے، چنانچہ دوسری حدیث میں ہے 'جو شخص مُردہ کو روئے زمین پر چلتا ہو آدیکھنا چاہیے وہ ابو قحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے' اگرچہ یہ فناسب صحابہ کرام کو حاصل تھی مگر سیدنا صدیق اکبر کو بدرجہ کمال میر تھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہ)

آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِّعِبَادُوْنَ (ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اپنی عبادت کے لئے) میں جس عبادت یا معرفت کو مقصدِ تخلیق ٹھہرایا گیا ہے وہ یہی دوسری قسم کی معرفت ہے۔ جس شخص کو یہ حاصل نہیں اُسے اس کی طلب میں سر توڑ کوشش کرنی چاہیے۔ (مکتوب ج ۲: ترجمہ و خلاصہ)

تصوف کتاب و سنت میں | نزول قرآن حکیم کا مقصد دراصل انسان میں

شعور بندگی پیدا کر کے اُسے ابدی کامیابی

سے ہمکنار کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں انہی امور کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے جن کا تعلق احساس بندگی اور مقام انسانیت سے ہے۔ یہ نسخہ کیمیائیوں تو مطلقاً شفا ہے مگر اس کا اصل رخ اندرونی فکر و شعور کی اصلاح اور قلبی بیماریوں کے علاج کی طرف ہے۔ بندے کا اپنے رب کے ساتھ تعلق 'اخلاص' پر مبنی ہونا چاہیے اور یہی اس کے باطنی امراض کا چارہ بھی ہے چنانچہ فرمایا فاعْبُدِ اللَّهَ تَخْلِصًا لِلَّهِ الدِّينِ (الزمر: سوا اللہ کی عبادت کر اخلاص کے ساتھ) اور یہی اخلاص تصوف کا عنوان اول ہے۔

حدیث جبریل علیہ السلام میں 'اسلام'، 'ایمان' اور 'احسان' کا جو ذکر آیا ہے اس کی تشریح شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ یوں فرماتے ہیں:-

"جان لے دین اور اس کے کمال کی بنیاد فقہ، کلام اور تصوف پر ہے اس حدیث نے ان تینوں مقاموں کا بیان کر دیا۔ اسلام اشارہ فقہ کی طرف ہے جو اعمال و احکام شرعیہ کا مکفل ہے اور ایمان اشارہ اعتقادات کی طرف ہے جو کہ علم اصول کے مسائل ہیں اور احسان اشارہ اصل تصوف کی طرف ہے۔"

تصوف کا انکار۔ کیوں؟ | دور حاضر 'نعرہ بازی' کا دور ہے یا فکر گنج

کا ظلمتِ نفس نے عموماً فکر و شعور کو تاریک

راہوں پر ڈال دیا ہے اور جو اس کی زد میں جس قدر آگیا وہ اتنی ہی بڑی حقیقت کا منکر ہو گیا۔ فکری انتشار زور پر ہے اور جو بھی جس نام سے بھی اور جس صداقت کا بھی انکار کرنا چاہے کر دیتا ہے۔ فقہ کا انکار کرنے کے لئے لوگوں نے عمل بالحدیث کا نعرہ لگایا حالانکہ فقہ حدیث ہی کی تشریح و توضیح ہے۔ سنت رسول اور اطاعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے

روگردانی کرنے والوں نے اہل قرآن ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ قرآن حکیم کی رو سے مومن و کافر کے درمیان فرق ہی اطاعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت رب دو عالم جل مجدہ کی اطاعت ہے۔ جنت و دوزخ، حور و ملک، جن و شیطان، عرش و ملک اور حشر و نشر جیسی قرآنی تصریحات سے سرتابی کو فہم قرآن جیسا خوبصورت نام دیا گیا۔ انکار کی اس گرم بازاری میں اگر کوئی تصوف یعنی اُسی روحانی طب قرآنی اخلاص اور حدیثی احسان کو غیر ضروری یا بدعت سمجھ لے تو کون زبان روک سکتا ہے۔

چند سالوں کی بات ہے ایک جدید تعلیم یافتہ نوجوان کسی تجدید پسند لیڈر کی تحریر سے متاثر ہو کر میرے ہاں سیالکوٹ آیا اور دورانِ گفتگو کہنے لگا، اُنہوں نے سچ ہی تو فرمایا ہے تصوف ایک ایفون کی طرح ہے، میں نے پوچھا کیا دین و مذہب کے منکر دین و مذہب کو ایفون کا نقشہ قرار نہیں دیتے؟ اور اگر واقعی ایسا ہے تو یہ سوچیے آپ کے مفسر قرآن کا انداز فکر اور طرزِ گفتگو کن کا فیض ہے اسے ایفون قرار دینا کن کی سنت ہے۔ تصوف دین کا مقصود سمجھنے، اس پر عمل کرنے بلکہ اس میں گم ہونے کا نام ہے۔ یہ تو خدا و رسول (جل جلالہ فصلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کا نشہ ہے جو دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس کا کسی بہانے انکار کرو، وجہ وہی ہوگی ظلمتِ نفس و فکر گستاخ

منکرین تصوف یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اس میں یونانی و ہندی (دیو مالائی) فلسفے کے اثرات شامل ہو گئے ہیں اور وحدۃ الوجود کا نظریہ ایسے ہی مشرکانہ انکار کی پیداوار ہے۔ حقیقت میں یہ اعتراض بھی لاعلمی یا تعصب کی بنا پر ہے اور لفظ تصوف خود اس پر شاہِ عادل ہے جو بعض کے نزدیک اصحابِ صفہ کی نسبت سے ہے تو بعض اسے صفا (یعنی صفائے قلب و حال) اور بعض صوف سے مشتق قرار دیتے ہیں (اس لئے کہ پہلے دور میں صوفیا ریاضت و مجاہدہ کی غرض سے صوف کا لباس پہنتے تھے) تابعین اور تبع تابعین کے دور میں یہ لفظ عام مستعمل تھا اور اہل سنت اپنے زاہدوں کو صوفی کہتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل حضرت ابو حمزہ بغدادی کو یا صوفی کہہ کر خطاب فرماتے (رضی اللہ عنہما) برصغیر میں اسلام کے انوار لانے اور پھیلانے والے اکابر 'صوفیا' ہی کہلاتے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے یہ صوفیائے کرام مثلاً داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، حضرت میراں حسین زنجانی، حضرت پیر مکی، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی، حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر، حضرت بہاؤ الحق زکریا، حضرت خواجہ رکن عالم، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی، حضرت خواجہ گیسو دراز، حضرت شاہ ابو المعالی اور سیدنا و مولانا مجدد الف ثانی علیہم الرحمۃ والرضوان کتاب و سنت سے بے نیاز تھے اور معاذ اللہ یہاں کسی غیر اسلامی فلسفے کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے ہیں۔ نہیں بلکہ ان سب کی زندگی رضائے خدائے کریم اور اتباع حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے وقف تھی اور یہ ان کے تصوف (یعنی صدق حال) کی برکت تھی کہ بتکدہ ہند میں رسم خلیل تازہ ہوتی اور کفر و شرک کا یہ گہوارہ ایمان و توحید کی جلوہ گاہ بن گیا۔ مختصر یہ کہ ہمارے ہاں تو اسلام لانے والے ہی تصوف لاتے ہیں پھر اسے ہندو یونان کی پیداوا کہنا اپنے اسلاف کی کد ارکشی نہیں تو کیا ہے۔

رہ گیا وحدۃ الوجود کا مسئلہ تو وہ بھی اپنی حقیقی تشریحات کے ساتھ قطعاً غیر اسلامی نہیں۔ اس کے خلاف موثر ترین آواز قطب المجددین حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اٹھائی مگر انہوں نے کبھی یہ الزام نہیں دھرا کہ اس کے علمبردار معاذ اللہ غیر مسلم یا ان سے متاثر تھے۔ وہ تو اسے مشاہدے کی ایک منزل قرار دیتے ہیں اور اپنے وحدت الشہود کو اس سے اگلی منزل گردانتے ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کو جو اسے باضابطہ پیش کرنے والے تھے ہمیشہ اولیائے کبار میں شمار کیا۔ خود حضرت مجدد خواجہ باقی باللہ کے حلقہ ارادت میں آنے سے پہلے علم و فضل کا آفتاب عالم تاب ہونے کے باوجود اپنے والد ماجد کی طرح 'وجودی' تھے (رضی اللہ عنہم)۔ شہودی ہونے کے بعد بھی ان علماء پر جو اولیائے وجودی پر آپ کے سامنے معترض ہوتے تھے آپ بعض دفعہ وحدت الوجود کی کیفیت

طاری کر کے انہیں منجور و خاموش کر دیتے تھے (جیسا کہ اسی کتاب میں ایک واقعہ گزر چکا ہے) ابن تیمیہ کا جو خداوند کریم کو مجسم مانتا تھا، اگر شیخ اکبر کا گستاخ اور وحدۃ الوجود کا منکر ہے، کوئی اعتبار نہیں۔

ہاں اگر بعض جاہل صوفیوں نے کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف کوئی بات کہی ہے تو یقین جانیے وہ جاہل تو ضرور ہوں گے، صوفی ہرگز نہیں اور ان کی خرافات سے اصل تصوف مورد الزام نہیں ٹھہرتا۔ کیا ابوالکلام آزاد نے (جو رسالت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا نجات اخروی کے لئے ضروری نہیں سمجھتا تھا) تفسیر لکھ کر قرآن پر ظلم نہیں کیا؟ تو کیا اس کی وجہ سے علم تفسیر ہی کو مطعون کرنا جائز ہو گا۔ اسی طرح کسی موضوع حدیث کو سن کر ہر حدیث اور علم حدیث کا انکار روا ہو گا؟ نہیں ہرگز نہیں تو تصوف کے بارے میں ہم کسی غلط روایت کا سہارا لے کر اس سے کیوں پھریں۔

تصوف صوفیائے سابقین کی نظریں

تصوف کا اولین تصور نکھارنے کے لئے صوفیائے کرام کے

ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سیدنا داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے کسی بزرگ کے درج ذیل شعر کے حوالے سے 'تصوف'

اور 'صوفی' کا مفہوم پیش کیا ہے۔

اِنَّ الصَّافَا صِفَةً الصِّدِّيقِ اِنْ اَرَدْتَ صُوفِيًا عَلَى التَّحْقِيقِ

یعنی اگر تجھے کسی صوفی کی تلاش ہے تو شانِ صفا سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

منتصف تھے (جن کے دل کو ماسوا سے تعلق تھا نہ دنیا سے محبت)

۲۔ حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اَلصُّوْفُ تَرْكُ كُلِّ حَظٍّ لِنَفْسٍ یَعْنِی ہر حظ نفس کو چھوڑنا تصوف ہے۔

۳۔ حضرت حصری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔

تصوف ہے اپنے ضمیر کو مخالفت حق کی کدورت سے پاک رکھنا۔

(التصوف صفاء السیر من کدورۃ المخالفۃ)

۴۔ امام الائمہ سیدنا حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ یہ ہے

التصوفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي خُلُقٍ زَادَ عَلَيْكَ فِي التَّصَوُّفِ

یعنی تصوف نیک خصلت ہے جو تجھ سے اخلاق میں اچھا ہے وہ تجھ سے تصوف میں آگے ہے۔

۵۔ غوث الاغیاث، فرد الافراد حضور سیدنا موحث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

فرمانِ عالی سینے:

تصوف کی بنیاد آٹھ چیزوں پر قائم ہے ۱۔ سخائے ابراہیم علیہ السلام،

۲۔ رضائے اسحق علیہ السلام ۳۔ صبر الیوب علیہ السلام ۴۔ مناجات زکریا علیہ السلام

۵۔ مسافرت یحییٰ علیہ السلام ۶۔ صوف پوشی کلیم اللہ علیہ السلام ۷۔ سیاحت یسح علیہ السلام

۸۔ فقر محمدی (علی صاحبہ الصلوۃ والسلام)

نسخہ: قرب خداوندی کے حصول

کی خاطر نو چیزیں اختیار کیجئے:

طب تصوف کا خلاصہ

۱۔ چیز بنفس خود فرما تعلیم

۲۔ تفویض و توکل و رضاء و تسلیم

خواہی کہ شوی بمنزل قرب عظیم

مشر و شکر و قناعت و علم و یقین

۳۔ ہمیں راہ دل کی صفائی کے لئے دس چیزوں سے پرہیز کیجئے:

۱۔ وہ چیزیں جن سے دل از درون سینہ

۲۔ بخل و حسد و ریاد کبر و کینہ

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ

حرم وائل و غضب و دروغ و غیبت

شیخ کامل کے حقوق و آداب

تصوف کی ضرورت و اہمیت بیان کرنے کے بعد مناسب تو یہی تھا کہ شیخ کامل کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی جاتی، مگر یہ مضمون کتاب کے مختلف مقامات پر اور بالخصوص گزشتہ بحث میں بھی کسی حد تک ضمنی طور پر آ ہی گیا ہے لہذا اس کے بجائے شیخ کامل کے حقوق و آداب پر مختصر مگر جامع انداز میں اظہارِ خیال کیا جاتا ہے وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ حضرت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کی تحریروں سے یاد رہے کہ شیخ کامل سے اکتسابِ فیض کے لئے اس کے حقوق کا جاننا اور آداب بجالانا ضروری ہے۔ رب اکرم اپنے حبیب اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہمیں بھی یہ شناخت اور اس کے مطابق عمل عطا فرمائے۔ آمین

شیخ کامل کے حقوق | حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے رسالہ مبداء و معاد میں فرماتے ہیں :-

”جاننا چاہیے کہ شیخ کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے زیادہ ہیں بلکہ شیخ کے حقوق حق سبحانہ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے احسانات کے بعد دوسروں کے حقوق سے نسبت ہی نہیں رکھتے بلکہ سب کے پیر حقیقی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اگرچہ ولادتِ ظاہری والدین سے ہے مگر ولادتِ معنوی شیخ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ظاہری ولادت کی زندگی چند روزہ ہے اور ولادتِ معنوی کی زندگی ابدی ہے۔ شیخ ہے جو مرید کی نجاسات معنویہ کو اپنے قلب و روح سے صاف کرتا ہے اور اس کے

معدے کو پاک کرتا ہے۔ اُن توجہات میں جو بعض طالبوں کی نسبت وقوع میں آتی ہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باطنی نجاستوں کو صاف کرنے میں صاحب توجہ کو بھی کچھ آلودگی پہنچتی ہے اور کچھ دیر تک مکدر رکھتی ہے شیخ ہے کہ جس کے ویسے سے خدائے عزوجل تک پہنچتے ہیں اور یہ دُنیا و آخرت کی سب سے بڑی سعادت ہے۔ شیخ ہے کہ جس کے ویسے سے نفسِ امارہ جو بذاتِ خود خبیث ہے پاک ہو جاتا ہے اور امارگی سے اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور کفر ذاتی سے اسلام حقیقی میں آ جاتا ہے۔

۵ گر بگویم شرحِ ایں بے حد شود

پس اپنی سعادت کو شیخ کے قبول کرنے میں جانا چاہیے اور اپنی بدبختی کو رد کرنے میں (العیاذ باللہ) حق سبحانہ نے اپنی رضا کو شیخ کی رضا کے پس پردہ رکھا ہے، جب تک مرید خود کو اپنے شیخ کی پسندیدہ چیزوں میں گم نہ کرے، حق تعالیٰ کی مرضیات تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی آفت شیخ کی ایذا میں ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لغزش ہو علاج ممکن ہے مگر ایذا ئے شیخ کا علاج کسی بھی چیز سے نہیں کر سکتے کیونکہ مرید کے لئے آزارِ شیخ بدبختی کی جڑ ہے (العیاذ باللہ) اعتقاداتِ اسلامیہ میں خلل اور احکاماتِ شرعیہ کی بجا آوری میں سستی آزارِ شیخ کے نتائج و ثمرات میں سے ہے۔ احوال و مواجید کہ جن کا تعلق باطن سے ہے ان میں جس قدر خلل اور سستی واقع ہوتی ہے اُسے کیا ذکر کروں۔ اگر باوجود آزارِ شیخ کے احوال میں کچھ اثر باقی رہے تو اُسے استدراج سمجھنا چاہیے کیونکہ انجامِ خراب ہو گا اور سوائے ضرر کے اور نتیجہ نہ ہو گا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

شیخِ کامل کے آداب

حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ (ج ۱ مکتوب ۲۹۲ میں) فرماتے ہیں "اگر خداوند کریم جل شانہ اپنی عنایت سے کسی

طالب کو اس طرح کے شیخِ کامل کی رہنمائی کر دیں تو چاہیے کہ اس کے وجودِ شریف کو غنیمت سمجھے اور اپنے تئیں بالکل اُس کے حوالے کر دے اور اپنی سعادت کو اُس کی مرضیات (پسندیدہ چیزوں) میں جانے اور اپنی بدبختی کو اس کی مرضیات کے خلاف سمجھے۔ حاصلِ کلام یہ کہ اپنی نفسانی خواہش

کو اُس کی رضا کے تابع کرے۔ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی نفسانی خواہش میری شریعت کے تابع نہ ہو۔ اور جان لے آدابِ صحبت کی رعایت اس راہ کی ضروریات سے ہے تاکہ فائدہ اٹھانے اور فائدہ پہنچانے کا راستہ کھل جائے اور بغیر ان (آداب) کے محبت کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ مجلس کا کوئی ثمرہ ہے۔ بعض آداب و شرائط بیان کئے جاتے ہیں گوشِ ہوش سے سنا جاتی ہے۔

۱۔ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کی توجہ ہر طرف سے ہٹا کر اپنے شیخ کی طرف کرے اور شیخ کی موجودگی میں بغیر اجازت و اذکار میں مشغول نہ ہو بلکہ اُس کے حضور میں نماز فرض و سنت کے سوا کچھ نہ پڑھے سلطانِ وقت کے متعلق روایت ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً اُس کی نظر اپنے کپڑے پر جا پڑی۔ بادشاہ نے اُسے دوسری طرف متوجہ دیکھا تو غصے سے بولا میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو اور میرے سامنے جاے کے بند کی طرف متوجہ رہے۔ سوچنا چاہیے کہ جب ناچیز دنیا کے وسائل کے لئے آدابِ دقیقہ ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت اور بھی لازم کیوں نہ ہوگی۔

۲۔ مرید قطعاً کسی ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اُس کا سایہ شیخ کے کپڑے یا سلتے پر پڑے۔
۳۔ شیخ کے مصلیٰ پر کھڑا نہ ہو اور اس کی جاتے و صوم میں وضو نہ کرے۔
۴۔ شیخ کے برتنوں کو استعمال نہ کرے۔

۵۔ اُس کے سامنے کھلتے نہ پیئے نہ کسی سے بات کرے (بلکہ کسی اور طرف توجہ نہ کرے)

۶۔ شیخ موجود نہ ہو تو بھی اس کی طرف پاؤں دراز نہ کرے اور نہ اُس طرف تھوکے۔

۷۔ جو کچھ شیخ سے صادر ہوا اُسے درست سمجھے خواہ بظاہر درست معلوم نہ ہو۔ شیخ جو کچھ کرتا

ہے اہام و اذنِ الہی سے کرتا ہے۔ اس صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگر بعض صورتوں

میں اُس کے اہام میں خطا بھی ہو جاتے تو یہ اجتہادی خطا کی طرح ہوگی۔ گویا یوں بھی ملامت و

اعتراض روا نہیں۔ نیز چونکہ مرید کو شیخ سے محبت ہو جاتی ہے، محب اپنے محبوب کے ہر فعل کو

محبوب سمجھتا ہے سو یوں بھی گنجائش اعتراض نہ رہی۔

بہر حال پیر کی حرکات و سکنات میں کسی اعتراض کو دخل نہ دے خواہ رائی کے برابر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اعتراض کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بد بخت اس مقدس گروہ کا عیب بین ہے۔ حتیٰ سبحانہ ہمیں اس بری بلا سے نجات بخشنے۔

۸۔ کلی جزئی امور یہاں تک کہ کھانے پینے بلکہ اطاعت کرنے میں بھی شیخ کی پیروی کرے۔ اپنے شیخ کی طرز پر نماز ادا کرنی چاہیے اور فقہ کو اس کے عمل سے یکھنا چاہیے۔

۹۔ اپنے شیخ سے کرامت کا مطالبہ نہ کرے بلکہ دوسو سے کی حد تک بھی ایسا نہ ہو کیا تو نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے بھی کسی پیغمبر سے کبھی معجزہ طلب کیا ہاں کفار و منکرین ہی معجزے کا مطالبہ کرتے آئے ہیں۔

معجزات از بہر قہر دشمن است بوئے جنسیت پئے دل بردن است
موجب ایماں نباشد معجزات بوئے جنسیت کند جذب صفات
۱۰۔ اگر دل میں شبہ پیدا ہو تو بغیر توقف کے عرض کرے اگر حل نہ ہو تو اپنا قصور سمجھے اور اپنے شیخ میں کوئی نقص نہ دیکھے۔

۱۱۔ جو واقعہ پیش آئے اپنے شیخ سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسی سے کرائے۔ اگر کوئی تعبیر خود اسے نظر آئے تو وہ بھی عرض کرے۔

۱۲۔ اپنے مکاشفات پر ہرگز اعتماد نہ کرے بلکہ شیخ سے پوچھتا رہے کہ یہ کشف ٹھیک ہے یا غلط۔ کیونکہ اس دنیا میں حق و باطل اور صواب و خطا ملے جلے ہیں۔

۱۳۔ شیخ کی اجازت اور ضرورت کے بغیر اس سے جدا نہ ہوئے کیونکہ اسے چھوڑ کر کسی اور کو اختیار کرنا ارادت (یعنی شانِ مریدی) کے خلاف ہے۔

۱۴۔ اپنی آواز کو شیخ کی آواز سے بلند نہ کرے اور نہ بلند آواز سے اسے مخاطب کرے کہ یہ بے ادبی ہے۔

۱۵۔ جو فیوض و فتوحات حاصل ہوں انہیں اپنے شیخ کا صدقہ سمجھے۔ اگر واقعے میں دیکھے کہ کوئی فیض کسی دوسرے شیخ سے ملا ہے تو اسے بھی اپنے شیخ ہی کی طرف سے سمجھے اور جانے کہ اپنا شیخ چونکہ فیوض و کمالات کا جامع ہے وہ خاص فیض شیخ سے طالب کی طرف کسی مناسب استعداد کے شیخ کے کمال کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور اپنے شیخ ہی کا کوئی لطیفہ اس دوسرے شیخ کی صورت میں نظر آیا ہے اور مرید غلط فہمی سے اسے دوسرا شیخ سمجھ رہا ہے۔ یہ بڑی لغزش کی جگہ ہے، حتیٰ سبحانہ قدم کی لغزش سے بچا کر اپنے شیخ کے اعتقادات و محبت پر قائم رکھے۔ بحرمۃ سید البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات۔

حاصل کلام النّظریۃ کُلّیّہ اَدَب (طریقتِ نرا ادب ہے) کے مطابق کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا اور اگر مرید بعض آداب کی تکمیل کوشش سے بھی نہ کر سکے تو معاف ہے مگر اپنی کوتاہی کا اقرار ضروری ہے۔ اگر پناہ بخدا آداب بجالا سکے اور نہ اپنے تئیں قصور سمجھے تو ان بزرگوں کی برکتوں سے محروم ہے۔

۱۶۔ ہر کرار دئے بہ بہبود نبود ویدن رتے نبی سود نہ نبود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہاں وہ مرید جو شیخ کامل کی توجہ سے فنا و بقا کے مرتبے تک پہنچ جاتے اور فراست و الہام کا راستہ اُس پر کھل جاتے نیز شیخ بھی اس کے کمال کی تصدیق کرے اُس (مرید) کے لئے جائز ہے کہ بعض الہامی امور میں شیخ کے بجائے اپنے الہام پر عمل کرے کیونکہ ایسا مرید تقلید سے آزاد ہو چکا ہے بلکہ اب محض تقلید اُس کے حق میں خطا ہے۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے تو یاد رہے یہاں زندہ کرنے سے مراد روح کا زندہ کرنا اور مارنے سے مراد نفس کا مارنا ہے۔ یہاں جسم کا زندہ کرنا یا مارنا مراد نہیں اور نہ جسم کے زندہ کرنے یا مارنے کو منصبِ شیخی سے کوئی تعلق ہے۔ حیات و موت سے مراد یہاں فنا و بقا ہے جو مقام ولایت و کمال پر پہنچا دیتی ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ

تعارف و فضائل | تصوت جیسا کہ واضح ہو چکا ہے طب روحانی ہے جس طرح طب جسمانی میں علاج کے کئی طریقے ہیں مثلاً یونانی، چینی،

ایلوپیتھی، ہومیو پیتھی وغیرہ اسی طرح طب روحانی میں مختلف طریقوں سے علاج کیا جاتا ہے جن میں یہ چار (طریقے) زیادہ اہم ہیں نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ تصوت کی منزل مقصود عرفان ذات باری ہے اور اس پر پہنچنے کے جو راستے زیادہ معروف ہیں، وہ یہی چار ہیں۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جب کوئی بیمار کسی خاص طریق علاج سے صحت یاب ہو چکے تو وہ اپنے تجربے کی بنا پر اسی کو زیادہ موزوں سمجھتا ہے، اسی سے مانوس ہوتا ہے اور اسی کی طرف دوسروں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اُسے دوسرے کسی بھی طرز علاج سے دلچسپی نہیں ہوتی بلکہ وہ طبیب جو ایک ہی طرز علاج میں ماہر ہو، وہ بھی کسی دوسرے طریق علاج کی طرف توجہ دے گا نہ اُس پر راتے زنی کرے گا۔ اسی طرح منزل مقصود پر پہنچ جانے والا کسی راہ سے بھی یہاں پہنچا ہوا اُس کے نزدیک وہی سہل اور مختصر ہے۔ جہاں تک ان چاروں سلسل کا تعلق ہے، یہ سب منزل مقصود پر پہنچانے والے ہیں اور جو جس راہ سے بھی اصل منزل ہو آئے ہمارے سر کا تاج ہے۔ ہر سلسلے کے مقدس رہنماؤں نے ایک دو کو نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں کو اپنے اپنے طرز علاج سے صحت آسنا کیا اور اپنی اپنی راہ سے منزل مقصود پر پہنچایا۔ پھر مجھ ایسے سرپا مرض جنہیں صحت سے دور کا بھی تعلق نہیں یا مجھ ایسے شکستہ پا جنہیں کسی بھی راہ پر دو قدم چلنا دشوار ہو، یہ کیونکر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کونسا طرز علاج بہتر اور کونسی راہ آسان تر ہے۔ یہاں تو اس ماہر طبیب کا فیصلہ ہی معتبر ہو سکتا ہے جو ہر طریق علاج میں سندیافتہ ہو اور ایسے دانائے راہ کا قول ہی وزنی قرار پا سکتا ہے جو سب راستوں کو دیکھ بھال چکا ہو۔

قطب الکاملین، غوث الواصلین حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ لے انایان راہ

کے آقا و مولا ہیں جو سب راستوں سے پوری طرح واقف ہیں اور جن کی راستے تجربہ و مشاہدہ پر مبنی ہے چنانچہ اس بارے میں خود حضرت اقدس علیہ الرحمۃ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے (مخفی نہ رہے کہ آپ نقشبندی سلسلے میں بیعت ہونے سے پہلے باقی تین بلکہ متعدد سلاسل میں صاحب اجازت بھی تھے) آپ فرماتے ہیں۔

’اس طریق میں ایک قدم رکھنا دوسرے طریقوں کے ساتھ قدم سے بہتر ہے‘

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی عظمت یوں بیان فرماتے ہیں

’یہ اس طریق کا اول سے آخر تک مکمل بیان ہے جس کے ساتھ حق سبحانہ نے فقیر کو ممتاز فرمایا ہے۔ اس طریق کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس کی ہدایت میں نہایت مندج ہے۔ اس (بنیاد) پر عمارتیں اور محل بنائے گئے۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔ بخارا و سمرقند سے بیج زمین ہند میں جس کا مایہ طیبہ و بطحا ہے بویا گیا پھر اس کو سیالوں آب فضل سے سیراب رکھا گیا اور تربیت احسان سے پرورش کیا گیا۔ جب وہ کھیتی کمال کو پہنچی تو ایسے علوم و معارف کے پھل لاتی (ج ۱ مکتوب ۲۶۰)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

’ساری ولایتوں کی نسبت اس نسبت عالیہ سے کم ہے۔ باقی ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات کا پر تو کم ملا ہے اور یہ ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہونے کے سبب ان کمالات سے حظِ دافر رکھتی ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔

’ببین تفاوتِ راہ از کجاست تا کجا‘ (دفتر اول مکتوب ۲۵۱)

فخر الادب حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ جنہیں تیرھویں صدی کا مجدد بھی کہا جاتا ہے اور جن کے ایک خلیفہ مجاز حضرت مولانا خالد رومی علیہ الرحمۃ نے کردستان اردبیل، کرلوک، موصل، عمادیہ، جریزہ، حلب، شام و روم اور بصرہ کے اکثر باشندوں کو نسبت نقشبندیہ مجددیہ کا فیض پہنچایا۔ فرماتے ہیں۔

’طریقہ مجددیہ میں چار دریافین کے ہیں۔ نسبت نقشبندی و قادری و چشتی و سہروردی
لیکن پہلی نسبت غالب ہے‘

گویا طریقہ مجددیہ جامع فیضانِ سلاسل ہے۔

آخر میں ماضی قریب کے رئیس المکاشفین حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبلاوی
علیہ الرحمۃ کا ایک خواب دُج کیا جاتا ہے۔ جو تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں اس طرح منقول ہے۔
”ایک فضیلت تو نقشبندی سلسلے کی عالم رویا میں یہ دیکھی تھی کہ ایک دفعہ زیارت
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی۔ دیکھا کہ میں آپ کے حضور میں بیٹھا ہوں اور آپ کے
سینہ مبارک سے چار نہریں نکلی ہیں اور تمام عالم میں جاری ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک نہر اتنی بڑی ہے کہ وہ اکیلی ہی ان تین نہروں
کے برابر ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس بڑی نہر میں بیعت فرمایا۔ میں نے عرض
کیا ’یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘ اس نہر کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا ’نقشبندی نہر یہی ہے‘
جس وقت بیعت کی قبولیت کے لئے فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ طفیل اپنے میاں صاحب (پیر)
کے اس طریقہ کی بیعت کو قبول کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہی
نہریں ہیں جو قیامت تک میری امت کے ادیا میں جاری اور مجھ تک پہنچاتی رہیں گی۔“

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں وصول الی اللہ کے طریقے | اس سلسلے میں سائے
سلوک کا انحصار چار

چیزوں پر ہے۔ ۱۔ شیخ کامل و مکمل کی صحبت ۲۔ رابطہ ۳۔ اوراد و وظائف ۴۔ مراقبات۔
۱۔ شیخ کامل و مکمل کی صحبت :- یوں تو شیخ کامل سے تعلق ہر سلسلہ طریقت کے سلوک کا
نقطہ آغاز ہے مگر نقشبندی اکابر اسے سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ حضرت قیوم ثانی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

ہم اے طریقے میں درجہ کمال پر پہنچنے کا دار و مدار شیخ مقتدا کے ساتھ رابطہ محبت پر موقوف

بے طالب صادق اُس محبت کے ذریعے جو شیخ سے رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے اور باطنی مناسبت سے ساعت بساعت اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ ثنائی اشخ فلتے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔ اکیلا ذکر بغیر رابطہ مذکورہ کے اور بغیر ثنائی اشخ کے درجہ کمال پر پہنچانے والا نہیں۔ ذکر اگرچہ اسباب وصول سے ہے لیکن اکثر رابطہ و ثنائی اشخ سے مشروط ہے۔ ہاں اکیلا رابطہ آداب صحبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ کے ساتھ بغیر التزام طریق ذکر درجہ کمال پر پہنچا سکتا ہے۔ اور سلوک و تسلیک اختیاری میں جو دوسرے طریقوں سے وابستہ ہے کام کا مدار وظائف و اذکار پر ہے اور معاملہ کی بنیاد چلوں کی ریاضتوں پر ہے اور سیر طریقت کی طرف اس قدر رجوع نہیں ہے۔ (ج ۱۔ مکتوب ۷۸)

مخدوم سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ایک خط کے جواب میں فرماتے ہیں :-
'مولانا حاجی محمد نے ظاہر کیا تھا کہ قریباً دو مہینے ہوتے اشغال میں سستی ہو گئی ہے اور وہ ذوق و علاوت جو پہلے تھی نہیں رہی۔ یا راعم نہیں اگر دو چیزوں میں خرابی نہ ہوتی ہو۔ ان دو چیزوں میں سے ایک صاحب شریعت علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات و النجات کی متابعت ہے دوسری اپنے شیخ کی محبت اور اخلاص۔ ان دو چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں تاریکیاں اور تیرگیاں ہو جائیں تو کچھ خوف نہیں۔ آخر اس کو ضائع نہ کیا جلتے گا۔ اگر العیاذ باللہ ان میں سے کسی ایک میں بھی کمی آگئی تو خرابی پر خرابی ہے اگرچہ حضور و جمعیت حاصل ہو کیونکہ یہ اندراج ہے کہ جس کا انجام خراب ہے۔ حتی سبحانہ و تعالیٰ سے نضرع و زاری کے ساتھ ان دو چیزوں کا ثبات طلب کریں اور ان دونوں پر استقامت کی دعا کریں کیونکہ یہی دونوں کار دین اور نجات اخروی کا مدار ہیں۔ (مکتوبات ج ۲ مکتوب ۳۰)

۲۔ رابطہ (یا تصور شیخ) مرید کے قلب و ذہن پر شیخ کی صورت چھا جلتے تو حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس سے وہی فائدہ ہوتا ہے جو صحبت سے

متصور ہے (تفید صورتہ مالتفید صحتہ) آنکھ جوں جوں نظارہ غیر سے فارغ ہوتی جائے گی شیخ کا تصور جما جائے گا اس کی اہمیت کیا ہے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا ارشاد نیچے۔

”اس طریقے کے بزرگوں کا قول ہے عہ سایہ رہبر بہ از ذکر حق“ اس سایہ رہبر سے اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف ہے جس سے مراد صورت شیخ کا (آئینہ دل میں) محفوظ رکھنا ہے جیسا کہ اس طریق میں طے شدہ ہے یعنی مبتدی کے لئے طریقہ رابطہ ذکر سے مفید تر ہے اگرچہ ذکر بذات خود شرافت و فضیلت رکھتا ہے۔ اس کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ بیچارہ مرید چونکہ عالم سفلی میں گرفتار ہے۔ اس سبب سے عالم علوی سے مناسبت نہیں رکھتا تا کہ حضرت باری سے بغیر واسطہ کے فیوض و برکات اخذ کرے۔ اُسے دو جہت والا واسطہ درکار ہے جو عالم علوی سے بہرہ ور ہو کر مخلوق کی دعوت و ارشاد کے لئے عالم سفلی کی طرف متوجہ ہو آہو اور پہلی مناسبت کی وجہ سے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کی بنا پر لائق مریدوں تک پہنچاتے۔ اس لئے طالب رشید شیخ کے ساتھ جتنی زیادہ مناسبت رکھے گا اُس کے باطن سے اتنا ہی فیض یاب ہوگا۔ اور جو چیزیں شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے والی ہیں رابطہ اُن میں سب سے بڑا ہے (ج۔ المکتوب ۷۸)

۳۔ اوراد و وظائف :- اوراد و وظائف مستقل طریق وصول نہیں جیسا کہ اوپر کی تصریحات سے ظاہر ہے تاہم مقصود کے حصول میں مدد و معاون ضرور ہیں۔ رہا گیا یہ سوال کہ کون سے اوراد و وظائف یہاں زیادہ مفید ہیں تو مختصر جواب یہ کہ شیخ کامل جن کی تلقین فرماتے حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے معمولات اور ارشادات بھی از حد رہنما ہیں متعلقہ ابواب میں دیکھیے۔

۴۔ مراقبہ۔ ہر طرف سے توجہ ہٹا کر پوری یکسوئی کے ساتھ شیخ کی ہدایات کے مطابق سانس کی آمد و رفت کے ساتھ ساتھ بغیر آواز کے اپنے خالق کا ذکر کرنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ پھر اس کے مختلف درجات ہیں اور جوں جوں طالب ترقی کرتا جائے شیخ کامل کی رہنمائی میں سب

منزلیں طے کرتا جاتا ہے۔

خواجہ غجدوانی کے آٹھ کلمات

خواجہ خواجگان حضرت عبدالحق عجدوانی قدس سرہ کے آٹھ کلمات جنہیں سلسلہ نقشبندیہ کا

دستور العمل کہا جاسکتا ہے، مختصر تشریح کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ہوش و روم :- اس کی تشریح حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو۔ سانس کے خروج و دخول کے ساتھ بلکہ ان کے درمیانی وقفے میں بھی ذکر و حضور جاری رہنا چاہئے۔

۲۔ نظر بر قدم :- سالک راہ چلتے وقت ادھر ادھر دیکھنے کی بجائے اپنے پاؤں کی پشت پر نظر رکھتے تاکہ تفرقہ بیرونی (یا آواکی نظر) سے محفوظ رہے یا اس سے مراد یہ ہے سالک کا باطنی قدم اُس کی باطنی نظر سے پیچھے نہ رہے یعنی سرعت سیر کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ سفر و وطن :- (سیر انفسی) سے مراد بُری صفات چھوڑ کر اچھی صفات اختیار کرنا۔ خواجگان نقشبندیہ نے مقام بقا میں جو سیر انفسی سے تعلق رکھتا ہے، سیر انانی کی بجائے اسی کو اپنایا ہے اور سفر ظاہر آشنا ہی کرتے ہیں کہ پیر کامل تک پہنچ جائیں۔ سیر انانی (یعنی مطلوب کو باہر ڈھونڈنے) کی بجائے سیر انفسی (یعنی مطلوب کی اندرونی تلاش) شروع کرنا سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔

۴۔ خلوت و راجح :- یعنی ظاہر میں خلالتن کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ۔

۵۔ از بردوں در میان بازارم وز دروں خلوتیت با یارم
یعنی سالک اگر بازار میں بھی جاتے تو ذکر میں استغراق و انہماک کے سبب کوئی آواز نہ سُنے۔

۵۔ یاد کر :- یعنی ہر وقت ذکر قلبی یا زبانی میں مشغول رہے۔ یا یہ مراد کیشخ کا بتایا ہوا ذکر تکلف کرے یہاں تک کہ حضور حاصل ہو جاتے۔

۶۔ بازگشت :- جب ذکر کلمہ توحید کا ذکر دل سے کرے تو ہر بار کلمہ توحید کے بعد زبان

دل سے کہے۔ خدا یا میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا۔

۷۔ نگہداشت ہے دل کو خطرات و دسائیس سے محفوظ رکھنے کی کوشش یا اس یقین کی محافظت کہ میرا مقصود خدا ہی ہے۔

۸۔ یادداشت سے مراد ہوا و ام آگاہی۔ اگر اس دوام آگاہی میں اپنے وجود کا شعور بھی نہ رہے تو اسے فنا کہتے ہیں اور اگر اس بے شعوری کا شعور بھی نہ رہے تو اسے نلتے فنا، جمع الجمع یا عین الیقین بھی کہتے ہیں یا اس یادداشت سے مراد نگہداشت میں پختگی ہے۔

نوٹ :- میں نے اس مضمون میں تصوف کی دوسری کتب کے علاوہ حضرت محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ رب تعالیٰ اپنے بڑب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اُن پر رحمت فرمائے۔ نیز آداب شیخ کے زیر عنوان، سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی عبارت کو عام فہم بنا دیا گیا ہے۔ اسے گویا آزاد ترجمہ بھی کہہ سکتے ہیں، چنانچہ اس میں کہیں کہیں تلخیص سے بھی کام لیا ہے۔ نیز مضمون کو مزید آسان بنانے کے لئے نمبر بھی ڈال دیئے ہیں۔ اللہ کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل توفیق عمل بخشے۔

تاثرات

علی پور مشرقِ خورشیدِ عرفاں
 یہاں کا ذرہ ذرہ لکشاں ہے
 علی پور بجز آدابِ شریعت
 یہاں ہر سو معارف کے خزینے
 ہکتی ہے یہاں ہر سو محبت
 یہ کشفِ رموزِ آگہی ہے
 علی پور عاشقوں کی سرزمین ہے
 جمالِ آلِ پاکِ مصطفیٰ ہے
 گلستانِ حسین ابن علی ہے
 دلی ایسا کہ لاثانی دوراں !
 حسین ترازوِ خلدِ مبریں ہے
 علی پور گلستانِ عشق و الفت
 یہ توحید و رسالت کی بہاراں
 حضور سید خیر ^{صلی اللہ علیہ وسلم} الوری ہوں
 اسیر لذتِ حسنِ بیاں ہوں
 مجھے مت پوچھئے اب میں کہاں ہوں
 نہ جانے دل کے کس کُنچِ نہاں سے
 علی پور سر زمینِ مہتاباں
 یہاں کا قطرہ قطرہ بیکراں ہے
 علی پور چشمہٴ نورِ حقیقت
 یہاں آتے ہیں الفت کے قرینے
 ہے لاثانی فضاؤں کی یہ جنت
 یہاں کا ہو کے رہنا زندگی ہے
 علی پور کُنچِ اربابِ یقیں ہے
 علی پور لائقِ مدح و ثنا ہے
 علی پور گنجِ الطافِ ولی ہے
 وہ چوراہیِ ولایت کا گلستان
 گذرگاہِ ملائک یہ زمیں ہے
 جہانِ عاشقانِ پاکِ طینت
 نثار اس پہ زلمنے کے دل و جاں
 میں جاتی کی طرح محوِ شناہوں
 مگر یارِ دینِ آتسی سا کہاں ہوں
 مدینہ ہی مدینہ ہے جاں ہوں
 قمر آواز آتی ہے کہاں سے

دنیا جانبِ بطحا گذر کن

ز احوالِ محمد را خبر کن (صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہٴ بارک وسلم)

جناب قمر تابش صاحب

تاریخ اشاعت

رئیس التحریر والتحقیق، آفتاب علم و ادب حضرت سید آفتاب احمد صاحب
نقوی ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ ظفر علی خاں کالج ذریعہ آباد

مظہر نور، شاہ لاثانی	غوثِ دوران و قطبِ ربانی
قاسم فیضِ عشقِ حستانی	دارشِ گنجِ ثروتِ اسرار
بزمِ فطرت میں شمعِ نورانی	چمنِ وحدت میں لالہ خوش رنگ
آنکھ مستِ شرابِ عرفانی	چہرہ آئینہ دارِ نورِ یقیں
جن کا ہر فعل شرحِ تشرانی	جن کا ہر قول پارہِ المسم
جن کی رحمتِ سحابِ نیسانی	جن کی شفقتِ حلاوتِ کوثر
پورِ حیدر، جمالِ ایسانی	منظرِ خواجہ زمین و زماں!
واہ وا اُن کی جلوہ سامانی	آنکھیں بنیا ہوئیں تو دل روشن
واہ وا اُن کا فیضِ لافانی	تماجداروں کو مانگتے دیکھا،
جو صفاتِ خدا میں ہوتی تھیں	موت سے اس کو واسطہ کیا ہے
اب بھی زندہ ہیں شاہِ لاثانی	کہ یہی ہے حقیقتِ ابدی
جن کو کہتے ہیں نقشِ لاثانی	اُن کے منظرِ علی حسینِ کریم
لکھی ہے یہ کتابِ نورانی	حسب الارشاد ان کے آئی نے
اس کا ہے لفظِ لفظِ عرفانی	اس کے ہے نقطے نقطے میں نمکتہ
جس کو ہے مدحِ پیرِ ارزانی	اس کے بختِ رسا کے کیا کہنے
خیر سے مل گئی بآسانی	میں تھا تاریخ کے تجسس میں
ذکرِ لاثانی خیر لاثانی!	ذکرِ ہر اہل دل ہے نقوی خیر

حرفِ آخر

سب حمد و ثنا اس رب العلمین کو شایاں ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمت بالغہ سے عالمین کو سراپا حاجت اور اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا رحمت پیدا فرمایا گویا دُنیا محتاج ہے تو حضور حاجت روا، زمانہ سائل ہے تو سرکار باذل اور کائنات دستِ نگر ہے تو آقا و ستیگر (علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ)

بے حدود و درود و سلام ہوں اس رافع و شافع پر جس نے اولیائے اُمت کو اپنی رحمت کا منظر ٹھہرایا، نیز ہمیں یہ ہدایت بھی فرمادی کہ ان سے فضل و خیر مانگو اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دے دی کہ ان کے ہاں مراد و امن و عافیت پاؤ گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ کا فضل شامل ہو تو بندہ درِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کا رخ کرتا ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نوازا چاہیں تو پا کاں اُمت کا آستانہ نظر آتا ہے۔ یوں سمجھئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ اس امر کی علامت ہے کہ رب اکرم سائل کا دامن مراد بھی بھر دینا چاہتا ہے اور اولیائے کرم کا توسل اس بات کی نشانی ہے کہ خواجہ عالمِ رحمت محکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسل پر کرم فرما ہیں۔

مجھی کو دیکھتے، اپنے فکر و عمل کا جائزہ لیتا ہوں تو دورِ دُور تک ظلمت ہی ظلمت دکھائی

۱۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَطْلُبُوا الْفَضْلَ عِنْدَ الرَّحْمَآئِ مِنْ اُمَّتِي تَعِيشُوا فِي الْاَنَا فِيهِمْ فَاِنْ فِيهِمْ رَحْمَتِي (الامن والعلی بحوالہ ابنِ حبان وغیرہ) یعنی میرے رحمدل امتیوں سے فضل مانگو ان کے دامن میں آرام سے رہو گے کہ ان میں میری رحمت ہے، چنانچہ ان میں غوثِ اعظم (سب سے بڑے فرایدِ سننے والے)، گنجِ بخش (خزانے بخشنے والے) اور غریب نواز (بکیسوں کو نوازنے والے) اس فرمان کی عملی تفسیر ہیں۔ ۲۔ حدیث پاک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَّنْ عَائِدُنَا وَلَيْسَ بِجَانِبٍ لَا يَذُنُّ (ابن ماجہ) یعنی بیشک جو ہماری پناہ میں آتے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجا لاتے وہ نامرادی سے بڑی ہے۔

دیتی ہے۔ عقل کا نور میسر ہے نہ عشق کا سوز، زندگی یوں جیسے ایک تیرہ دتاریک غار میں ایک
 نابینا نامک ٹوئیاں مارتا ہوا نامعلوم منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اسی سوچ میں جب یاس گلا دبانے
 لگتی ہے تو امید رحمت اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔ دل تسلی دیتا ہے کہ اگر خداوند کریم اور اس کے
 محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کرم شامل حال ہوتا تو شاہ لا قافی قدس سرہ کے نورِ نظر کا آستانہ
 کیوں گھٹتا۔ پھر آنا فانیوں ہوتا ہے جیسے غم چھٹ گئے ہیں، تاریکیاں دور ہو گئی ہیں اور موت
 نے زندگی کے آگے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ پھر دل ڈھارس بندھاتے جاتا ہے۔ میرے گناہ
 بے شمار ہیں مگر میرے رب کی رحمت ان سے بھی بے حد زیادہ ہے، بلکہ اُس کے فضل سے میرے
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بھی میرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے، بلکہ میرے شیخ کی
 خداداد رحمت بھی ان سے زیادہ ہے۔ لہذا

میری خطا بگاڑ نہیں سکتی کچھ مرا
 اسی جو ان کا لطف و کرم ہے تو خیر ہے

اب سوچ ہی سوچ میں 'خطا اور عطا' کا مقابلہ شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی مصیبت آتی
 ہے تو یوں لگتا ہے جیسے خطا اندر سے للکارتی ہو، دیکھا میں جیت گئی، مگر اکثر ایسا ہوا کہ اس
 کی للکار کے دوران ہی رحمت بندہ نواز آڑے آگئی۔ مصیبت بھاگ نکلی اور عطا نے
 گویا اپنی فتح کا نقارہ بجا دیا۔ کبھی تو آقا ایسا کرم فرماتے ہیں جو اپنی سنکر، امید اور آرزو
 سے بہت بلند و بالا ہوتا ہے۔ یعنی فکر سمجھے رہ جاتا ہے، امید کا دامن شک نظر
 آتا ہے، آرزو کا حوصلہ جواب دے جاتا ہے اور ان کی بندہ نوازی پکارتی ہے۔ 'ارے لے
 یہ بھی لے، ہمارے کرم کا ہمالہ تیرے فکر کی رسائی سے باہر ہے۔'

انوارِ کشف کی تصنیف کا ارشاد ایک ایسے ہی حسین و کرم بارِ موقت کی
 یادگار ہے اور اس کرم کی شکر گزاری کا حق کیونکر ادا ہو ————— ہاں یہی
 کہہ سکتا ہوں :-

کریمیاں کہ در لطف بالاترند

سگاں پروردند و چنیں پرورد

فرماتے یہ سگ پروری نہیں تو کیا ہے کہ زہد و تقویٰ دیکھانہ علم و عرفان، حسن نیت دیکھا نہ تابش کردار ہی کو، سلیقہ تحریر کو جانچانہ کلام کی تاثیر کو، غرض کچھ نہ دیکھا، نہیں بلکہ سب کچھ دیکھتے ہوئے (کہ یہ ہر فن و کمال سے محروم ہے) اپنا سگ بنانے کی لاج رکھ لی۔ اب میں یہ مقطع پورے اعتماد سے پڑھ سکتا ہوں۔

کہتے ہیں اس کو سگ در آل رسول کا (علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام)

اسی کا واقعی بڑا اونچ مقام ہے

پچھلے دنوں کی بات ہے، اپنے آقا و مولا، ملجا و مادی، خواجہ یکتا حضور شاہ لاثانی قدس سرہ کے روضہ پر نور پر سلام کر کے بیٹھا ہی تھا کہ دل نے درد بھرے لہجے میں التجا کی حضور! میں ہرگز آپ کے قابل نہیں، پھر معاً پانسہ پلٹا اور رویا نہیں، حضور! میں نے غلط کہا، آپ ہی کے تو قابل ہوں، اور کون ہے جو مجھے آفت نفس سے چھڑائے اور مجھے پناہ دے سکے، میں لا علاج مریض اور آپ لاثانی طبیب میرا درد و غم اس قابل کہاں کہ کوئی اور سن سکے۔ ہاں آپ ہی سن سکتے ہیں کہ رحمۃ اللغمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل ہیں۔ آفتاب ہند حضرت مولانا محمد غوث سکھو چکی علیہ الرحمہ نے خوب عرض کیا تھا۔

نکالا ڈاکٹر روحانیاں نے ہسپتالانہتیں

سمجھ کے لا دوا مینوں علی پور والیاں شاہا

محاسب امت حضرت سیف الدین جو سیدنا مجدد الف ثانی کے خیرۃ اقدس تھے اور جن کی ہدایت کے مطابق اورنگ زیب عالمگیر نے نظام مصطفیٰ (علیہ التیجۃ والثناء ورحمۃ اللہ علیہم) نافذ کیا تھا، اکثر اخیر شب اپنے جد امجد کے روضہ مقدسہ کے گرد پھر کر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

من کیستم کہ با تو دم دوستی ز من چندی سگان کوئے تو یک کمترین منم (خواجہ حافظ علیہ الرحمہ) بلکہ حضرت ملا جامی تو یوں عرض کرتے ہیں۔

تاب و ملت کار پاکان من ازیشان میتم چوں سگانم جلتے وہ در سایہ دیوار خوش

کہتے ہیں درج ذیل شعر غوث الاولیاء، قلب الاصغیاء، نائب مصطفیٰ، وارث مرتضیٰ حضور
 شاہ جیلان و خواجہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، خداوند کریم عز اسمنہ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں
 ز غیر آل نبی حاجتے اگر طلبم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم)
 روا مدار یکے از ہزار حاجاتم
 آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دبارک و باری کے در کی گدائی گویا رحمت باری کو جوش میں لانے
 کا بہترین ذریعہ ہے۔

غرض ایسی انمول سعادت کے لئے مجھ ایسے گنہگار کا انتخاب محض گدازاری و سگ پروری تھی۔
 پھر مجھ ایسے ناقص و ناکارہ شخص کا اس سے عہدہ برآ ہونا بجائے خود ناممکن دکھائی دیتا تھا (کیونکہ میں
 تحریر کے سلسلے میں از حد سست واقع ہوا ہوں) مگر اُن کی عطائے اس ناممکن کو بھی ممکن کر دکھایا
 وہ کیسے؟ اب یہ داستان سنئے۔

آپ گذارش احوال واقعی میں دیکھ چکے ہیں اذن تحریر جنوری ۱۹۷۱ء میں ملا تھا مگر دو تین
 مہینے تک کچھ نہ لکھ سکا۔ دل نے کہا 'خطا جیت رہی ہے اور شامت اعمال حائل ہے' کہ ایک
 دن خواجہ کریم نے تحصیل شکر گڑھ کی مشہور و معروف شخصیت جناب سید محمد یسین شاہ صاحب کے
 ساتھ لاہور بھیج دیا تاکہ اُن کے خال محرم حضرت سید محمد صدیق شاہ صاحب کے زیر نگرانی تحریر کا
 آغاز کر دیا جائے۔ شاہ صاحب قبلہ نے ۱۹۷۱ء میں ایم۔ اے کیا تھا اور مختلف گورنمنٹ ہائی
 سکولوں کے ہیڈ ماسٹر رہ کر مدتوں پہلے ریٹائر ہو چکے تھے۔ حضور شاہ لاثانی سے بیعت تھی اور
 آستان عالی کے مخلص ترین خدام میں شمار ہوتے تھے۔ اندرون بھائی گیٹ رہائش تھی اور پیرائے سالی کی
 بنا پر گھر سے کم ہی نکلتے تھے۔ حسب الارشاد لاہور پہنچا تو قبلہ شاہ صاحب کے ساتھ طریق کار طے
 پانے کے بعد اپنے برادر طریقت صوفی ظفر اقبال صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوا۔ اُن کی سکونت
 مصطفیٰ آباد (سابق دھرم پورہ) میں دربار حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے بیرونی گیٹ کے بالکل
 قریب ہے۔ میں یہاں ایک دو باب لکھ لیتا اور قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں جو گریا میرے

سرکاری استاد بن چکے تھے، پیش کر آتا۔ وہ مسودے کی تصحیح بھی فرماتے اور مشفقانہ انداز میں حوصلہ افزائی بھی۔ دو ماہ تک یہی صورت حال رہی یعنی تحریر شیخ السلاطین (بادشاہوں کے پیر) حضرت میانیر کے دروازے پر اور تصحیح سلطان المشائخ (پیروں کے بادشاہ) حضرت داتا گنج بخش (علیہ علیہ الرحمہ) کے سایہ رحمت میں۔ اس دور قیام میں مکمل یکسوئی تھی، مطالعے کا شغل تھا یا تحریر کا۔ صوفی صاحب نے بھائی اور اُن کی والدہ نے ماں بن کر دکھایا۔ میں اکثر سوچتا ہوں آج کتنے ہی خُون کے رشتے خون کے پیسے ہو گئے ہیں اور اس کے برعکس مردِ کامل کی وساطت ہو تو کتنے فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔ ماننا ہو گا اس دور میں بھی محبت و مساوات کی فضا اللہ والوں کے دم قدم سے وابستہ ہے۔ جس معاشرے پر ان کی برکت سایہ فگن ہوتی ہے، موافقتِ مدینہ کا جلوہ نظر آ جاتا ہے۔ خیر! اس مختصر سے قیام میں اُن کی عطا میری خطا کو پیچھے دھکیلتی رہی اور میں بعض دفعہ دِن میں بیس بیس باتیں بائیس صفحات تک بھی تحریر کر پاتا۔ عزیز محترم جناب غلام سرور صاحب کھمن پرنسپل لاثانی آئیڈیل سکول شکر گڑھ اُن دنوں پنجاب یونیورسٹی میں ایم ایس سی کے سٹوڈنٹ تھے۔ اکثر ملتے، تحریر دیکھتے اور ضروری رائے دیتے۔

یہاں کرامات و تصرفات کا باب مکمل ہو گیا تو اچانک حضور قبلہ عالم مظلہ میکھو والی عرس پر تشریف لے آئے۔ بندہ سلام کرنے حاضر ہوا تو حضور نے واپسی کا حکم دے دیا۔ یہ یکم جون ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ اب معاملہ پھر تعطل کی نذر ہو گیا۔ ہاں کبھی کبھی وقت مل جاتا تو کچھ نہ کچھ تحریر کر لیتا۔ حضرت والا کی طرف سے پہلی سی توجہ کا ظہور نہ دیکھا تو دل نے پھر اپنی خطا کی ہولناک کامیابی کا یقین کر لیا۔ ہوتے ہوتے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا اور یہ یقین نچتہ ہو گیا کہ اپنی شامتِ اعمال، نحوستِ فکر اور ظلمتِ کردار پھر حائل ہو چکی ہے اور اب یہ مسودہ کبھی بھی اشاعت پذیر نہ ہو گا۔ احباب پر چھتے مگر مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑتا۔

اس عبوری اور بحرانی دور میں وہ خوش نصیب شخصیت جو میرے دل کی دھڑکن بن کر اپنے مخصوص نیاز مند نہ لہجے میں حضور قبلہ عالم و امت برکاتہم سے اشاعتِ کتاب کے بارے میں التجا کرتی رہی وہ میرے مخدوم و مکرم جناب شیخ ذوالفقار علی صاحب مالک قادریہ ڈائری فیصل آباد ہیں۔ میں نے

انہیں خوش نصیب اس لئے کہا ہے کہ مبداء فیاض نے انہیں دولت ظاہر ہی سے نہیں دولت باطن سے بھی مالا مال کیا ہے۔ میرے نزدیک دولت باطن کی بنیاد اپنے شیخ کامل سے صدق ربط و خلوص نیاز پر ہے اور شیخ صاحب کو یہ دولت وافر مقدار میں ملی ہے۔ وہ لوگ جنہیں اپنے مرشد کامل سے سچا تعلق ہوتا ہے، وہ دین و دنیا میں محروم نہیں رہ سکتے۔ تقویٰ، عشق رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور دین کی پاسبانی انہی کا مقدر بنتی ہے جو اپنے شیخ کامل کے وفادار ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ ذوالفقار علی صاحب اپنا تن، من، دھن رضائے شیخ کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں اور شیخ کریم نے بھی انہیں نوازنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ مختصر یہ کہ شیخ صاحب کی بار بار کی التجازنگ لائی اور بندہ نواز نے اس رمضان المبارک میں مسودے کو آخری شکل دینے کا ارشاد فرمادیا۔ اسی ماہ مقدس کی سترہ تاریخ کو مخدومہ دارین، سیدہ کونین حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عرس مقدس پر حضرت والا فیصل آباد تشریف لے گئے تو فاضل اکمل حضرت مولانا محمد سلیم صاحب، مفکر اہل سنت صوفی محمد علی صاحب نقشبندی (جو دنیا سے کتابت و طباعت کے مشہور کورچر گرو ہیں اور جنہیں سیالکوٹ سے اسی لئے بلایا گیا تھا)، شیخ صاحب موصوف اور حاجی مظفر حسین صاحب مالک نفیس پرنٹنگ پریس سے صلاح مشورہ ہوا فیصل آباد میں کتابت کاتسلی بخش انتظام و شوار دکھائی دیا تو حضور لاہور تشریف لے آئے۔ یہاں فاضل علوم شرقیہ و غربیہ حافظ محمد اجمل صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور، جناب رانا جماعت علی خاں لاہور پرنٹنگ کالج ہذا، بابو محمد بخش صاحب (جو گویا دربار عالی کی ٹن سے وزیر امور لاہور ہیں) حاجی ثناء اللہ صاحب (چاہ میراں) اور محمد اشرف صاحب قریشی (روزنامہ مشرق) بھی اس غور و فکر میں شامل ہو گئے۔ خیال یہ تھا کہ عرس مقدس کے موقع پر کتاب عوام تک پہنچ جائے مگر اچھی کتابت کے ساتھ اتنے قلیل وقت میں ایسا ہونا سخت مشکل تھا۔ تاہم قریشی صاحب اور رانا صاحب نے اپنے خوشنویس دوستوں کو اس کام پر آمادہ کر لیا اور خداوند کریم کے فضل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے عید الفطر کے قریب کتابت شروع ہو گئی اور قریباً ڈیڑھ مہینے میں اصل کتاب کا مسودہ حسن کتابت کے مرحلے سے گزر گیا۔

ع 'می دہ یزداں مرادِ مستقی'

اس دوران بابو محمد بخش صاحب ناظم عمومی تھے۔ نقشبندی صاحب اور رانا صاحب نگران کتابت تھے۔ قبلہ حافظ محمد اجمل صاحب نے عربی عبارات کے پروف کی تصحیح اپنے ذمے لی۔ رانا ارشاد علی صاحب گوجروی، صوفی احمد دین صاحب بھٹی، مستری عباد اللہ صاحب، مستری محمد دین صاحب حاجی بشیر احمد صاحب (ابن حاجی ثناء اللہ صاحب جن کا نیا مکان گویا ہمارا دفتر تھا) مختلف فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ڈاکٹر خالد ناظم خوراک تھے۔ اس سلسلے میں نہایت اہم تعاون جناب حاجی نذیر احمد صاحب محلہ کاچھو پورہ والوں کا تھا جو دربارِ عالی کے مخلص ترین نیاز مندوں میں سے ہیں اور شیخ کامل نے انہیں بھی بہت سی دولتوں سے نوازا رکھا ہے۔ تقارینط کی فراہمی کا بیڑا حفرة الحاج مقبول احمد صاحب (جو دربارِ عالی میں گویا وزیرِ اعظم کی حیثیت رکھتے ہیں) اور حضرت مولانا محمد سلیم صاحب نے اٹھایا۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے بلند نظر صوفیائے عظام اور جید علمائے کرام کی خوبصورت تقریظیں بھی شامل اشاعت ہو گئیں۔ 'مقدمہ کتاب' دورِ حاضر کے ایک نکتہ دان و نکتہ سنج ادیب جناب پیرزادہ محمد اقبال صاحب فاروقی نے لکھا۔ ہم ان سب مخلصین و محترمین کے خلوص کو سلام کہتے ہیں۔

کتابت کے سلسلے میں برادرِ طریقت جناب محمد اشرف قریشی صاحب (سینئر خوشنویس مشرق) جناب شریف گلزار صاحب (چیف آرٹ ایڈیٹر، مشرق) نذیر شاہ صاحب (سینئر آرٹ ایڈیٹر مشرق) محمد اختر صاحب (ہیڈ لائن رائٹر) اور عبدالعزیز صاحب (ہیڈ لائن رائٹر، مشرق) نے جس ذوق و شوق سے کام پٹانے کی کوشش کی، از حد لائق تحسین ہے۔ محترم محمد اختر نے توجہ افغانی کی حد کر دی۔ انہیں دن بھر کام کرنے کے بعد بعض دفعہ اصلاح اغلاط اور کاپیاں جوڑنے کے لئے رات بھر جاگنا پڑتا۔

الغرض حضور قبلہ عالم دامت برکاتہم العالیہ کی دُعا، برکت، توجہ اور تصرف سے جو کام از حد صعب نظر آتا تھا، سہل ہو گیا۔ (فالحمد لله والصلوة والسلام علی سید المرسلین)

ایک مشہور روایت تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ کے مطابق اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے (اور مسائل حل ہوتے ہیں)۔ اس پس منظر میں زیر نظر کتاب 'انوارِ لاثانی' کے سلسلے میں خدمات سرانجام دینے والوں کو جو برکات حاصل ہوتی ہیں، اُن کی مختصر سی جھلک بھی ملاحظہ فرمائیے:-

- ۱۔ صوفی ظفر اقبال صاحب جن کے ہاں کتاب کے گیارہ ابواب مکمل ہوتے تھے، ایک مدت سے دیارِ حبیب (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں حاضری کے مزے لوٹ رہے ہیں۔
- ۲۔ حاجی نذیر احمد صاحب (کاچھو پورہ، لاہور) پھر حج و زیارت پر روانہ ہو گئے ہیں۔
- ۳۔ جناب شیخ ذوالفقار علی صاحب بھی حج و زیارت کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔
- ۴۔ جناب حاجی مظفر حسین صاحب بھی جن کے مطبع میں کتاب کی طباعت ہو رہی ہے دیارِ حبیب میں جا چکے ہیں۔ ان کے مژدبانہ اہتمام کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے اپنے ملازموں کو پہلے دن ہی بتا کر دی تھی کہ کوئی کاپی پلیٹ پر بے وضو نہ لگائی جائے۔
- ۵۔ صوفی محمد علی صاحب نقشبندی کے نورِ نظر محمد عید الرزاق صاحب انہی دنوں قاری سے قاضی بن گئے ہیں جبکہ اس امتحان میں بہت سے نامور فضلاء بھی ناکام ہو گئے ہیں۔
- ۶، ۷۔ جناب رانا جماعت علی خاں صاحب اور احمد دین صاحب بھٹی رہائشی مسائل سے دوچار تھے جو انہی دنوں بہترین انداز میں حل ہوئے ہیں۔

اب آخر میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ فرید الدین عطار علیہ الرحمہ کی بات یاد آگئی۔ آپ تذکرۃ الاولیاء کے مقدمے میں تصنیف کتاب کے مقاصد بیان فرماتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:-
 'چودھویں وجہ یہ کہ شاید میری تصنیف کے صلے میں یہ ادیانے کرام قیامت میں میرے سفارشی بن سکیں اور جس طرح اصحابِ کہف نے اپنے کشتے کی رعایت کو ملحوظ رکھا، اسی طرح یہ ادیانے کرام میری رعایت کو بھی ملحوظ رکھیں، مگر میرا درجہ اس سے بھی کم ہے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت جمال موصلی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اسی تمنائیں خوں دل پیٹے اور دولت صرف کرتے

گزر گئی کہ کسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کے قریب مجھے قبر کی جگہ مل جائے اور جب جگہ مل گئی تو انتقال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ قبر پر یہ کتبہ لگا دینا کہ آپ کا کتا آپ ہی کے در پر پڑا ہے۔ اس روایت کے مطابق میری بھی یہی دعا ہے کہ یا اللہ اصحاب کہف کا کتا چند ہی قدم ان کے ساتھ چلا تھا کہ تو نے اس کو بھی اصحاب کہف میں شامل کر دیا۔ اس طرح میں بھی تیرے دوستوں کو دست رکھتا ہوں اس لئے مجھے بھی روز محشر ان لوگوں کے سامنے شرمندگی سے بچالینا اور تیری وہ مخصوص توجہ جو اولیائے کرام کے ساتھ وابستہ ہے اس سے مجھے بھی محروم نہ رکھنا اور میری اس تصنیف کو اپنے سے دور کرنے کی بجائے اپنے قرب کا ذریعہ بنا دینا اور بلاشبہ تُو دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے، آمین (اُردو ترجمہ تذکرۃ الاولیاء)

میں اس مردِ کامل کی دعا پر اپنے حق میں بھی آمین کہتا ہوں۔ کاش میرے خواجہ میرے آقا، میرے داتا حضور نقشِ لاثانی بھی آمین فرمادیں۔ عارفِ حقانی کی دعا کے بعد کچھ لکھنا سوءِ ادب ہے۔

ا ر ح م ال ر ا ح م ی ن یا مولا
 ص د ق تہ ا پ ن ے ص ب ی ب ا ک ر م کا
 ص ل ی اللہ علیہ وسلم
 یا خ ط ا و ں س ے ر کھ مجھے م ح ف و ظ
 یا خ ط ا ت یں م ع ا ف ک ر ت ا ح با !

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
 سَیِّدِنَا رَحْمَۃَ الْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَبَائِهٖ وَاُمَّهَاتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ
 وَاَهْلِ سُنَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

سب بارگاہِ مرشد
 آسی

۲۴ ذی قعد ۱۴۰۲ھ

(۱۳ ستمبر ۱۹۸۲ء بروز دوشنبہ مبارک)

